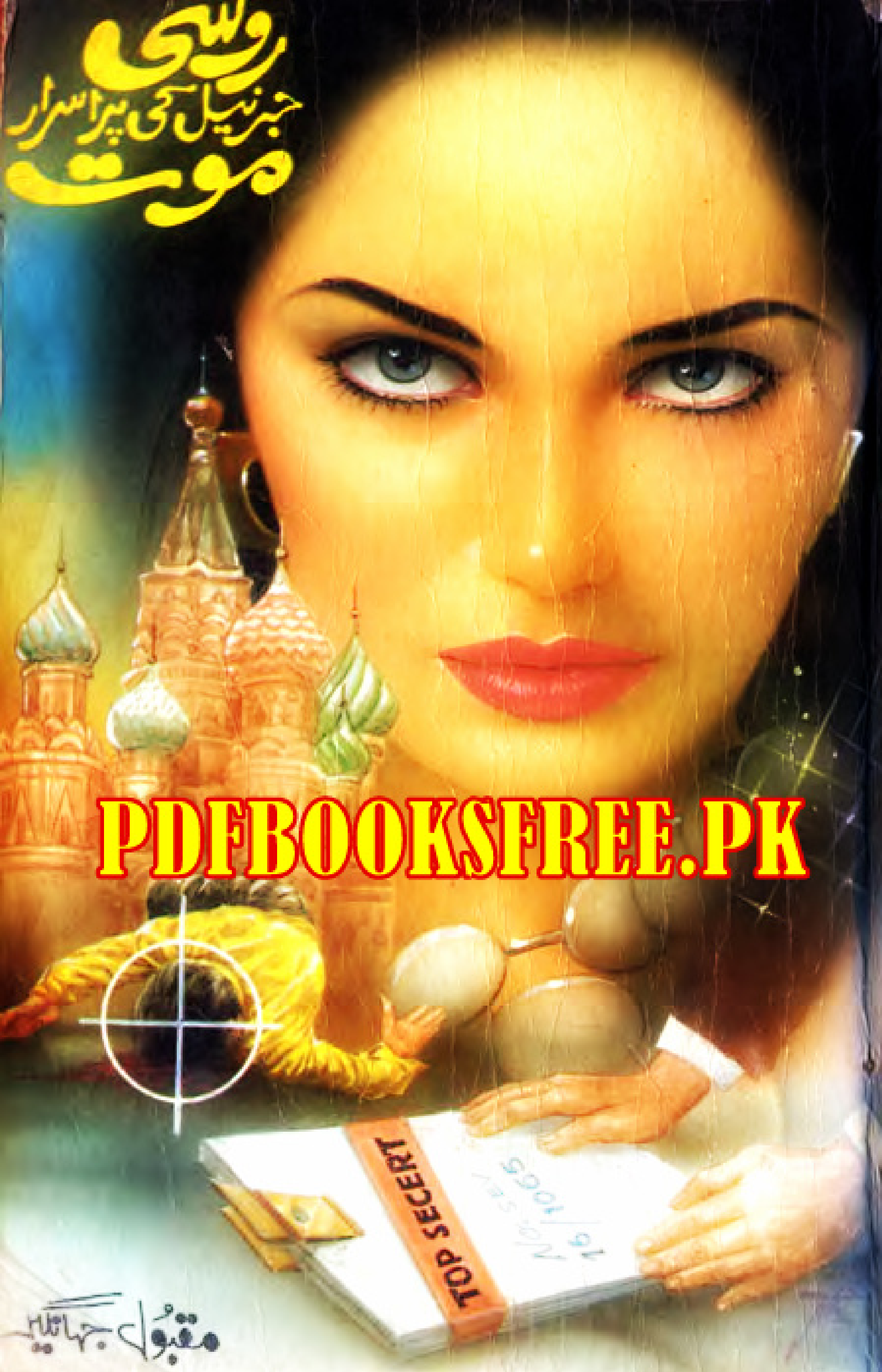
روسی
جرنیل کی پراسرار
موت
PDFBOOKSFREE.PK
TOP SECERT
مقبول جہانگیر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قارئین!

آپ کے من پسند صحافی اور مصنّف مقبول جہانگیر کی ایک تہلکہ خیز جرم و جاسوسی پر مبنی تصنیف "روسی جرنیل کی پر سرار موت" کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ ان کی دیگر کتابوں کی طرح اس کہانی نے بھی بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور جن دنوں یہ ایک ماہنامے میں قسط وار چھپ رہی تھی، آپ کے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے رہے کہ اسے مکمل ہونے پر جلد کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس کے علاوہ بھی چھ سات مکمل کتابیں زیر ترتیب تھیں کہ مقبول جہانگیر سے زندگی نے وفا نہ کی اور وہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو اپنی دیگر بہت ذمہ داریوں کے علاوہ یہ کام بھی میرے ہی سپرد کر کے دنیائے فانی سے سدھار گئے۔ مجھے تسلیم ہے کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا' لیکن اس جانکاہ حادثے کے بعد میں کافی عرصہ تک اس کے اثر سے نہ نکل سکی۔ غمِ روزگار' گھریلو اور ان کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا اتنا آسان نہیں تھا کہ میں اس طرف توجہ دیتی جب احساس ہوا کہ جانے والے کے بعد دنیا کا کوئی کام نہیں رکتا تو میں نے ان کی ایک کتاب "پاگل خانہ" ترتیب دی جسے آپ لوگوں نے بے حد پسند کیا۔ جس کا ثبوت آپ کے خطوط ہیں۔ میں وہ قرض جو قلم اور مقبول جہانگیر صاحب کے رشتے سے میرے اوپر واجب الادا ہے ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ "روسی جرنیل کی پراسرار موت" ان کی وفات کے بعد مارکیٹ میں آنے والی دوسری نئی کتاب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی ان کی دیگر زیر ترتیب تخلیقات وقت ملتے ہی باری باری آپ کی خدمت میں پیش کردوں گی۔

امینہ عنبرین

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رُوسی جرنیل کی پُراسرار موت

سوشی ۲۲ جنوری، وقت صبح چھ بج کر پندرہ منٹ۔

گہری نیند میں مجھے یک لخت یوں لگا جیسے زبردست بھونچال آیا ہو... میں نے کروٹ بدلی اور نیند وا آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا جسے نہایت بے دردی سے مسلسل پیٹا جا رہا تھا۔ میں نے بمشکل خود کو گرم الیکٹرک بستر سے باہر گھسیٹا اور لڑکھڑاتا ہُوا دروازے کی طرف گیا۔ ایک جھٹکے سے اندرونی قفل کھول کر میں نے گردن باہر نکالی۔ نیم روشن، نیم تاریک کاریڈور میں تین طویل قامت آدمی، خاکستری رنگ کے گرم کوٹ پہنے کھڑے تھے۔ پہلی نظر ہی میں پتہ چل گیا کہ اُن میں سے ایک میجر ہے اور دوسرے دونوں کیپٹن۔ اُن کے شانوں پہ لگے ہوئے فوجی نشانوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا۔ اب میری آنکھیں پوری طرح کھل چکی تھیں۔ آنے والوں کے چہرے خوفناک حد تک سنجیدہ تھے۔ اُن میں سے میجر کا رینک رکھنے والا فوجی ایک قدم آگے بڑھا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے بھاری آواز میں بولا۔

"میرا نام ایوریانوف ہے.... میجر ایوریانوف ... اور یہ دونوں کیپٹن ہیں..."

اس کے ساتھ ہی اس نے گرم کوٹ کی بیرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا سرکاری شناختی کارڈ نکالا اور میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے کارڈ دیکھے بغیر اُسے واپس کیا اور کہا :

"آپ اندر آسکتے ہیں۔"

وہ تینوں کمرے میں آ گئے۔

"کیا آپ ہی شمرایوف آگورا آئیوسیفوچ ہیں" ؟ میجر نے مجھ سے پوچھا۔ "اسپیشل انوسٹی گیٹر؟"

میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور اس سے پہلے کہ وہ میرا شناختی کارڈ طلب کرتے، میں نے بڑھ کر اپنے کھونٹی پر لٹکے ہوئے کوٹ کی جیب میں سے کارڈ نکال کر اُن کے سامنے کر دیا۔ میجر نے کارڈ غور سے دیکھا اور اطمینان کر کے واپس کر دیا۔ پھر اُس نے کسی قسم کی معذرت کے بغیر، اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور سرخ رنگ کا ایک مخصوص لمبا لفافہ برآمد کیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا۔ اس کے دونوں طرف لاکھ کی مہریں لگی تھیں اور سیدھی جانب، اوپر یہ الفاظ سیاہ حروف میں بہت نمایاں ٹائپ کیے گئے تھے:

"ٹاپ سیکرٹ .... ارجنٹ ...."

میں نے دھڑکتے دل سے مہریں توڑیں اور لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ایک ٹیلی گرام نکلا۔ اس پر یہ الفاظ درج تھے:

"اسپیشل ملٹری ٹیلی گرام ——— جو اسپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف آگورا آئیوسیفوچ کے نام بھیجا گیا.... بمقام ہوٹل زیم شوز کانایا .... کمرہ نمبر ۶۰۵، سوشی کراسنوڈر ریجن۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر کی جانب سے ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ تمھیں کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل سائمن زیوی گن کی موت کے بارے میں تحقیقات کا فرض سونپا گیا ہے.... اسٹاپ .... بذریعہ طیارہ فوراً ماسکو واپس پہنچو.... ہرمن کاراکوز، سربراہ پبلک پراسیکیوٹرز آفس، ماسکو۔"

میں نے تین مرتبہ شروع سے آخر تک یہ ٹیلی گرام پڑھا۔ ہرمن کاراکوز جیسے شخص سے بھلائی کی توقع رکھنا واقعی عبث تھا۔ کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین جنرل سائمن زیوی گن اگر مر گیا ہے تو میں کیا کروں؟ روزانہ ہر قسم اور ہر جنس کے افراد مرتے ہی رہتے ہیں.... مرجانا قطعاً انوکھی بات نہیں.... جس طرح اور لوگ مرتے ہیں، کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین بھی مر گیا ہوگا، اس کے لیے تحقیقات کی کیا ضرورت؟ پھر غضب پہ غضب یہ کہ اس بدمعاش ہرمن کاراکوز نے، مجھے دھمکانے کے لیے، اسپیشل ملٹری ٹیلیگرام کا سہارا لیا ہے۔ گویا میں اس دھونس میں آن کر بھاگا بھاگا ماسکو پہنچ جاؤں گا....

میں نے تار کا پُرزہ فولڈ کر کے اُسی سُرخ لفافے میں رکھا اور اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ سامنے ہی بڑے صوفے پر وِٹیلوف ہلکے ہلکے خرّاٹے لے رہا تھا۔ اس کمبخت کو یوں خرّاٹے لیتے دیکھ کر مجھے بڑا طیش آیا۔ یہ شخص جب بھی آتا ہے، کوئی نہ کوئی آفت نازل ہو جاتی ہے۔ اس کا پُورا تعارف یوں ہے:

کرنل مارت الیکسی وچ وِٹیلوف ——— ہیڈ آف تھرڈ سیکشن، ماسکو سی آئی ڈی

شب کے تین بجے تھے کہ اس شخص نے میرے آرام میں خلل ڈالا۔ دروازہ کھولا تو یہ آندھی کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ پہلے تو اس نے میرے بستر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُس سے کہا کہ شرافت اسی میں ہے کہ زیادہ تنگ نہ کرو، ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔ چُپ چاپ صوفے پر ڈھیر ہو جاؤ۔ مجھے حیرت ہوئی جب اس نے میرا کہا مان لیا اور صوفے پر چلا گیا۔ سونے سے پہلے اُس نے مجھے صرف اتنا بتایا کہ وہ شمالی کاکیس کے علاقے سے بعض بدمعاشوں، اسمگلروں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والے بڑے بڑے مگرمچھوں کو پکڑنے آیا تھا، اب وہ سب مقامی جیل میں ہیں۔ اگلے روز وہ اُنہیں اپنے ساتھ طیارے میں ماسکو لے جائے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ ماسکو ہی سے مسلح جوان ساتھ لایا تھا۔ آخر میں ہنستے ہوئے اُس نے کہا: "وہ لوگ بھی اُنھی بدمعاشوں کے ساتھ جیل میں ہیں۔ آخر میں اتنے جوانوں کو ہوٹل میں کیسے ٹھہراتا؟ تمہارے بارے میں مجھے علم تھا کہ یہاں ہوٹل میں عیش کر رہے ہو، اس لیے جیل میں آرام کرنے کے بجائے میں ادھر ہی نازل ہو گیا۔"

"بہت بہتر! میں نے ٹیلی گرام وصول کر لیا ہے.... اب آپ جا سکتے ہیں۔" میں نے میجر سے کہا۔

میجر نے نفی میں گردن ہلائی:

"ہم آپ کو اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ ملٹری کمانڈر جنرل آگاپوف کا حکم ہے کہ ہم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنی نگرانی میں آپ کو ایئر پورٹ پر چھوڑ آئیں۔"

ایک بار پھر میرا خون کھول اُٹھا اور میں نے دل ہی دل میں جنرل آغا پوف اور کارا کوز دونوں کو گالیاں دیں۔ میجر ایوریانوف اور اس کے ساتھی دونوں کیپٹن اس طرح مستعد تھے کہ اگر مَیں نے اُن کے ساتھ جانے میں ذرا بھی چُوں چرا کی تو وہ مجھے اٹھا کر لے جائیں گے یا وہیں شوٹ کر دیں گے۔ اُن کے چہرے خوفناک حد تک سنجیدہ تھے۔ اور مَیں سمجھ گیا کہ ٹیلی گرام میں جو کچھ درج ہے، یہ لوگ اُس کے ایک ایک حرف سے آگاہ ہیں مَیں نے گہرا سانس لیا اور کہا :

"ٹھیک ہے ... مَیں آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں"۔ مگر تیاری کے لیے مجھے کچھ وقت درکار ہے ... بہتر ہے آپ لوگ ہال میں بیٹھیں ... میں تیار ہو کر نیچے آتا ہوں۔"

"جنرل آغا پوف کا حکم ہے کہ ہم ایک ثانیے کے لیے بھی آپ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔" میجر نے کہا۔ "ایڈلر ایئر پورٹ پر ایک خصوصی طیارہ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ پندرہ منٹ کے اندر اندر چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

"نیچے جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔" میں نے چلّا کر کہا۔ "میں تمہارے جنرل آغا پوف کا حکم ماننے کے لیے تیار نہیں، سمجھے؟ اب دفان ہو جاؤ۔"

وہ تینوں بھونچکا ہو کر میری صورت تکنے لگے۔

"بھاگ جاؤ" میں پہلے سے زیادہ بلند آواز میں چیخا۔ "میں ٹھیک دس منٹ بعد ہال میں آ جاؤں گا۔"

خلافِ توقع وہ تینوں سلیوٹ مار کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ میرے چیخنے کا دوسرا فائدہ یہ ہُوا کہ اس مسخرے کرنل مارت وٹیلوف کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے غُراتے ہوئے کہا :

"کیا بات ہے؟ کیوں ہنگامہ کر رہے ہو؟ یہ کون لوگ تھے جو ابھی کمرے سے باہر گئے ہیں"؟

اُدھر ماسکو میں کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین مر گیا ہے ... مَیں اس کے مرنے کی تفتیش پر مامور کیا گیا ہوں ... یہ لوگ مجھے ایئر پورٹ لے جانے آئے ہیں۔"

کرنل وٹیلوف پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ چند لمحے میری طرف گھورنے کے بعد اُس نے آہستہ سے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خبر سچی تھی ...."

اُس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں تک پہنچ گئے۔ میں اُس کے قریب گیا۔

"ابھی ابھی تم کیا کہہ رہے تھے کامریڈ"؟

"میں کہہ رہا تھا کہ کل سہ پہر جب مَیں ماسکو سے ادھر آنے کے لیے تیار ہو رہا تھا تو میں نے پولیس کے حلقوں میں یہ خبر گشت کرتے سُنی تھی کہ صدر برزنیف کے ہم زُلف، کے جی بی کے فرسٹ ڈپٹی چیئرمین جنرل سائمن زیوی گن نے خود کُشی کر لی ہے ... خود کُشی کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ جنرل سائمن کا تعلق کئی کیس کے اکثر ناپسندیدہ اور معاشرہ دشمن افراد سے ظاہر ہو گیا تھا اور اس سے پہلے کہ جنرل سائمن کو جواب دہی کرنی پڑے۔ اس نے بہتر یہی سمجھا کہ خود کشی کر کے معاملہ ختم کر دے۔"

"بہت خوب ... یہ آخری اطلاع تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

کرنل وٹیلوف نے فوراً ہی جواب نہ دیا، اور جب میں نے زور دے کر دوبارہ دریافت کیا تو وہ کہنے لگا :

"اس کا صحیح ماخوذ تو مجھے معلوم نہیں، محض سُنی سنائی کہہ رہا ہُوں ... لوگ کہتے تھے کہ کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی سیکرٹری مائیکل سُسلوف کے قبضے میں ایسی شہادتیں آ گئی تھیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنرل سائمن ناپسندیدہ اور خطرناک سرگرمیوں میں ملوث تھا ...."

"تم نے آتے ہی یہ اطلاع مجھے کیوں نہ دی؟ میں نے ناراض ہو کر کہا۔ "کیا اس لیے کہ تمہیں مجھ پر اعتماد نہ تھا"؟

"ارے نہیں ... ایسی کوئی بات نہیں"۔ وٹیلوف ایک دم گھبرا گیا۔ "دراصل مجھے خود ہی اس افواہ پر بھروسہ نہ تھا ... ؟ تمہیں کیا بتاتا؟ اس کی تصدیق تو ہوئی نہیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تھی، اور پھر خواہ مخواہ بات آگے بڑھانا میری عادت میں داخل نہیں۔"

"بہرحال، اب یہ ٹیلی گرام ثابت کرتا ہے کہ وہ افواہ نہیں تھی... سچی خبر تھی..."

میں نے کہا اور کوٹ کی جیب سے ٹیلی گرام نکال کر اُسے دے دیا۔ اُس نے ایک نظر ڈالی اور کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جنرل سائمن کی خودکشی یا موت سے تمہارا کیا واسطہ۔ تمہیں اس مقصد کے لیے ماسکو کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "خیر، اب میں جا رہا ہوں... تم جب تک چاہو، یہاں رہ سکتے ہو..."

باتھ روم میں گرم پانی سے نہاتے ہوئے یہ سوال مجھے سخت ہراساں کرتا رہا کہ چیف پراسیکیوٹر نے آخر مجھی کو ٹیلی گرام کیوں دیا۔ اس مقصد کے لیے ماسکو میں خاصے تجربے کار اور پرانے اسپیشل انوسٹی گیٹر موجود تھے۔ باکلانوف تھا، رازدوف تھا، کلیننسکی تھا۔ ان تینوں میں سے کسی ایک سے یہ کام لیا جا سکتا تھا۔ پھر یہ مسئلہ بھی حل طلب تھا کہ کاراکوز نے ملٹری اسپیشل ٹیلی گرام کس لیے روانہ کیا۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ یہی پیغام مجھے ماسکو سے ڈائریکٹ ٹیلی فون لائن پر بھی دیا جا سکتا تھا..... آخر اس معاملے میں اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ایڈلر ایئرپورٹ پر تین فوجی افسروں کا مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار، جنرل آگاپوف کا حکم ۔۔۔ ایک عدد خصوصی طیارہ ۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟

میں جتنا سوچتا، اتنے ہی نئے نئے سوالات پیدا ہوتے جاتے۔۔۔ کہیں ان لوگوں کو میرے بارے میں کوئی غلط فہمی تو نہیں؟ شاید مجھے پولٹ بیورو کا رکن تصور کر لیا گیا ہے۔ مجھے نہاتے نہاتے یاد آیا کہ اس روز کا تازہ اخبار، دروازے کے قریب ہی روم بوائے کسی وقت پھینک گیا تھا۔ شاید اس میں کوئی خبر ہو.... میں فوراً باتھ روم سے نکل آیا۔ دیکھا کہ اخبار کرنل وٹیلوف کے زیرِ مطالعہ ہے۔۔۔ یہ مقامی اخبار کا ڈاک ایڈیشن تھا... اور اس میں کہیں جنرل سائمن کے مرنے کی خبر نہ تھی.... ایک لمحے کیلئے

مجھے شبہ ہوا کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ مذاق تو نہیں؟ یہاں تک تو جی مانتا تھا کہ جنرل سائمن مر سکتا ہے، خواہ طبعی موت مرے یا خودکشی کرے.... لیکن اس کی موت پر تحقیق و تفتیش کا کام مجھے سونپا جائے، بس یہی بات دماغ میں نہیں آتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ میں کس کس سے جرح کروں گا۔ کیا کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے سیکرٹری سُسلوف سے اس ضمن میں کچھ پوچھنے کی مجھے جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا میں برزنیف پر جرح کر سکتا ہوں؟ مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ برزنیف کے پرسنل باڈی گارڈ کمانڈر میجر جنرل ایوان زاروف کے سامنے کھڑا ہو سکوں چہ جائیکہ میں برزنیف سے سوال جواب کروں۔ پھر کیا ہو گا؟ مجھے اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کیلئے کے جی بی کے چیئرمین یوری ولاڈی میرووچ آندروپوف کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا؟ جی نہیں.... ان سوالوں کا جواب نفی میں آتا ہے۔

کرنل وٹیلوف نے اخبار ایک طرف پھینک دیا اور نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا:

"اگر یہ ٹیلی گرام واقعی تمہارے ہیڈ کاراکوز کی جانب سے ہے تو میرا خیال ہے اس مرتبہ تم بہت بُری طرح پھنسے ہو.... اس سے چھٹکارا پانے کی کوئی صورت نہیں ہو گی.. جہاں تک میں غور کر سکتا ہوں، بس ایک ہی بات بار بار سامنے آتی ہے...."

دروازے پر زور زور سے دستک دی جانے لگی... میں نے جھلّا کر دروازہ کھولا۔ سامنے میجر ابوریانوف اٹینشن کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بدحواسی اور اضطراب کی لکیریں اُبھر اُبھر کر مٹ رہی تھیں۔ میں نے اس سے زیادہ خوفناک شکل بنا کر پوچھا:

"کیا بات ہے؟ تم لوگ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟ دیکھتے نہیں تیار ہو رہا ہوں۔"

"کامریڈ شمرایوف.... میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ ایئرپورٹ پر طیارہ آپ کا منتظر ہے۔"

"مجھے یاد ہے.... اچھی طرح یاد ہے"... میں بے صبر ہو کر چلایا۔ "اب یہاں سے جلدی جاؤ اور میرے لیے آج کے 'پراودا' کا وہ ایڈیشن لاؤ جو ماسکو سے شائع ہوتا ہے۔ اور سنو.. جب تک تم یہ اخبار لے کر نہیں آؤ گے، میں کمرے سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔"

مجھے حیرت ہوئی جب میجر نے یہ حکم نہایت صبر و تحمل سے سُنا اور اُلٹے قدموں چلا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ ٹھیک تین منٹ بعد وہ کمرے پر دستک دے رہا تھا۔

جنرل سائمن کے مرنے کی خبر پراودا نے صفحہ اول پر چھاپی تھی اور اس کا مضمون کچھ یوں تھا:

"سوویٹ گورنمنٹ نہایت رنج سے اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ ۱۹ جنوری ۸۲ء کو سنٹرل کمیٹی کے رکن، ڈپٹی آف دی سپریم سوویٹ اور کے جی بی کے ڈپٹی چیرمین جنرل سائمن کوزمچ زیوی گن طویل بیماری کے باعث وفات پا گئے۔ جنرل سائمن نے چالیس برس سے زائد اپنے وطن کی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے عملی زندگی کا آغاز ۱۹۲۷ء میں اسکول ٹیچر کی حیثیت میں کیا۔ بعدازاں وہ اپنی قابلیت اور محنت کے بل بوتے پر اوڈیسا ریجن کے ایک سیکنڈری اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر کیے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں انہیں پارٹی کے حکم پر اسٹیٹ سکیورٹی کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ دوسری عالمگیر جنگ کے زمانے میں جنرل سائمن نے اپنے وطن کی خاطر سول اور فوجی خدمت کا شاندار ریکارڈ بنایا۔ وہ مغربی محاذوں پر دشمن سے برسرِ پیکار رہے اور اسٹالن گراڈ کے دفاع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد انہوں نے تازکستان اور آذربائیجان کے علاقوں میں ضروری اصلاحات کے ذیل میں قابلِ قدر کام کیا اور مادرِ وطن کی حفاظت کے لیے بہترین تجاویز مرتب کیں۔ ۱۹۶۷ء میں جنرل سائمن کو سپریم سوویٹ میں ڈپٹی کے منصب پر فائز کیا گیا۔ بعدازاں وہ کے جی بی کے فرسٹ ڈپٹی چیرمین بنائے گئے۔ اپنی بے مثال بہادری، خدمات اور جذبۂ حب الوطنی کے باعث جنرل سائمن کی یاد پارٹی اور اسٹیٹ کے کروڑوں افراد کے دلوں میں ہمیشہ تازہ اور روشن رہے گی۔"

اس مختصر سے مضمون کے خاتمے پر جن افراد کے دستخط ثبت تھے ان میں یوری آندرد پوف، گورباکوف، استینوف، شرنکو، لوگاپوف، شولوخوف کے علاوہ کے جی بی کے بہت سے جنرلوں کے نام نمایاں تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر از حد حیرت ہوئی کہ اس فہرست میں برزنیف اور سسلوف جیسی اہم شخصیتوں کے نام درج نہ تھے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ان دونوں نے اس سرکاری ماتمی بیان پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

کرنل وٹیلوف نے اچانک کہا:

"کس چکر میں پڑ گئے یار؟ سیدھی سی بات ہے، اس بیان پر برزنیف کے دستخط نہیں، اور کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے کہ برزنیف اپنے ہم زلف کی موت پر سنجیدہ نہ ہو گا؟ مسئلہ صرف یہ ہے کہ برزنیف نے دستخط کیوں نہیں کیے۔ ذرا سے غور و خوض سے بھی حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ جنرل سائمن کی موت کا جو سبب پراودا نے بیان کیا اس سے برزنیف اور سسلوف وغیرہ کو اتفاق نہیں۔ اتفاق ہوتا تو ان دونوں کے دستخط اس پر ضرور ہوتے۔"

"تمہارا قیاس درست ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "جنرل سائمن یا تو ہلاک ہوا ہے یا اس نے خودکشی کی ہے۔ اپنی موت وہ بہرحال نہیں مرا، لیکن میں جس بات پر فکرمند ہوا وہ یہ ہے کہ اس قضیے میں مجھے گھسیٹنے والا کون ہے۔ مجھے اتنی حیثیت اور اہمیت کس کے اشارے پر دی جا رہی ہے؟ کیا کبھی کسی نے سنا ہے کہ ایک معمولی اور غیر معروف اسپیشل انویسٹی گیٹر کے لیے خصوصی طیارہ ایئرپورٹ پر انتظار کر رہا ہو؟"

وٹیلوف معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ میں وہ مدتوں سے کام کر رہا تھا اور اس کا ذہن خاص حالات میں حیرت انگیز طور پر کام کرتا تھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں وزیراعظم برزنیف نے اس کام پر لگایا ہے۔"... وٹیلوف کی آواز میرے کان میں یوں آئی جیسے وہ بہت دور سے بول رہا ہو۔ میں یک لخت چونک

وٹیلوف برابر مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اٹھ کر میرے شانے پر تھپکی دی: "گھبراؤ مت زندگی میں ایسے چانس قسمت والوں ہی کو ملتے ہیں۔ برزنیف اگر تم پر مہربان ہو چکا ہے اور اپنے ہم زلف کی پُراسرار موت پر تحقیق کے لیے اس کی نگاہِ انتخاب تم پر پڑی ہے تو یہ سمجھو کہ تمہارا ستارہ عروج پر ہے۔ اب دیر نہ کرو اور ایئرپورٹ روانہ ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے وہاں پہنچ کر تم پر کئی اور راز کھلیں گے۔ لیکن خبردار! زبان بند رکھنا اور آنکھیں، کان کھلے رہیں، ورنہ پچھتاؤ گے..."

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایڈلرائیرپورٹ ... وقت ... صبح نو بج کر پانچ منٹ

گزشتہ اڑتالیس گھنٹوں کی مسلسل برفباری کے باعث زمینی اور فضائی ٹریفک کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا جب ہماری ملٹری جیپ ایڈلرائیرپورٹ کی طرف جا رہی تھی تو شہر کی سڑکوں پر برف کے انبار لگے تھے۔ دکانیں بند تھیں اور بازار سنسان پڑے تھے۔ میجر ایوریانوف نے بتایا کہ بچوں کے تمام اسکول بھی بند کر دیے گئے ہیں۔ ہماری جیپ کے آگے آگے ایک چھوٹا بُل ڈوزر لڑھکتا جا رہا تھا۔ اس کا کام صرف یہ تھا کہ سڑک پر جمی ہوئی برف ہٹا کر ہمارے لیے راستہ صاف کرتا جائے۔

برف باری اس وقت بھی ہو رہی تھی۔ ائیرپورٹ کا ٹرمینل قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اتنے وسیع و عریض ہال میں مسافروں کا وہ ہجوم کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان — کوئی ڈھائی تین ہزار کی تعداد میں ٹرمینل کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا پروازیں پچھلے تین دنوں سے بند ہیں۔ ہال میں انتہائی بے ترتیبی سے لوگ اِدھر اُدھر پڑے سو رہے تھے۔ عورتیں آپس میں لڑ رہی تھیں اور ان کے مرد فضول قسم کی باتوں سے جی بہلا رہے تھے۔ بچوں نے رو رو کر ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ ائیرپورٹ حکام اور اُن کا ماتحت عملہ پاگل کتوں کی طرح ہر شخص کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ جہاں جہاں لوگوں نے جگہ پائی، وہیں ڈیرے جما لیے تھے۔ بیت الخلاؤں کے باہر لمبی لمبی قطاریں لگی تھیں اور سامان کے ڈھیر جا بجا نظر آ رہے تھے۔ میجر ایوریانوف نے مجھے ہال کے بغلی راستے سے لے جا کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا دیا جو یقیناً وی آئی پی روم تھا۔ اس کے شیشوں میں سے دُور تک ائیرپورٹ کا منظر دکھائی دیتا تھا — مگر ائیرپورٹ پر تو برف کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آرمی کے کئی بُل ڈوزر ایک رن وے پر سے برف ہٹانے کا کام کر رہے ہیں۔ رن وے کے آخری کنارے پر ایک ۔ ۲۴ کھڑا اپنے انجن گرم کر رہا ہے۔ یہی وہ خصوصی طیارہ تھا جو مجھے ماسکو لے جانے والا تھا۔

مجھے اپنے ماتحت فوجی جوانوں کی نگرانی میں دے کر میجر، وی آئی پی روم سے باہر گیا اور کوئی دس منٹ بعد واپس آیا، مگر وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جس کے بارے میں میجر نے بتایا کہ وہ ائیرپورٹ مینجر ہے۔ مینجر نے مجھے غور سے دیکھا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا :

"موسم کی رپورٹ بہت خراب ہے... فضائی راستہ سخت مخدوش ہے... تاہم آپ گھبرائیے نہیں... میں نے اس طیارے کے لیے بہترین عملہ طلب کیا ہے.... آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ تاہم طیارے کی روانگی میں کسی قدر تاخیر ہو جائے گی۔ آپ دیکھتے ہیں ہم نے کئی بُل ڈوزر رن وے پر سے برف ہٹانے کے لیے لگا دیے ہیں.. جونہی فضائی راستہ صاف ہُوا، آپ کی روانگی میں ایک منٹ کی بھی دیر نہ ہوگی۔"

میں نے مینجر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :

"میں فضائی راستہ صاف ہونے کا انتظار کروں گا۔ اور ماسکو ایک ٹیلی فون کال کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کمرے کی شمالی دیوار کے قریب رکھے ہوئے ایک ٹیلی فون اپریٹس کی طرف اشارہ کیا :

"وہ دیکھیے، فون موجود ہے۔ آئیے میں خود آپ کا رابطہ ماسکو سے کرا دیتا ہوں۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور اپریٹر سے کہا : "والیا، ذرا جلدی سے ماسکو ملاؤ... کامریڈ شمرالیوف ! براہ کرم وہ نمبر بتائیے جس پر آپ بات کریں گے۔"

میں نے پبلک پراسیکیوٹر آفس کے چیف ہرمن کا راکوز کا نمبر دیا... دو منٹ بعد میں اُس سے بات کر رہا تھا۔

"ہیلو ہرمن... میں شمرالیوف ہوں... تمہارے خوشگوار ٹیلی گرام کا بہت بہت شکریہ۔ ہاں... بس میں چل رہا ہوں... راستہ صاف ہونے کا انتظار ہے۔ اس وقت ایڈلرائیرپورٹ سے بول رہا ہوں.... اچھا یہ بتاؤ، جنازہ کب اٹھایا جائے گا۔"

"آج ہی... کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب..." ہرمن کی آواز آئی۔ "اور سناؤ، مزے میں تو ہو؟"

اس کے لہجے میں طنز تھا، وہ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے کان میں پگھلا ہُوا سیسہ اُتار دیا ہو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اختیار میرے منہ سے ایک سخت گالی نکل گئی۔ جواب میں ہرمن کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا:

"بہت دن بعد قابو میں آئے ہو۔ کہو کیسی رہی؟ مجھ سے بچ کر بھلا کہاں جاؤ گے!"

"سنو ہرمن ... مجھے یہ تمہاری حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ سچ سچ بتاؤ اس سارے دھندے کے پیچھے کون ہے۔ کیا تم اس تفتیش کے لئے کسی اور کو مقرر نہیں کر سکتے تھے؟"

"ضرور کر سکتا تھا بشرطیکہ یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا۔" ہرمن کا جواب آیا۔ "یقین کرو، میں خود اس پر حیران پریشان ہوں۔"

اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ کھل کر بتاؤ ... کس نے میرا نام تجویز کیا؟"

"دیکھو، یہ بات میں تمہیں ٹیلی فون پر نہیں بتا سکتا۔" ہرمن کا لہجہ اس مرتبہ سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا تمھیں اس صحافی کا واقعہ یاد ہے جس میں تم نے بہت بھاگ دوڑ کی تھی؟"

ٹیلی فون ریسیور میرے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا ... مجھے یوں لگا جیسے کسی نے ایک لخت میرے سر پہ ہتھوڑا مار دیا ہو ... دماغ کی ساری سوئی ہوئی رگیں تن گئیں۔

"ہاں مجھے یاد ہے ... شکریہ ہرمن ... اب ماسکو میں ملاقات ہوگی!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر جب میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو کمرے کی ہر چیز مجھے گھومتی ہوئی نظر آئی ——— یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ برزنیف کو وہ چھوٹا سا واقعہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود یاد رہا ہوگا ... اور اس نے جنرل سائمن کی موت کی تفتیش کے لیے بطورِ خاص میرا نام تجویز کیا ہے۔ میرا بدن اس یخ بستہ ماحول کے باوجود پسینہ پسینہ ہو گیا ... اگر یہ حقیقت ہے، جیسا کہ ہرمن نے اشارۃً بتایا، تب جنرل سائمن کی موت طبعی نہیں تھی ... اُسے ہلاک کیا گیا ہے یا پھر اُس نے خودکشی کی ہے۔ ان دو میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے ... برزنیف کا خیال ہے کہ جنرل سائمن کی موت بیماری کا نتیجہ نہیں ... جبکہ آندرو پوف، استینوف اور شدلوخوف جیسی شخصیتیں اپنے دستخطوں سے یہ بیان جاری کرتی ہیں کہ جنرل سائمن کی موت اس کی طویل بیماری کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کامریڈ شمرایوف ... اسپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف ... اب تمہاری

واقعی خیر نہیں ... ان بڑے ہاتھیوں کی لڑائی میں اگر تم پھنس گئے تو بیچارے تمہاری چٹنی ہو جائے گی، چٹنی ... مائیکل سسلوف کو جانتے ہو نا؟ سنٹرل کمیٹی کا سیکرٹری اور پولٹ بیورو کا سب سے اہم رکن ہے ... کیا وہ تمہیں جنرل سائمن کی لاش کے قریب پھٹکنے کی اجازت دے دے گا؟ عین ممکن ہے ایک دو روز بعد خود تمہاری لاش بھی کسی کے ہاتھ نہ لگے ... اور ... پھر برزنیف ... یقیناً وہ خود سامنے نہیں آنا چاہے گا ... ہو سکتا ہے اُس نے کوئی اور انتظام بھی کر لیا ہو ... مگر یہ بات ہے بہت حیران کن کہ اس نازک اور خطرناک کام کے لیے اس کی نگاہ مجھ پر پڑی ... اب اگر میں انکار کرتا ہوں تو برزنیف کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ بالکل وہی جو احکام نہ ماننے والوں کا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

اس سے آگے کچھ سوچنا بے سود تھا۔ میں نے ایئر پورٹ پر ہر لحظہ صاف کیے جانے والے رن وے کے آخری کنارے کھڑے ہوئے یاک ۴۰ پر نگاہ ڈالی اور یوں محسوس ہوا جیسے یہ طیارہ ابھی تھوڑی دیر بعد مجھے موت کے سفر پر لے جائے گا۔

"کامریڈ شمرایوف کیا آپ ہلکا سا ناشتہ کرنا پسند کریں گے؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا میجر الوریانوف مجسم خدمت گار بنا ہوا تھا۔

"ضرور ... تم لوگوں نے ایسی جلدی کی کہ مجھے ہوٹل میں ناشتہ تک نہیں کرنے دیا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔"

ناشتہ کرتے ہوئے ایک بار پھر ذہن قلابازیاں سی کھانے لگا اور اس صحافی کا قصّہ یاد آیا جس کا ذکر ہرمن نے کیا تھا۔ سچ ہے۔ بعض مرتبہ غیر اہم اور معمولی معمولی واقعات بھی زندگی کا زبردست موڑ بن جاتے ہیں۔ یہ تقریباً اڑھائی برس پہلے کا ذکر ہے برزنیف اور جمی کارٹر کی ملاقات ویانا میں ہونے والی تھی۔ اس ملاقات سے دس دن پہلے برزنیف کے پریس گروپ کا ایک رکن صحافی ماسکو میں دن دہاڑے اغوا کر لیا گیا۔ اُس کا نام ویڈم بیلکن تھا۔ یہ نوجوان بے حد چست چالاک تھا اور اس نے کم عمری ہی میں حکومت کے اونچے حلقوں تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ برزنیف کے ساتھ ویانا جانے کے لیے جو جرنلسٹ منتخب کئے گئے تھے۔ ان میں ویڈم بیلکن بھی شامل تھا جب اُسے اغوا کیا گیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تو روس کے سیاسی حلقوں میں زبردست تشویش کی لہر دوڑی اور پریس میں بھی خاصی سنسنی پھیل گئی۔ برزنیف نے خاص طور پر اس واردات کا نوٹس لیا۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ویڈم بیلکن کو زندہ یا مُردہ پیش کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے اُسے اغوا کیا ہے۔ پولیس ایسے مواقع پر اپنا دامن صاف بچا لیتی ہے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے چوبیس گھنٹے بعد اطلاع دی کہ ویڈم بیلکن کو ملک کے کونے کونے میں تلاش کیا گیا، لیکن کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ شبہہ گزرتا ہے کہ اُسے سوویت روس کی سرحدوں سے باہر لے جایا جا چکا ہے۔۔۔ خیال تھا بات یہیں ختم ہو جائے گی کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن برزنیف کا پارہ اس ناکامی سے اور چڑھ گیا۔ اس نے چیف پراسیکیوٹر کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ اس نوجوان جرنلسٹ کو تلاش کرے۔ چیف پراسیکیوٹر نے مجھے اس کام پر لگا دیا۔ میں نے اس سلسلے میں انتہائی بد دلی سے بھاگ دوڑ کا آغاز کیا۔ ظاہر ہے جب پولیس کے بڑے بڑے نامور اور تجربے کار لوگ ویڈم کو تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ تو میں کون سا تیر چلاتا؟ تاہم وقت پورا کرنے کے لیے میں نے پرانے دوست اور سی آئی ڈی ماسکو کے انچارج کرنل وٹیلوف سے مدد طلب کی۔ ٹیلوف اور اس کے کئی ماتحتوں نے چپکے چپکے تفتیش شروع کی اور بہت جلد ہمیں معلوم ہو گیا کہ ویڈم کو روز روشن میں اغوا کرنے والے لوگ کون ہیں۔ اسے اُن افراد نے اغوا کیا تھا جو پورے ملک میں نشہ آور دواؤں کی خرید و فروخت کا دھندا چلا رہے تھے۔ یہ لوگ اتنے بااثر اور طاقتور تھے کہ پولیس بھی اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی، اور پولیس بگاڑتی بھی کیسے؟ شاید ہی کوئی بڑا پولیس آفیسر ایسا ہو جو اُن کا کالا دھندا کرنے والوں سے رشوت نہ لیتا ہو۔۔۔ یا اُن کے کاروبار سے چشم پوشی کا عادی نہ ہو۔

ویڈم بیلکن نوجوان تھا، ناتجربہ کار تھا، اپنے شعبے میں کارہائے نمایاں دکھا کر دنوں اور ہفتوں آگے نکلنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے نتائج کی پروا کیے بغیر اُن بااثر اور طاقتور کالا دھندا کرنے والوں کے بارے میں مستند حقائق پر مشتمل ایک آرٹیکل تیار کیا۔ نوجوان ہونے کے باعث اُس نے اپنے دوستوں کے حلقے میں اس مضمون کا ذکر کر دیا۔ شدہ شدہ بات اُن لوگوں تک بھی پہنچ گئی جن کے بارے میں یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ وہ بے خوف ہو کر اپنی کاروں میں آتے اور ویڈم بیلکن کو اُس کے مکان میں گھس کر پکڑا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ بعد ازاں انہوں نے اُسے نشہ آور دواؤں کے انجکشن پر انجکشن لگاتے اور اُسے قطعی بے ہوش کر دیا۔ اتفاق سے اس نوجوان جرنلسٹ کا نام اُس فہرست میں شامل تھا جو برزنیف کے ساتھ دیا جانے والے صحافیوں کے ناموں پر مشتمل تھی اور انہی دنوں اُسے اغوا کر لیا گیا۔ اگر اس کا نام برزنیف کے پریس گروپ میں شامل نہ ہوتا تو وہ زندہ سلامت واپس نہیں آسکتا تھا۔ کسی کو بھلا ویڈم بیلکن کی جان بچانے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ مگر اسے اس کی خوش قسمتی کہیئے کہ برزنیف کو خبر ہو گئی۔ چونکہ ہمیں اغوا کنندگان کو گرفتار کر لینے کے احکام مل چکے تھے اور ان احکام پر عمل درآمد کے لیے جن خصوصی اختیارات کی ضرورت تھی، وہ بھی ہمیں حاصل تھے، اس لیے اُن خطرناک قاتلوں اور مجرموں کے پنجے سے ویڈم کو آزاد کرانا کچھ دشوار نہ تھا۔ ہم نے چوبیس گھنٹے سے پہلے ہی اُسے برزنیف کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

اگرچہ پورے مرحلے میں ایک مرتبہ بھی میری ملاقات برزنیف سے نہیں ہوئی اور نہ ایسا کوئی موقع ہی تھا۔ تاہم چیف پراسیکیوٹر نے اس سلسلے میں جو رپورٹ تیار کر کے برزنیف کو ارسال کی تھی، اُس میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کا سہرا میرے سر باندھا گیا تھا اور یوں برزنیف میرے نام سے آگاہ ہوا۔

اور اب میرا وہی کارنامہ میرے لیے سخت مصیبت بن کر سامنے آگیا تھا ——— ایسی مصیبت جس سے نجات پانا کسی طرح ممکن ہی نہ تھا۔ یہ برزنیف ہی کا حکم تھا کہ مجھے ماسکو سے سوشی ملٹری ٹیلی گرام بھجوایا گیا اور مجھے بھجوانے کی کارروائی جنرل آگوپوف کے زیر نگرانی مکمل ہوئی۔ یہ برزنیف ہی کا آرڈر تھا کہ میرے لیے ایک خصوصی طیارے کا اہتمام کیا گیا، جبکہ ایڈلر ایئرپورٹ پر موسم کی خرابی کے باعث تین دن سے سینکڑوں ہزاروں مسافر بے یارو مددگار پڑے ہوئے تھے اور انہیں لے جانے کے لیے طیارے دستیاب نہ تھے۔

بظاہر میرے لیے خوش ہونے کی بات تھی کہ مجھے ملک کے سب سے بڑے حکمران نے ایک خاص کام کا اہل سمجھا، بلکہ گزشتہ تیس مہینوں میں اُسے میرا نام بھی یاد رہا، لیکن دوسری طرف جب میں اس کام کے بارے میں سوچتا جو مجھے ماسکو پہنچ کر کرنا تھا، تو میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا تھا۔

"کامریڈ شمرایوف۔۔۔ اسپیشل انویسٹی گیٹر۔۔" میں نے زیر لب، خود سے کہا۔" اب دو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہی باتیں ممکن ہیں... پہلی یہ کہ اس مرحلے سے بھی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو کر دکھاؤ اور دوسری یہ کہ اگر ایسا نہ کر سکے تو کسی بھی لمحے مرنے کے لیے تیار رہو.... ہو سکتا ہے بزرنیف تمہیں کچھ نہ کہے، لیکن وہ لوگ جو جنرل سائمن کے قتل، خودکشی یا اس کی پُراسرار موت کے ذمے دار ہیں، وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم پیدائشی طور پر یہودی ہو... کیونکہ تمہارا باپ یہودی تھا..."

مجھے یاد نہیں میں نے ناشتے میں کیا کھایا اور کیا پیا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ جب ناشتے سے فارغ ہو کر سگریٹ سلگا رہا تھا تب ایئرپورٹ منیجر نے آن کر کہا تھا کہ طیارہ پرواز کے لیے تیار ہے... اور موسم کی رپورٹ پہلے سے کچھ بہتر ہے... اور پھر یہ بھی یاد ہے کہ جب میں طیارے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو میری نبضیں آہستہ آہستہ ڈوب رہی تھیں۔

طیارے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ اس میں سفر کرنے والا میں واحد مسافر ہوں... کپتان پہلے سے کاک پٹ میں موجود تھا۔ میں نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ صبح کے نو بج کر سینتیس منٹ ہوئے تھے... مجھے ٹھیک دو گھنٹے آٹھ منٹ پرواز کے بعد ماسکو ایئرپورٹ پر اُترجانا تھا اور جنرل سائمن زیوی گن کی لاش پر غور و خوض کرنے کے لیے یہ وقت بہت تھا۔ اُدھر طیارے کے پہیے حرکت میں آئے، ادھر میں نے اپنی نشست پر لیٹ کر بیلٹی باندھی اور آنکھیں موند لیں۔

یکایک کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں نے ایک جھرجھری لے کر آنکھیں کھول دیں۔ طیارے کا معاون پائلٹ میرے قریب کھڑا تھا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے کپتان نے حکم دیا ہے کہ آپ کو آگاہ کر دوں۔" اس نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ "ماسکو کا موسم سخت خراب ہے... زبردست برف باری کے باعث ہوائی اڈہ جہازوں کی پرواز اور لینڈنگ کے لیے مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ تھوڑی دیر پہلے ریڈیو پر زدکوفسکی ایئرپورٹ کے کنٹرول نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنا طیارہ وہاں اُتار سکتے ہیں۔ کپتان نے آپ سے اجازت طلب کی ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں ہمیں لگاتار ماسکو ایئرپورٹ پر فضا میں چکر لگانے پڑیں گے۔ تاکہ جونہی ایئرپورٹ کچھ دیر کے لیے

عارضی طور پر کھلے، ہم وہاں اُتر جائیں۔ فرمایئے، آپ کا حکم کیا ہے؟"

"زدکوفسکی ایئرپورٹ پر اُترنے کے بعد مجھے ماسکو پہنچانے کا انتظام ہوگا؟"

"اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ ایئرپورٹ پر ایک پولیس کار موجود ہے۔ وہ آپ کو چالیس منٹ میں ماسکو پہنچا دے گی۔"

"ٹھیک ہے... پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے! آپ زدکوفسکی پر طیارہ اتار سکتے ہیں۔"

ماسکو۔ وقت: بعد دوپہر... ایک بج کر پندرہ منٹ

زرزنسکی کلب، کے جی بی کا ہیڈکوارٹر، فوجی سپاہیوں کے گھیرے میں تھا۔ اس عظیم اور مہیب عمارت کی طرف جانے والی تمام سڑکیں عام ٹریفک کے لیے بند کر دی گئیں تھیں، تاہم ہزاروں افراد کے چھوٹے بڑے قافلے مختلف راستوں پر چلتے ہوئے اسی ایک مرکز کی جانب رواں دواں تھے۔ ماسکو گیریزن کے مسلح سپاہیوں اور اسٹیٹ سیکیورٹی آرگنائزیشن کے ہزاروں افراد نے کلب کی عمارت کے باہر ایک گوشے پر قبضہ جما لیا تھا۔ کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور ہر طرف سے اُبل پڑے تھے اور انہیں گزشتہ روز اجازت دی گئی تھی کہ وہ جنرل سائمن کے جنازے میں شریک ہو سکتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی ایک شخص کو بھی زرزنسکی کلب کے نزدیک پھٹکنے نہیں دیا گیا، حتیٰ کہ لُبیانکا کے قریب ماسکو گیریزن کے سپاہیوں نے اس پولیس کار کو بھی روک لیا جس میں مجھے زدکوفسکی سے لایا جا رہا تھا۔ ایک سپاہی نے مجھے کرخت لہجے میں کہا:

"اپنے کاغذات دکھاؤ!" میں نے اپنا سرکاری شناختی کارڈ نکالا اور اس کے حوالے کر دیا۔ سپاہی نے یہ کارڈ ایک نظر دیکھا اور اسے کیپٹن کے حوالے کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ کارڈ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک سفر کر رہا ہے۔ بالآخر وہ گیریزن کیپٹن کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کارڈ کا الٹ پلٹ کر معائنہ کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا پولیس کار کی طرف آیا۔

"آپ اس حد سے آگے نہیں لے جا سکتے۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں مجھے اطلاع دی۔

"آپ چاہیں تو خود یہاں سے کلب تک پیدل چلے جائیں۔" اور اس سے پیشتر کہ میں کچھ جرح کرتا، اس نے کارڈ بے پروائی سے میری طرف اچھال دیا۔ مجھے اس بے ہودگی پر سخت

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تاڑ آیا۔ اس کا صریحاً مطلب یہ تھا کہ اس آرمینی کیپٹن نے کارڈ پر درج میرا منصب دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی تھی، حالانکہ سُرخ بیک گراؤنڈ پر سنہرے جلی حروف میں درج تھا کہ یہ کارڈ رکھنے والا چیف پراسیکیوٹر آفس میں اسپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ بہر حال، یہ موقع لڑائی جھگڑے کا نہ تھا، اس لیے میں نے شکریے کے ساتھ پولیس کار کو واپس جانے کی اجازت دی اور خود وہاں سے پیدل چلا۔ کلب کی عمارت کوئی دو اڑھائی فرلانگ دُور تھی۔ اس تمام راستے پر جابجا مسلّح سپاہی کھڑے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی پرندے کو بھی کلب کے آس پاس پر مارنے نہیں دیں گے۔ کئی جگہوں پر مجھے روکا گیا، نہ صرف شناختی کارڈ کا معائنہ ہوُا، بلکہ میری تلاشی بھی لی گئی۔

فضا یخ بستہ تھی اور لمحہ بہ لمحہ کہر بڑھتی جا رہی تھی اس اثنا میں ہلکی ہلکی برف باری شروع ہو گئی۔ کلب کی عمارت اگرچہ کے جی بی کے زیرِ استعمال تھی؟ تاہم اس میں کبھی کبھار سیکیورٹی کے اعلیٰ عہدے دار خصوصی اجلاس بھی منعقد کر لیتے تھے۔ جب میں قریباً بھاگتا ہوُا کلب کے نزدیک پہنچا تو وہاں سیاہ وردیوں میں ملبوس کے جی بی کے مسلّح حفاظتی سپاہیوں نے میرا آخری بار جائزہ لیا۔ اُن سب کے ہاتھوں میں واکی ٹاکی موجود تھی۔ اُن کے نرغے سے آزاد ہوُا تو کلب کے دروازے پر کے جی بی کے مزید بڑے افسروں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ لوگ اپنے محکمے کی وردیاں پہنے ہوئے تھے اور اُن کے چہروں پر وحشت اور غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے۔ اُن کے افسرِ اعلیٰ نے نتھنے سکوڑ کر مجھے دو تین بار سونگھا اور حکم دیا ؛

"اپنے کاغذات دکھاؤ۔"

میں نے بے چون و چرا کوئی چھٹی بار اپنا شناختی کارڈ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ پبلک پراسیکیوٹر کا براہِ راست تعلق اسٹیٹ سیکیورٹی سے بھی قائم تھا اور اس تعلق کے اثر سے پراسیکیوٹنگ شعبے کو قانوناً اجازت حاصل تھی کہ وہ ملکی اور قومی دفاع یا سلامتی کے تحت آنے والے ہر معاملے میں مداخلت کر سکے۔ لیکن کے جی بی کو ہمیشہ ہمارے فرائض میں ٹانگ اڑاتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی

تھی اور اس وقت بھی ویسا ہی ایک نازک مرحلہ درپیش تھا۔ کے جی بی کرنل نے اس کارڈ پر حقارت سے نظر ڈالی اور اُسے میری طرف اُچھالتے ہوئے بولا "تمہیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ واپس چلے جاؤ... حیرت ہے تمہیں یہاں تک آنے کیوں دیا گیا... اس کارڈ پر یہ کہیں درج نہیں کہ تم کلب کے اندر داخل ہو سکتے ہو... اس مقصد کیلیے تمہیں خصوصی اجازت نامہ حاصل کرنا چاہیئے" اس نے یہ الفاظ کہے اور واپس جانے لگا۔ میں نے بڑھ کر اُسے روکا اور جس قدر مختصر الفاظ میں اُسے اپنی آمد کا مقصد بتا سکتا تھا، بتا دیا، مگر وہ کچھ سننے کو تیّار نہ تھا اور ادھر میرے پاس چھ سات منٹ سے زیادہ وقت نہ تھا۔ تابوت میں پڑی ہوئی جنرل سائمن کی لاش کو ایک نظر دیکھنا میرے فرائض میں داخل تھا۔ مگر یہ اسی وقت ممکن تھا کہ مجھے کلب کی عمارت کے اُس حال میں جانے کی اجازت دی جاتی جہاں تابوت پڑا تھا، اور یہ بات مجھے کارا کوز فون پر بتا ہی چکا تھا کہ تابوت ٹھیک ڈیڑھ بجے کلب کی عمارت سے اٹھایا جائے گا۔ اس مقررہ وقت میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے شیشوں کے بنے ہوئے بڑے دروازے کے نزدیک ہو کر اندر جھانکا کہ شاید کوئی جان پہچان والا آدمی دکھائی دے جو میری سفارش کر سکے، لیکن مجھے نظر نہ آیا۔ اتنے میں وہی دروازہ کھُلا اور کے جی بی کے چیئرمین آندرو پوف کا ڈپٹی جنرل ولاڈی میر پروزدکوف فوجی وردی زیبِ تن کیے باہر آیا۔ اس کا چہرہ اُداس اور فکر مند تھا۔ آنکھیں سوزش میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھے کرنل سے جرح کرتے پایا تو بھاری آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے؟ یہ شخص کیا چاہتا ہے؟"

میں نے فوراً اپنا تعارف کرایا اور شناختی کارڈ پیش کر دیا۔ "مجھے میرے محکمے کی طرف سے ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ جن حالات میں جنرل سائمن کی موت واقع ہوئی ہے میں اُن حالات کی تفتیش کروں۔ میں اس مقصد کے لیے سوشی سے خصوصی طیارے میں سفر کرتا ہوُا بہ عجُلت یہاں پہنچا ہوں۔ براہِ کرم مجھے جنرل کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جنرل پروزدکوف غیر شعوری طور پر بدحواس ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹا اور خونیں نظروں سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مجھے گھورنے لگا میرے تن بدن میں تھرتھری سی چھوٹ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی اپنی پیٹی میں بندھا ہوا ریوالور نکالے گا اور مجھے ڈھیر کر دے گا۔ مگر سوائے گھورنے کے اُس نے کچھ بھی نہ کیا۔ چند سیکنڈ اسی عالم میں گزر گئے۔ آخر وہ پھر آگے آیا اور سخت لہجے میں بولا:

"معلوم ہوتا ہے تم اپنے حواس میں نہیں ... میں تمہیں جنرل سالٹمن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا... بے شک میں نے تمہارے کارڈ پر دیکھ لیا ہے کہ تم پبلک پراسیکیوٹر کے اسپیشل انوسٹی گیٹر ہو اور تمہیں حق حاصل ہے کہ اپنی ضروری کارروائی سرانجام دو... مگر یہ معاملہ تمہارے دائرۂ اختیارِ عمل سے خارج ہے۔ تمہیں کس نے اس کام پر مقرر کیا ہے کہ تم اُن حالات کا جائزہ لو جن میں جنرل سالٹمن کی موت واقع ہوئی ہے؟ جہاں تک تحقیق کا سوال ہے، وہ ہم اپنے طور پر پہلے ہی کر چکے ہیں۔ کیا تم اپنے دفتر میں بیٹھ کر اخبارات کا مطالعہ نہیں کرتے؟ آج ہی گورنمنٹ کی طرف سے ایک تازہ اعلان اخبارات میں چھپا ہے۔ اُس میں سب کچھ درج ہے... جاؤ... اسے پڑھو... اس میں لکھا ہے کہ جنرل سالٹمن کی وفات طویل علالت کے باعث ہوئی ہے... امید ہے تم اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرو گے..."

یہ کہہ کر وہ کرنل سے مخاطب ہوا ہی تھا کہ میں نے آخری حربہ آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔

جنرل پروزدوکوف کے کوٹ کی آستین پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا: "میں آپ کو وارننگ دیتا ہوں جنرل پروزدوکوف... آپ میرے سرکاری اور قانونی فرائض کی انجام دہی میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کر رہے ہیں...؟"

"اپنے ہاتھ پرے ہٹاؤ..." کرنل سے اپنے افسرِ اعلیٰ کی توہین برداشت نہ ہو سکی۔ اس نے دانت پیس کر میرے ہاتھ جھٹک دیے۔ جنرل ولادی میر پروزدوکوف کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ پلٹ کر اپنی سرد اور بے رحم نیلی آنکھوں سے مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے میں اس دنیا میں زیادہ دیر جینے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ ورنہ وہ مجھے کچا ہی چبا جاتا۔ آخر اس نے موقع محل کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "تم چاہتے ہو ہم تمہیں لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دیں؟"

"جی ہاں ــــ میں یہی چاہتا ہوں اور اسی مقصد کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے اور یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جنرل سالٹمن زیوی گن کی موت کا سبب کیا ہے۔ اس ضمن میں مجھے جو حکیمانہ ہدایات دی گئی ہیں، میں اُن پر عمل کروں گا"ـــــ

کے جی بی کے مسلح سپاہی اس تنازعہ کے باعث میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ وہ کرنل کے اشارے کے منتظر تھے کہ جونہی وہ انہیں حکم دے میری گُدّی ناپ دی جائے لیکن میں اب بے خوف تھا۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ جنرل پروزدوکوف اندر سے ہل چکا ہے اور اس کی اکڑفوں غائب ہو چکی ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کے جی بی کے سپاہیوں اور افسروں کو پرے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا: "تم بہت ضدی آدمی معلوم ہوتے ہو کامریڈ شمرایوف... میں تمہارے جذبے اور ادائیگیٔ فرض میں انہماک کا اعتراف کرتا ہوں۔"

"میں ان الفاظ کے لیے تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں۔ کامریڈ جنرل پروزدوکوف"۔

میں نے جواب دیا۔ میری چال کامیاب رہی تھی اور پروزدوکوف اس حد تک بدحواس ہوا کہ مزید مزاحمت نہ کر پایا، حالانکہ اگر وہ میری بات پر سنجیدگی سے غور کرتا تو صاف پتہ چل جاتا کہ جب تک میرے قبضے میں پراسیکیوٹر آفس کی طرف سے جاری کردہ اجازت نامہ نہ ہوتا، میں کسی طرح بھی جنازہ اُٹھائے جانے سے روک نہ سکتا تھا... چند ثانیے کچھ سوچنے کے بعد جنرل نے کہا: "ٹھیک ہے... تم میرے ساتھ آ سکتے ہو..."

اُس نے ہاتھ کے اشارے سے مسلح گارڈز اور کے جی بی کے دوسرے افسروں کو چلے جانے کا حکم دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا، شیشے کے بنے ہوئے اُس دروازے کی طرف چلا جس کے عقب میں جنرل سالٹمن کی لاش تابوت میں پڑی تھی۔ ہال میں داخل ہوتے ہوئے میں نے دیکھا کہ کوٹ سٹینڈ کے نزدیک کے جی بی کے دس پندرہ افراد خاموشی سے ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ کوٹ سٹینڈ پر بڑے بڑے فوجی جنرلوں کے کوٹ ٹنگے ہوئے تھے۔ اُن سے ظاہر ہوتا تھا کہ جنازہ اٹھائے جانے کی رسم میں شرکت کے لیے یہ سب لوگ آ چکے ہیں۔ جنرل پروزدوکوف نے میری طرف مڑ کر آہستہ سے پوچھا:

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمھیں اس تفتیش کا انچارج کس نے بنایا ہے؟"

"مجھے یہ فرض چیف پراسیکیوٹر نے سونپا ہے۔" میں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جواب دیا۔

"بہت خوب!" جنرل نے خشک لہجے میں کہا "مگر میں پوچھتا ہوں کہ تمہارے اس چیف پراسیکیوٹر کو کس نے اس کام پر مقرر کیا؟"

"آپ کے اس سوال کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں"؟ میں نے مسکرا کر کہا۔ "بہتر ہوگا کہ آپ خود چیف پراسیکیوٹر سے دریافت کریں۔"

جنرل پروزوکوف اتنا نادان نہیں تھا کہ جو سوالات وہ مجھ سے کر رہا تھا، اُن کے جوابات اُسے خود معلوم نہ ہوتے۔ وہ میرے منہ سے بات اُگلوانا چاہتا تھا کہ اس سارے معاملے کے پیچھے کس کی قوت کام کر رہی ہے۔ وہ کون اتھارٹی ہے جو کے جی بی جیسے جابر و قاہر اور با اختیار ادارے کے مسائل میں مداخلت کر سکتی ہے۔ میرے جی میں آیا کہ اُسے بتا دوں کہ مجھے یہ کام برزنیف نے سونپا ہے۔ بس اتنا کہتے ہی جنرل پروزوکوف کی یہ جرح اپنی موت آپ مرجاتی ہے، لیکن میں جانتا تھا کہ برزنیف کا نام لینا قیامت بھی برپا کر سکتا ہے، پھر یہ بات یقینی بھی تو نہ تھی۔ یہ محض میرا قیاس تھا کہ شاید اس تفتیشی حکم کے عقب میں برزنیف کی ذات بنفسِ نفیس موجود ہے۔ یہ یقین، بہرحال، مجھے اُس وقت حاصل ہوتا جب چیف پراسیکیوٹر سے میری بالمشافہ ملاقات ہو جاتی۔ لیکن مجھے اس کا وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔ ماسکو پہنچ کر اگر اپنے آفس جاتا تو ادھر یہ لوگ، جنرل سائمن کو دفنا کر فارغ بھی ہو جاتے اور جب ایک بار کسی بڑی شخصیت کو دفنا دیا جاتا ہے تو پھر کوئی تفتیش ہو سکتی ہے نہ رپورٹ مرتب کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ بڑے سے بڑا معاملہ رفت گزشت کر دیا جاتا ہے۔

جنرل پروزوکوف کو یوں ذلیل و خوار کرتے ہوئے مجھے دلی خوشی ہو رہی تھی اور میں خواہ مخواہ برزنیف کا ذکر کر کے اپنی یہ خوشی زائل نہیں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے

طے کیا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا، میں ان کے جی بی والوں کے پاؤں تلے سے زمین نکالنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ پہلا شکار خود جنرل پروزوکوف بن گیا۔ اُسے خاموش دیکھ کر میں نے ایک اور وار کیا: "کامریڈ جنرل... آپ سے زیادہ کون اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اس نوع کے اہم اور نازک معاملات میں میرے جیسا ایک ادنیٰ شخص مداخلت کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا، جب تک اس کی پشت پر کوئی بااثر ذریعہ نہ ہو۔ یہی حال چیف پراسیکیوٹر کا ہے۔ وہ بھی اپنی موجودہ حیثیت میں ایسی تفتیش اور تحقیق کا حکم جاری کرنے کے مجاز نہیں۔ ہاں، اگر جنرل کمیٹی کی جانب سے انہیں احکام جاری کیے جائیں تو وہ بہرحال اُنہیں بجا لانے کے پابند ہوں گے...!"

اور یوں میں نے نہایت چالاکی سے یہ ساری ذمے داری جنرل کمیٹی کے ارکان پر ڈال دی تاکہ جنرل پروزوکوف کا ذہن ایک دم برزنیف کی طرف رواں نہ ہو جائے یا وہ ایسا سوچ بھی رہا ہو تو اپنی راہ سے بھٹک سکے۔ اس سے زیادہ میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا، چنانچہ میں سیدھا کنسرٹ ہال کی طرف چلا جس کے اندر جنرل سائمن کا تابوت پڑا تھا اور اس کے اندر وہ خود بھی بنفسِ نفیس حاضر تھا۔ میرا خیال تھا کہ جنرل پروزوکوف مزید پوچھ گچھ نہ کرے گا، لیکن اُس نے میرا پیچھا کیا اور لپک کر مجھے روک لیا۔

"سنو... اُدھر کہاں جاتے ہو؟" اس نے مضطرب ہو کر یہ جملہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "پہلے یہ بتاؤ تم کرنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم اس حد تک سنجیدہ ہو کہ ابھی اور اسی وقت لاش کا معائنہ کرو گے؟ کیا یہ بات مناسب ہوگی؟ شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ اس وقت کون کون افراد یہاں موجود ہیں اور جب وہ تمہیں تفتیش کرتے دیکھیں گے تو اُن پر کیا اثر پڑے گا۔"

"میں سب کچھ جانتا ہوں، کامریڈ جنرل!" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے بہرکیف اُن احکام کی تعمیل کرنی ہے جو اسٹیٹ نے مجھے دیے ہیں۔"

کنسرٹ ہال کے دروازے پر مسلح فوجی افسروں کی ایک جماعت پہرہ دے رہی تھی۔ سب کے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں بندھی تھیں۔ میں نے بے خوف و خطر دروازہ کھولا اور ہال کے اندر چلا گیا۔ کسی نے مجھے نہیں روکا۔ ہال کے عین وسط میں لکڑی کے بنے ہوئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک چھوٹے سے چبوترے پر جنرل سائمن کا تابُوت دھرا تھا۔ کچھ فاصلے پر مقتدر افراد کا ایک چھوٹا سا گروپ، گارڈ آف آنر" پیش کرنے کو موجود تھا۔ ان میں یہ شخصیتیں نمایاں تھیں: کے جی بی کا چیئرمین یُوری آندروپوف، دو ڈپٹی چیئرمین سینوف اور شبرکوف، فرنٹیئر گارڈز کمانڈر ماترُوسوف اور سپریم سوویٹ کا ڈپٹی چیئرمین کیلیلوف۔ اس کے برابر ہی مجھے سنٹرل کمیٹی ایڈ منسٹریشن کا سربراہ سیونکن نظر آیا جو گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔ اُن لوگوں کے پیچھے کریملن کی دیواروں کے تقریباً ایک درجن راز بھی مؤدّب کھڑے تھے ... میں نے گھومتی ہوئی نظر ہال پر دوڑائی ... اور کوشش کے باوجود مجھے ان میں برزنیف کا چہرہ دکھائی نہ دیا، اور نہ برزنیف کی بیوی وکٹوریا پیٹروانا موجود تھی۔ وہ جنرل سائمن زیوی گن کی بیوی کی حقیقی بہن تھی اور یہ بات واقعی بڑی حیرت انگیز تھی کہ برزنیف اور اس کی بیوی متوفّی سائمن کے اتنے قریبی رشتے دار ہونے کے باوجود اس کے جنازے میں شامل نہیں تھے۔

دفعتہً میری نگاہ ایک اور شخصیت پر جا پڑی — یہ کانسٹنٹائن استینووچ شرنکو تھا۔ برزنیف کا گہرا اور رازدار دوست ... بلکہ اس کا دایاں بازو۔ کریملن کے جتنے اندرونی راز شرنکو کو معلوم تھے، غالباً کسی اور کو اتنی آگاہی حاصل نہ تھی۔ میں نے قیاس کیا کہ شاید برزنیف نے شرنکو کو اپنی نیابت کے لیے کہا ہوگا۔ ویسے بھی شرنکو کی اپنی ایک حیثیت تھی۔ ان حاضرین کے علاوہ وہاں جنرل سائمن کی بیوہ، اُن کا جوان بیٹا اور بیٹی بھی موجود تھے۔ انھوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن رکھے تھے۔ جنرل سائمن کی بیوہ رومال سے منہ ڈھانپے سسکیاں بھر رہی تھی۔

"تم یہاں ٹھہرو ..." جنرل پروزوکوف نے مجھ سے کہا اور ہال میں تیز تیز چلتا ہُوا اس طرف گیا جہاں یوُری آندروپوف وقار کا مجسّمہ بنا خاموش کھڑا تھا۔ میری نگاہیں جنرل پروزوکوف کا تعاقب کرتی ہوئی آندروپوف پر مرکوز ہوگئیں۔ اتنے فاصلے سے میں صرف اتنا ہی دیکھ سکتا تھا کہ سنہری فریم کے قیمتی چشمے کے موٹے شیشوں کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی آنکھیں سرد اور کسی قسم کے تاثّر سے قطعی خالی ہیں۔ یوری آندروپوف وہاں یوں کھڑا تھا جیسے اس ہال میں اس کے سوا کوئی اور ذی رُوح موجود نہ تھا یا اگر اُسے یہ احساس تھا کہ وہ ایک شخصیت کے جنازے میں بطورِ اظہارِ تعزیت شامل ہے۔ تب بھی اس کے انداز سے یہ قیاس کرنا دشوار نہ تھا کہ اس کے سامنے کسی کی کوئی اہمیت یا حیثیت نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب جنرل پروزوکوف جیسا آدمی بھی اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یوری آندروپوف کے ساکت جسم میں ذرّہ برابر جنبش نہ ہوئی، حد یہ ہے اُس نے گردن گھما کر یہ بھی نہ دیکھا کہ پروزوکوف کے اُس کی جانب آنے کا مقصد کیا ہے۔ ایسے مواقع پر کوئی بھی شخص، خواہ اس کی حیثیت کتنی ہی بڑی ہو، غیر شعوری طور پر گردوپیش کے حالات سے متأثر ہو ہی جاتا ہے، لیکن اس روز اندروپوف کو دیکھ کر اس شخصیت کا یہ خاص رُخ بھی پہلی مرتبہ میرے سامنے آیا کہ اُسے کوئی جنبش نہیں دے سکتا۔

اِتنے میں جنرل پروزوکوف اس کے بالکل قریب پہنچ کر رُکا۔ اُس نے اپنی موٹی سی گردن آگے بڑھائی اور آندروپوف کے بائیں کان میں کچھ کہا۔ اُس نے جو کچھ کہا اتنے فاصلے سے مَیں سُن نہیں سکتا تھا، تاہم میرے لیے یہ اندازہ کرنا بہت آسان تھا کہ پروزوکوف اُس سے کیا کہہ رہا تھا۔ اس لمحے بھی میرا یہ احساس تھا کہ یُوری آندروپوف کوئی ردِّعمل ظاہر کرے گا۔ لیکن کیا مجال کہ اس کے وقار اور تحمّل میں ہلکا سا بھی فرق پیدا ہُوا ہو۔ جس انداز میں وہ کھڑا تھا، اُسی انداز میں کھڑا رہا اور مجھے شک ہونے لگا کہ شاید وہ جنرل پروزوکوف کی بات سُن نہیں پایا، اور اگر سُن چکا ہے تو اس کا مفہوم سمجھ نہیں سکا۔ میرا یہ قیاس کسی حد تک درست ہی نکلا، کیونکہ دوسری بار جنرل پروزوکوف نے اپنا مُنہ آندروپوف کے کان سے قریباً لگا ہی دیا۔ اس مرتبہ اس کا ردِعمل موزوں تھا۔ اس نے بہت خفیف سی حرکت اپنی گردن کو دی اور یہ حرکت شاید کسی اور نے نہ دیکھی ہو، میری نظروں سے بہرحال پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ یُوری آندروپوف نے نفی میں گردن ہلائی۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

یُوری آندروپوف کے انکار کا مطلب اس کے سوا اور کیا تھا کہ مجھے جو مشن سونپا گیا تھا، مَیں اس میں ناکام ہو جاؤں؟ اور میری ناکامی کے معنی تھے کہ نہ صرف میرا پیشہ ورانہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مستقبل ہمیشہ کے لیے تاریک ہو جائے، بلکہ کچھ بعید نہ تھا کہ مَیں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں، لہٰذا اب میرے سامنے دو ہی راستے تھے۔ خاموشی سے اپنی ناکامی کا اعتراف کروں اور اس ہال سے باہر نکل جاؤں، یا جان پر کھیل کر آندروپوف کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور کسی نہ کسی تدبیر سے جنرل سائمن کی لاش ایک نظر دیکھوں۔ مَیں نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو، مَیں جس کام کے لیے آیا ہوں، وہ کر کے ہی جاؤں گا۔ اس فیصلے نے مجھے جذباتی طور پر مستحکم و مضبوط کر دیا اور اس سے پہلے کہ میں تابوت کی طرف بڑھتا، مَیں نے دیکھا کہ جنرل پروزدوکوف لٹکے ہوئے مُنہ کے ساتھ آندروپوف سے ہٹ کر سنٹرل کمیٹی ایڈمنسٹریشن کے سربراہ سیونکن کی طرف چلا جو آندروپوف کے عین مقابل، پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

تین چار سال پہلے تک یہ دستور تھا کہ کے جی بی، ایم وی ڈی اور اس نوعیّت کے دوسرے کئی ادارے جن کا تعلق لا اینڈ آرڈر قائم رکھنے سے تھا، براہ راست کونسل آف منسٹرز کے زیرِ نگرانی اپنے فرائض ادا کرتے تھے۔ جبکہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کونسل آف منسٹرز کی ہدایات سے آزاد ہو کر صرف پولٹ بیورو کے احکام کی تعمیل کرتا تھا اور پولٹ بیورو میں ایک ہی شخص سب سے زیادہ با اثر اور مضبوط تھا۔ اس کا نام تھا لیونڈ الائچ برزنیف سوویٹ وزیرِ اعظم اور سنٹرل کمیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری جنرل۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور اس لیے پبلک پراسیکیوٹر کے کام میں مداخلت کرتے ہوئے سب گھبراتے تھے۔ برزنیف براہِ راست ہمارے آفس کے معاملات کی نگرانی کرتا اور اس کے احکام کو سب کے احکام و مصالح پر فوقیت دی جاتی تھی، مگر پھر ایسا ہُوا کہ کوسیجن اور برزنیف میں کھینچا تانی ہونے لگی — اختیارات کی کھینچا تانی۔ فریقین نے خوب خوب زور دکھایا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے دوسرے کو مرعوب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس گرم اور سرد جنگ میں بہرحال برزنیف کا پلّہ بھاری رہا، اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ کے جی بی کا زبردست ادارہ برزنیف کے کنٹرول میں آ گیا۔ یہ واقعہ جولائی ۱۹۷۸ء میں پیش آیا۔ اس اعتبار سے یوری آندروپوف اور جنرل پروزدوکوف، دونوں برزنیف کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔

ان میں اوّل الذکر کے جی بی کا چیئرمین تھا اور موٴخر الذکر ڈپٹی چیئرمین — اس طرح آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب آندروپوف نے نفی میں گردن ہلائی تو بے چارے پروزدوکوف پر کیا گزری ہوگی — اُس کی پوزیشن فی الواقع سخت خطرے میں پڑ رہی تھی۔ اگر وہ مجھے لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو یوری آندروپوف کے اختیارات پر زد پڑتی ہے، اور اگر وہ مجھے لاش کے قریب پھٹکنے نہیں دیتا تو پھر براہِ راست اس کا تصادم برزنیف سے ہوتا ہے۔ یہ صورتِ حال تھی جو یک لخت میرے سامنے آئی اور مَیں نے کسی قدر اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن جنرل پروزدوکوف بھی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھا، دو ہاتھیوں کی لڑائی میں اُسے مینڈک بن کر پس جانا منظور تھا۔ اس لیے آندروپوف کی نفی میں گردن ہلتے دیکھ کر وہ سیدھا سیونکن کی طرف بڑھا۔ اس اندھیرے میں سیونکن برزنیف کا خاص آدمی اور اس کا معتمد تھا۔

یہ تمام باتیں آنِ واحد میں میرے ذہن کے پردے پر تصویر بن کر اُبھریں اور غائب ہو گئیں۔ مَیں نے جنرل پروزدوکوف کو جونہی سیونکن کی جانب جاتے دیکھا، اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی تدبیر سُوجھ گئی۔ مَیں نے کسی کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھا اور ہال میں چلتا ہُوا اُس چبوترے کے قریب گیا، جس پر جنرل سائمن کا تابوت دھرا تھا۔ پروزدوکوف کے زُود حس کانوں نے اپنے عقب میں میرے قدموں کی آہٹ سُن لی اور اُس نے ذرا سی گردن موڑ کر گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا، اُسی لمحے میری اور اُس کی آنکھیں چار ہوئیں اور مَیں نے محسوس کیا کہ پروزدوکوف کے چہرے پر ایک لحظے کے لیے وحشت کے آثار نمودار ہوئے، لیکن وہ وقت اور جگہ ہی ایسی تھی کہ پروزدوکوف پیچ و تاب کھانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں نکال کر مجھے تابوت کی طرف بڑھنے سے روکا۔ مگر میرے بڑھتے قدم اب رُک نہیں سکتے تھے، رُکنے کی بجائے کچھ اور تیز ہو گئے، چنانچہ جنرل پروزدوکوف نے بے بسی اور بے چارگی کی علامت بن کر شانے اُچکائے اور مدھم سی آواز میں سیونکن سے باتیں کرنے لگا۔ جانے اُس بدذات نے سیونکن کے کان میں کیا پھونکا کہ وہ یک لخت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنی جگہ سے حرکت میں آیا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ نہیں چاہتا کہ میں تابوت کے نزدیک آنا پسند نہیں کرتا اور اس کے حرکت میں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ مجھے راستے ہی میں روک دے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور اس سے پہلے کہ وہ مجھے روکے یا کچھ کہے، میں تابوت کے بالکل اوپر پہنچ چکا تھا۔

جنرل سائمن کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ اگر اس نے خودکشی کی ہے تو اپنے جسم کے کس حصے پر گولی چلائی تھی؟ دل پر یا کنپٹی پر؟ ایسی صورت میں زخم کا نشان واضح نظر آجاتا۔ مگر وہاں ایسا کوئی نشان نہ تھا۔ میں نے ذرا جھک کر جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کیا۔ اس کا چہرہ پھولا ہوا تھا اور سر کے بال بہت باریک تھے۔ ٹھوڑی کے نیچے گوشت کی اُبھری ہوئی ایک اور ٹھوڑی تھی۔ خاکی رنگ کی شرٹ کے اوپر اس نے جنرل کی وردی پہن رکھی تھی یا یوں کہیے اُسے پہنا دی گئی تھی اور اُس کا بھاری دوہرا بدن اُس تابوت میں بہت مشکل سے جمایا گیا تھا۔ ابھی میں اتنا ہی جائزہ لے سکا تھا کہ پیچھے سے ایک ہلکی سی آواز آئی۔

"کامریڈ شمرایوف... یہ آپ کیا کر رہے ہیں...؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا، سیونکن سر پر آن پہنچا تھا۔ میں اس کی طرف اخلاقاً متوجہ ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا:

"میں جانتا ہوں تم اپنا فرض ادا کر رہے ہو کامریڈ شمرایوف۔ لیکن یہ موقع ایسا نہیں... ذرا سمجھنے کی کوشش کرو... اتنے افراد کے سامنے تمہارا یوں اس لاش کا معائنہ کرنا سینکڑوں شکوک و شبہات پیدا کر سکتا ہے... اس سے طرح طرح کی افواہیں پھیل سکتی ہیں..."

پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ شاباش، تم نے خوب کام کیا... اُس نے آخری جملہ ذرا بلند آواز میں کہا تھا، تاکہ آندرولوف کے کانوں تک بھی پہنچ جائے، حالانکہ سیونکن کا خطاب صرف مجھی سے تھا۔

اتنے میں جنرل پروزروکوف بھی وہیں آگیا اور اس نے سیونکن کا آخری جملہ یوں

مکمل کر دیا:

"اور جبکہ ہمارے پاس میڈیکل سرٹیفکیٹ بھی موجود ہے... اس میں تمام متعلقہ ڈاکٹروں نے اپنے دستخطوں سے تصدیق کر دی ہے۔ جنرل سائمن کی موت طویل علالت کے باعث وقوع پذیر ہوئی... ان حالات میں یہ معمّا کم از کم میری عقل سے بالا ہے کہ پھر سنٹرل کمیٹی کو لاش کا معائنہ کرانے کی کیا ضرورت پڑ گئی... کیا پبلک پراسیکیوٹر کا کوئی اسپیشل انوسٹی گیٹر اتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے زیادہ قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے؟"

"بہت خوب" میں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ آپ نے بہت کام کی بات بتائی۔ اب مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیجیے کہ جس میڈیکل سرٹیفکیٹ کا ذکر آپ کر رہے ہیں کیا اس وقت آپ کے پاس موجود ہے؟ اگر موجود ہے تو مجھے دکھا دیجیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ سرٹیفکیٹ دیکھتے ہی فوراً واپس چلا جاؤں گا..."

میں نے دیکھا کہ مارے طیش کے جنرل پروزروکوف کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔ جو بات میں نے اس سے سیونکن جیسی شخصیت کے سامنے یوں بے جھجک کہہ دی تھی چیف پراسیکیوٹر کو بھی کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ مگر میں اتنی ہی دیر میں بھانپ چکا تھا کہ جنرل پروزروکوف کے پیروں تلے سے زمین نکال دینے کا اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔ اس کے علاوہ میں سیونکن کو یہ بھی دکھانا چاہتا تھا کہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کس حد تک جا سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی میرے سامنے تھا کہ جنرل پروزروکوف کے منہ سے کچھ نکلے گا۔ اس کا گواہ بہرحال سیونکن ہوگا، اور اس سے پہلے کہ پروزروکوف غصّے سے بے قابو ہو کر میرے ساتھ لام کاف کرے، میں نے گرم گرم لوہے پر دوسری ضرب لگائی۔

"بہتر ہوگا جنرل اگر آپ مجھے سائمن زیوی گن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ ابھی دکھائیں، ورنہ میں سمجھوں گا کہ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔"

"تم اپنی حدوں سے بڑھتے جا رہے ہو کامریڈ شمرایوف۔" پروزروکوف نے دانت پیس کر کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ اس وقت کس سے مخاطب ہو۔ اگر تمہیں یاد نہیں تو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں یاد دلا دیتا ہوں۔ میرا نام پروزوکوف ہے اور میں کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین ہوں ... تمھیں میرے ساتھ ایسی بے ہودگی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

میں ہولے سے مسکرایا۔"آپ صحیح فرماتے ہیں جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب ... یقیناً میرے جیسا ادنیٰ شخص آپ سے بے ہودگی کی جرأت نہیں کر سکتا، مگر میں بھی آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے فی الحال کوئی بے ہودگی آپ سے نہیں کی۔ کامریڈ سیونکن گواہ ہیں اور سب کچھ دیکھ اور سُن رہے ہیں ... ایک بار پھر میں مؤدبانہ طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس اس وقت جنرل سامئن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ موجود ہے تو مجھے ایک نظر دکھا دیجیے۔"

"اگر میں تمھیں یہ سرٹیفکیٹ دکھانے سے انکار کر دوں، تو کیا ہوگا؟"

"تب کچھ نہیں ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔"صرف اتنا کہ میں جنرل سامئن کی لاش اس تابوت سے باہر نکلوا کر اس کا تفصیلی معائنہ کروں گا ..."

پروزوکوف یوں بدحواس ہو کر پیچھے ہٹا جیسے اُسے کوئی بھوت دکھائی دے گیا ہو۔ اُس کے چہرے پر ایک رنگ آتا، ایک جاتا تھا۔ انتہائی بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں اس نے اخلاقی مدد کے لیے ملتجیانہ نظروں سے سیونکن کی طرف دیکھا مگر سیونکن کی نگاہیں بھی اُس وقت جنرل سامئن کی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔

"سرٹیفکیٹ میرے پاس موجود ہے۔" بالآخر جنرل پروزوکوف نے کہا۔"لیکن اس وقت جنازہ اُٹھنے والا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کامریڈ کہ سب معزز لوگ پہنچ چکے ہیں جنازے میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ ریڈ سکوائر میں پہنچنے کے بعد میں تمھیں یہ سرٹیفکیٹ دکھا دوں گا ..."

"مگر اس کی کیا ضمانت ہوگی کہ وہ ڈیتھ سرٹیفکیٹ جو آپ مجھے ریڈ سکوائر پہنچ کر دکھائیں گے، جعلی نہیں ہوگا؟"

"کیا کہا تم نے؟" پروزوکوف کی آواز یک لخت بلند ہو گئی، پھر فوراً ہی سنبھل کر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔"ڈیتھ سرٹیفکیٹ جعلی ہوگا! کامریڈ شمرایوف تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم کبھی اس قسم کی حرکت نہیں کیا کرتے، جعلی کاغذات، جعلی دستاویزات اور جعلی سرٹیفکیٹ کے جی بی میں تیار نہیں کرائے جاتے۔ ان کا مرکز پبلک پراسیکیوٹر آفس ہو سکتا ہے ... اور کان کھول کر سُن لو جنرل سامئن کی موت کے بارے میں پریس کے اندر جو کچھ آیا ہے۔ اُسے چھاپنے کی منظوری خود پولٹ بیورو نے دی ہے اور پولٹ بیورو نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ جنرل سامئن کی موت طویل علالت کے باعث وقوع پذیر ہوئی ہے۔ جہاں تک ڈیتھ سرٹیفکیٹ کا سوال ہے وہ میرے آفس کے سیف میں موجود ہے۔ اُس پر اُن تمام ڈاکٹروں نے دستخط کیے ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً جنرل سامئن کا علاج معالجہ کیا۔ تم جب چاہو، میرے آفس میں آکر یہ سرٹیفکیٹ دیکھ سکتے ہو ..."

"مجھے آپ کے آفس میں آنے کی ضرورت نہیں کامریڈ جنرل پروزوکوف! ..." میں نے خشک لہجے میں کہا۔"یہ ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور دوسرے تمام کاغذات چیف پراسیکیوٹر آفس کو بھجوائیے اور آج ہی یہ کام آپ کو کرنا ہوگا ... میں ان کاغذات کا مطالعہ وہیں اپنے دفتر میں کروں گا ..."

اب وقت بالکل نہ تھا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، انھی ایک دو منٹ میں کرنا تھا، چنانچہ میں نے اپنے چہرے پر رنج و اندوہ کے تاثرات پیدا کیے، جنرل سامئن کے تابوت پر احتراماً اس طرح جھکا کہ جو کچھ میں دیکھنا چاہتا تھا، وہ مجھے نظر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ سامئن کا سر ایک اسپیشل کُشن کے اُوپر اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ اس کی دائیں پیشانی نصف سے زیادہ چھُپ گئی ہے۔ سوال یہ تھا کہ سر کے نیچے یہ کُشن اس انداز میں کس لیے رکھا گیا۔ کیا اس زخم کو چھپانے کے لیے جو کنپٹی پر گولی لگنے سے آیا تھا؟ یہ اُن ڈاکٹروں کے حُسنِ کارکردگی کا نمونہ تھا جن کا دیا ہوا ڈیتھ سرٹیفکیٹ جنرل پروزوکوف کے آفس کی آہنی تجوری میں بند تھا۔ انھوں نے بے حد ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے جنرل سامئن کی گردن کے نیچے یہ کُشن اسی لیے رکھا تھا کہ کنپٹی کا یہ زخم چھُپ جائے ...

غور و خوض کا مقام ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ کے ایک اہم ادارے کا ڈپٹی چیئرمین

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خودکشی کرتا ہے اور وہ بھی برزنیف کا ہم زلف ۔۔۔ میں نے اپنے آپ سے کہا ۔

اپنے کام کی نزاکت اور اہمیت پر جب نظر جاتی تو میرے بدن کا رُواں رُواں کانپنے لگتا بڑے بڑے ناموں کی ایک مختصر فہرست تھی جو میری نگاہوں کے آگے گھوم رہی تھی اور ان میں سے ہر ایک شخص ایسا تھا جس کے سامنے میری حیثیت گھاس کے ایک تنکے یا حقیر چیونٹی سے زیادہ نہ تھی یقین نہ آئے تو آپ بھی اس فہرست میں سے چھ اہم افراد کے ناموں پر نگاہ ڈال لیجئے۔ شاید آپ کو اس مصیبت کا احساس ہوجائے جو برزنیف نے مجھ پر اچانک نازل کردی تھی ۔

- سیکرٹری آف دی سنٹرل کمیٹی میکائل اندرے وچ سُسلوف۔
- یوری آف آندروپوف، چیئرمین کے جی بی۔
- جنرل پروزوکوف ڈپٹی چیئرمین کے جی بی ۔
- اور مزید تین حضرات یعنی سینولوف، شبریکوف اور ماتروسوف ۔۔۔

یہ تینوں بھی کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین تھے۔ سب سے زیادہ مجھے جس بات کا ڈر تھا، وہ یوری آندروپوف کا تھا کہ اس نے حالات ایسے رُخ پر ڈال دیے تھے کہ جنرل سائمن کے سامنے اپنے ریوالور سے خود کو شوٹ کرلینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ بقیہ چار اور صاحبان پر بھی شک وشبہ کیا جاسکتا تھا کہ ان میں سے کون ایسا ہوسکتا ہے جس نے جنرل سائمن کی جگہ پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنایا ہو اور اس سلسلے میں یوری آندروپوف کا ساتھ دیا ہو۔ بلا شبہ پروزوکوف سے لے کر ماتروسوف تک سب کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین تھے۔ مگر سنیارٹی کے اعتبار سے جنرل سائمن کا درجہ تھا اور قوت کے اعتبار سے بھی وہ یوری آندروپوف کے مساوی سمجھا جاتا تھا

اب اگر سائمن کو درمیان سے ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اوّل: یوری آندروپوف کا ایک ایسا حریف ختم ہوجائے جو صریحًا برزنیف کا آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا ہم زلف بھی تھا اور دوم: یہ کہ بقیہ ڈپٹی چیئرمینوں میں سے ایسے فرد کو سنیارٹی دی جائے جو آندروپوف کا آدمی ہو۔ ان میں سے پہلا نمبر جنرل پروزوکوف ہی کا تھا اور کچھ بعید نہ تھا کہ جنرل سائمن کو خودکشی پر مجبور کرنے میں سب سے بڑا کردار خود پروزوکوف ہی نے سرانجام دیا ہو۔

اب یہ تمام کے تمام لوگ میری نظروں کے سامنے جنرلوں کی وردیاں زیب تن کیے اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ریکارڈ اتنا لمبا تھا اور اس میں ایسے ایسے محیر العقول کارنامے درج تھے جن کی اگر ہوا بھی دنیا کو لگ جائے تو ایک قیامت برپا ہوسکتی ہے، مگر اس وقت جنرل سائمن کے تابوت کے آگے وہ سب کے سب پتھر کے مجسموں کی طرح بے حس وحرکت یوں کھڑے تھے جیسے انہیں کچھ خبر نہیں۔ اُن کے چہرے سپاٹ اور آنکھیں سرد تھیں اور وہ موجودہ صورت حال سے قطعی بے تعلق نظر آتے تھے، سوائے جنرل پروزوکوف کے جس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ میں جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے نہ پاؤں۔ بہرحال، یہ طے تھا کہ جلد یا بدیر ان سب افراد سے میرا واسطہ پڑنے والا تھا اور جونہی انہیں پتہ چلتا کہ میں کس معاملے کی تحقیقات پر مقرر کیا گیا ہوں، اُسی لمحے سے میری زندگی کے بقیہ دنوں کی گنتی کا آغاز ہوسکتا تھا۔

یہ لوگ مجموعی طور پر یا انفرادی حیثیت میں میرے لیے نہایت لاجواب کا ایکسیڈنٹ کا اہتمام کرسکتے تھے۔

شاید یہ میری اس پیشہ وارانہ اور محکمانہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ ایک ہیبت ناک خوف نے میرا احاطہ کرلیا، آہستہ آہستہ میرا چہرہ پسینے میں تر ہوگیا اور دونوں ہتھیلیاں بھی بھیگ گئیں۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں جیسے سُوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ میں خود کو اس بے بس چوہے کی طرح پا رہا تھا جسے چھوٹے سے پنجرے میں بند کردیا گیا ہو اور کسی بھی لمحے پنجرے کا دروازہ کھول کر اُسے بلّی کے حوالے کردیا جائے۔

ابھی میں اسی حیص بیص میں گم تھا کہ دفعتاً ہال میں جنازہ کمیشن کے چیئرمین کی آواز گونجی، وہ کہہ رہا تھا۔:

کامریڈز! تابوت اٹھانے کا وقت ہوچکا ہے۔ اُن تمام افراد سے جو قبرستان تک

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جائیں گے، درخواست ہے کہ براہِ کرم اپنی اپنی کاروں میں سوار ہو جائیں۔ ان کی ہال سے روانگی کے ٹھیک ایک منٹ بعد تابوت باہر لے جایا جائے گا۔ ۔ ۔"

میں نے دیکھا کہ اس اعلان کے ساتھ ہی ہال میں ہلچل شروع ہوئی۔ کے جی بی کے جنرلوں نے آہستہ آہستہ صدر دروازے کی طرف مارچ کا آغاز کر دیا۔ اُدھر جنرل سائمن کی سیاہ پوش بیوہ مُنہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے رونے اور ہچکیاں لینے لگی۔ شرنکو ایک قدم آگے بڑھا اور اس نے بیوہ سے کچھ کہہ کر اظہارِ ہمدردی کیا۔ مگر اس کا رونا بند نہ ہوا۔ اب میں اس مقام پر کھڑا تھا جہاں سے یہ ماتمی جلوس میرے بالکل نزدیک سے گزر رہا تھا۔ دفعتہً یوری آندروپوف نے مقرّرہ راستے پر چلتے ہوئے رُخ بدلا اور سیدھا جنرل سائمن کی آنسو بہاتی ہوئی بیوہ کے پاس آیا۔ اس وقت میرا اور ان دونوں کا فاصلہ تین چار فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ آندروپوف سائمن کی بیوہ سے تعزیت اور ہمدردی کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا، مگر ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ سائمن کی بیوہ نے اُسے نفرت اور حقارت کی ملی جلی ایسی نظروں سے دیکھا کہ آندروپوف کے اُٹھتے ہوئے قدم وہیں رُک گئے۔ بیوہ کے آنسو اور ہچکیاں آندروپوف کو اپنے قریب پا کر فوراً رک گئیں۔ اُس لمحے میں نے اُس عورت کو غم و اندوہ کے سمندر سے نکل کر غیظ و غضب کی آگ میں اُبھرتے ڈوبتے پایا۔ وہ آندروپوف کو گھور رہی تھی اور مارے دہشت کے میرا خون پانی ہوا جا رہا تھا۔ آندروپوف نے اچھا کیا کہ وہ اس کے زیادہ نزدیک نہیں گیا۔ ورنہ مجھے پورا یقین تھا کہ اگر وہ اور آگے جاتا تو سائمن کی بیوہ شاید اس کی توہین کر ڈالتی۔

یہ ناقابلِ فراموش منظر دیکھنے والا تنہا میں نہ تھا، بلکہ وہ سب لوگ بھی دیکھ رہے تھے جو اُس وقت ہال میں موجود تھے ــــ آندروپوف کے چہرے پہ ایک ثانیے کے لیے تغیّر و تکدّر کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور سرد دکھائی دینے لگیں، جواب میں اُس نے نتھنے سکوڑے، پھر اس کے لبوں پر بہت خفیف سی مسکراہٹ اُبھری اور بیوہ سے تعزیتی کلمات کہے بغیر اپنی پہلی جگہ پر یوں واپس آ گیا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ جنرلوں اور مارشلوں کی اس قطار میں یوری آندروپوف اتّفاق سے آگے تھا اور جب وہ سائمن کی بیوہ سے اظہارِ تعزیت کے لیے پلٹ کر اس کی جانب گیا تو قاعدے کے مطابق آندروپوف کے عقب میں چلنے والے سبھی جنرل اور مارشل رُک گئے۔ غالباً آندروپوف کو سائمن کی بیوہ سے نفرت و حقارت کے اس رویّے کی توقع نہ تھی۔ ورنہ وہ ادھر جانے کی زحمت ہی گوارا نہ کرتا۔ تاہم اتنے وقفے میں جو ڈرامہ وہاں ہُوا۔ اُس نے آگے چل کر مجھے تفتیش کے کام میں بڑی مدد دی اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہ رہی کہ سائمن کی بیوہ، آندروپوف کو پسند نہیں کرتی۔

اُدھر آندروپوف نے ہال سے باہر قدم رکھّا، اِدھر چار تنومند اور قوی ہیکل فوجی سپاہیوں نے جنرل سائمن کا تابوت اُٹھا لیا۔ اس کے دائیں بائیں گارڈ آف آنر کے لیے چار شخصیتیں چل رہی تھیں۔ اُن میں پادلوف، سیونکن، ڈائمنشز اور غلیلوف شامل تھے۔ انہوں نے رسماً تابوت کو اپنی ہتھیلیوں سے سہارا دے رکھّا تھا۔ تابوت کے پیچھے پیچھے جنرل سائمن کے بچے اور اس کی بیوہ تھی اور اس نے دوبارہ سسکیاں بھرنی شروع کر دی تھیں میں نے دیکھا کہ جونہی تابوت اُٹھایا گیا اور یہ جلوس ہال کے صدر دروازے کی طرف چلا، اس وقت شرنکو، اپنے دو مسلّح باڈی گارڈز کی معیّت میں ہال کے ایک بغلی دروازے سے نکل گیا۔ اس سے میرے لیے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ کامریڈ شرنکو، جنرل سائمن کا تابوت قبرستان تک پہنچانے نہیں جائیں گے۔ حیرت تھی تو صرف اتنی کہ بزنیف نے اس رسم میں شرکت کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔

میرے کام کا ایک حصہ بھی پُورا ہو چکا تھا، اس لیے جنازے کے ساتھ قبرستان تک جانے کی مجھے ضرورت نہ تھی۔ وہاں لاش کو ٹھکانے لگائے جانے سے پہلے اور بعد کا ڈرامہ ہمیشہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ مسلّح فوجی دستے اور کے جی بی کے آدمی تابوت کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیے رہیں گے اور عوام میں سے کسی کو اجازت نہ ہو گی کہ وہ قریب آ سکے۔ اس کے بعد کوئی جنرل یا مارشل مرنے والے کی تعریف و توصیف میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک مختصر سی بے روح اور بے اثر تقریر کرے گا۔ اس میں معمول کے مطابق رٹے رٹائے الفاظ کے ذریعے لوگوں کے ہجوم کو بتایا جائے گا کہ متوفی نے مادرِ وطن کی خدمت میں ساری زندگی کاٹ دی۔ وہ ایک بہترین شوہر، نفیس باپ اور مثالی کمیونسٹ تھا۔ اس تقریر کے بعد لاش کو زمین میں اُتارنے کا فریضہ ادا کیا جائے گا۔ مرنے والے کی بیوہ اور بچّے ایک بار پھر آنسو بہاتے اور سسکیاں لیتے نظر آئیں گے۔ فوجی سپاہی آخری سلامی دینگے اور پھر اردگرد کھڑی ہوئی شخصیتیں تابوت پر مٹی اور برف ڈال کر واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے ___ اس کے بعد کسی کو یاد نہ رہے گا کہ وہ کسے دفن کر کے آئے ہیں۔

ہال سے ملحق ایک چھوٹے سے کمرے میں مجھے پبلک ٹیلی فون نظر آتا ہے۔ مَیں اس میں دو کا پیکس ڈال کر اپنے گھر کا نمبر ڈائل کرتا ہوں۔ دوسری طرف سے نینا فون اُٹھاتی ہے۔ مَیں اُس سے کہتا ہوں کہ ابھی مجھے گھر واپس آنے میں دو گھنٹے لگیں گے۔ نینا مجھ سے پوچھتی ہے کہ مَیں اس وقت کہاں ہوں۔ مَیں اُسے یہ بتانا پسند نہیں کرتا کہ مَیں کہاں ہوں... حقیقت میں خود مجھے بھی خبر نہیں کہ مَیں کہاں ہوں اور کچھ عرصے بعد کہاں پہنچا دیا جاؤں گا۔ لہٰذا نینا کو یہ سب کچھ بتا کر پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔ مَیں اُس سے صرف یہ کہتا ہوں کہ وہ اطمینان سے ٹیلی ویژن دیکھے اور نیند آئے تو سو جائے۔

نینا کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے۔ مَیں بھی اُس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ کسی سرکس میں جھولا جھولتی ہے اور طرح طرح کے کرتب دکھاتی ہے... میری اس سے اتفاقیہ شناسائی ہو گئی اور چونکہ میری بیوی مر چکی ہے، اس لیے میں نے نینا سے کہا کہ وہ میرے ساتھ رہنا چاہے تو رہ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں اگر مرد و زن باہمی رضامندی سے "اکٹھے" رہنا چاہیں اور شادی کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

دفعتاً مَیں دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر ایک اور پبلک ٹیلی فون لگا ہوا ہے اور اُس پر ایک شخص باتیں کر رہا ہے۔ اس کی عمر پچاس پچپن کے لگ بھگ ہو گی۔ اُس نے بہت قیمتی لباس زیبِ تن کر رکھا ہے... جب وہ گردن گھما کر میری طرف دیکھتا ہے تو مجھے اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ یہودی النسل ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ زیرِ لب مسکراتا ہے

اور اس کی آواز کچھ اور بلند ہو جاتی ہے۔ بظاہر وہ فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ یہ باتیں مجھے سُنا رہا ہے۔

"ہاں ___ اب تمہیں کہانی کے ساتھ ساتھ اسکرین پلے میں کچھ تبدیلیاں کرنی ہونگی۔ بے شک اس کام میں محنت تو ہے... مگر گھبراؤ مت... میں تمہیں اس کام کا ایسا معاوضہ ادا کروں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے... یہ مَیں نے کب کہا کہ اس میں تمہاری کوئی خطا ہے؟ نہیں، نہیں... اگر اس کہانی کا مصنّف مر گیا ہے تو اس میں کسی کا کیا قصور؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ شاید وہ اب مجھے اس فلم کی شوٹنگ نہ کرنے دیں... اب سائمن زیوی گن کی کسے ضرورت ہے۔؟"

یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیتا ہے... اور دوبارہ میری طرف دیکھ کر مسکراتا ہے... لیکن مَیں اُسے دیکھ کر بے پروائی سے شانے اُچکا دیتا ہوں۔

مَیں کسی قسم کے خوف یا گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا، جبکہ اس کی خواہش یہی ہے کہ مَیں خوف زدہ ہو جاؤں۔

اگر اُس سے نہیں تو کم از کم اُس آٹومیٹک ریوالور سے ضرور ڈر جاؤں جو اس کی بغل میں چمڑے کی ایک پتلی سی پیٹی کے ساتھ بندھا ہُوا ہے...

میری زندگی کے خطرناک ترین لمحات شروع ہو گئے تھے۔ وہ اجنبی ٹیلی فون بوتھ میں سے نکل کر جا چکا تھا، لیکن مَیں اپنی جگہ بُت بنا کھڑا رہا۔ ہو سکتا ہے یہ محض میرا وہم رہا ہو اور حقیقت میں اُس اجنبی کا مجھ سے کوئی واسطہ نہ ہو، تاہم یہ بات انتہائی حیرت انگیز تھی کہ ایسے نازک موقع پر کوئی اپنی کمر سے آٹومیٹک ریوالور باندھے ایسے مقام پر بے دھڑک آ جاتا ہے۔ جہاں سوویت گورنمنٹ کے بے حد طاقتور افراد موجود ہوں.... یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اور میرے لیے غور و فکر کے کئی راستے کھول رہی تھی۔ صریحاً وہ مجھے اپنے ریوالور کی موجودگی سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اور پھر اس کا میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانا بلاوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ بھی ممکن تھا کہ وہ آگے کہیں راہداری میں یا کسی دروازے کے عقب میں بھاری

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سُرخ پردے کے پیچھے میرے انتظار میں کھڑا ہو اور اس وقت سے فائدہ اٹھا کر اُس نے اپنے ریوالور پر سائلنسر بھی چڑھا لیا ہو۔ سائلنسر چڑھے ہوئے ریوالور سے اگر فائر کیا جائے تو بس یوں لگتا ہے جیسے کسی نے ہلکے سے دیا سلائی ڈبیا سے رگڑی ہو اور پھر معاملہ ختم۔ اس کا کام صرف فائر کرنا تھا۔ بقیہ فرائض اس کلب کے کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے وہ افراد ادا کرتے جو ایسے کاموں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ وہ میری لاش وہاں سے اٹھاتے اور نہایت پلاننگ کے ذریعے ایسی جگہ پھینک دیتے جہاں دیکھنے والے یہی گمان کرتے کہ میں پیشہ ور قاتلوں کے ہاتھوں مارا گیا ہوں۔ جی ہاں پیشہ ور قاتلوں کی اصطلاح پر آپ کو چونکنے کی ضرورت نہیں۔ ایسے قاتل امریکہ، انگلستان اور فرانس ہی میں نہیں، سوویت روس میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان قاتلوں کو بعض 'قاتل' بہت بڑی اُجرت پر پالتے ہیں۔ ایسے پُراسرار قاتل خود کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے اور پیشہ ور قاتلوں کو اپنے ان آقاؤں کے بارے میں کبھی پتہ نہیں چلنا سکتا جو اُن سے کسی بھی شخص کو یوں ہلاک کروا دیتے ہیں جیسے آپ اپنے پاؤں تلے آنے والی چیونٹی کو مسل دیں۔

ٹیلی فون بوتھ سے نکلنے کے بعد میں نے سیدھا اُسی ہال کا رُخ کیا جہاں تھوڑی دیر پہلے جنرل سائمن زیوی گن کا تابوت دھرا تھا۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ پبلک پراسیکیوٹر کے سپیشل انوسٹی گیٹر اپنے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں رکھتے۔ مگر افسوس کہ آپ کا یہ خیال درست نہ ہوگا۔ ہم اپنی حفاظت کے لیے ایک نہیں کئی کئی ہتھیار رکھتے ہیں جو بظاہر اتنے بے ضرر نظر آتے ہیں کہ ایک عام شخص انہیں ہتھیار سمجھ ہی نہیں سکتا۔ مثلاً میری بائیں کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی درست وقت ہی نہیں بتاتی، بُرے وقت سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ اس کے ڈائل کے گرد لگے ہوئے تین ننھے منّھے بٹن ہیں۔ اگر میں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے درمیان والا بٹن آہستگی سے دباؤں، تب کیا ہوگا؟ صرف یہ کہ گھڑی ایک انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس پر مجھے کچھ پیغام دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ کام اس گھڑی کے اندر لگا ہُوا وہ خودکار کمپیوٹر کرے گا جو دس مربع میل کے دائرے میں ہر انوسٹی گیٹر کو خطرے کا الارم سُنا دے گا جو اس حد کے اندر اندر حرکت پذیر ہو۔ انہیں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ سگنل کہاں سے اور کس کی طرف سے آیا ہے۔ پھر وہ آندھی کی طرح اُس مقام کی طرف چل پڑیں گے جہاں میں موجود ہوں گا — خواہ زندہ ہوں یا مُردہ۔

اس گھڑی کا پہلا بٹن اگر میں دباؤں تو یہ ایک اور کام دکھائے گی۔ یہ وہ کام ہے جسے آپ بعد ازاں فرصت کے اوقات میں ٹی وی یا سینما سکرین پر آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ وہ متحرک فلم ہوگی جو اس گھڑی کے اندر نصب ایک خودکار کیمرہ بنائے گا۔ یہ کیمرہ ہر اُس منظر کی متحرک تصویریں بناتا چلا جائے گا جو آپ کے گرد و پیش میں ہوگا۔ اس کا کام فلم بنانے ہی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ یہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی ریکارڈ کرے گا۔ کاش! اس اجنبی کو معلوم ہوتا کہ جس وقت وہ فون پر کسی سے پُراسرار لب و لہجے میں باتیں کر رہا تھا اور جب اس نے مجھے اپنا ریوالور دکھایا یہ سب کچھ میں اپنی گھڑی کے ذریعے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر چکا تھا۔

میری آنکھوں پر لگی سادہ سی عینک آپ کو بالکل بے ضرر نظر آتی ہے لیکن یہ بے ضرر ہرگز نہیں۔ اس کے دونوں شیشوں کے پیچھے اور کمانیوں کے اندر ننھی ننھی بیٹریاں لگی ہوئی ہیں خطرے کے وقت میں اس عینک کو جب ہاتھ لگاتا ہوں تو ان بیٹریوں سے ایسی مہلک شعاعیں نکلتی ہیں جو میرے سامنے کھڑے ہوئے کسی بھی شخص کو دس منٹ کے لیے اندھا کر سکتی ہیں۔ میرے لیے یہ دس منٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں اور میں اس وقفے سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچا سکتا ہوں۔

میرے گرم کوٹ کی بیرونی جیب میں ایک فاؤنٹین پین موجود ہے میں اس سے رپورٹیں لکھنے میں مدد لیتا ہوں۔ اس کی نب بڑی رواں ہے لیکن اگر آپ کو بتایا جائے کہ یہ نب فاؤنٹین پین کا پچھلا سرا دبانے سے گولی کی طرح نکلتی ہے اور سوئی کی طرح دشمن کے بدن میں پیوست ہو جاتی ہے تو شاید آپ حیران رہ جائیں۔ مگر اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ سنہرے رنگ کی یہ نب ایسے مہلک زہر میں بُجھی ہوئی ہے کہ انسانی جسم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں پیوست ہونے کے صرف پندرہ سیکنڈ بعد جان نکل جاتی ہے یہاں ایک راز کی بات بھی آپ کو بتادوں وہ یہ کہ اب تک میں اپنے اس فاؤنٹین پین سے ایک ہزار کے لگ بھگ محکمانہ رپورٹیں لکھنے کے علاوہ پانچ آدمی بھی ہلاک کرچکا ہوں۔ میں ان میں سے کسی کو مارنا نہیں چاہتا تھا، لیکن سخت مجبوری تھی۔ اگر میں انہیں نہ مارتا، تو اُن میں سے کوئی نہ کوئی مجھے ضرور ہلاک کر دیتا۔ اپنی اسی دُور اندیشی، پھرتی اور خوش نصیبی کے باعث میں ابھی تک زندہ سلامت چلا آتا ہوں.... مگر ... اب ... برزنیف نے جو کام میرے سپرد کر دیا ہے اس میں میری جان بچتی نظر نہیں آتی اور آپ خود میری تائید کریں گے کہ اس بار میرا مقابلہ بہت بے ڈھب لوگوں سے ہے۔

ہال میں گہرا سناٹا تھا۔ اُس کا بڑا دروازہ اور دوسرے تمام چھوٹے دروازے بند تھے۔ یہ سب دروازے ساؤنڈ پروف تھے۔ باہر کی آواز اندر آسکتی تھی نہ اندر کی آواز باہر جاسکتی تھی۔ اس ہولناک سناٹے نے میرے اعصاب جھنجھوڑ کے رکھ دیے۔

میں دھڑکتے دل سے واپس اُسی جانب چلا جدھر سے آیا تھا۔ ہال سے ملحقہ جنوبی راہداری میں ایک تنگ سا راستہ باہر جانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ جو قاعدے کے مطابق اُس وقت بند تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ دروازہ کھلوانے کا طریقہ کیا ہے اپنے عقب میں احتیاطی نظر ڈالنے اور مطمئن ہونے کے بعد کہ وہاں کوئی ذی روح نہیں، میں نے دروازے کے قریب دیوار میں نصب سبز رنگ کا بٹن دبایا ـــ اس بٹن کے بالکل اوپر بارہ سنٹی میٹر کی ٹی وی سکرین لگی تھی بٹن دباتے ہی سکرین روشن ہوئی اور اس پر ایک مسلح گارڈ کی شبیہ اُبھر آئی۔ یہ گارڈ ہال کے بیرونی آفس میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ میں نے بھی جواب میں دانت نکال دیے ... آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جس طرح میں ہال کی اندرونی سکرین پر اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، اسی طرح وہ بھی بیرونی آفس میں شارٹ کٹ ٹی وی سکرین پر مجھے ملاحظہ کر رہا تھا۔ پھر ننھے سے اسپیکر پر گارڈ کی کرخت آواز گونجی۔

"اپنا کارڈ دکھاؤ!"

میں نے فوراً ہی اپنا محکمانہ شناختی کارڈ ٹی وی سکرین کے سامنے کر دیا۔ گارڈ نے اُسے غور سے دیکھا اور پھر اثبات میں گردن ہلائی۔ میں نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور پھر آٹومیٹک دروازہ دو حصّوں میں تقسیم ہو کر، دائیں بائیں، موٹی سی دیوار میں گم ہو گیا۔ میں نے باہر قدم رکھا تو دروازہ ہلکی سی آواز پیدا کیے بغیر، جس طرح کھلا تھا، ویسے ہی بند ہو گیا۔

گارڈ آفس وہاں سے نصف فرلانگ دُور تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک بار پھر مجھے تفتیشی مراحل سے گزرنا پڑا اور محافظوں کو یہ باور کرانے میں مشکل پیش آئی کہ میں ہال میں کیسے رہ گیا تھا۔ جب میں گارڈ آفس کا دروازہ کھول کر سیڑھیوں کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ جنرل پروزوکوف اپنی سرکاری کار کے پاس کھڑا، مجھے خونیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت اور حقارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ پروزوکوف کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی۔ یہ شخص اپنے آپ کو بہت ہوشیار اور چالاک سمجھتا تھا۔ لیکن آج پبلک پراسیکیوٹر آفس کے ایک سپیشل انوسٹی گیٹر کے ہاتھوں اُسے ذلّت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا اور وہ بھی شرنکو اور آندرو پوف جیسے لوگوں کے سامنے ـــ میں جانتا تھا کہ وہ کسی زہریلے سانپ کی طرح اندر ہی اندر مجھے ڈسنے کی تدبیریں سوچ رہا ہوگا، تاہم جونہی اس نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا، ایک حقارت آمیز خفیف سا تبسّم اس شخص کے موٹے اور بھدّے ہونٹوں پر بھی پھیل گیا۔ میرا اندازہ تھا شاید وہ مجھ سے کچھ کہے گا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ پروزوکوف نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اُس کی کار فرّاٹے بھرتی ہوئی نکل گئی۔ مجھے تعجب تھا کہ وہ جنرل سامتن کے تابوت کے ساتھ قبرستان تک نہیں گیا۔ پھر وہ کے جی بی کی عظیم عمارت کے باہر گارڈ آفس کے نزدیک آخر کیا کر رہا تھا؟ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوگی اور پھر مجھ پر سب کچھ روشن ہو گیا۔ جنرل پروزوکوف صرف اس لیے رُک گیا تھا کہ وہ کسی خبر کا منتظر تھا اور ایسی خبر جو اُسے مستقبل میں پیش آنے والی بہت سی پریشانیوں سے محفوظ کر سکتی تھی۔ اس خبر کی وصولی کے بعد وہ جنرل سامتن زیوی گن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ چیف پراسیکیوٹر آفس بھیجنے کا پابند نہ رہتا اور نہ یہ خدشہ اُس کی راتوں کی نیند اُڑاتا کہ جنرل سامتن کی موت پر اگر تحقیقات کا نئے سرے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ے آغاز کیا گیا تو اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ اُسے تو اس اطلاع کا انتظار رہا تھا کہ سپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف کی لاش کہاں پھینکی گئی ہے۔ لیکن شمرایوف کی لاش کہیں بھی پھینکی جا نہیں گئی، وہ تو پروزدوکوف کی آنکھوں کے عین سامنے، صحیح سلامت، کے جی بی کی عمارت کے مرکزی ہال سے برآمد ہو گیا تھا۔

اُس کی حالت اس درندے کی سی ہو رہی تھی جسے شکاری نے زخمی کر کے چھوڑ دیا ہو۔ اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ وہ مزید کیا کارروائی کرتا ہے۔ جنرل پروزدوکوف کو میں اچھی طرح جانتا تھا اور مجھے یہ احساس بھی خوب تھا کہ اس کے اختیارات کس قدر بے پناہ اور وسائل و ذرائع خطرناک حد تک کتنے وسیع ہیں۔ میرے لیے اطمینان اور سکون کی ایک ہی صورت تھی اور وہ تھا یہ تصوّر کہ برزنیف جیسا شخص میری پشت پر مدد کے لیے موجود ہے۔

کے جی بی کی عمارت کے چاروں طرف "مسلح" گارڈ حسب معمول پہرے پر حاضر تھے اور چوبیس گھنٹوں میں ایک ثانیہ بھی ایسا نہ ہوتا جب اس عمارت کی نگرانی نہ کی جاتی ہو۔ صحیح معنوں میں وہاں پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا۔ اس عظیم عمارت کے در و دیوار نے سینکڑوں نہیں ہزاروں نشیب و فراز دیکھے ہیں اور اس کی دیواروں کے اندر ایسی ایسی لرزہ خیز داستانیں پوشیدہ ہیں کہ اگر ان کی آواز بیرونی دنیا تک پہنچ جائے تو ایک ہنگامہ برپا ہو سکتا۔ میری نظروں کے سامنے کوزنسکی موسٹ روڈ حدِّ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی — ویران اور سنسان — جنرل سائمن کی موت کے سوگ میں یہ پُرہجوم اور بارونق سڑک ماتم زدہ تھی۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ وہاں مجھے کوئی مشکوک شخص نظر نہ آیا۔ باوردی "مسلح" پہرے داروں نے نگاہِ غلط انداز سے مجھے دیکھا اور وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں اُس وقت بہت تھکا ہوا تھا اور دُور و نزدیک کہیں کوئی سواری نہ تھی۔ لہٰذا میں پیدل ہی چل پڑا۔ پیاس کے مارے حلق خشک ہو رہا تھا۔ مگر اکثر ریستوران بند تھے۔ اصولاً مجھے فوراً اپنے گھر جانا چاہئے تھا۔ جہاں نینا میرے انتظار میں بے چین ہو رہی ہو گی، لیکن مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ میں گھر نہ جاؤں اور سیدھا اپنے دفتر پہنچوں۔ ایڈلر سے ماسکو آنے کے بعد میں نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا اور پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا رہے

تھے، مگر ان چوہوں سے زیادہ مجھے اس درندے کی فکر تھی۔ جس کا نام جنرل پروزدوکوف تھا اور دوسری تصویر جنرل سائمن کی غمزدہ بیوہ کی تھی اور وہ منظر میرے لیے ناقابلِ فراموش تھا جب اُس نے آندروپوف کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

میں یہ جاننے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھا کہ جنرل سائمن کی بیوہ کو آندروپوف سے اس قدر نفرت کیوں تھی۔

ماسکو ۲۲ جنوری … وقت … دو بجے سہ پہر پراسیکیوٹر آفس کے کیفے ٹیریا میں

خلافِ معمول بہت رش تھا۔ اس کیفے ٹیریا کو آپ معمولی نوعیت کا نہ سمجھیں یہاں سے کونسل آف منسٹرز کیلئے بھی کھانے بھیجے جاتے تھے اور وہ چیزیں جنہیں ماسکو کے عوام دیکھنے کے لیے ترستے تھے اس جگہ صرف ان افراد کو فراہم کی جاتی تھیں جو اپنے عہدے کے اعتبار سے کوئی اہمیت رکھتے ہوں۔ یخ بستہ مرغیاں، بیف اور مٹن اُنہی لوگوں کو میسّر تھا جو کم از کم جنرل کی وردی زیبِ تن کئے ہوتے ہوں۔ جن کا تعلق پولٹ بیورو کے کسی رکن سے ہو یا وہ کے جی بی میں ملازمت کرتے ہوں۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر کے آدمیوں پر اس کیفے ٹیریا کے دروازے دن رات کھلے رہتے بشرطیکہ اُن کے پاس سرکاری راشن کارڈ موجود ہوں جن پر اُن تمام اشیاء کا اندراج ہو جو انہیں از روئے ضابطہ فراہم کی جا سکتی ہوں گوشت کے علاوہ ہم لوگ مچھلی اور مکھن بھی حاصل کر سکتے تھے۔

عام آدمی کے لیے تو یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ماسکو کے عالیشان جنرل سٹوروں سے پرمٹ کے بغیر کھانے پینے کی ایسی چیزیں خرید سکے جو صرف خواص کے لیے مختص ہوں۔ گوشت ہسپتالوں میں صرف اُن مریضوں کو دیا جاتا جن کے نسخوں میں ڈاکٹروں نے اس نایاب شے کا اندراج کر دیا ہو۔ اس کے علاوہ عام آدمی اگر اس نعمت سے محفوظ ہونا چاہتا تو اُسے مقامی خوراک آفس کے نام ایک درخواست لکھ کر یہ بتانا پڑتا کہ وہ گوشت کیوں کھانا چاہتا ہے۔ اس کے گھر میں کتنے افراد ایسے ہیں جو گوشت کھانا پسند کرتے ہیں اور پچھلے سال انہوں نے کتنا گوشت خریدا۔ غرض اس تمام تحقیقات کے بعد سرکار کی جانب سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گوشت کی خرید کا کوپن جاری کیا جاتا جس کے ذریعے اُس خاندان کو اجازت عطا کی جاتی کہ وہ ہفتے میں صرف ایک مرتبہ ڈیڑھ کلو فی فرد کے حساب سے گوشت خرید کر کھا سکتا ہے۔

سٹیٹ پلاننگ کمیشن نے وزیروں، اعلیٰ حکومتی کمیٹیوں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور اکثر سرکاری اداروں کے ملازمین کی سہولت کے لیے راشن ڈپوؤں کی درجہ بندی کر دی تھی۔ مثلاً ڈپو نمبر ا سے کریملن، سپریم سوویت اور کونسل آف منسٹرز کو خوراک فراہم کی جاتی اور اس غذا کا معیار اتنا اعلیٰ درجے کا رکھا گیا تھا کہ سوویت گورنمنٹ کا ایک عام آدمی اُس کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ خوش قسمتی سے پبلک پراسیکیوٹر آفس بھی اسی فہرست میں درج تھا۔ ڈپو نمبر ۲ سے کے جی بی کے حکمرانوں کو خوراک مہیا کی جاتی۔ ڈپو نمبر ۳ ریڈ سکوائر اور بڑے بڑے سرکاری افسروں کو خوراک فراہم کرتا۔ ڈپو نمبر ۴ فوجی جنرلوں اور مارشلوں کو خوراک اُن کے مکانوں پر مہیا کرتا۔ ان افراد کے لیے کپڑے اور غسل خانوں میں گندگی صاف کرنے کا کاغذ فراہم کرنا بھی اسی ڈپو کے فرائض میں داخل تھا۔

کیفے ٹیریا میں داخل ہو کر مَیں نے مایوسانہ انداز میں اپنے اردگرد دیکھا۔ سبھی لوگ جان پہچان کے تھے، اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس پر شبہہ ہوتا کہ میری تاک میں ہے۔ مَیں نے کیفے ٹیریا کی منتظم خاتون لینا اِگنا تیوانا کو اپنا آرڈر بتایا۔ اُس نے ایک چھپا ہوا فارم میری طرف بڑھایا۔ مَیں نے اس پر صرف اتنا لکھا کہ ایک پیکٹ یخ بستہ مچھلی کا درکار ہے۔ لینا بوڑھی عورت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پیکٹ آدھ گھنٹے سے پہلے نہیں مل سکے گا لہٰذا کچھ انتظار کرنا ہو گا، عین ممکن ہے ایک کے بجائے وہ مجھے دو پیکٹ دے دے۔ اُس وقت کونے کی ایک کرسی خالی ہوئی اور مَیں نے اُس پر قبضہ جما لیا۔ چند منٹ بعد دو تین انڈوں کا آملیٹ، چار توس اور چٹنی کی ایک چھوٹی سی پلیٹ میرے سامنے لگا دی گئی میں اطمینان سے اپنی بھوک دُور کرنے لگا۔ دفعتہً میں نے اپنے شانے پر ایک مضبوط ہاتھ کا دباؤ محسوس کیا۔ گردن اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہرمن کاراکوز سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ اُس کے بڑے بڑے دانت نہایت بے ہودہ انداز میں باہر نکلے ہوئے تھے وہ مسکرانے کی زحمت خواہ مخواہ برداشت کرتا تھا حالانکہ ان دانتوں کے باعث اُسے مُسکرانے کی ضرورت ہی نہ تھی جو بھی اُسے دیکھتا یہی سمجھتا کہ ہرمن کاراکوز اتنا خوش اخلاق ہے کہ ہر وقت مسکراتا رہتا ہے۔

ہرمن کو یقیناً کسی نے بتا دیا تھا کہ میں ماسکو پہنچ چکا ہوں اور اس وقت کیفے ٹیریا میں موجود ہوں۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کے جواب میں بیزاری کا مظاہرہ کیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا: "سُنو ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے جو کچھ کیا، وہ چیف کے حکم پر کیا۔ اُدھر چیف، آفس میں تمہارا انتظار کر رہا ہے اور تم یہاں اطمینان سے بیٹھے ناشتہ اڑا رہے ہو۔ بس اب اُٹھ جاؤ... ورنہ معاملہ خراب ہو سکتا ہے..."

"دفان ہو جاؤ ہرمن!" میں نے بگڑ کر کہا۔ "میں مچھلی کے پیکٹ لیے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں ہل سکتا۔ کم از کم آدھ گھنٹے تک..."

ہرمن نے پھر بے اختیار ہو کر دانت نکال دیے: "میں چاہوں تو تمہیں ابھی یہاں سے اُٹھا سکتا ہوں۔"

"مجھے تاؤ مت دلاؤ۔ میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا، پھر مجھے گھر بھی جانا ہے... مَیں سخت تھکا ہُوا ہوں۔"

ہرمن نے بے بسی سے شانے اُچکائے۔ وہ جان گیا تھا کہ مَیں مچھلی لیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا۔ یکایک اُس نے وہیں کھڑے کھڑے آواز لگائی: "لینا! ذرا کامریڈ شمرایوف کے لیے مچھلی کے پیکٹ تو تیار کرا دو... انہیں ذرا جلدی ہے... ایک ضروری کام آن پڑا ہے... اور ہاں میرے لیے بھی ایک پیکٹ رکھنا..."

"بہت اچھا، کامریڈ کاراکوز!... ابھی حاضر کرتی ہوں" لینا نے جواب دیا۔ مجھے یہ جان کر تعجب ہوا کہ وہی کام جس کے لیے آنٹی لینا نے مجھے آدھ گھنٹہ انتظار کرنے کے لیے کہا تھا، ہرمن کے کہنے پر پانچ منٹ کے اندر اندر ہو گیا۔ ذرا سے غور کے بعد میرے ذہن میں اس کی وجہ بھی آ گئی۔ کیفے ٹیریا میں خوراک کے پیکٹ ناجائز طور پر بھی فروخت کر دیے جاتے تھے اور آنٹی لینا کو معلوم تھا کہ ہرمن کاراکوز، اینٹی فراڈ اسکواڈ کا کمانڈر بھی ہے ظاہر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہے اُسے ناراض نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اب میرے پاس اُسے ٹالنے کے لیے بہانہ نہیں تھا۔ میں دراصل ہرمن کی موجودگی میں چیف سے بات کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے ہرمن کے کردار پر اعتماد نہ تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ڈبل ایجنٹ کا پارٹ ادا کر رہا ہو ... اس کے مراسم بیک وقت بزرنیف اور آندروپوف دونوں سے ہوں۔ اگرچہ اس نے مکّاری اور چالاکی کے باعث اپنی ذات پر شک و شبہے کی پرچھائیاں نہیں پڑنے دی تھیں، تاہم چیف پبلک پراسیکیوٹر کو ہرمن پر بھروسہ نہیں تھا اور اس کی ہر ممکن کوشش یہی رہتی تھی کہ رازداری کے کام اور اہم فرائض میں ہرمن کو شامل نہ کیا جائے خود ہرمن کو بھی ان باتوں کا بخوبی احساس تھا۔ لیکن وہ کبھی پروا نہیں کرتا تھا اس کے اپنے خصوصی ذرائع تھے جو اُسے پل پل کی خبریں اور اطلاعات فراہم کرتے تھے، اور ایک ہرمن کا راکوز ہی پر کیا منحصر، اس حمام میں سبھی ننگے تھے۔ کسی کو کسی پر کامل اعتماد نہ تھا اور ہمہ وقت یہی دھڑکا لگا رہتا کہ اگر منہ سے ذرا سی بھی غلط بات نکل گئی تو وہ روشنی کی رفتار سے کریملن اور کے جی بی کے حسّاس کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ روس کے ان تمام اداروں میں جن کا تعلق ملک کی سلامتی سے ہے ہر جگہ دروازوں، کھڑکیوں اور دیواروں کے بھی کان ہیں۔ یہ کان اپنے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ ہلکی سے ہلکی آواز سنتے ہیں اور نہایت ایمانداری سے آگے بڑھا دیتے ہیں اور یہ سارا کرشمہ ہے دورِ جدید کی برقیاتی ٹیکنالوجی کا جس نے ایسے ایسے آلات بنا دیے ہیں آواز تو درکار، اگر آپ ذہن میں کچھ سوچ بھی رہے ہیں، تب بھی وہ اس کا سراغ لگا لیتے ہیں۔

ہرمن مجھے اپنے ساتھ لے کر یُوں جا رہا تھا جیسے مَیں اس کی حراست میں تھا۔ مجھے اس کی اس حرکت پر غصہ تو بہت آ رہا تھا لیکن ہرمن سے بگاڑنا میرے ہی لیے نقصان دہ ہوتا، اس لیے مَیں نے بے تکلفی کے باوجود زیادہ احتجاج نہ کیا اور چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ کیفے ٹیریا سے باہر اس کی جیپ کھڑی تھی۔ اُس نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا، ہمارا آفس وہاں سے بالکل قریب تھا اور وہاں تک ہمیں جیپ پر جانے کی ضرورت نہ تھی، چنانچہ مجھے تامّل ہُوا۔ ہرمن ہنسا۔ "بیٹھ جاؤ، کامریڈ! میں تمہیں لفٹ میں سوار کرا کے اور چیف کے دفتر میں چھوڑنے کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔"

چیف کا دفتر بائیس منزلہ بلڈنگ کے تیسرے فلور پر تھا۔ ہرمن نے لفٹ کا بٹن دبایا تو دروازہ کھُل گیا۔ ہم دونوں سوار ہوئے اور پلک جھپکنے میں تیسرے فلور پر پہنچ گئے۔ وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اندر ہی اندر کسی گہری سوچ میں گم ہے۔ ایسے موقعوں پر اُسے نہ چھیڑنا ہی مناسب تھا۔ لہٰذا میں بھی خاموش رہا۔ دفتر میں اس وقت سناٹا تھا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کو بھی جنرل سائمن کی موت کا دکھ پہنچا ہے۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر الیگزنڈر رمیکا لووچ ریکنکوف اپنے خوبصورت کمرے میں لمبی چوڑی میز کے پیچھے تن تنہا بیٹھا تھا۔ اُس نے میری آمد پر کسی تأثر کا اظہار نہ کیا۔ البتہ ہرمن کو خفیف تبسّم کے ذریعے اس کارنامے پر داد دی کہ وہ مجھے تلاش کر کے لے آیا تھا۔ ہرمن اپنے وعدے یا ہدایت کے مطابق فوراً ہی رخصت ہو گیا۔ چیف نے چند لمحے میرا غور سے جائزہ لیا۔ پھر سگاروں کا ڈبّا آہستگی سے میری طرف سرکا دیا۔ جی نہ چاہنے کے باوجود بھی میں نے ایک سگار اٹھا کر ہونٹوں میں دبا لیا۔

پھر وہ اپنی کرسی سے اُٹھا اور بائیں جانب کمرے کے آخری کونے میں بنے ہوئے، ایک چھوٹے سے کاؤنٹر کی طرف گیا۔ وہاں قہوہ بنانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ چیف نے بجلی کی انگیٹھی پر قہوہ تیار کیا، دو پیالیاں بنائیں اور واپس آیا۔ ایک پیالی اس نے میرے آگے رکھ دی اور دوسری اپنے سامنے، پھر آہستگی سے بولا۔

"کامریڈ! اب جلد شروع ہو جاؤ۔ مجھے تم نے بہت انتظار کرایا۔"

اور مَیں شروع ہو گیا۔ ابتدا سے انتہا تک جو کچھ مجھ پر گزری تھی اور زرزنسکی کلب میں جیسا تماشا دیکھا تھا۔ تفصیل سے سُنا دیا۔ چیف خاموشی سے سُنتا اور بیک وقت سگار کے کش اور قہوے کی چُسکیاں لیتا رہا۔ جب مَیں چُپ ہوا تو اس نے سگار کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے کہا۔

"تم کہتے ہو کہ زرزنسکی کلب میں جنرل پروزدگوف، سیونکن اور آندروپوف نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تمہیں سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دی؟"

"یہی میں نے کہا ہے۔ جنرل پروزدوکوف کے غیظ و غضب کا کیا عالم تھا، اُسے بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے، اور اب یہ کہنا پڑے گا کہ وہ مجھے راستے سے ہٹانے کی تدبیریں سوچ رہا ہوگا.... شاید اس نے فوری طور پر اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں احکام بھی جاری کیے ہوں اور انھوں نے اپنی کارروائی کا آغاز بھی کر دیا ہو۔"

چیف اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ اب پھر سگاروں کے ڈبے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ محض تمہارا وہم ہوگا۔" چیف نے سگار سُلگا کر کہا۔ "پروزدوکوف کو تم سے زیادہ میں جانتا ہوں... وہ اتنا احمق ہرگز نہیں ہے کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کے سپیشل انوسٹی گیٹر پر یوں وار کرے گا.... کیا اُسے احساس نہیں کہ خود اس کی زندگی ہماری مٹھی میں ہے؟"

"ہو سکتا ہے اُسے احساس ہو، مگر مجھے یہ احساس ستا رہا ہے کہ میرے دن شاید پورے ہو چکے ہیں۔"

چیف نے مسکرا کر کہا: "کامریڈ شمرایوف! میں نے تمہیں اس سے پہلے اتنا خوفزدہ کبھی نہیں دیکھا۔ کیا بات ہے؟ کھل کر کہہ ڈالو۔"

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا، چیف! میں واقعی خوفزدہ ہوں اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ برزنیف، آندروپوف کی سرد اور گرم جنگ میں حصہ لوں گا تو چیونٹی کی طرح پس جاؤں گا۔ مجھے جنرل پروزدوکوف اور اس کے آدمیوں کی زیادہ فکر نہیں ہے، میں ان سے تنہا نمٹ سکتا ہوں،..."

چیف نے گہرا سانس لیا اور آدھا سگار ایش ٹرے میں رکھ دیا۔ پھر اُس نے میز کی دائیں دراز کے پہلے خانے میں ہاتھ ڈالا اور سرخ رنگ کی چھوٹی سی فائل نکال کر میرے آگے رکھ دی۔ "جب تم کیفے ٹیریا میں بیٹھے انڈوں کا آملیٹ ہڑپ کر رہے تھے یہ کاغذات کے جی بی والوں کی طرف سے آئے تھے۔ میں نے ان کا بغور مطالعہ کر لیا ہے۔ ان میں کام کی ایک بات بھی نہیں ملی۔ اوّل سے آخر تک جعل سازی اور غلط بیانی کا پلندہ ہے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔"

"میرے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کاغذوں میں جو کچھ درج ہے وہ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔"

دیواروں کے کان ہی نہیں آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ آنکھیں نہ ہوتیں تو بھلا ریکنکوف کو کیسے پتہ چلتا کہ میں کیفے ٹیریا میں بیٹھا انڈوں کا آملیٹ کھا رہا تھا؟ یہ بات اُسے کس نے بتائی تھی؟ ہرمن بہرحال نہیں بتا سکتا تھا، اس لیے کہ وہ تو کیفے ٹیریا میں میرے ساتھ تھا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ خود ہرمن کو یہ بات اُس کے کسی ایجنٹ نے بتائی ہو۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یہ کیس کسی اور سپیشل انوسٹی گیٹر کے حوالے کر دیا جائے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔" ریکنکوف نے آہستگی سے کہا۔

"یہ بات بھی میں بخوبی جانتا ہوں، چیف!" میں نے کہا۔ "اس لیے کہ مجھے اس مشن پر آپ نے مقرر نہیں کیا، آپ کے عقب میں کوئی اور ہے۔"

ریکنکوف کا چہرہ یک لخت دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح سرخ سے سفید ہو گیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیر تک تکتا رہا۔ آخر اس نے کہا:

"کامریڈ! یہ بات تم نے اب تو کہہ دی ہے، آئندہ منہ سے نہ نکالنا، ورنہ تمہارے دن واقعی گنے جا چکے ہیں... اچھا! یہ بتاؤ تم نے اس معاملے میں ہرمن سے تو کچھ نہیں کہا؟"

میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ریکنکوف نے دبے دبے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے توقع ہے کہ تم ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرو گے.... اس مقصد کے لیے محکمہ تمہارے اختیارات میں اضافہ کرنے کے لیے بھی تیار ہے... اختیارات حاصل ہونے کے بعد تم جو چاہو کر سکتے ہو... تمہیں روکنے کی ہمت کسی میں بھی نہ ہوگی حتیٰ کہ میں بھی تمہارے فرائض میں مداخلت نہ کر پاؤں گا.... بس اتنا دھیان رہے کہ اپنی زبان زیادہ تر بند اور کان

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کھلے رکھنے کی کوشش کرنا ... تم کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہو ....''

مَیں اس کی آواز یوں سُن رہا تھا جیسے کسی اندھے کنوئیں میں سے بول رہا ہو ...

میری نگاہیں ریگنکوف کی میز کی بائیں کنارے پر رکھے ہوئے چار ٹیلی فونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے دو ٹیلی فون خونِ کبوتر کی طرح سرخ تھے، ایک سیاہ اور ایک نیلا۔ دو سُرخ ٹیلی فونوں میں سے ایک جنرل گورنمنٹ نیٹ ورک سے منسلک تھا اور دوسرا بطور ہاٹ لائن، استعمال میں آتا۔ اس فون کا براہِ راست کریملن میں پولٹ بیورو سے رابطہ تھا۔ کالے فون پر چیف اپنے ماتحت تمام دفتروں سے رابطہ قائم رکھتا تھا، اور نیلا فون عام ضرورت کے کاموں میں مستعمل رہتا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی کسی لمحے 'ہاٹ لائن' والے فون کی گھنٹی بجے گی اور اس کے ساتھ فون کے اوپر لگا ہوا سرخ بلب بار بار جلنے بجھنے لگے گا۔ اس فون پر ہونے والی گفتگو عموماً یک طرفہ ہوتی۔ یعنی کریملن کی طرف سے بولنے والا بولتا اور سننے والے کا فرض تھا کہ ریسیور کان سے لگائے صرف سُنتا رہے، بولنے والے کی بات قطع نہ کرے، اپنی جانب سے کوئی سوال نہ پوچھے۔ حتیٰ کہ رسمی طور پر یا اخلاقاً کوئی جوابی کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اگر کچھ کہے تو اجازت لے کر یا اس وقت جب دوسری طرف سے بولنے والا اُس سے کچھ پوچھے۔

ذہنی دباؤ سے نجات پانے کے لیے میں اپنی نشست سے اُٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ میری نظروں کے سامنے سوویت سکوئر اپنی وسعتوں کے ساتھ دُور دُور تک نمایاں تھا۔ سکوئر کے عین درمیان ماسکو شہر کے بانی یوری ودل گورکی کا شاندار مجسمہ کھڑا تھا۔ مَیں دیر تک اس مجسمے کو دیکھتا رہا۔ سکوئر ویران اور سنسان تھا۔ ورنہ عام دنوں میں یہاں اس قدر ہجوم ہوتا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ اس ویرانی سے مجھے خوف آنے لگا اور میں کھڑکی سے پلٹ کر دوبارہ ریگنکوف کی میز کے نزدیک آیا اور اپنی کُرسی پر بیٹھ گیا۔ ریگنکوف کا چہرہ تنا ہوا تھا اور وہ اپنے سامنے رکھے ہوئے ہاٹ لائن والے سُرخ ٹیلی فون پر نگاہ جمائے یوں گم تھا جیسے وہ اس کمرے میں اکیلا ہو۔

مَیں نے اس کے خیالات کا سلسلہ توڑنے کی کوشش نہ کی۔ یقیناً وہ کریملن اور

پولٹ بیورو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس کے پردۂ ذہن پر برزنیف، آندروپوف اور پروزدکوف وغیرہ کی تصویریں بن بن کر مٹ رہی ہونگی۔ وہ شاید اس احساس سے بھی پریشان تھا کہ مجھے کیا بتائے اور کیا نہ بتائے۔ علاوہ ازیں اُسے یہ خدشہ بھی ستا رہا ہوگا کہ ہرمن کارا کوز شیطان صفت آدمی ہے۔ وہ دراصل مدّت سے چیف پبلک پراسیکیوٹر کی کُرسی پر دانت لگائے بیٹھا تھا۔ بظاہر وہ ریگنکوف کے ماتحت تھا اور نیازمندی کا مظاہرہ کرنے سے کبھی نہ چُوکتا۔ لیکن یہ بات دفتر کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے علم میں تھی کہ ہرمن اندر خانے ریگنکوف کی جڑیں کاٹنے میں لگا رہتا ہے اور اُسے رُسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ حقیقت یہ تھی کہ کریملن کا اندرونی ماحول ہو یا کے جی بی کے زرز نسکی کلب کی سرگرمیوں کے نگرانوں کا معاملہ، کوئی شخص کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ کس پر کس لمحے ابتلا نازل ہو جائے یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس خطرناک فضا میں دوستوں اور دشمنوں کی شناخت ممکن ہی نہ تھی، بلکہ دشمنوں سے زیادہ دوست جان لیوا کارروائیاں بے تکلف کر ڈالتے تھے۔ اس لیے ہر فرد پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتا اور اپنے کیے دھرے کا خود ہی ذمے دار ہوتا تھا۔

دفعتہً ریگنکوف میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ جواباً مَیں بھی مسکرایا۔ اُس نے ایک بار پھر اپنی میز کی دراز کھولی اور زرد رنگ کی فائل نکالی۔ میں نے دیکھا کہ اس فائل پر جلی سنہری حروف میں کے جی بی لکھا ہے۔ ریگنکوف نے گہرا سانس لے کر فائل کھولی اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ آفس کا دروازہ آہستگی سے کھلا اور ہرمن کارا کوز اندر آ گیا۔ اس نے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: "معاف کرنا، میں واپس آ گیا ہوں .... دراصل ایک ضروری بات کہنی تھی۔"

"بیٹھ جاؤ، ہرمن!" ریگنکوف نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔ "اب اطمینان سے بتاؤ وہ کیا بات ہے۔"

"کوئی خاص بات نہیں ... کچھ نہیں۔" ہرمن نے کہنا شروع کیا۔ اُس کی نظریں زرد فائل پر جمی تھیں۔ "جنرل سائمن کا جنازہ اُٹھنے سے آدھ گھنٹہ پہلے کا ذکر ہے۔ جنرل پروزدکوف

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا۔" یہ کہہ کر ہرمن نے حسب عادت ایک ڈرامائی انداز پیدا کرنا چاہا اور یقیناً اس میں کامیاب ہو گیا۔ کیونکہ پروزدکوف کا نام سنتے ہی بیک وقت ریکنکوف اور میں سنبھل کر بیٹھ گئے، اور ہمیں پوری طرح ہرمن کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ ہرمن نے چند لمحے تامّل کے بعد دوبارہ سلسلۂ گفتگو جوڑا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: "وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا.... کہتا تھا کامریڈ کہاں ہے"؟

"میرے بارے میں جنرل پروزدکوف پوچھ رہا تھا؟" میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت بے ترتیب ہو گئیں۔ اگر ہرمن سچ بول رہا تھا تو یہ بہت اہم بات تھی۔ ریکنکوف پلک جھپکائے بغیر ہرمن کو دیکھے جا رہا۔ اس نے ابھی تک کوئی لفظ اس سلسلے میں منہ سے نہیں نکالا تھا؛ تاہم مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اُس کی اندرونی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں۔ ہرمن نہایت چالاکی سے اپنی کہی ہوئی بات کا اثر معلوم کرنے کے لیے رُک رُک کر بول رہا تھا۔۔۔ "ہاں وہ تمہارے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ تم کہاں ہو؟" ہرمن نے پہلی بات الفاظ کے معمولی اختلاف سے دُہرا دی۔ ریکنکوف بدستور خاموش تھا۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" میں نے ہرمن سے پوچھا۔

وہ مکاری سے مسکراتے ہوئے بولا "یہ بات میرے لیے بھی حیران کُن تھی کہ جنرل پروزدکوف کو کامریڈ شمرالیوف اچانک کیسے یاد آ گیا۔ مجھے بہرحال معلوم تھا کہ تم کہاں گئے ہو، لیکن میں نے پروزدکوف کو بتانا مناسب نہ سمجھا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ کامریڈ شمرالیوف کی نقل و حرکت کا ریکارڈ میرے پاس نہیں اور اس کے لیے اُسے ریکنکوف سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

ریکنکوف کے لبوں پر بہت خفیف سا تبسم اُبھرا اور غائب ہو گیا۔ اس تبسم سے میرے لیے یہ جاننا کچھ دشوار نہ تھا کہ وہ ہرمن کے اس بیان کو لاف و گزاف سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کے اس تبسّم سے میری جان میں جان آئی اور میں نے تعریفی نگاہوں سے ہرمن کو دیکھتے ہوئے کہا:

"تم بہت ذہین ہو، ہرمن! اچھا کیا تم نے میرے بارے میں پروزدکوف سے کچھ نہیں کہا، مگر یہ بات میری عقل میں نہیں آتی کہ اُسے مجھ سے ایکا ایکی دلچسپی کیوں ہوئی۔"

ہرمن نے شانے اُچکائے اور کہا "یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں، مگر تسلی بخش جواب نہیں ملتا۔ بہرحال، میں نے اپنے طور پر جو تفتیش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروزدکوف کی تمہارے بارے میں پوچھ گچھ خالی از علت نہ تھی۔ اُسے اپنے ذرائع سے پتہ چلا تھا کہ جنرل سامن کی موت کے بارے میں برزنیف کو شبہات لاحق ہیں اور وہ ان کی تصدیق کرانا چاہتا ہے۔"

"بہت خوب!" ریکنکوف نے بالآخر زبان کھولی۔ "تم باکمال آدمی ہو، ہرمن! محکمے کو تم پر فخر ہونا چاہیئے۔"

"میرا خیال ہے ہم لوگ قہوے کا ایک ایک پیالہ اور پئیں" میں نے ریکنکوف سے کہا۔ "قہوہ میں بناتا ہوں۔"

"میں نہیں پیوں گا۔" ریکنکوف نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "تم اور ہرمن پینا چاہو تو پی سکتے ہو۔"

"نہیں، میں اب چلتا ہوں۔ بس یہی بات کہنے آیا تھا۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے اُسے اخلاقاً روکنے کی کوشش نہ کی۔

بیرونی دروازہ بند ہونے کی آواز سُن کر میں نے ریکنکوف سے کہا "ہرمن کی باتیں کہاں تک درست ہیں؟"

"ہرمن بدمعاش آدمی ہے۔" ریکنکوف نے نتھنوں سے دھواں خارج کرتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ دراصل اس ٹوہ میں ہے کہ اوپر کیا ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے پروزدکوف نے اسے فون کیا ہو اور تمہارے بارے میں یا کسی اور کے بارے میں کچھ پوچھا ہو۔ پروزدکوف سے ہر فعل ممکن ہے ... مگر میں حیران ہوں کہ برزنیف کہاں سے ٹپک پڑا۔"

"مجھے جس انداز اور جیسی عجلت میں ماسکو طلب کیا گیا اور اس کے لیے جو خصوصی اہتمام ہوا، اُس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سارے معاملے کے پیچھے برزنیف کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔" میں نے آہستگی سے کہا۔ "پھر یہ بھی تو دیکھئے زرزنسکی کلب میں سبھی موجود تھے، سوائے برزنیف اور اس کی بیوی کے، حالانکہ جنرل سامن اور برزنیف آپس میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہم زُلف تھے ...“

ریکنکوف برابر سگار پیتا اور دُھواں خارج کرتا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اندرونی طور پر سخت کرب کی حالت میں ہو۔ سگار کا ٹکڑا ایش ٹرے میں پھینک کر اُس نے کہا:

”مجھے ایک بات بتاؤ، کامریڈ شمرالیوف! کیا تم کبھی ذاتی طور پر برزنیف سے ملے ہو؟“

میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ ”جی نہیں ... مجھے ابھی تک یہ فخر حاصل نہیں ہُوا“۔

”لیکن ... مجھے معلوم ہے .... تم نے ایک مرتبہ برزنیف کی ہدایات پر ایک فریضہ سرانجام دیا تھا“۔

”بیشک .... یہ صحیح ہے۔ مگر اس وقت بھی میری ملاقات اُن سے نہیں ہوئی تھی“۔

میں نے کہا۔ ”یہ ۱۹۷۸ء کا ذکر ہے۔ امریکی صدر جمی کارٹر سے برزنیف کی ملاقات ویانا میں ہونے والی تھی۔ برزنیف کے ساتھ ویانا جانے والے صحافیوں کا جو گروپ تشکیل دیا گیا تھا، اس میں 'پراودا' کا ایک رپورٹر دیڈم بلکن بھی شامل تھا۔ دورے سے چند روز پہلے اس رپورٹر کو ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ایک گروہ نے اغوا کر لیا تھا۔ برزنیف کو اس رپورٹر کے اغوا کی اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ اُسے فوری طور پر برآمد کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے قرعۂ فال میرے نام پڑا تھا۔ میں آج تک حیران ہوں کہ برزنیف کو میرا نام کس نے بتایا اور یہ اہم فریضہ مجھے کس لیے سونپا گیا“۔

”اس مہم میں تمہارے ساتھ ایک اور شخص بھی شریک تھا۔“ ریکنکوف نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”کون تھا وہ؟“

”وہ ماسکو سی آئی ڈی کا کرنل وٹیلوف تھا“ میں نے کہا۔ ”اور عجب اتفاق ہے کہ جب میں سوشی میں تھا تو کرنل وٹیلوف بھی وہاں نمودار ہو گیا“۔

۱۹۷۸ء میں ریکنکوف چیف پبلک پراسیکیوٹر کے عہدے پر فائز نہیں تھا۔ بلکہ رُوسی اسٹیٹ پراسیکیوٹر آفس میں کام کر رہا تھا، تاہم مجھے یہ جان کر تعجب ہُوا کہ اُسے رپورٹر دیڈم بلکن کے واقعے کا بخوبی علم تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کرنل وٹیلوف نے اس معاملے میں میرا ساتھ دیا تھا۔

”اس زمانے میں، جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے، تمہارے ادارے کے جی بی کے بعض عہدیداروں کے مابین کچھ تنازعہ بھی تو اٹھا تھا؟“ ریکنکوف نے پوچھا۔

”جی ہاں — یہ بات بالکل درست ہے۔ کے جی بی کے لوگ سماج دشمن عناصر کی پشت پناہی کرتے تھے۔ ان کا رابطہ سمگلروں، نشہ آور دواؤں کا دھندا کرنے والوں اور اسی قبیل کے دوسرے افراد کے ساتھ استوار تھا۔ رشوت کا لین دین بہت وسیع پیمانے پر قائم ہو چکا تھا۔ کئی وزیر بھی اس کاروبار میں براہِ راست ملوث تھے۔ برزنیف اُن دنوں کے جی بی کا چیئرمین تھا۔ اُسے یہ تمام واقعات معلوم ہوئے۔ اُس نے اپنے بعض دیانت اور فرض شناس ماتحتوں کو اس کام پر لگایا کہ وہ مجرموں اور ان سے رابطہ قائم رکھنے والے کے جی بی کے عہدیداروں کا سراغ لگائیں اور ایسے ثبوت فراہم کریں جو ان بدمعاشوں کو حوالۂ قانون کرنے میں کارآمد ہوں، چنانچہ ہم لوگوں نے دن رات کوشش کر کے اس پورے نظام کا جائزہ لیا اور چار ایسے ٹھوس گواہ تیار کیے جو ان سب مجرموں کو بے نقاب کر سکتے تھے۔ لیکن دوسری طرف حریف بھی غافل نہ تھا۔ کے جی بی کے ان ایجنٹوں نے ایک گواہ کو سوئٹزرلینڈ میں ہلاک کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کار کے حادثے کا منصوبہ اس مہارت اور خوبی سے بنایا کہ سوئس حکومت بھی دھوکہ کھا گئی اور اُسے ذرّہ بھر شک نہ گزرا کہ یہ حادثہ دانستہ کرایا گیا تھا۔ جب ایک گواہ یوں ہلاک ہُوا تو ہمارے کان بھی کھڑے ہوئے اور ہم نے بقیہ تینوں گواہوں کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا کہ کے جی بی کے یہ بدنام لوگ ان کا بال بیکا نہ کر پائے۔ بعدازاں برزنیف نے چُن چُن کر ان سب کالی بھیڑوں کو کے جی بی سے نہ صرف نکالا، بلکہ اُنھیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔“

”بہت خوب!“ ریکنکوف نے کہا۔ ”برزنیف ہوشیار آدمی ہے۔ مجھے اُس کے حافظے کی داد دینی چاہیے کہ اُس نے ایک بار پھر پبلک پراسیکیوٹر کے ایک سپیشل انوسٹی گیٹر کو کارِ خاص کے لیے منتخب کیا۔ حقیقت میں یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، کامریڈ شمرالیوف!“

”بیشک ... لیکن ایسے اعزاز کا فائدہ کیا جس میں ہر لمحے جان جانے کا خطرہ سر پر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

منڈلاتا رہے"؟ میں نے منہ بنا کر کہا۔ ریکنکوف مسکرا دیا۔ پھر اس نے زرد فائل میری آگے کھسکاتے ہوئے کہا: "براہ کرم اس میں جو کچھ ہے، اُس پہ ایک نظر ڈال لو جس وقت تم کیفے ٹیریا میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، یہ کاغذات اُس وقت جنرل پروزدکوف کے دفتر سے موصول ہوئے تھے۔ میں انہیں دیکھ چکا ہوں، ان میں کام کی کوئی بات نہیں جنرل سائمن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ کے جی بی کے ملازم ڈاکٹروں سے حاصل کرنا آندروپوف یا پروزدکوف جیسی شخصیتوں کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسے جھٹلانے کی جرأت کون کرے گا۔ برزنیف بوجوہ سامنے آنا نہیں چاہتا۔"

"یہ سب کچھ میں سمجھتا ہوں، مگر سوال یہ ہے کہ میری حفاظت کا ذمے دار کون ہوگا زرزنسکی کلب میں جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا یا آسکتا تھا۔ اُسے میں اپنی خوش نصیبی کے سوا کوئی اور نام نہیں دے سکتا۔ وہاں ایک شخص کے سوا کوئی میرا ہمدرد نہ تھا... وہ بڑی آسانی سے مجھے ٹھکانے لگا سکتے تھے اور مجھے یقین ہے پروزدکوف نے اس کام کے لیے آدمی مقرر بھی کر دیے تھے جو کسی نامعلوم وجہ سے وہ مجھ پہ وار نہ کر سکے۔"

"سنو، کامریڈ شمرایوف، جس شعبے میں ہم لوگ کام کر رہے ہیں۔ وہاں ہر آن، ہر لحظہ خطرہ ہی خطرے ہیں۔ ان خطروں سے کھیلنے اور اپنے سر ہتھیلی پہ لیے پھرنے ہی کا ہمیں معاوضہ ملتا ہے۔ ہمیں بہرحال ایک ہی پارٹی کا ساتھ دینا ہے۔ اُس پارٹی کا جو طاقتور ہو۔ اگر ہم اُس کا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو وہ خود ہمیں راستے سے ہٹا کر دوسرے آدمی لے آئے گی لہٰذا یہ گلہ شکوہ سرے سے فضول ہے کہ جان کا خطرہ درپیش ہے۔ اب یہ بحث ملتوی کرو مجھے بتاؤ کہ جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے کے بعد تم نے کیا محسوس کیا۔ وہ طبعی موت مرا ہے یا اُس نے خودکشی کا ارتکاب کیا؟"

"میں نے اس کی کنپٹی پر زخم کا نشان دیکھا ہے جسے چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ یہ زخم یقیناً گولی کا تھا... سائمن طبعی موت ہرگز نہیں مرا۔ دو ہی باتیں ممکن ہیں۔ اُسے قتل کیا گیا، یا پھر اُس نے ریوالور اپنی کنپٹی پہ رکھ کر لبلبی دبائی۔ تیسری بات ممکن ہی نہیں اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان دونوں ممکنہ صورتوں میں پبلک پراسیکیوٹر آف

کارروائی کر سکتا ہے۔ کیا آپ شسلوف کو گرفتار کریں گے اور اُس پر کریمینل کوڈ کی دفعہ نمبر ۱۰۷ کے تحت مقدمہ چلا کر پانچ سال قید بامشقت کی سزا دلوائیں گے؟ یوری آندروپوف سے پوچھ گچھ کریں گے؟ آپ تو جنرل پروزدکوف اور کے جی بی کے دوسرے دو ڈپٹی چیئرمینوں سے بھی کچھ اُگلوانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ اس تماشے کا آخر کیا مقصد ہے؟"

"تمہارے تمام اعتراضات اور خدشے بالکل بجا ہیں، شمرایوف! مگر برزنیف کی خواہش یہی ہے کہ اس سارے معاملے کی تفصیلی تحقیق کے بعد رپورٹ تیار کی جائے۔ یہ رپورٹ کس طرح تیار ہوگی۔ اس سے برزنیف کو کچھ غرض نہیں۔"

دو سرخ ٹیلیفونوں میں سے ایک کی گھنٹی یکایک بجنے لگی۔ ہم دونوں دہشت زدہ سے ہو کر ٹیلی فون کو گھورنے لگے۔ یہ دیکھ کر کسی قدر اطمینان ہوا کہ جس فون کی گھنٹی چلّا رہی تھی وہ ہاٹ لائن والا نہیں تھا۔ ریکنکوف نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ "ہاں.... کاغذات پہنچ گئے ہیں۔ مجھے اس معاملے میں ابھی تک یقینی تفصیلات کا علم نہیں، کامریڈ سینوف! ہاں.... ہم کوشش کر رہے ہیں ... ہمارا طریقِ کار تو آپ جانتے ہی ہیں.... ذرا پیچیدہ ہے ... ہاں... یہ کیس اسپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ تمام معاملات قطعی راز میں رہیں گے۔ یہ بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے اس معاملے کی نزاکت کا اچھی طرح اندازہ ہے... میں شمرایوف کو بھی سمجھا دوں گا کہ یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ بہت بہتر، بہتر، جونہی مجھے اس ضمن میں مصدقہ معلومات حاصل ہوئیں، آپ کو آگاہ کر دوں گا۔"

اُس نے ریسیور کریڈل پر آہستگی سے رکھ دیا۔ ریکنکوف آہنی اعصاب کا مالک تھا، مگر میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اندر اور باہر سے بُری طرح ہل چکا ہے۔ اُس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ فون پہ گفتگو کرتے ہوئے اس نے دانستہ مجھے سنانے کے لیے سینوف کا نام لیا تھا اور اس بدمعاش سینوف کو پورے سوویت روس میں کون نہیں جانتا تھا۔ بڑے بڑے لوگ اس سے لرزتے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور کانپتے تھے۔ اس شخص کا ریکارڈ کم از کم ایک فرلانگ طویل ہوگا۔۔۔ وہ لو آندروپوف کا دایاں بازو تھا۔ اس سے آپ اس کے اثر و رسوخ اور ہیبت کا اند کر سکتے ہیں۔۔۔ اور اس کی جرأت دیکھیے کس طرح چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس فون کرتا ہے اور اُسے حکم دیتا ہے کہ سائمن کی موت کے بارے میں اگر کچھ تحقیق ہو ہے تو اُس سے اُسے آگاہ کیا جاتا رہے۔۔۔ اُسے یہ بھی علم ہے کہ مجھے، یعنی شمرایوف کیس کی چھان بین پر مقرر کیا گیا ہے۔

"کامریڈ سینوف اس معاملے میں خاصے فکرمند ہیں شمرایوف!" ریکنکوف نے ا ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اُس کا لب و لہجہ اگرچہ شریفانہ رہا، مگر اس لہجے عقب میں جو کچھ پوشیدہ تھا، میں اُسے بخوبی جان گیا ہوں، اُس نے دراصل فون دھمکی دی ہے کہ یہ معاملہ قطعی راز میں رکھا جائے۔ یعنی اوّل تو کسی تحقیق و تفتیش ک ضرورت نہیں، اور اگر یہ ناگزیر ہو تو بھی اسے "ٹاپ سیکرٹ" سمجھا ہوگا۔۔۔ اور ا مجھے احساس ہو رہا ہے کہ کوئی دم میں خود کامریڈ سُسلوف یا یوری آندروپوف نہ ٹیلیفون کرنے والے ہیں۔"

میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی پر اُبھرنے والے پسینے کے قطرے پُو ریکنکوف اپنی کرسی سے اُٹھ کر دوبارہ کمرے کے گوشے میں گیا۔ جہاں ایک چھوٹی سی میز پانی سے بھرا ہوا جگ اور شیشے کے گلاس دھرے تھے۔ اُس نے گلاس میں پانی بھرا ایک ہی سانس میں پی گیا۔ پھر دوسرا گلاس پُر کیا اور میرے پاس آیا۔ "پانی پیو، کامریڈ شمرا اور سمجھ لو کہ اب پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ تمھیں اپنی جان کی فکر لاحق ہے تھوڑی دیر پہلے تک مطمئن تھا کہ میری جان محفوظ ہے، لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ میر بھی تم سے کچھ مختلف نہیں ہوگا، بچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم وہی کچھ جو سینوف، پروزدکوف اور ان کا آقا آندروپوف چاہتا ہے، جتنی جلد ممکن ہو، اس کی تفتیش مکمل کریں اور شک کا فائدہ اُنہی لوگوں کو دے دیں، تاکہ یہ معاملہ ختم ہو جا

میں حیرت سے ریکنکوف کی شکل تکنے لگا "آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہم برزنیف

یہ رپورٹ دے دیں کہ سائمن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ وہ طبعی موت مرا ہے؟ مگر یہ کیسے ہوگا؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ برزنیف اس رپورٹ پر یقین کر لے گا؟ ہو سکتا ہے۔ اُس نے کسی اور کو بھی تفتیش کا فرض سونپ رکھا ہو۔۔۔ اگر اُس کی رپورٹ ہماری رپورٹ کے برعکس ہوئی تب ہمارا کیا حشر ہوگا، غالباً آپ نے اس پر غور نہیں کیا۔"

ریکنکوف نے گہرا سانس لیا اور نفی میں گردن ہلائی۔ "میرے کہنے کا مطلب وہ نہیں تھا جو تم سمجھ رہے ہو، کامریڈ! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لڑائی دراصل برزنیف اور آندروپوف میں ہو رہی ہے، ہم قطعی غیرجانبدار لوگ ہیں۔ لڑنے والے دونوں اپنی اپنی جگہ بہت طاقتور ہیں۔ کوئی کمزور نہیں۔ علاوہ ازیں وہ دونوں یا اُن کے آدمی براہ راست ہمارے محکمے سے عداوت نہیں رکھتے اور نہ وہ انوسٹی گیٹرز پر خواہ مخواہ حملہ کریں گے لیکن جونہی کسی فریق نے محسوس کیا کہ ہم غیرجانبداری ترک کر کے ایک فریق کی حمایت کر رہے ہیں دوسرا فریق ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہمیں ختم کر دے گا۔ اس لیے میری تجویز یہی ہے کہ دونوں میں سے کسی کو ناراض نہ کریں اور ایسا رویہ اختیار کیا جائے کہ ہمیں کم سے کم نقصان پہنچے۔"

"وہ رویّہ کیا ہونا چاہیے؟" میں نے پوچھا۔ ریکنکوف نے اس کا فوراً جواب نہ دیا، بلکہ میز کی دراز کھول کر سفید رنگ کا ایک" سا کاغذ نکالا۔ وہ کھڑے کھڑے اُسے دیکھتا رہا، پھر اس نے کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔

کاغذ کے اوپر، بائیں کونے میں چمک دار سُرخ رنگ میں یہ الفاظ اس ترتیب کے ساتھ چھپے ہوئے تھے۔

سیکرٹری جنرل آف دی سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی چیئرمین آف دی پریذیڈیم آف دی سُپریم سوویت پریذیڈنٹ آف دی ڈیفنس کونسل۔

لیونڈ الایچ برزنیف

یہ کاغذ گویا برزنیف کے خاص لیٹر ہیڈ کا تھا اور اس پر خود برزنیف نے اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی تھی۔

"چیف پبلک پراسیکیوٹر الیگزنڈر میکائلو یچ ریکنکوف کے نام۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"انوسٹی گیٹر کامریڈ شمرایوف کو ہدایات جاری کرو کہ وہ زلیوی گن کی موت کے اس
معلوم کرے۔ اس کام کے لیے کامریڈ شمرایوف کو مکمل اختیارات دے دیئے جائیں اُسے جا
کہ اس معاملے کی تہہ تک پہنچے۔ کامریڈ شمرایوف کی یہ رپورٹ مجھے ۳ فروری تک
جانی چاہیئے۔۔۔ لیونڈ برزنیف۔"

میرے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھیں۔ آنکھیں تارہ بن کر اس تحریر پر جمی تھ
سطریں بالکل سیدھی تھیں تاہم کہیں کہیں الفاظ کی بناوٹ بگڑی ہوئی تھی۔ اس سے یہ اندازہ
دشوار نہ تھا کہ برزنیف کے ہاتھ میں خفیف سی لرزش ہے۔ تحریر کا یہ انداز تحکمانہ تھا۔ ہم
لیے اس میں اطمینان کی بات یہ تھی کہ مجھے مکمل اختیارات دیئے گئے تھے اور اس
ساتھ جو چیز بدحواس کر رہی تھی، وہ ۳ فروری ۱۹۸۲ء کی تاریخ تھی۔ اس حساب سے
جنرل سائمن زلیوی گن کی موت کے اسباب کا کھوج لگانے اور رپورٹ مرتب کر کے برز
کے پاس بھیجنے کے لیے صرف بارہ دن دیلے گئے تھے۔ ظاہر ہے اتنے اہم اور نازک
کی تحقیقات کے لیے یہ مدت قطعی ناکافی تھی۔ لیکن اس مسئلے پر کسی بحث کی گنجائش ن

"کامریڈ شمرایوف"! ساؤنڈ پروف کمرے کے اندر ریکنکوف کی آواز گونجی۔
دونوں کس قدر خوش نصیب ہیں کہ برزنیف نے اپنے قلم سے ہمارا نام لکھا ہے۔
میرے مقابلے میں تم زیادہ ارجمند و سربلند ہو کہ اس نے تمھیں جو مکمل اختیارات دیے
وہ میرے پاس بھی نہیں۔ پھر تم نے یہ بھی دیکھا کہ برزنیف نے میرا نام کس قدر تک
اور رسمی انداز میں لکھا ہے۔ یعنی پورا نام۔۔۔۔ جبکہ تمھیں اس نے بے تکلفی سے محض
شمرایوف لکھا ہے۔"

"کیا یہ وقت اس قسم کے مذاق کے لیے مناسب ہے؟" میں نے سنجیدگی
"میری جان پر بنی ہے اور آپ کو تمسخر سوجھ رہا ہے۔"

"بھئی، میں بالکل سنجیدہ ہوں۔" ریکنکوف نے مسکرا کہا۔ "تم خواہ مخواہ پریشان
ہو۔ یہی خط اگر ہرمن کو ملتا تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو جاتا۔۔۔۔ اپنی قسمت پر رشک
برزنیف جیسی شخصیت نے اُسے ایسے اہم کام کے لیے منتخب کیا، اس کے معنی یہ
تمہاری صلاحیتوں پر برزنیف کو پورا پورا بھروسہ ہے۔"

"گویا اس مصیبت سے بچنے کا راستہ کوئی نہیں!" میں نے آہ بھر کر کہا۔ "یہ ممکن نہیں
کہ میں ایک دم بیمار پڑ جاؤں اور ہسپتال میں داخلہ لے لوں۔"

ریکنکوف نے نفی میں گردن ہلائی اور کہا: "یہ سب خیالات فاسد ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صورت
نہیں ہے، شمرایوف! یہ فریضہ تمھیں ادا کرنا ہی پڑے گا۔"

"اور اگر میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں تب؟"

"نہایت احمقانہ خیال ہے۔" ریکنکوف کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔ "سنو، اگر تم
بیماری کا بہانہ کرو گے تو تمھیں کوئی ڈاکٹر بیماری کا سرٹیفکیٹ نہیں دے گا۔ کوئی ہسپتال تمھیں
داخل نہیں کرے گا۔۔۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر تمھیں قبر کے اندر سے بھی باہر نکال لیا جائے
گا۔ اسی طرح تم استعفیٰ بھی نہیں دے سکو گے۔۔۔ اوّل تو میں تمہارا استعفیٰ منظور نہ کروں گا
کہ مجھے ابھی نہیں مرنا، بلکہ زندہ رہنا ہے۔ دوم یہ کہ بالفرض استعفیٰ منظور بھی کر لوں تو کیا
ہو گا؟ یہ شاید تم نے سوچا نہیں۔ تمھاری ورک بک پر جلی حروف میں لکھ دیا جائے گا کہ اس
شخص کو پورے ملک میں کہیں، کسی شعبے میں ملازمت نہ دی جائے۔ نتیجہ یہ کہ تمھیں کوئی چوکیدار
کی نوکری بھی نہ دے گا اور تم پر زندگی کے دن ایسے تلخ کر دیے جائیں گے کہ سوائے خودکشی
کے تمھارے پاس کوئی چارہ نہ رہے گا۔"

میں نے زرد رنگ کی فائل اپنے قریب گھسیٹ لی، اُس کے کور پر یہ عبارت جلی حروف
میں چھپی ہوئی تھی۔

"کے جی بی ـــ ٹاپ سیکرٹ ـــ کیس نمبر ۱۶/۱۰۶۵"

فائل حسبِ قاعدہ فیتے سے باندھی بھی نہیں گئی تھی، البتہ اُسے محفوظ بنانے کے لیے
ایک بڑا سا کلپ لگا یا گیا تھا۔ اس قسم کی فائلیں سوویت یونین میں بنائی نہیں جاتی تھیں، اس
لیے یہ بات یقینی تھی کہ وہ کسی دوسرے ملک سے خریدی گئی ہیں۔ بہرحال میں نے فائل
کھولی، اس میں کئی کاغذ رکھے تھے۔ سب سے اوپر والا کاغذ میں نے اُٹھایا اور پڑھنا شروع
کر دیا۔۔۔ "ٹاپ سیکرٹ"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک واردات کی تحقیقات کا آرڈر جسے سویت یونین کے چیف پبلک پراسیکیوٹر اے ریکنکوف کی انھارٹی کے تحت جاری کیا گیا۔

ماسکو۔۔۔۔۲۲ر جنوری ۱۹۸۲ء

"خصوصی اطّلاعات کے مطابق اس امر کا شبہ کیا جاتا ہے کہ کے جی بی کے فرسٹ ڈپٹی چیئرمین جنرل ایس کے زیوی گن کی موت نہایت پُراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ سپیشل انوسٹی گیٹر شمرالیوف کو جنرل موصوف کی موت کی تحقیقات پر مامور کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جو رپورٹ تیّار کی گئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

"جنرل زیوی گن کی رہائش ۶۔ اے کا شالوف سٹریٹ اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں ہے۔ یہ اپارٹمنٹ کے جی بی کی آپریشن برانچ کی ملکیّت ہے۔ ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن، دو بج کر ۳۷ منٹ پر جنرل زیوی گن کی لاش اس کے پرسنل باڈی گارڈ میجر لے پی گیوریلکو نے دریافت کی۔ اس وقت جنرل زیوی گن کو مرے ہوئے خاصی دیر گزر چکی تھی۔ لاش کے ابتدائی معائنے سے پتہ چلا کہ یہ موت غیر طبعی حالات میں واقع ہوئی ہے۔۔۔۔

"چونکہ پارٹی کے اندر، کے جی بی کے ادارے میں اور پولٹ بیورو کے ارکان کی نگاہ میں جنرل زیوی گن کی ایک خاص حیثیت تھی۔ اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ عوام کو اس حادثاتی موت کی خبر نہ دی جائے، اور عوام کو ان حالات و واقعات سے آگاہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں جن کے زیرِ اثر جنرل کی موت واقع ہوئی۔ اخبارات کو احکام جاری کیے گئے کہ وہ صرف اس مضمون کی خبریں دیں کہ طویل بیماری کے بعد جنرل زیوی گن وفات پا گئے۔ تاہم کے جی بی اپنے طور پر زیوی گن کا پوسٹ مارٹم کرائے گی اور اس کی رپورٹ مرتّب کی جائے گی، جو اسی فائل میں موجود ہے۔۔۔۔

" زیوی گن کی موت کے بارے میں کے جی بی نے اپنے ذرائع سے ایک انکوائری کمیشن فوری طور پر قائم کیا۔ اس خصوصی انکوائری کمیشن کا سربراہ پی وی کربانوف کو بنایا گیا۔ کربانوف نے زیوی گن کے اپارٹمنٹ کا معائنہ کیا اور لاش بھی دیکھی۔ کمیشن کے دوسرے ارکان نے بھی موقع پر جا کر تفتیش کی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زیوی گن کی موت پیشانی کے دائیں جانب

آنے والے گہرے زخم کے باعث واقع ہوئی۔ یہ زخم نو ایم ایم ریوالور کی گولی سے آیا اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ ہتھیار جنرل زیوی گن کا تھا۔ چلے ہوئے کارتوس کا خول بھی لاش کے پاس ہی سے دستیاب ہُوا۔۔۔۔

"کمیشن کے فاضل ارکان کا متفقّہ بیان ہے کہ زیوی گن کو قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس نے اپنے ریوالور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کیا۔ یعنی اس نے خودکُشی کی ہے اور بہتر ہو گا کہ اس کی اطلاع سوویت عوام کو نہ دی جائے۔ اس ضمن میں کسی نئی تحقیق کی ضرورت بھی نہیں۔۔۔۔

"مندرجہ بالا واقعات کے باوجود آج یعنی ۲۲ جنوری صبح پانچ بج کر چالیس منٹ پر سی پی ایس یُو کے سیکرٹری جنرل کامریڈ لیونڈ برزنیف کی جانب سے ذاتی نوعیت کی تحریری ہدایات چیف پبلک پراسیکیوٹر کے نام بھیجی گئی ہیں۔ ان ہدایات میں درج ہے کہ زیوی گن کی موت کے واقعات اور اسباب کی نئے سرے سے تفتیش کی جائے۔ چنانچہ ان ہدایات کی تعمیل میں چیف پبلک پراسیکیوٹر نے زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین کے لیے درج ذیل بنیادوں پر ایک سپیشل انوسٹی گیٹر کا تقرر کر دیا ہے۔ چیف پراسیکیوٹر کو سوویت کریمینل کوڈ کی دفعات ۱۰۸ اور ۱۱۲ کے تحت اس ضمن میں پہلے ہی اختیارات حاصل ہیں کہ اگر وہ چاہے تو مملکت کے کسی بھی شہری کی طبعی یا غیر طبعی موت کی تحقیقات کا حکم جاری کر سکتا ہے تحقیقات کے لیے یہ وجوہ مناسب اور وقیع سمجھی گئی ہیں۔

ا۔ یہ کہ جنرل زیوی گن کو خودکشی پر مجبور کیا گیا۔

ب۔ یہ کہ کے جی بی کے موجودہ چیئرمین یُوری آندروپوف کے حکم سے سنٹرل انوسٹی گیشن اپارٹمنٹ نے زیوی گن کی موت کے بارے میں جو تحقیق یا تفتیش کی ہے، وہ قطعی ناکافی اور غیر تسلّی بخش محسوس ہوتی ہے۔

ج۔ یہ کہ زیوی گن کی موت کے اصلی اسباب جاننے کی کوشش نہیں کی گئی اور معاملہ رسمی کارروائی کے ذریعے ختم کر دیا گیا۔

د۔ یہ کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس، اپنی قانونی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے، زیوی گن کی موت کا کیس اپنے دائرہ اختیار میں لینے کا حق رکھتا ہے۔ دستخط

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اب مہربانی کر کے زیادہ وقت ضائع نہ کرو، کامریڈ" ! ریکنکوف نے کہا "اس کاغذ پر اطمینان سے دستخط کر دو اور فائل میں لگا دو"۔

"وہ تو میں کیے دیتا ہوں، لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کاغذ پر آپ کی خصوصی مہر اور دستخط کیوں نہیں۔"

اور اس سے پہلے کہ ریکنکوف جواب دے، ایک بار پھر اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ہرمن کاراکوز اندر آگیا۔

رات کے دس بجے جب میں پبلک پراسیکیوٹر کی عمارت سے باہر نکلا، سڑکوں پر حسب معمول روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ٹریفک کا وہی شور تھا۔ دکانیں، شاپنگ پلازہ اور مارکیٹیں بند پڑی تھیں۔ تاہم شراب خانوں میں لوگوں کا ویسا ہی ہجوم تھا۔ جیسا ہوا کرتا ہے۔ ہرمن نے بہت کہا کہ وہ مجھے اپنی جیپ میں میرے فلیٹ تک چھوڑ آئے گا، مگر میں ذرا پیدل چلنا چاہتا تھا۔ یخ بستہ مچھلی کے دو پیکٹ جو میں نے نینا کیلئے خریدے تھے بدستور میرے ہاتھ میں تھے۔

دفتر سے میرا فلیٹ بمشکل سے نصف میل دور ہوگا اور یہ سارا علاقہ ہمیشہ آباد اور روشن رہتا ہے۔ خواہ آپ رات کے کسی بھی حصّے میں گھر سے نکل آئیں، لوگ سڑکوں پر چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ مجھے یہ فلیٹ سوویت حکومت نے عطا کیا تھا۔ اس میں تین کمرے، دو باتھ روم، ایک کچن اور ایک سٹور تھا۔ مجھ ایسے شخص کے لیے جس کی بیوی مر چکی تھی اور ایک لڑکا چھوڑ گئی تھی۔ یہ چھوٹا سا فلیٹ ہر طرح مناسب تھا۔ لڑکا بورڈنگ ہاؤس میں رہتا اور کبھی کبھار مجھ سے ملنے آجاتا۔ یا مجھے فرصت ملتی تو میں اُسے وہیں جا کر دیکھ لیا کرتا۔ پیدائش کے ٹھیک دو سال بعد ریاست کے قانون نے میرا بیٹا مجھ سے یہ کہ کر لے لیا تھا کہ اب اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمّہ داری ریاست پر ہوگی اور بچے کے والدین کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ کچھ عرصے بعد میری بیوی بیمار ہوئی اور چل بسی۔ میرے پیشہ ورانہ فرائض اس قسم کے تھے کہ دوسری شادی کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا۔

حقیقت میں مجھے دوسری شادی کی ضرورت ہی نہ تھی جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ سوویت یونین میں اگر مرد، عورت باہمی رضامندی سے ایک ہی مکان میں رہنا چاہیں تو قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور زوجیّت میں منسلک ہونے پر کوئی مجبور نہیں کرتا۔ اس دوران اگر اولاد پیدا ہو جائے تو وہ قانون کے مطابق جائز سمجھی جاتی ہے۔ اولاد جائز ہو یا ناجائز دونوں صورتوں میں بعض غیر معمولی استثنائی معاملات کے سوا، ریاست ہی کی ملکیّت متصوّر ہوتی ہے۔

نینا کو میں نے پہلے پہل ایک سرکس میں جھُولے پر ہوشرُبا کمالات دکھاتے پایا۔ دو تین ملاقاتیں ہوئیں اور ایک دن وہ میرے فلیٹ پر آگئی۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ جب اُس کا جی چاہتا، سرکس میں کام کرنے چلی جاتی۔ اس نے اخراجات کا بوجھ مجھ پر کبھی نہ ڈالا اور نہ وہ میرے معاملات میں مداخلت کرتی۔

میرا فلیٹ پانچویں منزل پر تھا۔ یہاں حکومت نے اپنے دوسرے اور تیسرے درجے کے ملازمین کی سہولت کے لیے ایک ہزار فلیٹ تعمیر کئے تھے اور ہر ملازم کو کرائے کے بغیر ہی اُن میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کے اخراجات بہرحال ادا کرنے پڑتے تھے اور ان سہولتوں کے استعمال کی بھی ایک حد مقرر تھی۔

اپنے فلیٹ کے ذریعے پانچویں منزل پر اپنے فلیٹوں کے دروازے تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بند دروازے کی نچلی درز سے روشنی کی کرنیں باہر آرہی تھیں۔ گھڑی میں وقت دیکھا، ساڑھے دس بجے تھے۔ قاعدے کے مطابق ٹھیک دس بجے غیر ضروری بتیّاں بجھا دی جاتی تھیں اور کاریڈور میں کم طاقت کے بلب ہی روشن رکھے جا سکتے تھے۔ میں نے خیال کیا شاید نینا بتی بجھانا بھول کر سو چکی ہے۔ میں نے کال بیل پر اُنگلی رکھی اور فلیٹ کے اندر گھنٹی بجنے کی مدھم سی آواز میرے کان میں آئی۔ میں منتظر تھا کہ ابھی نینا خمار آلود اور تھکی ہوئی آواز کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوگی، مگر ایسا نہ ہُوا۔ میں نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔ اس مرتبہ بھی ایک منٹ انتظار کے باوجود جواب نہ ملا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے غصّہ آیا کہ نینا اتنی گہری نیند سو رہی ہے، حالانکہ وہ پہلی گھنٹی کی آواز

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہی پر بیدار ہو جایا کرتی تھی ـــــــ سوچا شاید وہ آج کچھ زیادہ ہی پی گئی ہوگی۔ میں نے اوورکوٹ کی اندرونی جیب سے وہ کنجی نکالی جو ایسے ہی موقع کے لیے رکھی تھی۔

دروازہ کھول کر میں اندر گیا۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا مشترکہ ڈرائنگ رُوم تھا۔ اس کی دونوں ٹیوبیں روشن تھیں۔ شمالی دیوار کے ساتھ رکھا ہُوا پورٹیبل رنگین ٹی وی آن تھا۔ اس پر کوئی دستاویزی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نینا سو نہیں رہی تھی بلکہ ٹی وی دیکھ رہی تھی اور شاید وہ باتھ روم میں ہوگی۔ اس تصوّر سے مجھے کسی قدر اطمینان ہُوا اور میں وہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ دستاویزی فلم دلچسپ تھی۔ اس میں دکھایا گیا تھا کہ سوویت یونین میں کھیلوں کا سامان بنانے کے لیے جو نئی نئی فیکٹریاں کھولی گئی ہیں وہ کس طرح کام کرتی ہیں۔ میں اس فلم میں اتنا محو ہُوا کہ دس پندرہ منٹ گزر گئے۔ نینا ابھی تک نہیں آئی تھی۔ احساس ہُوا شاید وہ بیڈروم میں سو رہی ہو اور ٹی وی آف کرنا بھول گئی ہو۔ چنانچہ میں نے ٹی وی بند کیا۔ دونوں ٹیوبیں آف کیں اور بیڈروم میں داخل ہُوا۔ بیڈروم کی ایک ٹیوب روشن تھی۔ لیکن نینا وہاں بھی نظر نہ آئی۔ پلنگ پر چادریں اور الیکٹرک کمبل بے ترتیبی سے پڑے تھے۔ میں نے آہستگی سے آواز دی۔

”نینا۔۔۔ نینا۔۔۔ کہاں ہو تم؟ کیا تم باتھ روم میں ہو؟“

فلیٹ میں سناٹا ہی سناٹا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر باتھ روم کا بند دروازہ کھٹکھٹایا اس لیے کہ اس کے اندر سے بھی روشنی آ رہی تھی۔ نینا یقیناً باتھ روم کے اندر تھی۔ میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند نہ تھا۔ نینا ٹب میں نہا رہی تھی۔ یا یوں کہیے کہ نہا چکی تھی۔ ٹب پانی سے لبالب بھرا ہُوا تھا۔ مگر اُس میں صابن کا جھاگ بالکل نہ تھا۔ میں نے قریب جا کر نینا کا جائزہ لیا۔ وہ میری کسی آواز یا پکار کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ شدّتِ کرب سے اس کی خوبصورت آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں اور نصف زبان بھی مُنہ سے باہر جھانک رہی تھی۔ اُس کی گردن پر کسی قسم کا نشان نہ تھا، تاہم پہلی نظر ہی میں معلوم ہو گیا کہ وہ مر چکی ہے، اور اس کی موت اُسی ٹب میں ڈوب کر دم گھٹنے سے واقع ہوئی ہے۔ لیکن۔۔۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ نینا اس مختصر سے ٹب میں نہاتے ہوئے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ڈوب کر مری ہے۔ صریحاً کسی نے اُسے پکڑ کر پانی سے بھرے ٹب میں ڈالا اور پھر اس وقت تک تہہ میں دبائے رکھا جب تک اس کا دم نہ نکل گیا۔۔۔۔ دہشت کی نئی لہر میری ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔۔۔ میں نے نینا کو اُسی طرح ٹب میں پڑا رہنے دیا، باتھ روم کی بتی بجھائی، دروازہ بند کیا اور واپس بیڈروم میں آن کر ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا اور ریگنکوف کے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

ریگنکوف کے گھر کا فون ڈائل کرتے ہوئے میری اُنگلیاں تھرّا رہی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ میرے فلیٹ میں ایک ایسی عورت کا قتل ہو چکا تھا جو میری قانونی بیوی نہیں تھی اور محض اپنی رضامندی سے میرے ساتھ رہتی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ حریفوں نے پہلا وار کر دیا تھا۔ میں خوب جانتا تھا کہ نینا کو موت کے گھاٹ اتارنے والا کون ہو سکتا ہے اور مجھے یہ بھی علم تھا کہ اس کی نینا سے براہِ راست کوئی دشمنی نہ تھی۔ بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا ہوگا کہ نینا کون ہے، لیکن اس نے بہرحال اپنے پالتو اور زر خرید آدمیوں کے ذریعے نینا کو نہایت سنگدلی اور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہلاک کرا دیا تھا۔ وہ دراصل مجھے بتانا چاہتا تھا کہ میں جس مہم پر نکلا ہوں اُسے سر کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا، اور جس طرح وہ نینا کو میرے فلیٹ میں گھس کر آسانی سے مار سکتے ہیں۔ اسی طرح مجھے کسی لمحے موت کے تاریک غار میں دھکیلنے پر قادر ہیں۔ یُوں وہ مجھے ڈرا رہے تھے۔ ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ میں خوف زدہ ہو جاؤں۔ اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ میں واقعی خوف زدہ ہو چکا تھا۔ مجھے اتنی جلد اس حادثے کی توقع نہ تھی۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر جنرل پروزروف یا اس کے آدمی وار کریں گے تو ان کا نشانہ میری ذات ہوگی۔۔۔۔ اگر مجھے ذرا بھی احساس ہو جاتا کہ وہ بے چاری نینا کو اس خطا پہ ہلاک کر ڈالیں گے کہ وہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ تو میں زرزنسکی کلب سے نکل کر اپنے آفس ہرگز نہ جاتا اور فلیٹ پر پہنچ کر نینا کو بچا لیتا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ نینا واپس نہیں آ سکتی تھی اور اب ان قاتلوں کا ہاتھ کسی بھی وقت میری گردن تک دراز ہو سکتا تھا۔ بلاشبہ میرے پاس اپنی حفاظت اور بچاؤ کا سامان موجود تھا اور میرے وسیع اور بے پناہ اختیارات بہ اطمینان دلانے کے

لیے کافی تھے کہ مجھ پر سات خون معاف ہیں. مگر جو کام میرے سپرڈ ملک کے سب سے طاقت ور شخص نے کیا تھا، اُسے بہرحال ایک مقرّرہ تاریخ تک پایۂ تکمیل کو پہنچانا میری ذمّے داری تھی۔ یہ تھوڑا سا وقت اگر مَیں حریفوں سے ہاتھا پائی یا خون خرابے میں گزار دیتا تو میرا انجام آخر میں نینا سے کچھ مختلف نہیں ہو سکتا تھا. دشمنوں کی کوشش تو یہی تھی کہ مَیں اصل کام سے ہٹ جاؤں اور اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر دوں اور اسی میں اُن کی کامیابی تھی۔ اُس لمحے بھی جبکہ مَیں ریکنکوف کے مکان کا فون ڈائل کر رہا تھا، یقینی بات تھی کہ نینا کے قاتل میرے آس پاس ہی کہیں چھُپے ہوئے اور مجھے پوُری طرح اپنی نگاہ میں رکھّے ہوئے تھے ——— مجھے یہ معلوم تھا کہ میرا فون ٹیپ کیے جانے کے انتظامات بھی کر دیے گئے ہوں گے، تاہم مَیں اپنے افسرِ اعلیٰ کو اس صورتِ حال سے بے خبر تو نہیں رکھ سکتا تھا۔ مجھے فوراً ہی اُسے اطّلاع دینی تھی۔

دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اُٹھایا اور مَیں نے اپنے کان میں ریکنکوف کی مانوس آواز سُنی.... مَیں نے اُسے مختصر الفاظ میں اس واردات سے آگاہ کیا۔ "کامریڈ شمرالیوف فون بند کر دو. . . یہ ایسی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ تم نے اس وقت مجھے پریشان کیا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "تم بے حد تھکے ہوئے ہو اور غالباً تم نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا... اچھے بچّے بنو.... لباس تبدیل کرو..... اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

"مگر..." مَیں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ ریکنکوف نے میری بات کاٹ دی۔

"کیا تم میرے احکام کی تعمیل سے انکار کرتے ہو کامریڈ شمرالیوف؟" ریکنکوف کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "مَیں نے جو کچھ کہا ہے، اُسے دُہرانے کا عادی نہیں، اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو... شب بخیر..."

اُس نے زور سے ٹیلی فون کریڈل پر ریسیور پٹخ دیا۔ چند لمحوں تک مَیں ہکّا بکّا اپنے فون کا ریسیور ہاتھ میں تھامے کھڑا رہا۔ مجھے اپنے کانوں پر دھوکا ہو رہا تھا کیا یہ آواز اور لب و لہجہ ریکنکوف ہی کا تھا؟ مجھے یاد نہیں کہ اس نے اپنے ماتحتوں سے کبھی اس لب و لہجے میں گفتگو کی ہو. وہ نہایت دھیمے مزاج اور شائستہ طبیعت کا مالک تھا... پھر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ کیا بات تھی؟ اس نے میری پریشانی پر ذرّہ بھر حیرت کا اظہار کیا نہ ایسے ردّعمل کا پتہ دیا جس سے مجھے کچھ تسکین ہوتی اور خوف کی اُس دلدل سے نکلنے میں آسانی رہتی جو نینا کے ہولناک قتل کے بعد مجھے نگلنے کے لیے تیّار تھی. جی میں آیا کہ دوبارہ ریکنکوف کو فون کروں، لیکن دفعتہً اُس کے اس دُرشت رویّے کا سبب میری کھوپڑی میں آگیا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا فون ٹیپ کیا جا رہا ہو گا اور ہمارے مابین ہونے والی ساری گفتگو کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر میں بعض لوگ سُن رہے ہوں گے۔

یہ بات تو مجھے بھی معلوم تھی، مگر مَیں شدّتِ جذبات یا صدمے کی وجہ سے اُسے قطعاً فراموش کر گیا تھا۔

مَیں نے ریسیور اپنے فون کے کریڈل پر رکھ دیا۔ میں جان گیا تھا کہ ریکنکوف کی خفیہ مشینری پوُری تیز رفتاری اور قوت سے حرکت میں آچکی ہو گی. اُس نے مجھے اچھے بچّے کی طرح لباس تبدیل کر کے آرام سے بستر پر لیٹنے اور سو جانے کی ہدایت کی تھی. اس کے معنی یہ تھے کہ اس نے اپنے خاص آدمیوں کو میرے فلیٹ کی حفاظت کے لیے اب تک روانہ کر دیا ہو گا اور اب مجھے واقعی وہی کرنا چاہیے تھا جو ریکنکوف کا حکم تھا۔

ایک بار پھر مَیں نے اپنے فلیٹ کا جائزہ لیا... باتھ روم کے ٹب میں نینا کی لاش اُسی طرح پڑی تھی. میں نے یکے بعد دیگرے تمام کمروں کی بتّیاں گُل کر دیں اور اپنے بیڈروم میں واپس آ گیا. ریکنکوف کے حکم کی تعمیل میں مَیں نے کپڑے تبدیل کیے اور اپنے بستر میں گھُس گیا۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد مَیں گہری نیند کے مزے لُوٹ رہا تھا۔

ابھی سورج، گہری کہر سے نہیں نکلا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بھیانک آواز میں چلانے لگی. مَیں نے بستر کے سرہانے رکھّی ہوئی چھوٹی سی میز سے انٹرکام فون اٹھا کر پہلا بٹن دبایا. دروازے پر ایک چھوٹا سا اسپیکر لگا ہوا تھا. مَیں نے اپنے انٹرکام پر پوچھا کون ہے؟ جواب میں ریکنکوف کی آواز آئی: "کیا ابھی تک خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہو"؟ مَیں نے الیکٹرک کمبل ایک طرف اچھالا اور بدحواس ہو کر دروازے پر گیا. ریکنکوف

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حسبِ عادت مسکرا رہا تھا۔ اُس نے دروازے کے اندر داخل ہو کر میرا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا: "افسوس ہے، کامریڈ شمرالیوف! تمھیں اس محکمے میں کام کرتے اتنے برس ہو گئے اور ابھی تک عقل نہیں آئی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس قدر احمق بھی ہو سکتے ہو..... کیا تم یہ بھول گئے کہ ٹیلی فون پر ہماری گفتگو ریکارڈ کی جا رہی ہو گی"؟

میں نے ندامت سے گردن جھکا کر کہا: "نینا کے قتل نے مجھے اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ..."

"خیر خیر، بس کرو۔" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے روک دیا۔ پھر جیب سے ایک چھوٹا سا الیکٹرانکس آلہ نکال کر دیواروں کا معائنہ کرنے لگا۔ اُس نے مجھے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ فلیٹ میں چھپائے گئے اُن نازک اور حساس آلات کی تلاش میں ہے جو ممکن ہے، اسی مقصد کے لیے، کے جی بی کے آدمی نینا کو ہلاک کرنے کے بعد کہیں لگا گئے ہوں۔ تمام کمرے اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد ریکنکوف نے مطمئن ہو کر وہ آلہ جیب میں رکھ لیا۔

"مجھے افسوس ہے شمرالیوف..." اُس نے کہا۔ "نینا بہت خوبصورت لڑکی تھی... اُسے ابھی مرنا نہیں چاہیئے تھا۔"

"آیئے، میں آپ کو اس کی لاش دکھا دوں..." میرا لہجہ افسردہ ہو گیا۔ "اُسے نہایت بے دردی سے مارا گیا ہے۔"

میں ریکنکوف کو باتھ روم کی طرف لے گیا۔ دروازہ کھولا تو میرے حواس جاتے رہے۔ باتھ روم پہلے کی طرح صاف شفاف تھا۔ لیکن نینا کی لاش وہاں نہیں تھی۔ میں بے وقوفوں کی طرح باتھ رُوم میں اِدھر اُدھر نینا کی لاش یوں ڈھونڈنے لگا جیسے وہ کوئی سُوئی تھی۔

ریکنکوف نے آہستہ سے کہا: "میرے آدمی لاش لے جا چکے ہیں، اب تم اُسے اپنے ذہن سے کھرچ دو..... بھول جاؤ کہ نینا نام کی کوئی لڑکی کبھی تمہاری زندگی میں داخل ہوئی تھی، یوں سمجھو جیسے تم نے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تم اُسے بالکل نہیں جانتے تھے... بس اسی میں تمہارا بچاؤ ہے۔ ویسے بھی ہم جس کام میں اُلجھے ہوئے ہیں، وہ ہمیں کسی لمبی چوڑی تفتیش کی اجازت نہیں دیتا۔"

میں حیرت اور خوف کے ملے جُلے تاثرات کے ساتھ ریکنکوف کی صورت تکنے لگا۔

"لیکن اتنا تو بتا دیجئے کہ نینا کی لاش آپ کے آدمی کس وقت یہاں سے لے گئے؟" میں نے پُوچھا۔

"اُس وقت جب تم میرے کہنے کے مطابق کسی اچھے بچّے کی طرح گہری نیند سو رہے تھے۔" ریکنکوف کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"اور میری آنکھ نہیں کھُلی!" میں نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے"۔

"فضول بحث میں وقت مت ضائع کرو، کامریڈ!" ریکنکوف نے کہا۔ "میرے آدمی چاہتے تو تمھیں قتل بھی کر سکتے تھے۔ لیکن وہ تمھیں قتل کرنے نہیں آئے تھے۔ بلکہ بچانے کے لیے آئے تھے.... ویسے بھی تم اطمینان رکھو، کوئی شخص تمھیں قتل نہیں کرے گا... تمھیں قتل کرنے کی حماقت بھلا کون کر سکتا ہے؟"

"وہی لوگ جنھوں نے نینا کو قتل کیا ہے، یہ حماقت کر سکتے ہیں"۔

"معلوم ہوتا ہے تم اپنے ذہنی توازن سے محروم ہو چکے ہو کامریڈ شمرالیوف!" ریکنکوف نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جن لوگوں نے نینا کو قتل کیا وہ تمھیں صرف دھمکانا چاہتے ہیں تاکہ جو فرائض تمہارے سپرد کیے گئے ہیں۔ اُن کی تعمیل یا تکمیل میں تاخیر ہو جائے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ تمھیں کس نے یہ فرائض سونپے ہیں۔ اگر تمھیں راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے تو ہٹانے والے خود بھی نہیں بچ سکیں گے۔ وہ تمھیں مارنے کے بجائے زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے، یا یوں کہو کم از کم اس تاریخ تک تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو گا جو تاریخ تمھیں بے پناہ اختیارات کے ساتھ اس سرزمین کے سب سے طاقتور آدمی نے دی ہے ــ یعنی ۳ فروری ۱۹۸۲ء۔"

"گویا اس تاریخ کے بعد سے یقین کر لینا چاہیئے کہ میری زندگی دوسروں کے رحم و کرم پر ہو گی؟"

ریکنکوف مسکرایا: "ہم سب ایک دوسرے کے رحم و کرم ہی پر جی رہے ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کامریڈ .... زندگی کی ضمانت بھلا کون دے سکتا ہے"!

میرا خون گرم ہونے لگا اور اس سے پہلے کہ میں واقعی عقل و خرد سے بیگانہ ہو جاتا ہرمن کارا کوز کی صورت نظر آئی۔ اُس کا چہرہ خلافِ معمول بے حد سنجیدہ تھا اور آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ریکنکوف نے گردن کے اشارے سے اسے خوش آمدید کہا۔ پھر وہ دونوں آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔ اس کے بعد ریکنکوف نے مجھ سے کہا: "میرا خیال ہے تمھیں اپنے کام کی طرف پوری توجہ دینی چاہیئے۔ یہ ضروری ہے .... بقیہ باتیں تمہیں ہرمن سمجھا دے گا۔"

ریکنکوف کے جانے کے بعد، ہرمن مجھے فلیٹ سے باہر لے آیا۔ اُس نے پیش کش کی کہ وہ اپنے خرچ پر مجھے بہترین ناشتہ کرائے گا۔ ہم دونوں خاموشی سے لفٹ میں سوار ہوئے اور بلڈنگ سے باہر آ گئے۔ ہرمن کی سرکاری جیپ موجود تھی۔ جیپ کے قریب جا کر وہ رُکا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہنے لگا: "سنو! سب مجھے نیتا کی موت سے رنج ہُوا ہے۔ مگر تم اُسے وقتی طور پر بھول جاؤ .... تمہارے سامنے ایک مشکل مرحلہ ہے ....؟"

مَیں نے اثبات میں گردن ہلائی: "ہاں، مَیں جانتا ہوں، اور یہ بھی مجھے علم ہے کہ مَیں خود کچھ نہیں ہُوں .... مگر .... مجھے یہ بتاؤ کہ ماسکو میں کیا ہو رہا ہے۔ کے جی بی والے ہمارے ٹیلی فون ٹیپ کیوں کر رہے ہیں؟ انھیں ہمارے محکمے سے کیا خطرہ لاحق ہے؟ کیا یہ ضروری تھا کہ نیتا کو اس سفّاکی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا؟"

"کے جی بی کے آندروپوف اور برزنیف میں پُرانی رقابت ہے ....!" ہرمن نے دبی آواز میں کہا۔ "برزنیف کا خیال ہے کہ اس کے ہم زُلف زیوی گن کی خود کُشی محض ڈرامہ ہے یہ خود کشی نہیں، قتل کی واردات ہے جسے نہایت فن کارانہ انداز سے خود کُشی کی واردات میں بدل دیا گیا ہے .... پروزوکوف اور آندروپوف وغیرہ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ زیوی گن پر قابو پایا جا سکے۔ زیوی گن کو تم جانتے تھے .... ملک کے تمام بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد اور تنظیموں سے اس کا گہرا تعلق تھا .... لیکن کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ اس لیے

نہیں ہوتا تھا کہ وہ برزنیف کا رشتے دار تھا .... اس کے باوجود کے جی بی نے اُسے پکڑنے اور رسوا کرنے کا فیصلہ کر لیا .... دو ہفتے قبل ماسکو میں آپریشن کا سکینڈ شروع کیا گیا۔ اُس آپریشن کے بارے میں تم پہلے ہی سُن چکے ہو۔ اس آپریشن کی تفصیلات اس ہوشیاری سے طے کی گئیں کہ بظاہر اس میں کوئی غیر معمولی پہلو نظر نہیں آتا تھا۔ اسمگلروں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والوں کے خلاف اس نوع کے آپریشن اکثر و بیشتر ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مگر اندرونی طور پر یہ آپریشن صرف اس لیے کیا جا رہا تھا کہ زیوی گن کو پھانسا جائے اور اس کے کرتوت اگر سامنے آ جائیں تو اس سے براہِ راست برزنیف پر زد پڑ سکتی تھی۔ بس یہی کے جی بی کے چیئرمین کا اصل مقصد تھا .... دوسری غیر معمولی بات اس ضمن میں یہ ہوئی کہ جرائم پیشہ یا پبلک دشمن افراد کے خلاف جب بھی اس قسم کے آپریشن کئے گئے، اُن سے برزنیف اور زیوی گن کو آگاہ کیا جاتا تھا۔ اس مرتبہ آپریشن کا سکینڈ اچانک شروع کیا گیا اور اس کی اطّلاع برزنیف کو دی گئی نہ زیوی گن کو ہوا لگنے پائی۔ نتیجہ یہ کہ بہت سے ایسے افراد پکڑے گئے جن کا پکڑا جانا زیوی گن کے لیے کسی طور مفید نہ تھا۔ اس آپریشن کی اگر پہلے سے اطّلاع زیوی گن کو ہو جاتی تو وہ ان بدمعاشوں کو فوراً آگاہ کر دیتا اور وہ زیرِ زمین چلے جاتے .... یہ وہ لوگ ہیں جن سے بھاری رشوتیں، زیوی گن گذشتہ کئی برسوں سے وصول کرتا رہا — زیوی گن کی یہ حرکتیں بہرحال برزنیف سے بھی پوشیدہ نہیں تھیں اور ہماری اطّلاعات کے مطابق اُس نے کئی بار زیوی گن کو سمجھایا تھا کہ وہ اپنے طور طریق بدلے، مگر زیوی گن عمر کے اُس حصّے میں تھا جہاں عورت، شراب اور جوا اُس کی عیّاشی کا سامان ہی نہیں، ضرورت بن چکے تھے۔ اس کے باوجود برزنیف کو یقین نہیں آ سکتا تھا کہ زیوی گن اپنے ہی ریوالور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کر لے گا۔"

اُس نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے ہرمن نے سلسلۂ کلام جاری رکھا: "اس تمام ڈرامے کے کردار اعلیٰ درجے کے فن کار ہیں۔ وہ خود سامنے آنا نہیں چاہتے۔ دوسروں کے ذریعے لڑائی لڑ رہے ہیں اور موجودہ لڑائی بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں ایک طرف برزنیف اور پولٹ بیورو کے چند ارکان ہیں اور دوسری طرف

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سُسلوف، پرروزوکوف اور یوری آندروپوف جیسی طاقتور شخصیتیں اور اُن کے عنقر
ہیں کے جی بی اپنی تمام تر نئی پرُانی روایات کے ساتھ موجود ہے۔"

میں نے گہرا سانس لیا۔"اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے ان سب ہاتھیوں سے بارد
انٹرویو کرنے ہوں گے؟"

"بے شک .... اور تمہیں پوچھ گچھ کرنے سے روکنے کا مجاز کوئی نہیں ــ" ہرمن
جواب دیا۔"تم خود کو دوسرا برزنیف سمجھو... اس لیے کہ جو اختیارات فی الوقت تمہارے پا
ہیں، وہ برزنیف کے سوا، پورے سوویت یونین میں کسی اور کے پاس نہیں ..."

"کیا میں پرروزوکوف جیسے مردِ آہن سے بھی کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں .... تمھیں حق حاصل ہے، لیکن جس طرح گدھے اور گھوڑے کو ایک ہی لاٹھی
نہیں ہانکا جاسکتا۔ اسی طرح سُسلوف اور آندروپوف جیسے لوگوں سے بھی پوچھ گچھ کے
لیے تمھیں الگ الگ طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ تم جانتے ہو یہی لوگ اصل میں سوویت یو
ہیں۔ اس لیے ان کی افتادِ طبیعت کا ہمیں ہر صورت میں خیال رکھنا پڑے گا.... یہ لوگ سوا
کیے جانا پسند نہیں کرتے اور نہ ان کا منصب یہ ہے کہ اپنے ماتحتوں کے سامنے مؤدّب بیٹھ
کر اُن کے ہر طرح اور ہر نوع کے سوالوں کے جواب دیا کریں۔ جہاں تک سُسلوف اور آندرو
وغیرہ کا تعلق ہے، یہ لوگ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر انہیں کسی بات پہ غص
آجائے یا یہ ناراض ہوں، تب بھی اپنے چہرے بُشرے اور رویّے سے ظاہر نہیں ہونے دی
کہ ان پر کون سی بات گراں گزری ہے۔ ان کا حافظہ بھی قیامت کا ہے .... اپنے حریف کو
مُعاف کرنا نہیں جانتے اور نہ ان کی لُغت میں رحم دلی یا ہمدردی کے الفاظ پائے جاتے ہیں
ان کا باقاعدہ کُلیّہ یہی ہے کہ جو تمہاری طرف نظر اُٹھا کر دیکھے، اس کی صرف آنکھیں ہی نہ پھوڑ
بلکہ اُسے مکمل طور پر ختم کر ڈالو..."

"ہرمن! کیا تم مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو"؟ میں نے اس طویل تقر
سے چڑ کر کہا۔"کیا تمھیں ریکنیکوف نے اسی کام پر لگایا ہے"؟

ہرمن ایک ثانیے کے لیے بھونچکّا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے قہقہہ لگا
میں تمہیں خوفزدہ نہیں کر رہا ہُوں، شمرابوف .... بلکہ خود خوف زدہ ہوں۔ ذرا سی بھول چوک
تمہارے حق میں نقصان دہ ثابت ہو ہی سکتی ہے، ہم سب بھی یکے بعد دیگرے مارے
جائیں گے۔ ریکنیکوف بچے گا نہ ہرمن کاراکوزر...."

"اب یہ بتاؤ کامریڈ ہرمن کاراکوزر کہ مَیں اپنی کارروائی کا آغاز کہاں اور کدھر سے کروں"؟

"یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں"... ہرمن نے ہولے سے جواب دیا۔ وہ جیپ بہت
آہستہ چلا رہا تھا۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا، اس کی پیشانی پر باریک باریک، بہت سی
سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ یقیناً وہ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے بھی کسی اندرونی کرب اور اضطراب
سے دوچار تھا۔ اپنے آفس کے کیفے ٹیریا کے باہر اس نے جیپ روک دی۔ ہم دونوں خاموشی
سے کیفے ٹیریا میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہاں زیادہ رش نہ تھا۔ جان پہچان کے کئی افراد سے
اشاروں ہی اشاروں میں مزاج پُرسی کے بعد ہم الگ تھلگ ایک میز پر جا بیٹھے۔ ہرمن نے
آواز دے کر آنٹی لینا کو اپنی طرف متوجّہ کیا۔ بے چاری بڑھیا ہرمن کو دیکھ کر کچھ پریشان ہوئی۔
تاہم اس نے اپنے چہرے پر بشاشت نمایاں کی اور پوچھنے لگی کہ کیا چاہیئے۔ ہرمن نے واقعی
بہترین ناشتے کا آرڈر دیا۔ انڈوں کا آملیٹ، جوس کے دو گلاس، قہوہ اور آلوؤں کے چپس۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ہرمن!" میں نے اُس سے کہا۔"مَیں اپنا کام کہاں سے
شروع کروں؟ ابتدا اگر سُسلوف ہی سے کی جائے، تو کیسا رہے؟"

"بالکل ٹھیک ...." ہرمن نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔"لیکن مصیبت یہ ہے کہ
سُسلوف اس وقت ہسپتال میں پڑا ہے... اُنیس تاریخ کو اُسے دل کا دورہ پڑا تھا اور
اب سُنا جا رہا ہے کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے اس سے ملاقات پہ پابندی
لگا رکھی ہے.... کچھ خبر نہیں وہ کب تک تندرست ہو گا...."

میں چونک گیا۔"سُسلوف پر دل کا دورہ پڑا ہے؟ اور یہ دورہ بھی اُسے اُنیس جنوری کو
پڑا؟ تعجب ہے۔"

"ہاں ـ مجھے بھی سخت تعجب ہے..." ہرمن نے جواب دیا۔"تم چاہو تو اسے اتفاق بھی قرار
دے سکتے ہو... سوویت یونین میں کسی بھی لمحے کسی بھی شخصیت کو دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ مذاق نہیں ہے .... پولٹ بیورو کے تقریباً سبھی ارکان دل کے مرض میں گرفتار ہیں .. یوری آندروپوف اور برزنیف بھی دل کے مریض ہیں ....“

”تمہارا کیا خیال ہے ہرمن، سُسلوف اور زیوی گن میں کیسے مراسم تھے؟“

”بہت اچھے تھے .... ان کی عادتیں اور حرکتیں خاصی ملتی جلتی تھیں .... دونوں کا رابطہ تھا .... برزنیف، بہرحال سُسلوف کو پسند نہیں کرتا۔“

”میری معلومات بھی یہی ہیں .... بہرحال، یہ شخص سُسلوف خواہ ہسپتال میں ہو یا مُردہ خانے میں — مجھے اس سے ملنا ضرور ہے .... لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ برزنیف نے مجھے تین فروری تک اپنی رپورٹ پیش کرنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے؟“

ہرمن مسکرا دیا۔ ”تم اخبار اگر باقاعدگی سے پڑھا کرو تو اس قسم کے طفلانہ سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپریشن کاسکیڈٹ کے سلسلے میں اب تک جو کارروائی کی گئی ہے، اُس پر غور و خوض کے لیے ۴ فروری کو پولٹ بیورو کے ارکان کی میٹنگ ہوگی، اس لیے برزنیف چاہتا ہے کہ زیوی گن کے قتل یا خودکشی کی تحقیقاتی رپورٹ فروری کی تین تاریخ تک اس کے پاس پہنچ جائے۔“

کیفے ٹیریا میں جب رش زیادہ ہُوا تو ہرمن نے اپنے آفس میں بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں خود بھی اب اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا چنانچہ عارضی طور پر بیٹا کا خیال ذہن سے جھٹک کر میں نے ہرمن کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے اتنی قیمتی معلومات فراہم کیں۔ پھر ہم دونوں اپنے آفس میں آگئے۔ میرا کمرہ مقفل تھا، ہرمن کو رخصت کرکے میں نے اپنے کمرے کا قفل کھولا اور اندر آگیا۔ میز پر زرد رنگ کی وہی فائل پڑی تھی جو ریلنکوف نے میرے حوالے کی تھی اور جسے میں دیکھنے نہ پایا تھا۔ تعجب اس بات پر تھا کہ اگر یہ فائل ریلنکوف نے میرے کمرے میں رکھوائی تو اتنی بے احتیاطی کس لیے کی گئی؟ ہمارے ہاں یہ طریقہ نہ تھا کہ اتنی اہم اور خفیہ نوعیت کی فائلیں یا کاغذات یُوں کُھلے عام میزوں پر چھوڑ دیے جائیں۔ میں نے میز پر رکھے ہوئے دو ٹیلی فونوں میں سے ایک کا ریسیور اُٹھا لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے مَیں ریلنکوف سے باتیں کر رہا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

”ہاں ... وہ فائل مَیں نے رکھوائی تھی اور اطمینان کرلیا تھا کہ اسے کوئی اور نہیں دیکھ پائیگا“ اس نے کہا۔ ”اس فائل میں جتنے کاغذات لگے ہوئے ہیں، اُن کا بغور مطالعہ تمہارے لیے سود مند ثابت ہوسکتا ہے .... یہ کاغذات صرف تمہارے مطالعہ کے لیے ہیں اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان کے مندرجہ جات کا علم ہرمن کو ہرگز نہیں ہونا چاہیئے .... کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو؟ شمرالیوف!“

مَیں نے اسے بتایا کہ مَیں اس کی ہر بات بخوبی سمجھ رہا ہوں اور اچھی طرح ذہن نشین کرتا جاتا ہُوں۔

”بہت خوب .... تم خاصے ذہین آدمی ہو شمرالیوف .... مَیں تمہاری کامیابی کا متمنی ہوں۔“

اُس نے فون بند کردیا۔ چند لمحے فائل کو بر نگاہ جمانے کے بعد مَیں اُٹھ کر کمرے کے دروازے تک گیا۔ اُسے اندر سے مقفل کیا اور دوبارہ اپنی میز پر آن بیٹھا۔ فائل کے اوپر جلی حروف میں کے جی بی کے حروف نقش تھے اور بائیں کونے میں ایک تلوار اور ایک ڈھال کا نشان نمایاں تھا۔ یہ نشان بے حد اہم اور خفیہ کاغذات یا فائلوں کے کناروں پر بنایا جاتا تھا۔ اس کے بعد یہ عبارت بھی موٹے حرف میں ٹائپ کی گئی تھی۔

”ٹاپ سیکرٹ — سامن زیوی گن کی موت سے متعلق دستاویزات اس فائل میں موجود ہیں۔“

”آغاز: ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء، دستاویزات کی تعداد نو۔ کُل کاغذات ۱۶ عدد۔
اختتام: ۲۱ جنوری ۱۹۸۲ء“۔

گویا اُنیس جنوری سے لے کر اکیس جنوری تک زیوی گن کی موت اور اس کے اسباب و وجوہ سے متعلق کے جی بی نے اپنے ذرائع سے جو رپورٹ مرتب کی تھی، وہ اس فائل میں دیکھی جاسکتی تھی۔ مَیں نے ترتیب کے لحاظ سے پہلی دستاویز پر نظر دوڑائی۔

کے جی بی کے ڈیوٹی آفیسر کا نام — ٹیلی فون کے ذریعے ٹیلی گرام وصول کیا۔ سپیشل رپورٹ۔

”میرا نام اے پی گیبو ریلنکو ہے اور میں کے جی بی میں میجر کے عہدے پر فائز ہوں۔ جنرل ایس کے زیوی گن کا پرسنل باڈی گارڈ ہوں۔ ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن دو بج کر ۲۷ منٹ پر میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نے جنرل زیوی گن کی لاش اس کے اپارٹمنٹ میں پڑی پائی جنرل کی پیشانی پر دائیں جانب گولی سے آیا ہُوا ایک گہرے زخم کا نشان بھی تھا۔ یہ نشان بھی مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جنرل زیوی گن کا یہ اپارٹمنٹ نمبر ۱۶/۹، لے کشالوف سٹریٹ، ماسکو میں واقع ہے۔ مجھے اعلیٰ حکّام کی طرف سے حکم دیا گیا کہ مزید ہدایات ملنے تک، مَیں جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر پہرے پر حاضر رہوں جہاں اس کی لاش موجود ہے۔ کامریڈ آندروپوف کو بھی اُسی روز جنرل زیوی گن کی موت کے حادثے سے آگاہ کر دیا گیا۔

"دستخط : ڈیوٹی آفیسر کے جی بی، میجر جنرل او ایس نیکت تنکو۔ ماسکو۔۔ ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء

دستاویز نمبر ۲۔ رپورٹ ، جائے واردات اور لاش کا معائنہ۔

"کامریڈ آندروپوف کی ہدایات کے مطابق جو کرمنل کوڈ کی دفعہ ۱۷۸ کے تحت جاری کی گئیں مَیں لیفٹیننٹ جنرل بی وی کربانوف، ہیڈ آف دی سنٹرل انوسٹی گیشن سیکشن کے جی بی اُس مقام کا معائنہ کرنے گیا جہاں جنرل زیوی گن کی لاش پائی گئی تھی۔ درج ذیل گواہوں کی موجودگی میں مَیں نے جائے حادثہ اور لاش کا تفصیلی معائنہ کیا: ایس آئی سرالیوف، وی وی لیمن، ڈاکٹر اے پی زیرادیلوف اور ڈاکٹر پی آئی میسون فوسکی۔ اوّل الذکر دو گواہوں کا تعلق ماسکو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے ہے جبکہ مؤخّر الذکر دونوں گواہ کے جی بی سے تعلّق رکھتے ہیں۔ معائنہ تین بج کر پچاس منٹ پر شروع کیا گیا اور چھ بج کر تین منٹ پر ختم ہُوا۔ یہ ساری کارروائی بجلی کی روشنی میں سرانجام دی گئی۔ اس وقت درجۂ حرارت بائیس سینٹی گریڈ تھا۔

"اس تفصیلی معائنے سے جو حقائق روشن ہوئے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں :

جنرل زیوی گن کا اپارٹمنٹ تین کمروں پر مشتمل ہے اور بارہ منزلہ عمارت کی دوسری منزل پر واقع ہے۔ ان تین کمروں کی لمبائی چوڑائی اس طرح ہے پہلے ایک بڑا کمرہ جسے ہال بھی کہہ سکتے ہیں (اٹھارہ سکوئر میٹرز) اس کے بعد ایک کوریڈور، دائیں جانب اُٹھنے بیٹھنے کا ایک کمرہ (۱۲x۱۸ میٹرز) اس کمرے کے ساتھ ہی بائیں جانب باورچی خانہ (پندرہ سکوئر میٹرز) پھر بیڈ روم اور سٹڈی یہ کوریڈور کے آخر میں ہے۔ اُٹھنے بیٹھنے کے کمرے میں جسے ڈرائنگ روم بھی کہا جا سکتا ہے، فرنیچر اس ترتیب سے پایا گیا : ایک 'زریا' پیانو، ایک سٹیریو ریکارڈ پلیئر، ایک ٹیلی وژن سیٹ، کمرے

کے درمیان ایک بڑی سی میز رکھّی تھی۔ میز کے آمنے سامنے دو صوفے پڑے تھے، ان کے علاوہ ایک چھوٹی کافی ٹیبل اور چھوٹی الماری جس میں شراب کی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ کمرے میں دو کھڑکیاں تھیں جو کورٹ یارڈ کی جانب کھُلتی تھیں اور ان پر گہرے نیلے رنگ کے پردے پڑے تھے۔ فرش پر ہاتھ کا بنا ہُوا ایک ایرانی قالین بچھا تھا۔ کمرے کی بائیں ہاتھ والی دیوار کے ساتھ کتابوں کا ایک ریک موجود تھا جس کے اندر روسی ادیبوں اور غیر ملکی مصنّفوں کی کتابیں سجی تھیں۔ اُن میں پشکن، ٹالسٹائی، ڈکنز وغیرہ کے نام نمایاں تھے۔ اُن پُرانی کتابوں کے علاوہ نئے مغربی، خصوصاً امریکی مصنّفوں کی بعض کتابیں بھی دیکھی گئیں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔ مثلاً :

دی کے جی بی، دی گریٹ ٹیرر، گورکی پارک وغیرہ ـــــ لائف اور ٹائم میگزین کے بہت سے شمارے بھی الگ رکھّے تھے۔ اس کمرے کے بارے میں تفتیش سے پتہ چلا کہ یہاں جنرل زیوی گن اپنے خصوصی آدمیوں سے ملاقات کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کے جی بی کے ایجنٹوں سے میٹنگیں بھی اکثر یہیں ہوتی تھیں۔ خصوصی آدمیوں سے میری مُراد وہ افراد ہیں جن کا ریکارڈ حکومت کی نظر میں کچھ پسندیدہ نہیں تھا۔

"بیڈ روم، سٹڈی اور باورچی خانے میں جتنا فرنیچر دکھائی دیا سب کا سب چیکوسلواکیہ کا بنا ہُوا تھا۔ بیڈ روم اور سٹڈی میں بھی فرش پر ہاتھ سے بنے ہوئے ایرانی قالین بچھے تھے۔ سٹڈی فرنیچر کی تفصیل یہ ہے، ایک رائیٹنگ ڈیسک، صوفہ، سیف، آرام کرسی اور تین عام کرسیاں۔ سیف کھول کر اس کا جائزہ لیا گیا۔ اُس میں کرنسی نوٹوں کے دو بنڈل پائے گئے۔ ایک بنڈل ایک لاکھ پندرہ ہزار آٹھ سو چالیس رُوسی رُوبل اور دوسرا بنڈل اکانوے ہزار امریکن ڈالروں پر مشتمل تھا۔ یہ سب سو سو ڈالر کے نوٹ تھے۔

جنرل زیوی گن کی لاش ڈرائنگ رُوم میں پائی گئی۔ وہ آرام کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا اور یہ کرسی ڈائننگ ٹیبل کی طرف کھِسکی ہوئی تھی۔ اُس کا سر ٹیبل کے رُخ تھا، کسی قدر بائیں جانب جھُکا ہُوا۔ اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک پی ایم ریوالور تھا۔ جنرل کی دونوں آنکھیں نصف کھُلی تھیں اور اس کا تمام چہرہ خون میں لتھڑا ہُوا تھا۔ ہاتھ لگانے سے معلوم ہُوا کہ

اگرچہ وہ مرچکا تھا، لیکن اس کا بدن ابھی تک گرم تھا۔ اس کی پیشانی پر، دائیں جانب کنپٹی کے قریب، زخم کا نشان بہت نمایاں تھا۔ اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ریوالور کی گولی بہت قریب سے لگی ہے۔ زخم کے چاروں طرف بہت باریک براؤن رنگ کا ایک حلقہ بھی بنا ہُوا تھا۔ یہ حلقہ صفر اعشاریہ ۲۵ ملی میٹر کا تھا۔ گولی دماغ میں گھس گئی تھی اور جس جگہ سے یہ کھوپڑی میں داخل ہوئی وہاں چہرے کی کھال بُری طرح جُھلس گئی تھی۔ پیشانی کی بائیں جانب بھی زخم کا ایسا ہی نشان تھا، یعنی گولی دائیں طرف سے کھوپڑی میں داخل ہوئی اور بائیں طرف سے نکل گئی میرے ساتھ جو ماہرین لاش کا معائنہ کرنے گئے تھے۔ اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ گولی کھوپڑی سے چار پانچ سینٹی میٹر کے فاصلے سے چلائی گئی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، فائر ۹ ایم ایم کے 'پی ایم' ریوالور سے کیا گیا۔ ریوالور کا نمبر ایس ۲۴۴۵ ہے۔ یہ ریوالور لاش کے دائیں ہاتھ میں دبا ہُوا تھا اور ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ جنرل زیوی گن کی ملکیّت تھا۔ اسی ریوالور سے استعمال شدہ کارتوس کا ایک خول، فرش پر لاش کے نزدیک ہی پایا گیا۔

"میز پر درمیان میں ایک کاغذ پڑا ہُوا تھا۔ اس کے معائنے سے معلوم ہُوا کہ اس پر جنرل زیوی گن نے اپنے قلم سے عبارت لکھی ہے۔ عبارت کا مضمون یہ ہے: مَیں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری موت کا ذمّے دار کسی اور کو قرار نہ دیا جائے۔ اس معاملے کا ذمّے دار مَیں خود ہُوں۔ زیوی گن"۔

"ایک گولڈ پارکر بال پوائنٹ قلم بھی میز پر پایا گیا۔ اندازہ ہے کہ زیوی گن نے کاغذ پر یہ عبارت اُسی قلم سے لکھی۔

"ماہرین کا بیان ہے کہ جب زیوی گن کی لاش دریافت کی گئی، اُس وقت یہ حادثہ برپا ہوئے نوّے منٹ گزر چکے تھے۔ انگلیوں کے نشانات اور دوسری شہادتیں حاصل کرنے کے لیے ماہرین نے اس کمرے میں ضروری کارروائی سرانجام دی۔

جائے حادثہ سے جو چیزیں ملیں، اُن کی فہرست اس رپورٹ سے منسلک ہے۔

۱۔ ایک پی ایم ریوالور۔ ۲۔ ایک میگزین جس میں آٹھ کارتوس موجود تھے۔ ۳۔ ایک استعمال کیے گئے کارتوس کا خول۔ ۴۔ زیوی گن کے ہاتھ کا لکھا ہُوا رقعہ جس میں اُس نے خود کو اس سانحے کا ذمّے دار قرار دیا ہے۔ ۵۔ ایک پارکر بال پوائنٹ قلم۔

"معائنے کے بعد لاش اور اس کے کپڑے میڈیکل انسٹی ٹیوٹ نمبروُن کو مزید تحقیق و تفتیش کے لیے بھجوا دیے گئے۔ مزید کارروائی اس وقت کی جائے گی جب کے جی بی سنٹرل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل بی کربانوف احکام جاری کریں گے"۔

دستاویز کے آخر میں ہرمن اور گواہوں کے نام بھی درج ہیں۔"

دستاویز نمبر تین

"جنرل زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ اس رپورٹ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

"۲۱ جنوری ۱۹۸۲ء ـــــ میرا نام ڈاکٹر طبورس مالوف ہے۔ عہدے کے اعتبار سے میں میجر جنرل ہُوں میرا تعلق کے جی بی فرنٹیئر رجمنٹ سے رہا ہے۔ ان دنوں میں میڈیکل انسٹی ٹیوٹ نمبروُن میں کام کر رہا ہُوں۔ اس کے علاوہ یو ایس ایس آر اکیڈمی آف میڈیکل سائنسز کا رکن بھی ہوں۔ میں نے اپنے ساتھی ڈاکٹر اے پی زیو دوف اور کے جی بی سنٹرل انوسٹی گیشن سیکشن کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل بی وی کربانوف کی موجودگی میں جنرل ایس کے زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا۔ پوسٹ مارٹم کے بعد جو نتائج میرے سامنے آئے، وہ پیش کرتا ہُوں؛

جنرل زیوی گن کی عمر چونسٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ ۱۹ جنوری کے روز بعد دوپہر، دو اور تین بجے کے مابین اس کی موت واقع ہوئی۔ موت کا سبب ریوالور سے چلائی گئی۔ وہ گولی ہے جو جنرل کی دائیں کنپٹی میں لگی اور بائیں کنپٹی سے نکل گئی۔ گولی بہت قریب سے چلائی گئی تھی اور زخم اتنا مہلک تھا کہ جنرل زیوی گن کی موت فوری طور پر واقع ہو گئی۔ کے جی بی سپیشل تحقیقاتی کمیشن کی تفتیش و تحقیق کے مطابق جنرل زیوی گن نے اپنے ملکیتی ریوالور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کیا۔ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خودکشی کی واردات ہے۔ ہم نے اپنے طور پر لاش کے پوسٹ مارٹم اور پیشانی کے دونوں زخموں کا باریک بینی سے معائنہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ خودکشی ہی کی واردات ہے ۔۔۔ زیوی گن نے دائیں ہاتھ میں ریوالور پکڑ کر کنپٹی سے چار یا پانچ سینٹی میٹر کے فاصلے سے فائر کیا۔ موت کے بعد بھی ریوالور اس کے دائیں ہاتھ میں دبا ہُوا تھا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"دستخط : پی ایس تومانوف، اے پی زیلودوف، بی وی کربانوف۔

"پوسٹ مارٹم رپورٹ کے آخر میں سرکاری مُہر ثبت ہے"۔

دستاویز نمبر چار

"جنرل زیلوی گن کے پرنسپل باڈی گارڈ، کے جی بی میجر اے پی گیورلنکو کی رپورٹ جو کے جی بی کے چیف ڈیوٹی آفیسر میجر جنرل اے ایس نیکیت چنکو کو دی گئی۔

"۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن مَیں اور جنرل زیلوی گن کا پرسنل شوفر کیپٹن ایم جی بروفسکی اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں جنرل کے ساتھ تھے۔ جنرل نے ہمیں پروگرام کے مطابق بتایا کہ بارہ بجے سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کے ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے۔ گیارہ بج کر ۵۳ منٹ پر ہم نے جنرل زیلوی گن کو وہاں پہنچا دیا۔ جنرل اپنی سرکاری موٹر میں سوار ہو کر وہاں گیا۔ اس کار کا رجسٹریشن نمبر ایم او ایس زیرو تین، زیرو چار ہے۔ وہاں پہنچ کر میں ریسیپشن میں رک گیا اور مَیں نے دیکھا کہ جنرل زیلوی گن سنٹرل کمیٹی کے سیکرٹری ایم اے سُسلوف کے آفس کی طرف چلا گیا۔ بارہ بج کر سینتالیس منٹ ہوئے تھے کہ جنرل زیلوی گن ایم اے سُسلوف کے آفس سے برآمد ہُوا اور اس نے شوفر کو حکم دیا کہ گھر واپس چلو، چنانچہ ہم کار میں سوار ہوئے اور ۱۶ اے کشالو اسٹریٹ میں واپس آ گئے۔ کار سے اُتر کر جنرل جب بلڈنگ میں داخل ہو رہا تھا تو مَیں اُس کے ساتھ تھا۔ یکایک جنرل نے مجھے حکم دیا کہ مَیں وہیں گراؤنڈ فلور پر انٹرنس ہال میں اس کا انتظار کر دں۔ مَیں اُس کے حکم کی تعمیل میں وہیں رُک گیا۔ اس سے پہلے بھی بارہا مجھے ایسے ہی احکام کی تعمیل کرنی پڑی تھی۔ مَیں جانتا تھا کہ اس بلڈنگ میں اپارٹمنٹ نمبر ۹ محفوظ اپارٹمنٹ ہے۔ یہاں جنرل زیلوی گن اپنے خصوصی آدمیوں اور کے جی بی کے ایجنٹوں سے ملاقات کرتا تھا۔

"جب تک مَیں انٹرنس ہال میں رُکا رہا، مَیں نے جنرل کے علاوہ کسی دوسرے فرد کو اپارٹمنٹ نمبر ۹ کی طرف جاتے نہیں دیکھا اور نہ اس اپارٹمنٹ سے کوئی شخص باہر آیا۔ ابھی مجھے وہاں بیٹھے ہوئے بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ جنرل کا شوفر کیپٹن ایم جی بروفسکی، اسٹریٹ کی جانب سے انٹرنس ہال میں داخل ہُوا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ کیا میں بتا سکتا ہُوں کہ جنرل کتنی دیر میں واپس آئے گا اور اس کے بعد وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مَیں نے بروفسکی سے پُوچھا کہ وہ یہ باتیں کس لیے جاننا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ بروفسکی نے بتایا کہ گاڑی میں پٹرول ختم ہونے والا ہے اور اگر جنرل نے کہیں دُور جانے کا فیصلہ کیا اور راستے میں پٹرول بالکل ختم ہو گیا تو وہ سخت ناراض ہو گا۔ اس لیئے بہتر ہے کہ اس کے آنے سے پہلے پہلے میں شنسکی مارکیٹ جا کر پٹرول ٹینک بھروا لوں۔ اس کام میں چند منٹ سے زیادہ دیر نہ لگے گی۔ مَیں نے بروفسکی سے کہا: بات تو ٹھیک ہے ... مگر تھوڑا سا انتظار کر لو.... اگر مزید دس منٹ تک جنرل واپس نہیں آتا یا اس کی جانب سے کوئی نیا حکم نہیں ملتا، تب تم کار میں پٹرول ڈلوانے چلے جانا....

"یہ سُن کر بروفسکی بھی میرے پاس بیٹھ گیا۔ جب دس منٹ گزر گئے اور جنرل زیلوی گن واپس آیا نہ اُس نے کوئی اطلاع دی، تب بروفسکی جانے کے لیے کھڑا ہُوا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ احتیاطاً اپنے کار ریڈیو کے ذریعے جنرل سے پٹرول ڈلوانے کی اجازت لے لے، ممکن ہے وہ اُدھر پٹرول لینے کے لیے جائے اور اُدھر جنرل واپس آ جائے۔ یہ مشورہ بروفسکی کو پسند آیا۔ اُس نے باہر جا کر کار میں لگے ہوئے فون کے ذریعے کے جی بی ٹیلی فون آپریٹر سے رابطہ قائم کیا اور اُس سے کہا کہ اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں جنرل زیلوی گن سے ملا دے۔ آپریٹر نے چند لمحوں بعد کیپٹن بروفسکی کو بتایا کہ اُس نے اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں جنرل کو بار بار رِنگ کیا ہے۔ وہاں مسلسل فون کی گھنٹی بجتی ہے، لیکن جنرل فون ریسیو نہیں کر رہا....

"یہ بات میرے لیے حد درجہ تعجّب اور پریشانی کی تھی۔ خیال آیا شاید جنرل زیلوی گن آرام کر رہا ہو، مگر یہ وقت اُس کے آرام کا نہیں تھا... باڈی گارڈ کی حیثیت سے میرا فرض تھا کہ مَیں کسی تاخیر کے بغیر جنرل کی خیر و آفیت دریافت کروں۔ مَیں لفٹ میں سوار ہُوا اور جنرل کے اپارٹمنٹ پر پہنچ کر مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دی۔ جب اس دستک کا کوئی جواب نہ ملا تب میں نے برقی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اپارٹمنٹ کے اندر گھنٹی بجنے کی مدھم سی آواز میرے کانوں تک آئی۔ مگر اس مرتبہ بھی جواب میں دروازہ نہ کھلا۔ ظاہر ہے اب مَیں ایمرجنسی گیٹ کے تحت کوئی بھی کارروائی کرنے کا مجاز تھا۔ میں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہُوں کہ پہلے ہی کمرے میں جنرل زیلوی گن موجود ہے۔ لیکن اس وقت تک وہ مر چکا تھا۔ کرسی پر وہ کسی قدر جھکا ہُوا بیٹھا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا اور سارہ چہرہ خون میں لت پت ــــ اُس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی پیشانی کے دائیں طرف بڑا سا سوراخ تھا جس میں سے خون رِس رہا تھا ... یہ صورت دیکھتے ہی میں نے فوراً آپ کو، یعنی چیف ڈیوٹی آفیسر کو ٹیلی فون کے ذریعے اطّلاع کر دی۔ دوران میں نے کسی اجنبی کو جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ یا اُس کے آس پاس نہیں پایا۔ فرنٹ ڈور مقفّل تھا اور میرے پاس ایسی کوئی معقول وجہ نہیں تھی جس کے تحت میں کسی پر یہ شبہہ کر سکتا کہ اُس نے جنرل کو قتل کیا ہوگا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلّق ہے، میں آج تک کسی اخلاقی جُرم میں ملوّث نہیں ہُوا اور جب سے میں جنرل زیوی گن کے ساتھ رہا ہوں، مجھ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ میں نے باڈی گارڈ کی حیثیت سے اپنے فرائض قانون اور حکام کی منشا کے مطابق سرانجام دیے۔ . . .

"آپ کو جب میں نے اس حادثے کی ٹیلی فون پر خبر دی تو آپ نے مجھے فون پر حکم دیا کہ اپارٹمنٹ کی کسی چیز کو چھُوئے یا جنرل کی لاش کو ہاتھ لگائے بغیر فوراً اپارٹمنٹ سے باہر چلا جاؤں اور دروازے پر مستعدی سے کھڑا رہوں تاکہ کوئی اجنبی یا غیر ضروری شخص اپارٹمنٹ میں داخل نہ ہو سکے۔ میں اس حکم کی تعمیل میں اس وقت تک دروازے پر پہرہ دیتا رہا جب تک تفتیشی ٹیم کے ارکان وہاں نہیں پہنچ گئے۔ اس ٹیم کی قیادت جنرل بی وی کربانوف کر رہے تھے۔"

"دستخط : کے جی بی میجر اے پی گیور لنکو۔

"رپورٹ درست تسلیم کی گئی۔ کے جی بی میجر جنرل اے ایس نیکت چنکو، ۱۹ جنوری ۸۲ء

وقت : چار بج کر پینتالیس منٹ سہ پہر"

دستاویز نمبر پانچ

جنرل زیوی گن کے پرسنل شوفر کیپٹن ایم جی بردفسکی کی رپورٹ کے جی بی ڈیوٹی آفیسر نیکت چنکو کی خدمت میں :

"اس رپورٹ میں اور میجر اے پی گیور لنکو کی رپورٹ میں شہادت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ الفاظ بھی تقریباً ایک ہی جیسے ہیں، اس لیے اس رپورٹ کا یہاں دہرانا محض تضیع اوقات ہوگا۔ یہ امر بہرحال قابلِ ذکر ہے کہ شوفر کی رپورٹ بھی نیکت چنکو نے درست تسلیم کر لی اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔"

دستاویز نمبر چھ

"یہ وہی کاغذ ہے جس پر جنرل زیوی گن نے اپنی موت کا ذِمّے دار خود اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنی خودکُشی کا اقرار نامہ جنرل نے اپنے سرکاری لیٹر پیڈ پر لکھّا، اور اس کے سرسری معائنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لکھنے والے کے ذہن پر کسی قسم کی پریشانی، خوف یا جھنجلاہٹ طاری نہ تھی۔ عبارت کے تمام حروف صاف اور سیدھے ہیں۔ کسی لفظ یا حرف میں لغزش یا ٹیڑھے پن کا شائبہ بھی نہیں گزرتا۔ میں حیران ہوں کہ خودکشی کرنے والا یہ شخص کس قدر مطمئن ہو کر اپنے ہی ریوالور سے اپنی کنپٹی پر گولی مارنے کا ارادہ باندھے ہوئے تھا۔

"میں نے اپنی نوٹ بک پر باڈی گارڈ کی رپورٹ کے بارے میں بطور یادداشت ایک جُملہ یوں لکھا : سوال یہ ہے کہ جب جنرل زیوی گن، سُسلوف کے آفس سے واپس اپنے اپارٹمنٹ پر آیا تو باڈی گارڈ قاعدے کے مطابق جنرل کے ساتھ دوسرے فلور پر واقع اس کے اپارٹمنٹ میں کیوں نہیں گیا۔"

دستاویز نمبر سات

"کے جی بی کے اعلیٰ حکام ہنگامی میٹنگ رپورٹ۔ یہ میٹنگ جنرل زیوی گن کی اچانک موت پر منعقد کی گئی۔

"۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء سہ پہر چار بجے ماسکو کے ززنسکی سکوئر میں کے جی بی کے سربراہ اور اُن کے نائبین کی سپیشل میٹنگ ہوئی۔ اس میں جن افراد نے شرکت کی اُن کے نام یہ ہیں : کے جی بی چیئرمین کامریڈ یوری آندروپوف۔ ۲۔ ڈپٹی چیئرمین کامریڈ جی کے سینوف، وی پی پرزوکوف، وی ایم چیبرکوف، ایل آئی پنکراتوف، یو اے ماتروسوف، ان کے علاوہ کے جی کے کئی ایگزیکٹو ممبر بھی میٹنگ میں مدعو کیے گئے۔

"سی پی ایس یو کی سنٹرل کمیٹی سے جن افراد کو بلایا۔ ان میں چیف ایڈمنسٹریٹو سیکشن نمبر ایک، کامریڈ این آئی سیونکن کا نام نمایاں ہے۔ میٹنگ میں کل چودہ افراد شریک تھے۔ صدارت کامریڈ یوری آندروپوف نے کی۔ سیکرٹری کے فرائض چانسری کے سربراہ کامریڈ این بارنوف نے سرانجام دیے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"سپیشل میٹنگ کا موضوع: کامریڈ آندروپوف کی رپورٹ پر بحث جو جنرل زیوی گن کی سانحاتی موت کے سلسلے میں مرتب کی گئی۔

"اس رپورٹ میں جنرل زیوی گن کی موت پر اظہارِ افسوس کے ساتھ ساتھ اس شبہے کا بھی کیا گیا کہ زیوی گن کے مراسم بعض ناپسندیدہ عناصر سے استوار تھے۔ یہ عناصر ملک کی اقتصادیات کو اپنے مذموم ہتھکنڈوں اور خلاف قانون سرگرمیوں کے ذریعے سخت نقصان پہنچا رہے تھے کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے جنرل زیوی گن کا فرض تھا کہ وہ ان عناصر کا خاتمہ کرے لیکن جنرل نے اس کے برعکس ان افراد اور تنظیموں سے گہرا تعلق قائم کیا اور ان کی سرپرستی کرتا رہا۔ مجبور ہو کر کے جی بی نے ان عناصر کو قانون کی گرفت میں لانے کے انتظامات کئے اور آپریشن کا سیکنڈ کے کوڈ نام سے ایک منصوبہ بنایا گیا۔ یہ منصوبہ ایم وی ڈی کے انٹی فراڈ سکواڈ نے نہایت مہارت اور چابک دستی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ بعض ایسے لوگ گرفتار کیے گئے جن کا تعلق جنرل زیوی گن سے ثابت ہوتا تھا چنانچہ جنرل نے اس خدشے کے تحت کہ وہ رسوا ہو گا اور اپنے خلاف عائد کئے جانے والے الزامات سے بری ہونا اس کے لیے محال ہو گا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ خود کو موت کے حوالے کر دے۔ اس کے سوا اس کے سامنے کوئی راستہ نہ تھا۔

"اس سپیشل میٹنگ میں کامریڈ آندروپوف کی پیش کردہ رپورٹ پر شرکائے اجلاس نے تسلّی کا اظہار کیا اور اس کے مندرجات سے اتفاق ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرنے والوں کے نام یہ ہیں: سیونکن، سینوف، چیربکوف، پروزوکوف، ماتروسوف اور چرکاسوف ...

"میٹنگ کے اختتام پر جو فیصلے کئے گئے وہ یہ تھے":

"کامریڈ آندروپوف کے اس اعلان پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنرل زیوی گن خلاف قانون سرگرمیوں میں ملوّث تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی صفائی پیش کرتا، اس نے بزدلی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے ہی ریوالور سے خود کو شوٹ کر لیا۔

"کامریڈ سیونکن کی رائے میں چونکہ ایک اہم ادارے کے ڈپٹی چیئرمین کی اس حرکت سے گورنمنٹ کی بدنامی کا خدشہ لاحق ہے۔ اس لیے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ زیوی گن کی خود کشی کے واقعے کو پبلک میں نہ لایا جائے۔ اسے ہر قیمت پر خفیہ رکھنا ہو گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ

زیوی گن کی موت کا سرٹیفکیٹ تیار کیا جائے جس سے ظاہر ہو کہ اس کی موت طویل علالت کے باعث ہوئی۔

اس میڈیکل سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر خبر رساں ایجنسی تاس کو حکم جاری کیا جائے کہ وہ کامریڈ زیوی گن کے مرنے کی خبر جاری کرے۔

ضروری ہے کہ کامریڈ زیوی گن کی پیشانی کے زخموں کو میک اپ کے ذریعے چھپایا جائے تاکہ کسی کو شبہ نہ گزر سکے کہ اس کی موت غیر طبعی حالات میں واقع ہوئی ہے۔

"رسم کے مطابق دو گھنٹوں کے لیے زیوی گن کی لاش زرزنسکی کلب میں رکھی جائے گی، تاکہ مرنے والے کے قریبی رشتے دار اور ساتھی آخری بار اسے دیکھ سکیں، جن رشتے داروں اور ساتھیوں کو زیوی گن کی لاش دیکھنے کی اجازت دی جائے گی، انہیں خاص انتظامات کے تحت اس تابوت سے مقررہ فاصلے پر کھڑے رہنے کی اجازت ہو گی، تابوت کے بالکل نزدیک کسی کو جانے نہیں دیا جائے گا۔

"اس موقع پر کوئی اخباری نمائندہ یا فوٹو گرافر زرزنسکی کلب کے ہال میں داخل نہیں ہو سکے گا، خواہ یہ اخباری نمائندے اور فوٹو گرافر ملکی ہوں یا غیر ملکی۔ اس بات کی سختی سے جانچ پڑتال کی جائے گی کہ کوئی غیر متعلقہ یا اجنبی فرد زرزنسکی کلب کے نزدیک بھی نہ پھٹک سکے۔

"کامریڈ زیوی گن کو سیکنڈ کلاس ملٹری اعزاز کے ساتھ واگان کووسکوی قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

"کے جی بی کے تینوں ڈپٹی چیئرمین کامریڈ سینوف، چیربکوف اور پروزوکوف ان تمام انتظامات کی نگرانی اور انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے یکساں ذمّے دار ہوں گے۔

متفقہ طور پر طے پایا کہ زیوی گن کی موت کے اسباب کی تحقیقات کے لیے کوئی تحقیقاتی کمیشن تشکیل نہیں دیا جائے گا۔

"دستخط: یوری آندروپوف، چیئرمین کے جی بی میجر جنرل یوا ین بارونوف سیکرٹری ہنگامی اجلاس"

میں نے اس دستاویز کو کئی بار غور سے پڑھا اور بے اختیار ان ذہنوں کو داد دینے پر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مجبور ہو گیا۔ جنہوں نے اس سارے ڈرامے کو بڑی مہارت، عیّاری اور خوش اسلوبی سے مکمل کیا۔ جنرل زیوی گن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ نہایت طویل عبارت پر مشتمل تھا۔ جس میں ڈاکٹروں نے ... تھا کہ یہ بدنصیب شخص کون کون سے جسمانی امراض میں کتنے عرصے سے مبتلا تھا اور کن کن زمانو... میں اُس کا کیا کیا علاج معالجہ کیا جاتا رہا۔ اس کے دل، جگر، پھیپھڑوں، گردوں، اعصاب او... خون کے بارے میں تفصیلی رپورٹیں بھی ڈیتھ سرٹیفکیٹ سے منسلک کی گئی تھیں جن کا مطالع... محض وقت کا ضیاع ہی ہوتا۔ آخر میں تان اسی بات پر توڑی گئی تھی کہ اگر وہ خودکشی نہ کرتا تو... چند دنوں میں طبعی موت مرنے ہی والا تھا اور یہ بھی کہ وہ ذہنی توازن سے قطعی طور پر محروم ہو چکا تھا وغیرہ وغیرہ۔

میں نے اپنی نوٹ بک پر بہرحال یہ نکات درج کر لیے:

کیا جنرل زیوی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے سُسلوف سے اس کے دفتر میں ملاقات کی؟

اگر یہ ملاقات ہوئی تو کیا زیوی گن نے اسی کے بعد خودکشی کا فیصلہ کیا؟

کیا سُسلوف کو اُن تمام حالات کا علم تھا جو زیوی گن کے خلاف پیدا ہو چکے تھے

وہ کاغذات کہاں ہیں جو کے جی بی کے چیئرمین آندروپوف یا اس کے ڈپٹی چیئر... میں سے کسی ایک نے زیوی گن کے خلاف الزامات کی بنیاد پر تیار کیے تھے اور جو لفافہ... سُسلوف کو بھیجے گئے ہوں گے؟

کیا سبب تھا کہ زیوی گن کا پرسنل باڈی گارڈ، واپسی پر اُس کے ساتھ دوسری... تک نہیں گیا؟

جنرل زیوی گن نے جس ریوالور سے خود کو شوٹ کیا، وہ کے جی بی نے اس فائل... ساتھ کیوں نہیں بھیجا؟ اسی طرح وہ بال پوائنٹ قلم، چلے ہوئے کارتوس کا خول اور فلی... کی کُنجیاں کہاں ہیں؟ جب انہیں علم ہے کہ ایک سپیشل انوسٹی گیٹر خصوصی اختیا... کے تحت اس حادثے کی تحقیق پر مقرر کیا جا چکا ہے تو انہوں نے یہ تمام اہم چیزیں اپ... پاس کس لیے رکھ لی ہیں؟

کیا اس لیے کہ وہ اس معاملے پر مجھ سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے لالچ یا دھونس دے کر مرعوب کرنے کی کوشش میں ہیں؟ انہیں یقین ہے کہ وہ اس طرح مجھے کے جی بی کی عمارت کے اندر گھسیٹ لیں گے؟

اگر یہ اندازہ صحیح ہے تو اس تمام مشن کے پس پردہ کون ہے؟ آندروپوف؟ .. پروزدکوف یا کریانوف؟

میں نے فائل بند کر دی اور خود سے سوال کیا۔ "بولو، کامریڈ شمرالیوف! اب کیا ارادے ہیں؟ ان خونخوار بھیڑیوں سے بھڑ جاؤ گے یا بھاگ نکلنے کا ارادہ ہے؟ ویسے بھاگ کر تم جا بھی کہاں سکتے ہو؟ ایک طرف خندق ہے، دوسری جانب کھائی، اِدھر سے بچ بھی گئے تو اُدھر مارے جاؤ گے..... ریکنکوف ٹھیک ہی کہتا تھا۔ آندروپوف نے اگر جان بخشی کر بھی دی تو برزنیف کچّا ہی چبا جائے گا۔

میری کھوپڑی سنسنانے لگی اور زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں جیسے لاکھوں کروڑوں شہد کی مکھیاں بھنبھنانے لگیں۔ مَیں نے آنکھیں بند کر لیں اور جسم کو آرام دینے کے لیے ڈھیلا چھوڑ دیا، مگر اعصابی تشنج میں کمی نہ ہوئی۔ چند لمحوں بعد مَیں نے آنکھیں کھول دیں، میز پر بائیں جانب سگریٹ کی ڈبیاں اور لائٹر دھرا تھا۔ میں نے ڈبیا سے سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور لائٹر جلا کر اُسے سُلگایا، ایک دو کش لیے ہی تھے کہ دماغ کی بیٹریاں تیزی سے چارج ہونے لگیں۔ سُلگتا ہوا سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر مَیں نے انگلیوں میں دبا لیا اور اس کے دہکتے ہوئے سرے کی طرف تکنے لگا۔

مَیں نے اعصاب کو سکون دینے کے لیے سگریٹ سلگایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ جنرل زیوی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے کیا کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ پریشان اور مضطرب تھا۔ ایسا مضطرب کہ خودکشی کے سوا کوئی اور طریقہ نہ سوجھا۔ جنرل زیوی گن بھی سگریٹ کا عادی تھا۔ سگریٹ کے ساتھ ساتھ وہ شراب کا بھی بے حد رسیا تھا۔ سگریٹ کے معاملے میں وہ چین سموکر تھا اور شراب کا جام حلق میں انڈیلنے سے پہلے وہ سگریٹ ضرور سلگایا کرتا تھا مَیں نے اپنے حافظے پر زور دیا اور بہت سے ایسے واقعات مجھے یاد آنے لگے جب میں نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اُسے سگرٹ پر سگرٹ جلاتے اور جام پر جام لنڈھاتے دیکھا تھا۔ صرف تین ماہ پہلے مجھے ہاؤس آف یونینز میں ہونے والی ایک سرکاری تقریب یاد آئی۔ جنرل زیوی گن ایک پر بیٹھا شراب پی رہا تھا اور سگرٹ اُس کی انگلیوں میں سلگ رہا تھا۔ اس کے سامنے نوجوان بیٹھے تھے، وہ دونوں بھی پی رہے تھے۔ میں نے اُن میں سے ایک کو پہچان لیا۔ و برزنیف کا بیٹا تھا۔ اب یہ بات کم از کم میری عقل میں نہیں آسکتی تھی کہ ایسے شخص نے جو سگر کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ گزار سکتا ہو۔ خودکشی سے پہلے سگرٹ نہیں پیا اور شراب کا ایک آد پیگ نہیں چڑھایا ہوگا۔ مَیں اس کی جگہ ہوتا تو جان دینے سے پہلے ایک سگرٹ ضرور پ لیکن آپ دیکھ چکے ہیں کہ جس کمرے میں زیوی گن کی لاش، اُس کا ریوالور اور چلے ہوئے کار کا خول ملا، وہاں سگرٹ کی ڈبیا یا شراب کی بوتل نہیں پائی گئی۔ کیا جنرل زیوی گن خود کو موت حوالے کرنے میں اتنا عجلت پسند ہو چکا تھا کہ زندگی کا آخری سگرٹ اور برانڈی کا آخری جا پینے کی بھی فرصت اُس کے پاس نہ تھی؟ جبکہ یہ دونوں چیزیں اُسے اس وقت میسّر تھیں۔ پھر کیا سبب ہے کہ ان تمام دستاویزات اور موقع کے گواہوں کے تحریری بیانات میں ان دونوں چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مجھے بہرحال اس راز سے پردہ اٹھانا تھا۔

مَیں نے اپنے سگرٹ کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں بجھایا اور دوبارہ آنکھیں بند کرکے سر کرسی کی پُشت پر ٹکا دیا۔ اعصابی اضطراب، سکون میں بدل چکا تھا اور مَیں اپنے اندر ایک نیا ولولہ اور نئی تازگی محسوس کر رہا تھا، تاہم نینا کے بھیانک قتل کا تصوّر بار بار جیسے میرے دل کو کچوکے دینے لگتا۔ بے چاری نینا محض اس لیے ہلاک کر دی گئی کہ وہ میرے ساتھ رہتی تھی اور اُسے ہلاک کرکے پروزدکوف یا کربانوف مجھے خوف زدہ کر رہے تھے۔

مَیں شام تک اپنے دفتر میں رہا اور ایک لمحے کے لیے بھی باہر نہ نکلا۔ دوپہر کا کھانا مَیں نے کمرے ہی میں کھایا۔ مجھے معلوم تھا کہ پانچ بجتے ہی کے جی بی انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے تھے اور دفتر سے اُٹھنے والوں میں کربانوف کا پہ نمبر ہوتا تھا۔ پانچ بجنے کے بعد اس کے لیے دفتر میں رُکنا ناممکن تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ مَیں پان بجنے سے پہلے پہلے کربانوف سے رابطہ قائم کروں۔ مَیں نے سپیشل گورنمنٹ ٹیلی فون ڈائریکٹری

اُس ڈائریکٹری کے سرورق پر بھی سیکرٹ، جلی حرف میں چھاپا جاتا تھا اور اس میں جتنے بھی نمبر درج تھے۔ وہ عام پبلک ڈائریکٹری میں شامل نہیں کیے جاتے تھے۔ یہ سپیشل ڈائریکٹری صرف خاص خاص سرکاری افسروں اور اداروں کو ارسال کی جاتی تھی۔

ٹھیک چار بج کر پچاس منٹ پر میں نے پہلا نمبر ڈائل کیا۔ اس وقت بھی میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

دوسری طرف سے حسبِ توقع کربانوف کی سیکرٹری لیڈیا پالونا نے فون اٹھایا میں نے نرم لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: "میرا نام شمرالوف ہے اور میں پبلک پراسیکیوٹر آفس میں سپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ کیا آپ کامریڈ کربانوف سے بات کرا سکتی ہیں؟"

چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد لیڈیا نے کہا: "آپ انتظار کیجئے، مَیں کامریڈ کربانوف سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

میرے دل کی دھڑکنیں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ پندرہ سیکنڈ بعد میرے کان میں کربانوف کی جانی پہچانی آواز آئی: "ہیلو... مَیں کربانوف بول رہا ہوں..."

"گڈ آفٹر نون... مَیں شمرالوف ہوں۔ چند ضروری معلومات آپ سے لینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو..."

"کامریڈ شمرالوف... خیر تو ہے؟" کربانوف نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "کیا ضرورت پیش آگئی؟"

"جی ہاں کامریڈ.... سب خیر ہے.... مَیں ابھی ابھی آپ کے ادارے کی جانب سے بھیجی گئی اُس فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جو جنرل زیوی گن کی خودکشی سے متعلّق ہے.... پوچھنا یہ تھا کہ زیوی گن کا ریوالور، اس کا بال پوائنٹ قلم، کارتوس کا خول اور فلیٹ کی کنجیاں آپ نے کیوں نہیں بھجوائیں۔ یہ چیزیں کہاں ہیں۔"

مَیں نے تصوّر کی آنکھ سے دیکھا کہ کربانوف کے ہونٹوں پر اُبھرتے والا دوسرا قہقہہ اپنی موت آپ مر گیا۔ اس کی پیشانی پر بَل پڑ گئے اور چہرہ سُت گیا۔ چند ثانیے خاموش

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

رہنے کے بعد جب وہ بولا تو اس کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ اور بدلا ہوا تھا :

"میں سمجھا ... لیکن یہ نہیں سمجھا کہ تم لوگوں کو اس معاملے میں اتنی عجلت کس لیے ہے"

یک لخت میرا دماغ بھنّا گیا۔ مجھے وہ اختیارات یاد آ گئے جو برژنیف نے عطا کیے تھے اور اُن اختیارات کے ملنے سے کربانوف کی کیا حیثیت تھی کہ وہ مجھ سے جرح کرتا؟

"کامریڈ کربانوف ..." میرا لہجہ اس سے کہیں زیادہ خوفناک اور سنجیدہ ہوگیا۔ "... عجلت ہے یا نہیں ... اس کا تعلق مجھ سے اور میرے محکمے سے ہے ... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... جو بات آپ سے پوچھی جا رہی ہے۔ براہِ کرم اس کا جواب دیجیے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجیے۔"

کربانوف کو شاید مجھ سے ایسے انداز کی توقع نہ تھی۔ یقیناً وہ اپنی جگہ بھونچکّا رہ گیا ہو تاہم آدمی بہت ہوشیار اور زمانہ ساز تھا، فوراً ہی اُس نے اپنا رویّہ بدل لیا اور آہستہ سے

"ٹھیک ہے ... اب میں سمجھ گیا ... جو چیزیں تمہیں درکار ہیں، وہ ہمارے آفس میں موجود ہیں اُنہیں حاصل کرنے کے لیے تمہیں یہاں آنا پڑے گا ... میں اپنے دفتر کو حکم دے رہا ہوں وہ ان تمام چیزوں کا ایک پیکٹ بنا دے۔ یہ پیکٹ تمہیں ڈپٹی آفیسر کے کمرے سے ملے اور ہاں ... ایک بات واضح کر دوں ... زیوی گن کا ریوالور ہم نے اچھی طرح صاف کر دیا اس پر بارود وغیرہ کا کوئی ذرّہ تمہیں نہیں مل سکے گا ... کارتوس کا خول ... بال پوائنٹ اور زیوی گن کے اپارٹمنٹ کی کنجیاں اگر تمہارے لیے کارآمد ثابت ہو سکیں تو مجھے خوشی

اُس کے لہجے میں چھپا ہوا طنز ایسا نہ تھا جو آشکار نہ ہوتا۔ وہ مجھے چیلنج کر رہا تھا۔ چنانچہ نے چیلنج قبول کر لیا :

"بہت خوب کامریڈ ... آپ کے آفس کی مستعدی اور ہوشیاری کے بہت چرچے سُنے تھے، یقیناً آپ ویسے ہی ہیں۔ اب مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیجیے کہ زیوی گن آنجہانی کی ڈائریاں کہاں ہیں۔ اس کے علاوہ میں اُن سب افراد سے بھی پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں کسی حیثیت میں زیوی گن سے منسلک رہے ہیں۔ ابتدا اس کے باڈی گارڈ اور شوفر سے کرنا چاہتا ہوں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کوشش کے باوجود میں اپنے لہجے کا طنز بھی چھپا نہ سکا۔ کربانوف نے ایک لحظہ تامّل کے بعد کہا :

"کیا زیوی گن کے باڈی گارڈ اور شوفر سے پوچھ گچھ ضروری ہے؟"

"میری دانست میں بہت ضروری ہے۔"

"لیکن ... اُن دونوں کے تصدیق شدہ بیانات فائل میں موجود ہیں۔" کربانوف نے زور دے کر کہا۔ "اس سے زیادہ یہ لوگ اور کیا بتائیں گے؟"

"ہو سکتا ہے کچھ بتا ہی دیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "آخر بات کر لینے میں ہرج ہی کیا ہے؟ یا کچھ ہرج ہے؟"

"نہیں نہیں ... ہرگز نہیں ... کوئی حرج نہیں ..." کربانوف نے جلدی سے کہا اور میں نے اپنی جگہ محسوس کیا کہ وہ سخت بوکھلا گیا ہے۔

"زیوی گن کے ماتحتوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے میں تمہیں اجازت دینے کا اختیار نہیں رکھتا کامریڈ شمرالوف — اس کے لیے تمہیں کامریڈ آندروپوف سے اجازت لینی ہوگی۔ کے جی بی کے چیئرمین وہی ہیں اور زیوی گن آنجہانی کے ساتھ جو لوگ کام کرتے رہے ہیں، ان سے پوچھ گچھ اتنی آسان بھی نہ ہوگی۔"

"یہ قیمتی معلومات فراہم کرنے کا بہت بہت شکریہ کامریڈ کربانوف ..." میں اور شیر ہو گیا۔ "عام حالات میں بے شک کامریڈ آندروپوف کو یہ اختیار حاصل ہے، لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس اپنے محکمانہ فرائض کی ادائیگی میں کامریڈ آندروپوف کی اجازت کا محتاج نہیں ہے ... آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ مجھے ان تمام افراد کے نام اور پتے مہیّا کریں جو آنجہانی زیوی گن کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے ان تمام افراد کے ناموں اور پتوں کی فہرست بھی چاہیے جن کے سامنے زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ..."

دوسری طرف دیر تک خاموشی رہی۔ کربانوف کا ذہن شاید تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا آخر اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا :

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میرا خیال ہے کامریڈ تم وقت ضائع کر رہے ہو... جیسا کہ مَیں پہلے کہہ چکا ہُوں، اِس
معاملے میں کامریڈ آندروپوف کی اجازت ضروری ہے.... اس کے بغیر کے جی بی سے تعلق
والا کوئی شخص بھی تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے گا... اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے
جن افراد کے سامنے زیوی گن کی لاش کا معائنہ یا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ وہ سب کے سب
کے ملازم ہیں... پبلک پراسیکیوٹر آفس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز
کرے اور ایسے معاملات میں اُن افراد کو ملوّث کرنے کی کوشش کرے جن کا براہِ راست
کوئی واسطہ نہ ہو.... میرا مطلب اس معاملے سے ہے جس کی تحقیق بزعمِ خود تم کر رہے ہو۔"

کربانوف کی آواز تلخ ہوتی جا رہی تھی اور اب اُس کا رویّہ ویسا ہی تھا جیسا زر
کلب ہال میں جنرل پروزدکوف مجھ سے اختیار کر چکا تھا۔

مَیں نے اُسے مزید زِچ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

"دوسروں کی چھوڑیئے کامریڈ... یہ بتایئے کیا آپ کو بھی میرے سوالوں کا جواب
کے لیے کامریڈ آندروپوف سے اجازت لینی ہو گی؟"

مجھے یقین تھا یہ سوال کربانوف کی کھوپڑی پر ہتھوڑا بن کر گرا ہو گا۔

"میرا خیال ہے ایسا نہیں... میں اپنی جگہ ایک با اختیار شخص ہوں اور تم جیسے لوگوں
سوالوں کا بخوبی جواب دے سکتا ہوں... پوچھو؟"

"کیا فون پر ہی پوچھ لوں؟" میں نے اُسے چڑایا۔

"ہاں... فون پر پوچھ لو..." وہ یک لخت دھاڑا۔ میں اس کا پارہ گرم کرنے
کامیاب ہو چکا تھا۔

"جلدی پوچھو... میرا آفس ٹائم ختم ہو رہا ہے... مجھے گھر بھی جانا ہے..."

"بہت بہتر... ابھی پوچھتا ہوں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔ "یہ بتایئے کامریڈ کربانوف
کیا جنرل زیوی گن تمباکو نوشی کا عادی تھا؟"

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟" کربانوف کا لہجہ حد درجہ حیران کُن تھا۔ اُسے شاید ایسے معمو
کی توقع نہ ہو گی۔ میں نے سوال دہرایا:

"مَیں پوچھ رہا ہوں کیا جنرل زیوی گن تمباکو پیا کرتا تھا؟"

"ہاں... بیشک... سب جانتے ہیں وہ سگریٹ پیتا تھا.."

"بس مجھے یہی پوچھنا تھا۔ بہت بہت شکریہ... اب ایک عنایت اور کیجیے اور وہ یہ
کہ مجھے زیوی گن کی بیوہ کا پتہ بتایئے، یہ معزز خاتون کہاں رہتی ہیں؟ میں ذرا اُن سے بھی اُن کے
شوہر کی اندوہناک موت کے سلسلے میں تعزیت کرنا چاہتا ہوں۔"

"کامریڈ شیراوف... تم خواہ مخواہ لوگوں کو پریشان کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ یہ اچھی بات
نہیں ہے..."

"مجھے زیوی گن کی بیوہ کے گھر کا پتہ درکار ہے..." مَیں نے دوبارہ کہا۔ "کیا مجھے اس کے
لیے بھی آندروپوف سے پُوچھنا پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے... جب تم زیوی گن کا ریوالور وغیرہ لینے ہمارے آفس آؤ گے تو تمھیں
اُسی پیکٹ میں زیوی گن کی بیوہ کا پتہ بھی لکھا ہُوا مل جائے گا، مگر ایک مخلصانہ مشورہ
دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تمھیں اس بھاگ دوڑ سے کچھ حاصل نہ ہو گا... بے کار مغز کھپا رہے
ہو... کوئی اور کام کرو...."

اس بہترین اور مخلصانہ مشورے کا بھی بہت بہت شکریہ کامریڈ کربانوف"۔ مَیں
نے ہنس کر کہا "جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ فی الحال وہی کروں گا اور مجھے دُنیا کی کوئی
طاقت ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی...."

شام کے سائے خاصے گہرے ہو چکے تھے جب مَیں آنجہانی جنرل زیوی گن کے
سیف اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچا۔ اُس وقت فضا میں بے پناہ خُنکی پیدا ہو چکی تھی اور ہائے
کتانوا سٹریٹ تقریباً ویران پڑی تھی۔ اردگرد کے فلیٹوں کی مختلف منزلوں میں البتہ روشنیاں
ہو رہی تھیں اور کہیں کہیں سے تیز مغربی ڈسکو میوزک کی آوازیں بند کھڑکیوں کی درزوں سے
آزاد ہو کر میرے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ ان میں عورتوں اور مردوں کے ملے جلے قہقہوں
اور غل غپاڑے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ زیوی گن کی رہائش گاہ کے بیرونی جائزے
ہی سے یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ اپارٹمنٹ کربانوف کی مرتّب کردہ رپورٹ میں جو
کچھ لکھا گیا ہے یہ اپارٹمنٹ بعینہٖ اس رپورٹ کی تصدیق کرتا ہے۔ اِکّا دُکّا آدمی، گرم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اوورکوٹ پہنے اور ہاتھوں پر موٹے موٹے دستانے چڑھائے، وقفے وقفے سے گزر رہے تھے۔ کوئی گاڑی مدھم رفتار سے آتی اور سڑک کے دوسری طرف نکل جاتی۔ زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کے لیے مجھے کچھ زیادہ مشقت نہ کرنی پڑی۔ اپارٹمنٹ کے دروازے کا قفل صاف بتا رہا تھا کہ اُسے پُورا زور لگا کر توڑا گیا ہے، اور یہ کام زیوی گن کے باڈی گارڈ نے سرانجام دیا تھا جب وہ جنرل کی جانب سے کوئی جواب نہ ملنے پر اس کی خیر و عافیت معلوم کرنے اپارٹمنٹ میں گیا تھا۔ نہ صرف قفل کی مرمت کر دی گئی تھی، بلکہ جہاں جہاں دروازے کو ضعف پہنچا تھا، اُسے بھی مرمت کر دیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دروازے پر لگا ہوا قفل سربمہر کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود قفل کھولنے کی مجھے خصوصی اجازت حاصل تھی۔ میں نے خصوصی کنجی اپنی جیب سے نکالی اور اُسے کھول دیا۔

قفل کھلا تو میں نے دروازہ اندر کی جانب آہستگی سے دھکیلا۔ اپارٹمنٹ کے گرد و نواح میں کوئی آواز تھی نہ کوئی حرکت۔ دروازے کے اندر داخل ہونے کے بعد میں نے بائیں جانب دیوار پر لگا ہُوا بٹن دبایا اور تاریک، چھوٹے سے کوریڈور میں روشنی پھیل گئی۔ مجھے چند لمحے دروازے کے پاس ہی ٹھہرنا تھا۔ میں نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور اُسے اندر سے لاک کر دیا۔ اپارٹمنٹ کے اندر گہری خاموشی تھی۔ تاہم یہ میرا فرض تھا کہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھوں۔ کسی بھی لمحے، اپارٹمنٹ کے اندر چھپا ہُوا، کوئی بھی شخص مجھے اُسی انجام سے دوچار کر سکتا تھا جس سے جنرل زیوی گن کو دوچار ہونا پڑا۔ نینا کو میرے فلیٹ میں گھس کر جس بے دردی اور سفاکی سے قتل کیا گیا تھا، وہ منظر میں کبھی بھول نہیں سکتا تھا اور میرا قطعی ارادہ نہ تھا کہ میں بھی اُسی طرح موت کے گھاٹ اُتار دیا جاؤں۔ مجھے ابھی کچھ عرصہ دنیا میں رہنے کا شوق تھا۔

کچھ سوچ کر میں نے کوریڈور کی بتی بجھا دی۔ اب میرے سامنے گھُپ اندھیرا تھا۔ مجھے ہر طرح اپنی تسلّی و تشفّی کرنے کے بعد ہی اپارٹمنٹ کے اندرونی حصّے میں جانا چاہیے تھا۔ میں نے جیب سے اپنا آٹومیٹک، ننّھا سا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا کھلونا نما پستول تھا، مگر اس میں بڑے گُن پوشیدہ تھے۔ یہ پستول کئی نازک

موقعوں پر میری جان بچا چکا تھا۔ اس کی نال فائر ہی نہیں کرتی تھی، بلکہ ضرورت پڑنے پر یہ ٹارچ کی طرح روشن بھی ہو جاتی۔ پستول کا سائلنسر فائر کی آواز اتنی دھیمی کر دیتا کہ دس پندرہ فٹ کے فاصلے تک بھی اُس کا سنائی دینا ناممکن تھا۔

کوریڈور میں دبیز اور نرم قالین بچھا تھا اور اس کی دبازت میں اپنے پاؤں کے نیچے بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب میری آنکھیں اندھیرے سے کسی قدر مانوس ہوئیں، میں نے خود کو انٹرنس ہال میں کھڑے پایا۔ تھوڑی سی جستجو سے مجھے یقین ہو گیا کہ اپارٹمنٹ کے اندر میرے علاوہ کوئی اور ذی روح موجود نہیں۔ اس لیے میں نے باری باری سب کمروں کی بتیاں روشن کر دیں، اور یوں جنرل زیوی گن کے سیف اپارٹمنٹ میں جیسے دن نکل آیا۔

میں نے دل ہی دل میں آنجہانی زیوی گن کے ذوقِ نفاست کو داد دی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ڈپٹی چیئرمین کے جی بی کا یہ سرکاری اپارٹمنٹ جہاں اس کا دفتر بھی تھا، اس قدر سامانِ تعیش اور آسائش سے پُر ہو گا۔ فی الواقع میں نقشِ حیرت بن گیا۔ ایک ایک کمرے کی آرائش و زیبائش پر کامریڈ نے دل کھول کر رقم خرچ کی تھی، مگر سوال یہ تھا کہ حکومت کی طرف سے اُسے ایسا کرنے کی اجازت دی گئی تھی، یا یہ سجاوٹ خود اس نے اپنے ذاتی خرچ سے کی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ سوویت یونین میں اعلیٰ عہدے داروں کو جو مشاہرے دیے جاتے ہیں وہ بمشکل اُن کی کفالت کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ زیوی گن اپنے سرکاری اپارٹمنٹ کی زیبائش پر اتنی بھاری رقم صرف کر سکے۔ شاید زیوی گن کو یقینِ کامل تھا کہ اُس سے بڑا کوئی عہدیدار اس اپارٹمنٹ کا معائنہ کرنے کبھی نہیں آئے گا، اور اگر آئے گا بھی تو اُسے یہاں کی سجاوٹ اور آرائش دیکھ کر زبان کھولنے کی جرأت نہ ہو گی یا یوں کہیے کم از کم اس وقت تک کوئی زبان سے ایک لفظ بھی نکال نہ پاتا جب تک برزنیف تختِ اقتدار پر قابض تھا۔

اپارٹمنٹ کے ہال کی دیواروں پر نہایت اعلیٰ درجے کا خوش نما اور قیمتی کاغذ لگایا گیا تھا اور اس پر جو اخراجات اُٹھے ہوں گے، ان کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہ تھا۔ درآمد شدہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فرنیچر دیکھ کر میں ششدر ہی تو رہ گیا۔ یہ فرنیچر بالکل نیا تھا، حالانکہ میری معلومات کے مطابق سوویت یونین میں غیر ملکی فرنیچر کا استعمال سخت قابلِ اعتراض بات تھی۔ یقیناً یہ فرنیچر حکومت کی اجازت سے نہیں لایا گیا تھا۔ اور زیوی گن کسی خوف و خطر کے بغیر اُسے اپنے اپارٹمنٹ میں استعمال کر رہا تھا۔ صوفے اتنے شاندار اور آرام دہ تھے کہ ان کی قیمت کا اندازہ کرنا میرے لیے مشکل تھا۔ کھڑکیوں پر لگائے گئے پردے بھی بہت نفیس اور قیمتی تھے۔ ان پردوں کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ انٹرنس ہال سے ملحق، دوسرے کمرے کی چھت پر ایک خوبصورت بلّوری جھاڑ نظر آیا۔ یہ واحد چیز تھی جو سوویت یونین میں تیار کی گئی تھی، لیکن اس کے بیحد قیمتی ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس کمرے میں شیشے کی ایک بڑی اور خوبصورت الماری نظر آئی، اور جب میں اس کے نزدیک گیا تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔

الماری کے چھ خانے تھے، اُوپر کے پانچ خانے شراب کی بوتلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور چھٹے خانے میں طرح طرح کے بلّوریں جام، نازک صراحیاں، پیمانے اور گلاس قرینے سے رکھّے گئے تھے۔ ایک سرسری اندازے کے مطابق شراب کی یہ بوتلیں ستّر بہتّر کے لگ بھگ تھیں ان میں روسی شراب کے علاوہ، جس کی صرف دو بوتلیں ہی نظر آئیں، انگلستان، امریکہ، فرانس ہنگری اور بلجیئم کی بنی ہوئی خاصی قیمتی بوتلیں بہت نمایاں تھیں اور ان بوتلوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ جنرل زیوی گن کا تعلق یقیناً ایسے افراد سے تھا جو سوویت یونین میں غیر ملکی شراب اسمگل کرنے کا دھندا کرتے تھے۔ غیر ملکی شراب سوویت یونین کی اُن اہم سرکاری تقریبات میں مہمانوں کو پیش کی جاتی تھی جو دورے پر آئے ہوئے ہوں۔ نجی طور پر کسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ غیر ملکی شراب کا ذخیرہ اپنے پاس رکھّے۔ بے شک بہت سے بااثر افراد اور بڑے بڑے لوگ غیر ملکی شراب کے رسیا تھے لیکن وہ ایسے ذخیرے کھُلے عام نمائش کے لیے نہیں رکھا کرتے تھے۔ جس طرح جنرل زیوی گن نے اپنے اپارٹمنٹ میں ایک الماری ایسی شرابوں کے لیے مخصوص کر دی تھی۔

تمام کمروں کا گھوم پھر کر جائزہ لینے سے پہلی بات جو سامنے آئی، وہ اس اپارٹمنٹ کی اندرونی صفائی اور ستھرائی تھی۔ ہر شے قرینے سے اپنی جگہ جمی ہوئی اور اس قدر صاف شفّاف جیسے ابھی ابھی بازار سے خرید کر لائی گئی ہو۔ کہیں کوئی داغ دھبّہ یا کاغذ کا ننھّا سا پُرزہ تک دکھائی

نہیں دیتا تھا۔ فرش پر بچھے ہوئے قالین اُسی طرح گرد و غبار سے پاک اور بے عیب تھے، حالانکہ ابھی چند گھنٹے بیشتر اسی اپارٹمنٹ میں ایک شخص نے ریوالور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کیا تھا اور ہلاکت کی تحقیقات کے لیے اَن گنت لوگ اس اپارٹمنٹ میں آئے اور گئے تھے۔ اس کے باوجود ہر کمرہ اور ہر شے اتنی صاف کیوں تھی؟ ذرا سے غور و خوض کے بعد اس کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ زیوی گن کی لاش یہاں سے اُٹھائے جانے، کے جی بی کی جانب سے رپورٹ مرتّب ہونے اور اس سانحے کو خودکشی کے بجائے طویل علالت کے بعد انتقال کر جانے سے تعبیر کرنے کے بعد کربانوف اور پروزدکوف وغیرہ اپنی جگہ مطمئن ہو چکے تھے کہ یہ قصّہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا اور اسے داخل دفتر کر دیا گیا ہے، لہٰذا انہوں نے اپارٹمنٹ پہلے کی طرح صاف رکھنے اور اس حادثے کا ہر نشان مٹا دینے کا ارادہ کر لیا، مگر یہ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زیوی گن کی خودکشی کا مسئلہ نئی تحقیقات کے لیے پبلک پراسیکیوٹر کے سپیشل انوسٹی گیٹر کے سپُرد کیا جائے گا اگر کربانوف وغیرہ کو ذرا بھی اس کا اندازہ ہوتا تو وہ اپارٹمنٹ کو آئینے کی طرح شفّاف نہ کرتے۔

مَیں نے طے کر لیا کہ اُن افراد سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کروں گا جنہوں نے کربانوف کے حکم کی تعمیل میں اپارٹمنٹ کی صفائی کی ہے، یہ اور بات کہ مجھے اس عملۂ صفائی سے کوئی خاص بات معلوم ہونے کی توقّع نہ تھی۔ وہ بھی سب کے سب کے جی بی کے ملازم تھے اور انہیں کربانوف اور پروزدکوف نے اچھی طرح بریف کر دیا ہوگا۔

مجھے یہاں جس چیز کی تلاش تھی، وہ میری نگاہوں کے سامنے موجود تھی اور ایک نہیں کئی کئی، مگر افسوس کہ یہ سب خالی تھیں اور انہیں اس طرح صاف کیا گیا تھا کہ سگریٹ یا سگار کی راکھ کا کوئی ذرّہ ڈھونڈنا ناممکن ہی نہ تھا، آپ سمجھ گئے ہوں گے، میری مراد اُن ایش ٹرے سے ہے جو جنرل زیوی گن کے زیرِ استعمال رہتی تھیں جس کمرے میں زیوی گن نے خودکشی کی، وہاں بھی ڈرائننگ ٹیبل پر کرسٹل کی بنی ہوئی ایک خوبصورت ایش ٹرے دھری تھی لیکن اُسے اچھی طرح صاف کر دیا گیا تھا۔ سوال یہ تھا کیا زیوی گن نے مرنے سے ایک دن یا ایک گھنٹہ پہلے سگریٹ نوشی چھوڑ دی تھی۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو اُسے یہ تمام ایش ٹرے اپارٹمنٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے اندر سے ہٹا دینی چاہیئے تھیں جو لوگ ابتدا میں تمباکو نوشی کے شدید عادی ہوتے ہیں اگر وہ بعد میں یہ عادت چھوڑ دیں تو ردِ عمل کے طور پر ایش ٹرے بھی اپنے قریب رکھنا پسند نہیں کرتے، حد یہ کہ دوسروں کو بھی اپنے سامنے سگریٹ پینے اور سگریٹ کا گُل راکھ دان میں جھاڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔ زیوی گن بھی مزاج کے اعتبار سے ایسا ہی آدمی تھا، لیکن یہاں ایسا نہیں تھا۔ کربانوف مجھے بتا چکا تھا کہ زیوی گن نے سگریٹ نوشی ترک نہیں کی تھی۔ تاہم یہ بات حیرت انگیز تھی کہ خودکُشی سے پہلے اُس نے حسبِ عادت سگریٹ پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، اور اگر اُس نے مرنے سے پیشتر سگریٹ پیا تو اس کا آخری بجھا ہوا ٹکڑا ایش ٹرے کے اندر موجود ہونا چاہیئے تھا۔

مجھے بہرحال یہ معمّا حل کرنا تھا کہ زیوی گن نے مرنے سے پہلے اگر سگریٹ پیا تو اس کا بجھا ہوا ٹکڑا کہاں ہے۔

شراب کی بوتلوں سے بھری جس الماری کا پہلے ذکر آیا ہے وہ چیکوسلواکیہ کی بنی ہوئی تھی۔ الماری کے اندر روشنی کا خودکار بندوبست کیا گیا تھا، بالکل ویسا ہی جیسے ریفریجریٹروں میں ہوتا ہے کہ ادھر آپ نے دروازہ کھولا، ادھر اندرونی حصے میں روشنی ہوگئی۔ اُس کے اندر مختلف رنگوں کے ننھے مُنّے بلب اس انداز میں لگائے گئے تھے کہ جب وہ کھلتی تو یہ بلب نظر نہ آتے، البتہ اُن کے دلفریب رنگوں سے الماری کے اندر قوسِ قزح کی سی شکل ابھرتی۔ یہ رنگ جب شراب کی بوتلوں پر پڑتے تو ان کا حسن وجمال دوبالا ہو جاتا۔

اُن میں اکثر بوتلیں ابھی تک سربمہر تھیں، صرف تین بوتلوں کے مُنہ کھلے تھے جس سے پتہ چلتا تھا کہ انہیں استعمال میں لایا جا چکا ہے۔ اُن میں فرنچ برانڈی اور روسی وُڈکا کی دو بوتلیں اور ایک انگلش شیمپین شامل تھیں۔ زیوی گن کے بارے میں مجھے ہی نہیں، سوویت روس میں بچے بچے کو علم تھا کہ وہ بلا نوش ہے، اُسے دو وقت کا کھانا بیشک نہ ملے، مگر شراب کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا ـــــ اُس کے کوٹ کی مختلف جیبوں میں شراب کی چھوٹی چھوٹی کئی بوتلیں ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔ اب اگر ایسے شخص کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ اس نے خودکُشی سے پہلے نہیں پی تھی تو آپ کیا کہیں گے؟ یہی کہ ایسا ممکن ہی نہیں

عام حالات میں جب زیوی گن بوتلوں پر بوتلیں چڑھاتا تھا، تو خودکشی کا بھیانک ارتکاب کرنے کے لیے تو اُسے شراب کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور یقینی بات ہے کہ اس نے خود کو مدہوش کر لیا ہوگا، لیکن اُس کی جو پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کی گئی، اس میں کہیں شراب کا ذکر نہ تھا۔ اس نے موت سے پہلے شراب پی ہوتی تو پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ضرور درج ہوتا ہے کہ مرنے والے کے خون میں الکوحل پائی گئی وغیرہ وغیرہ۔

ذرا غور فرمائیے کیسا عجیب مقام ہے کہ خودکُشی سے پہلے زیوی گن جیسے بلا نوش نے سگریٹ پیا نہ شراب کو ہاتھ لگایا۔ اس کے برعکس اس نے صرف اتنا کیا کہ سُسلوف کے دفتر سے وہ سیدھا اس اپارٹمنٹ میں آیا، میز پر بیٹھ کر اس نے اپنا قلم اور رائٹنگ پیڈ نکالا۔ خودکُشی کے بارے میں مختصر نوٹ لکھا، پھر اپنا ریوالور کنپٹی پر رکھّا اور لبلبی دبا کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ زیوی گن کو خودکُشی کی اتنی جلدی تھی کہ اس نے تاخیر کرنا مناسب نہ جانا یہاں تک کہ اُس نے سگریٹ نہ پیا۔ شراب کی الماری تو خیر ذرا فاصلے پر تھی۔ کیا کوئی ذی ہوش آسانی سے تسلیم کرے گا کہ اس پُرسکون انداز میں کوئی شخص خود کو موت کے حوالے کر سکتا ہے؟ مگر اس کا کیا علاج کہ کے جی بی کو چلانے والے کچھ ایسا ہی یقین رکھتے تھے اور ان کی دانست میں اس سے بہتر اور شریفانہ انداز میں خودکُشی نہیں کی جا سکتی تھی۔

میں نے وہ پیکٹ کھولا جو کربانوف نے میرے لیے تیار کرایا تھا۔ اس میں زیوی گن کا ریوالور، بال پوائنٹ قلم اور خودکُشی کا تحریری اقرار نامہ وغیرہ موجود تھا۔ میں نے سوچا اگر زیوی گن اس آسانی سے خود کو شوٹ کر کے دنیاوی جھنجھٹوں سے نجات پا سکتا ہے تو میں ایسا کیوں نہیں کر سکتا، چنانچہ میں نے بھی زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا۔ اُسی میز پر بیٹھ کر خودکُشی کا اقرار نامہ اپنے سامنے رکھّا اور بال پوائنٹ قلم اُٹھا کر فرضی طور پر کچھ لکھا۔ پھر قلم رکھ کر اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب میں یوں ہاتھ ڈالا جیسے ریوالور نکالنا چاہتا ہوں... مگر میں نے ریوالور نہیں نکالا... شاید اس لیے کہ اسی وقت ایک دلچسپ بات مجھے یاد آ گئی... کیا زیوی گن نے اپنا ریوالور جیکٹ کی اندرونی جیب سے نکالا تھا یا اُس نے بھاری اوورکوٹ پہن رکھّا تھا؟ یہ بات ہرگز قرینِ قیاس نہ تھی کہ جنوری کے اس بے پناہ سرد مہینے میں وہ صرف ایک جیکٹ پہنے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوئے ہوگا۔ وہ تو تھوڑی دیر پہلے باہر سے آیا تھا اور لازماً اس کے بدن پر اوورکوٹ ہو
مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ کے جی بی کے ماہرین نے جو رپورٹ مرتب کی، اُس میں کہیں اشا
نہیں ملتا کہ جنرل نے مرتے وقت کونسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس میں کسی اوورکوٹ یا ہ
کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا میں یقین کر لوں کہ وہ باہر سے آیا، ٹیبل پر بیٹھ کر خودکشی کا اقرار نامہ لک
اور ریوالور سے خود کو شوٹ کر لیا؟ اگر اس نے ایسے موقع پر اوورکوٹ نہیں پہن رکھا تھا
تو پھر اس کا اوورکوٹ کہاں تھا؟ اور اگر اوورکوٹ خودکشی کے وقت زیوی گن کے بدن
پر تھا تو رپورٹ میں اُس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ ظاہر ہے خون اس کوٹ پر بڑی مقدا
میں گرا ہوگا.....

اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے ریوالور نکالنے کے بجائے میں نے بلغاریہ کا بنا
ہُوا سگریٹ پیکٹ نکال لیا۔ ماچس کی تیلی جلا کر سگریٹ سلگایا اور اس پیچیدہ معاملے
پر مزید غور و فکر کرنے کے لیے، کُرسی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہُوا۔ ایک لمحے
کے لیے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ زیوی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے اسی طرح یہیں
کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر، اپنی زندگی کا آخری سگریٹ پیا ہو۔ میں نے کھڑکی سے باہر
دیکھا... سامنے صحن تھا... ویران اور سُنسان.... جہاں شام کی ہلکی ہلکی برف، روئی کے
نرم نرم گالوں کی صورت میں مسلسل گر رہی تھی۔ صحن کے ایک طرف اینٹوں کا بنا ہُوا گیراج
تھا... اس وقت زیوی گن کے خیالات اور احساسات کیا ہوں گے۔ اس بارے میں
مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، تاہم یہ بات یقینی تھی کہ اگر وہ اس کھڑکی کے پاس کھڑا سگریٹ
پی رہا تھا تو عین ممکن ہے سگریٹ کی راکھ جھاڑنا بھول گیا ہو یا اُس نے یہ سوچا ہو کہ راکھ
جھاڑنے کے لیے اُسے واپس ٹیبل پر جانا پڑے گا، جہاں ایش ٹرے رکھی ہے لیکن زندگی
کے آخری لمحات میں اُس نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ اب ایش ٹرے میں راکھ جھاڑنے کا عمل
بے کار ہے۔ راکھ تو کہیں جھاڑی جا سکتی ہے اور سگریٹ کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں مسلے
بغیر کھڑکی سے باہر صحن کی طرف اُچھالا جا سکتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر سگریٹ کی راکھ
بیش قیمت قالین پر گر جاتی تو بھی کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

مَیں نے گھٹنوں کے بَل جُھک کر کھڑکی کے نیچے اور اپنے قدموں تلے بچھے قالین
کا جائزہ لیا... وہاں راکھ کا کوئی ذرّہ نظر نہ آیا۔ قالین صاف کرنے والوں کی مہارت
قابلِ داد تھی۔ انہوں نے میرے لیے کامیابی کا کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا تھا... فرض کرو
زیوی گن نے سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں نہیں بجھایا، تو حقیقت میں اُس نے کیا کیا
ہوگا؟ کیا اس نے کھڑکی کھول کر یہ ٹکڑا باہر پھینکا تھا؟ مَیں نے اپنی انگلیوں میں سُلگتے
سگریٹ کا جائزہ لیا.... ایک دو کش اور لگاؤں تو پھر مجھے بھی ایش ٹرے کی ضرورت پڑے
گی چنانچہ مَیں نے جلدی جلدی دو کش لگائے، کیا میں اپنا سگریٹ واپس جا کر ایش ٹرے
میں بجھاؤں یا کھڑکی سے باہر پھینک دوں؟ مَیں نے اُسے باہر پھینکنے کا فیصلہ کیا اور بایاں
ہاتھ کھڑکی کھولنے کے لیے بڑھایا، لیکن اُسی لمحے کھڑکی کے اوپری فریم پر نگاہ پڑی اور میرا
بڑھا ہُوا بازو وہیں رُک گیا۔ مَیں پلک جھپکائے بغیر کھڑکی کا فریم دیکھتا رہا...
اب مجھے سگریٹ کا ٹکڑا باہر کورٹ یارڈ میں پھینکنے کی ضرورت نہ تھی۔ واپس جا کر
مَیں نے اُسے ایش ٹرے میں بجھایا اور دوبارہ کھڑکی کی طرف آ کر فریم کا بغور معائنہ کرنے لگا۔
اس فریم کا اُوپری حصّہ دو جگہوں سے چھلا ہوا تھا اور اگرچہ اُن چھلے ہوئے حصوں کو استادانہ
کاریگری کے ذریعے درست کرنے کی پُوری کوشش کی گئی تھی، مگر ناکام ثابت ہوئی۔ اُن
کا بس نہیں چلا ہوگا کہ وقت کم تھا، ورنہ وہ اس کھڑکی کا یہ فریم ہی تبدیل کر ڈالتے...
سوال یہ تھا کہ کھڑکی کا یہ فریم کیوں اس صدمے سے دوچار ہُوا، مَیں نے قریب ہو کر
اُس کا جائزہ لیا... صریحاً یہ ایک دو دن سے زیادہ پُرانا نہ تھا اور اسے درست کرنے
کی جو کارروائی کی گئی تھی وہ بھی اِس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ فریم کو چھلے ہوئے
زیادہ وقت نہیں گزرا۔ چھلے ہوئے ٹکڑے تلاش کرنے کے بعد انہیں اصل جگہ فِٹ کرنے
کی نہایت فنکارانہ انداز میں کوشش کی گئی اور یہ کام اتنی مہارت سے سرانجام دیا گیا کہ کسی کی
توجّہ فوری طور پر کھڑکی کے اِس فریم کی جانب نہیں جا سکتی تھی۔ اب آپ اسے میری خوش بختی
کہہ لیجیے یا اتّفاقی حادثہ کہ زیوی گن کے اندازِ خودکشی کی ریہرسل کرتے ہوئے میری نگاہ
اس فریم پر جا پڑی اور یوں ایک نئی کڑی جستجو اور تحقیق کی ہاتھ آتی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں نے اِس فنی کاریگری کا ذرا نزدیک سے جائزہ لینے کا ارادہ باندھا۔ ایک کُرسی اُٹھا کر کھڑکی کے قریب رکھی، پھر اسٹڈی روم میں سے ایک چھوٹا سا ٹیبل لیمپ لے کر آیا اُسے روشن کر کے میں نے دائیں ہاتھ میں تھاما اور خود کرسی پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ لکڑی کا یہ فریم کیسے ٹوٹا۔ میں دراصل اپنا ایک خصوصی سیاہ بیگ لانا بھول گیا تھا۔ اُس بیگ میں جدید ترین آلاتِ سُراغ رسانی رکھے ہوئے تھے۔ اُنہی میں طرح طرح کے طاقتور محدّب شیشے تھے جو ایک رائی کو پہاڑ بنا کر دکھا دیا کرتے تھے۔ اس وقت محدّب شیشہ میرے پاس ہوتا تو اس اُکھڑے ہوئے فریم کا سارا راز منٹوں میں کھل جاتا، تاہم قریب سے دیکھنے کا بھی خاصا فائدہ پہنچا۔ میں نے اندازہ کیا کہ لکڑی کے فریم میں سے تین ملی میٹر قطر کا ایک ٹکڑا الگ ہوا جسے بعد ازاں اُسی سوراخ میں جما دیا گیا تھا۔ یہ اور بات کہ اس ٹکڑے کے چاروں طرف ہلکی سی لکیر صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے کرسی سے اُتر کر اس سنہری پیکٹ میں ہاتھ ڈالا جو کربانوف نے میرے لیے تیار کرایا تھا۔ اُس کے اندر فولادی زرد رنگ کا کارتوس موجود تھا جو زیوی گن کے ریوالور میں سے نکلا اور اُس کی کنپٹی میں گھس گیا تھا۔ میں نے یہ خونی کارتوس نکال کر ہتھیلی پر رکھ لیا۔ اگرچہ اس کا ایک سرا نہایت خفیف طور پر مُڑا ہُوا تھا، اس کے باوجود یہ جاننے میں دیر لگی کہ زیوی گن کی کنپٹی میں داخل ہونے سے پہلے یہ کارتوس کھڑکی کے اس فریم پر لگا

لیکن یہ اِتنی مضحکہ خیز بات تھی کہ میں اس کے تصور ہی پر مُسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ نظریہ درست تھا اور اس کے غلط ہونے کی بظاہر کوئی وجہ بھی نہ تھی ـــ اس کے معنی یہ تھے کہ جب زیوی گن نے ریوالور اپنی کنپٹی پر رکھا۔ لبلبی دبائی، ریوالور کی نال سے فولادی کارتوس برآمد ہوا مگر زیوی گن کے کھوپڑی پاش پاش کرنے سے پہلے کارتوس نے مناسب یہ سمجھا کہ وہ کھڑکی کے فریم میں جا لگے، لیکن اس نے اِتنا کیا کہ فریم کا کچھ حصہ اس سے الگ کر دیا اور غالباً کھڑکی کا شیشہ توڑتا ہوا سامنے والی بلڈنگ کی دیوار میں لگا اور پھر سڑک پر گر گیا۔ کھڑکی کا شیشہ اگر ٹوٹا تو اس کی جگہ نیا شیشہ لگوا دیا گیا ہوگا کہ کام بہت آسان تھا، چنانچہ میں نے اپنے شبہ کو یقین میں بدلنے کے لیے، کھڑکی میں لگے ہوئے چاروں شیشوں کا بغور معائنہ کیا اور یہ جاننے میں پندرہ بیس سیکنڈ سے زیادہ وقت صرف نہیں ہُوا کہ ان چاروں شیشوں میں سے تین

شیشے پُرانے تھے اور چوتھا نیا لگایا گیا تھا۔ پُرانے تینوں ٹکڑوں کو بھی ماہرین نے خوب شفّاف کر ڈالا اور اپنی طرف سے اُنھیں چمکتے نئے شیشے سے ملانے کی پُوری کوشش کی تھی۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ پُرانے اور نئے شیشے میں بہرحال چمک دمک کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بات کا واضح ثبوت فراہم ہو چکا تھا کہ ریوالور سے نکلے ہوئے ایک کارتوس نے کھڑکی کا فریم ہٹ کیا۔ پھر شیشہ توڑ کر باہر نکل گیا۔ غالب امکان یہی تھا کہ وہ کارتوس باہر سڑک پر گرا اور تین فٹ گہری اُس برف میں دبا ہُوا ہوگا جو پچھلے دو روز سے مسلسل گر رہی تھی میرے لیے یہ امر باعثِ اطمینان تھا کہ برف صاف کرنے والے بُل ڈوزر ابھی حرکت میں نہیں آئے تھے اور شاید مزید برف گرنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ بار بار برف ہٹانے کی مشقت برداشت نہ کرنی پڑے۔ میں نے ان دونوں دریافتوں سے اپنے اندر ایک نئی توانائی کی لہر دوڑتے ہوئے محسوس کی۔ کریانوف اور پزدکوف جیسے چالاک مکّار اور عیّار لوگوں کو شکست فاش دینا میرے لئے ضروری ہو گیا تھا، ورنہ میرا حشر بھی زیوی گن سے مختلف نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے کرسی وہیں لے جا کر رکھی جہاں سے اٹھائی تھی، لیمپ بھی اس کے اصل مقام پر پہنچایا، اس کے بعد اپارٹمنٹ کے اندر جلنے والی تمام بتّیاں بجھائیں۔ صرف کوریڈور کی بتّی جلتی ہوئی چھوڑ دی۔ دروازے سے باہر آ کر میں نے اُسے احتیاط سے لاک کیا اور دوسری منزل سے اُتر کر پہلی منزل پر آ گیا۔ پہلی منزل میں عام لوگوں کے رہائشی فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ میں نے ایک فلیٹ کی گھنٹی بجائی۔ کوئی جواب نہ ملا۔ شاید وہ فلیٹ خالی پڑا تھا۔ میں نے اس سے اگلے فلیٹ کے دروازے پر لگی گھنٹی پر اُنگلی رکھی۔ اس فلیٹ کے اندر سے میوزک کی خاصی اُونچی آواز باہر آ رہی تھی اور میوزک کے عقب میں چند آدمیوں اور عورتوں کے چھنکنے اور کھنکتے قہقہوں کی ملی جُلی آوازیں، چند لمحے انتظار کرنے کے باوجود جب دروازہ نہ کھلا تو میں نے تیسرے فلیٹ کی گھنٹی بجائی۔ ایک منٹ بعد دروازہ آہستہ سے کُھلا اور ایک موٹی سی لڑکی نمودار ہوئی۔ اُس نے غور سے مجھے یوں دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

"معاف کیجیے۔۔۔ میں نے آپ کو زحمت دی۔۔۔ کیا آپ کے گھر میں دو یا تین دُوربینیں ہوں گی؟"

لڑکی کی دونوں آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شاید اس نے مجھے کوئی خبطی یاد دلوا دیا کیا اور جواب دیے بغیر مُنہ بنا کر دروازہ بند کر دیا۔ میں کچھ خفیف سا ہو کر اگلے فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گھنٹی بجائی اور اس مرتبہ دروازہ فوراً ہی کھُل گیا۔ ایک نوجوان میرے سامنے کھڑا تھا۔ مَیں نے پہلے اپنا تعارف کرایا، سرکاری شناختی کارڈ نکال کر دکھایا۔ نوجوان کے چہرے پر حیرت کے بجائے خوف و ہراس کی لکیریں نمودار ہوئیں۔ اس نے مدھم آواز میں کہا:

"فرمایئے جناب... مَیں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہُوں؟ اگر آپ بھوکے ہیں تو اندر آیئے، کھانا حاضر ہے، اور اگر..."

"نہیں نہیں... ایسی کوئی بات نہیں..." مَیں نے ہنس کر کہا: "بہت بہت شکریہ۔ مجھے دراصل دُوربینوں کے ایک جوڑے کی سخت ضرورت ہے۔"

"دُوربینیں!" وہ بھونچکا ہو کر میری صورت تکنے لگا۔ اس نے لمبی سے شانے اُچکائے اور دوبارہ کہا: "دُوربینیں؟ آپ کو دوربینیں چاہییں، لیکن کس لیے؟ دُوربینوں کا آپ کیا کریں گے... مَیں دیکھتا ہُوں... شاید گھر میں کوئی دوربین پڑی ہو... مگر... آپ کو دو دُوربینیں چاہئیں؟"

"چلو ایک ہی دوربین لا دو... مَیں تھوڑی دیر بعد واپس کر دوں گا۔"

نوجوان مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہُوا گھر میں گیا اور پانچ منٹ بعد جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی پُرانی دُوربین لٹک رہی تھی جو کسی فوجی افسر کے پاس غالباً دوسری جنگِ عظیم کے زمانے میں رہی ہوگی... اور اس وقت بھی خاصی اچھی حالت میں تھی۔

"لیجئے جناب... یہ حاضر ہے..." نوجوان نے دوربین میری جانب اچھال دی۔ "جی چاہے تو واپس کر دیجیے گا، ورنہ ضرورت نہیں... ہمارے فلیٹ سے اسی لائن میں، تین فلیٹ چھوڑ کر بحری فوج کے ایک بوڑھے افسر کا فلیٹ ہے... میں نے چند روز پہلے اس کے پوتے کے پاس بھی ایک ٹیلی اسکوپ دیکھی تھی۔ وہاں معلوم کر لیجیے، شاید وہ بھی آپ کے کام آ سکے..."

مَیں نے نوجوان کا دلی شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گیا۔ بحری فوج کے بوڑھے افسر کے فلیٹ پر دستک دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی کہ وہ پہلے سے دروازے پر کھڑا برف باری کا منظر دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بے حد خوش ہُوا اور مجھے اپنے فلیٹ کے اندر آنے کی دعوت دی۔ مگر میں نے اُس ٹیلی اسکوپ کا مطالبہ کر دیا جو اس کے پوتے کے پاس دیکھی گئی تھی۔ بوڑھا ہیبت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا جیسے اُس نے سانپ دیکھ لیا ہو۔

"ٹیلی اسکوپ!" وہ بلند آواز میں چلّایا... "تمھیں کیسے پتہ چلا کہ ہمارے ہاں ٹیلی اسکوپ موجود ہے؟"

"جناب، یہ موقع اس تفصیل میں جانے کا نہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "آپ براہِ کرم جلدی سے وہ ٹیلی اسکوپ مجھے لا دیجئے۔"

شاید اُس نے مجھے موٹی لڑکی کی طرح پاگل جانا۔ میرے ہاتھ میں دوربین وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ کرخت آواز میں بولا: "تم کہتے ہو کہ تمھارا تعلق پبلک پراسیکیوٹر آفس سے ہے اور تم اسپیشل انویسٹی گیٹر ہو۔ مگر مجھے اس میں شک ہے... سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"جناب، یقین کیجئے، میں نے اپنا صحیح تعارف کرایا ہے... یہ میرا سرکاری کارڈ ملاحظہ فرمایئے۔"

اس نے شناختی کارڈ لے لیا اور فلیٹ کے اندر جا کر اُسے روشنی میں اچھی طرح جانچا، پھر مطمئن ہو کر جب وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت ٹیلی اسکوپ تھی۔ اُس نے کارڈ اور ٹیلی اسکوپ دونوں چیزیں مجھے واپس کرتے ہوئے کہا "معاف کرنا، مَیں نے تمھیں جانے کیا سمجھا... بہرحال، یہ ٹیلی اسکوپ حاضر ہے۔"

مَیں اس کا شکریہ ادا کر کے باہر سڑک پر آ گیا جہاں اپارٹمنٹ کے سامنے اولگا کار کھڑی تھی۔ اُس شام یہاں آنے کے لیے میں نے پراسیکیوٹر کے ایک اسسٹنٹ سے عاریتاً یہ کار مانگ لی تھی۔ اُس میں جھانکا تو ڈرائیور کی نشست پر، کھڑکیوں کے شیشے چڑھائے، نیلی آنکھوں والا نوجوان ڈرائیور غالباً ریڈیو سے جی بہلا رہا تھا۔ اُس کا نام شاشا لونن تھا۔ مَیں نے اُنگلی سے کار کا شیشہ بجایا۔ وہ کار میں لگا ہُوا ریڈیو سُننے میں اتنا محو تھا کہ اُس نے شیشہ بجانے کی آواز نہیں سُنی اور جب مَیں نے کار کی چھت پر زوردار گھونسا مارا، تب وہ چونکا اور بدحواس ہو کر کار سے باہر نکل آیا۔

"سُنو..." مَیں نے کہا: "کار کا انجن اسٹارٹ کرو اور اسے آہستہ آہستہ چلا کر کورٹ یارڈ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی جانب سے جاؤ۔ اس کے بعد کار کا رُخ سامنے والی بلڈنگ کی طرف کر کے ہیڈ لائٹس روشن کر دو۔ یہ دھیان رکھنا کہ روشنیاں اس بلڈنگ کی پہلی اور دوسری منزل کے درمیانی حصے پر مرکوز رہیں۔"

شاشا نے بڑے تعجب سے یہ حکم سُنا، سر کھجایا اور کار اسٹارٹ کر کے کورٹ یارڈ میں لے گیا، پھر اس کا رُخ موڑا اور ہیڈ لائٹس جلا دیں۔ لیکن روشنیاں پہلی اور دوسری منزل کے درمیانی حصے پر مرکوز نہ ہو سکیں کہ جس سطح پر کار کھڑی تھی، اُس سطح سے اُس کی ہیڈ لائٹس سامنے والی مطلوبہ جگہ پر نہیں پڑ سکتی تھیں، چنانچہ شاشا نے جیک استعمال کر کے کار کا اگلا حصہ کسی قدر اُٹھایا اور پچھلے پہیوں کی طرف دو تین پتھر اٹکائے تاکہ کار پھسل نہ جائے۔ اس کارروائی سے روشنیاں عین اس جگہ پڑنے لگیں جو میرا مقصود تھی۔۔ اب شاشا کا کام ختم ہوا اور میرا شروع ہو گیا۔ مَیں نے دوربین سے پہلی اور دوسری منزل کے درمیانی حصے کا معائنہ کیا۔ مجھے سفید دیوار پر ایک ایسے تازہ نشان کی تلاش تھی جو ریوالور سے نکلے ہوئے کارتوس نے بنایا ہو۔

اور آپ میری مسرّت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب چند لمحوں کی جستجو کے بعد وہ نشان مجھے ایک جگہ دیوار پر نظر آ گیا۔ مَیں نے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے بھی اُس کا جائزہ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نشان بالکل تازہ ہے۔ طاقتور ریوالور سے نکلے ہوئے فولادی کارتوس نے دیوار پر کیا گیا سفید روغن کھرچ دیا تھا۔ مَیں نے شاشا سے کہا کہ وہ کار کے اگلے حصّے سے جیک نکال کر اُسے پہلی جیسی سطح پر لے آئے۔ اس نے تعمیلِ حکم کر دی، یہ اور بات کہ اس کی سمجھ میں میری اس مجنونانہ حرکتوں کا مطلب نہیں آ رہا تھا۔ جس مقام پر یہ نشان یا دھبّہ مجھے دکھائی دیا اس کے عین نیچے میں نے کار کی روشنیاں مرکوز کرائیں۔ وہاں تین فٹ سے زائد گہری برف جمی تھی۔ اس وقت میرے ہاتھوں پر گرم دستانے چڑھے ہوئے نہیں تھے۔ مگر وہ موقع ایسا تھا بھی نہیں کہ میں دستانے لینے جاتا یا شاشا کو اس مقصد کے لیے بھیجتا۔ لہٰذا اس کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا کہ اپنے دونوں برہنہ ہاتھ اس تین فٹ گہری برف کے اندر دھنسا دوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ برف کے اندر میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تیزی سے

وہ کارتوس تلاش کر رہی تھیں جس نے دیوار پر نشان بنایا تھا۔ یہ کام اتنا سہل نہ تھا۔ بہت جلد میری انگلیوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ہاتھوں کی رگوں اور شریانوں میں دوڑنے والا خون جم رہا تھا۔ مجبور ہو کر میں نے برف کے اندر سے ہاتھ نکال لیے اور اپنے کپڑوں سے رگڑ رگڑ کر انہیں گرم کیا۔ جُونہی اُنگلیاں حرکت میں آئیں، میں نے دوبارہ ہاتھ برف میں ڈال دیے۔ بلاشبہ میں چاہتا تو اس کام کے لیے بہت سے افراد طلب کر سکتا تھا اور وہ لوگ برف کا انبار ہٹا کر مطلوبہ کارتوس مجھے تلاش کر دیتے۔ لیکن اس طرح یہ راز دوسروں پہ بھی کُھل جاتا کہ یہاں کیا ڈھونڈا جا رہا ہے، اس لیے یہ کام مجھے تن تنہا ہی کرنا تھا۔

کار کی ہیڈ لائٹس جب مسلسل پہلی اور دوسری منزل کے فلیٹوں پر پڑتی رہیں تو اُن میں رہنے والے چوکنّے ہوئے۔۔۔ بعض فلیٹوں کی کھڑکیاں کُھلنے اور بند ہونے لگیں۔ کئی گردنیں باہر آئیں اور انھوں نے سخت سراسیمگی اور حیرت سے اس ماحول کا جائزہ لیا یہاں سوویت یونین میں، عرصۂ دراز کے بعد لوگوں کی ایسی تربیت کر دی گئی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی۔ لوگوں نے مجھے بھی دیکھا اور شاشا لونن کو بھی کار کے پاس کھڑے پایا۔ ہمارے علاوہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ آسمان سے برف برابر گر رہی تھی اور ایسے موسم میں اگر دو آدمی سڑک پر کچھ کر رہے ہوں تو ان کے بارے میں عام طور پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہوں گے اور اپنے محکمانہ فرائض سرانجام دے رہے ہوں گے۔ ان فلیٹوں کے اندر سے میوزک اور قہقہوں کے شور کی آوازیں آ رہی تھیں، لوگ ٹیلی ویژن پر کوئی دلچسپ پروگرام دیکھ رہے ہوں گے۔ کشالو اسٹریٹ میں ان فلیٹوں کے اندر زیادہ تعداد سرکاری ملازموں کی آباد تھی۔ انجینئر، یونیورسٹیوں کے پروفیسر، سائنسدان اور کہیں کہیں فوج سے ریٹائر کیے جانے والے چھوٹے بڑے افسر۔

کارتوس کی تلاش میں میرے ہاتھ ہی نہیں، سارا بدن یخ ہو چکا تھا۔ میرے دونوں پاؤں اگرچہ دبیز چمڑے کے جوتوں میں محفوظ تھے اور ان پر اُونی جرابیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ تاہم یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پاؤں بدن کے ساتھ نہیں۔ اُس لمحے مَیں کسی چوپائے کی طرح ہاتھوں اور پاؤں کے بل برف کے اندر حرکت کر رہا تھا۔ حماقت دیکھیے کہ مَیں نے اپنی قمیص

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اوور کوٹ کی آستین تک رول کرنے کی طرف توجہ نہ دی۔ کارتوس تلاش کرتے کرتے آ
گھنٹہ گزر گیا اور کار کی بتیاں مدھم پڑنے لگیں۔ تب میں نے مایوس ہوکر برف سے باہر آجانے کا
کیا، مگر عین اُسی وقت میرے بائیں ہاتھ کی اُنگلیاں برف کے اندر کسی سخت چیز سے ٹکرائیں۔
یک لخت میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ انگلیوں نے دماغ تک یہ خبر پہنچانے میں تاخیر نہ
کی کہ یہ سخت چیز کیا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اُسے برف سے نکال لیا۔ یہ ریوالور سے چلا
ویسا ہی زرد فولادی کارتوس تھا جس نے جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں سوراخ کردیا تھا۔

کارتوس کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر میں کار کی طرف دیوانہ وار بھاگا۔ شاشا غر
کو کچھ پتہ نہ تھا کہ میں اتنی دیر سے کیا کررہا ہوں اور اچانک دوڑ کیوں پڑا ہوں۔ میں نے اُس سے
کہا کہ وہ کار کی ہیڈ لائٹس بند کردے۔ اُس نے فوراً بتیاں بجھا دیں۔ اُسی لمحے ایک فلیٹ کا درو
کھلا اور دو افراد کوٹ پہنے باہر آئے۔ اُن میں سے ایک مرد تھا اور دوسری عورت۔ شاید ز
میاں بیوی ہوں گے یا دوست۔ مجھے علم نہیں کہ وہ اپنے فلیٹ میں سے میری حرکتیں کب سے دیکھ
دیکھ کر حیران ہورہے تھے اور بالآخر انہیں باہر آنا پڑا۔

مجھے دفعتہً زبردست خطرے کا احساس ہوا۔ ایسے مواقع پر میری چھٹی حس بیدار ہو
کرتی ہے۔ آناً فاناً میرا دایاں ہاتھ پتلون کی جیب میں رکھے ہوئے ننھے سے آٹومیٹک پ
پستول پر جم گیا۔ اتنے میں وہ دونوں ٹہلتے ہوئے میرے قریب آگئے مرد نے بڑھ کر مجھے غور سے
اور کہا: "معاف کیجیے، ہم لوگ دیر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔۔۔ آپ برف میں کیا کررہے تھے"

میں نے اُسے مختصر الفاظ میں اپنا نام اور عہدہ بتایا۔ مرد کے چہرے پر ہراس پھیل گیا۔ اُس
کی ساتھی عورت نے مشکوک نظروں سے میرا اور پھر شاشا کا جائزہ لیا: "کیا آپ لوگ اپنے شنا
کارڈ دکھائیں گے؟" یہ سوال عورت کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فر کے انتہا
گرم اور بیش قیمت کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ میں نے جواب دینے سے پہلے شائستہ لہجے
کہا: "بے شک ہمارے پاس کارڈ موجود ہیں۔ لیکن مہربانی ہوگی اگر آپ اپنے ہاتھ کوٹ
جیبوں سے نکال لیں۔" عورت نے مسکرا کر مرد کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور پتلون کی جیب
پر میرے ہاتھ کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔ میں نے شاشا سے کہا اپنا کارڈ انہیں دکھاؤ۔ شاشا نے

کار کا دروازہ کھولا کہ اُس کے سرکاری کاغذات کار کے ڈیش بورڈ میں رکھے رہتے تھے۔

اتنے میں کشتالو اسٹریٹ کے نکڑ پر ایک کار کی روشنیاں اُبھریں۔ کار تیزی سے آرہی تھی۔
مگر سڑک پر برف چونکہ خاصی گہری تھی۔ اس لیے کار کی رفتار کم ہوئی اور پھر رک گئی۔۔۔ ڈرائیور
نے رُخ موڑنے کے لیے اُسے پیچھے ہٹایا۔ میری نگاہیں ایک ثانیے کے لیے اُس پر جم گئیں اور
پھر میں اُچھل کر برف پر اوندھے منہ نہ گرتا تو گولیاں میرا جسم چھلنی کرچکی ہوتیں۔۔۔ کار کی جانب سے
ہونے والی فائرنگ خودکار جدید رائفلوں سے کی گئی تھی۔ میں نے گرتے گرتے آنا دیکھا کہ مرد اور
عورت دونوں بھی میرے ساتھ ہی گرے، مرد کا سر کار کے اگلے حصے سے ٹکرایا۔ جبکہ عورت چاروں
شانے چت گری۔۔۔ ان دونوں کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکل سکی۔۔۔ گولیاں، اولوں کی طرح
برس رہی تھیں۔ اردگرد فلیٹوں کی کھڑکیاں اور دروازے ایک بار پھر دھڑ دھڑ کھلنے اور بند
ہونے لگے۔ یہ سارا واقعہ چشم زدن میں رونما ہوا اور جب میں اپنے کپڑوں سے برف جھاڑتا ہوا
اُٹھا تو حملہ آور جا چکے تھے اور برفیلی کشتالو اسٹریٹ پر خون میں نہائی ہوئی دو لاشیں پڑی تھیں۔
شاشا لونن بھی کار کے قریب منہ کے بل گرا ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس جیسے وہ بھی حملہ آورں
کی فائرنگ کا شکار ہوچکا ہے۔ لیکن جب قریب جاکر دیکھا تو صحیح سلامت تھا۔ میں نے اُسے
ڈانٹ کر اُٹھنے کے لیے کہا کہ اب وقت بہت نازک تھا۔ حملہ آور کسی بھی لمحے دوبارہ نمودار ہو
سکتے تھے اور ابھی تو یہ بھی طے نہیں ہوسکا تھا کہ ان کا اصل نشانہ کون تھا، میں یا یہ نوجوان عورت
اور مرد۔ وہ دونوں خون میں نہائے، سڑک پر پڑے تھے اور بے پناہ ٹھنڈ کے باعث اُن کے
جسموں سے نکلنے والا خون جم گیا تھا۔ میں نے شاشا سے کہا کہ وہ کار ٹیلی فون کے ذریعے کرنل ڈیٹلوف
کو اس حادثے سے آگاہ کرے اور اگر ڈیٹلوف دستیاب نہ ہو تو چیف پبلک پراسیکیوٹر
کو پیغام دے دے، میں زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں جارہا ہوں۔۔۔ مجھے اپنی زندگی شدید
خطرے میں نظر آرہی ہے۔

شاشا اس قدر حواس باختہ تھا کہ وہ دیوانوں کی طرح ٹُکر ٹُکر میرا منہ تکے جارہا تھا۔ اس
کے چہرے کا سفید اور سُرخ رنگ اُس لمحے زرد پڑا ہوا تھا۔۔۔ میں نے اُس کے گال پر زوردار
طمانچہ مارا۔ وہ اُلٹ کر گرا۔ میں نے اپنا حکم دوبارہ سنایا۔ اس نے فوراً کار کا دروازہ کھولا اور وائرلیس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فون کے ذریعے کرنل وِٹلوف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ مَیں اِس دوران
دوڑتا ہُوا گیا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہُوا زیوی گن کے اپارٹمنٹ تک پہنچ گیا۔ اِس
میں کشالُواسٹریٹ پُوری طرح بیدار ہوچکی تھی۔ مختلف فلیٹوں کی کھڑکیاں اور دروازے کُ
گئے تھے۔ بہت سی گردنیں کھڑکیوں سے جھانک رہی تھیں اور دروازوں سے لوگ نکل
کر اُن لاشوں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ یہ سارا منظر مَیں نے زیوی گن اپارٹمنٹ کی کھڑکی میں
دیکھا... اِس نوع کے واقعات اور سانحات سے مَیں بہت گزر چُکا تھا۔ لیکن پچھلے دس
منٹ میں جو کچھ ہُوا وہ ناقابلِ فراموش ہی نہیں ناقابلِ یقین بھی محسوس ہوتا تھا۔ اب م
لیے اُن تمام خدشوں کو یکسر نظر انداز کرتا بہت مشکل ہوگیا تھا جو زیوی گن کے قتل یا خودکُ
کی چھان بین کے راستے میں درپیش ہو سکتے تھے۔ پہلے میرے سرکاری فلیٹ میں گھُس کر
بے چاری نینا کا سفاکانہ قتل اور پھر... بہرحال، ان تمام واقعات پر زبردست سوچ بچا
اور غور و فکر کی ضرورت تھی۔ ایک بات بہرصورت واضح ہوگئی تھی کہ حریف، جس طرح بھ
ممکن ہو، مجھے نہ صرف اس چھان بین سے روکنے کے درپے تھے۔ بلکہ اُن کا مقصد یہ تھ
کہ مجھے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے۔ عین ممکن تھا کہ جو مرد اور عورت ان کی بے پناہ فائر
کا نشانہ بنے۔ وہ قطعی بے ضرر اور بے تعلق شہری ہوں جو محض تجسّس کی تسکین کے ل
اپنے فلیٹ سے باہر نکلے اور میرے پاس آن کھڑے ہوئے اور یوں وہ حملہ آوروں کے
ہتھے چڑھ گئے اور یہ بھی قطعی امکان میں تھا کہ وہ خود حریفوں کے گروہ سے تعلق رکھتے ہوں او
زیوی گن کے قتل یا نام نہاد خودکُشی کے ڈرامے کا کردار رہ چکے ہوں... تاہم مَیں ان دونوں
شکرگزار تھا کہ انہوں نے اپنی جانیں دے کر مجھے بچا لیا تھا۔

زیوی گن کی شاندار اور دلفریب الماری کھول کر مَیں نے ایک نئی بوتل نکالی۔ اُس وقت
مجھے اس شے کی سخت ضرورت تھی، اپنے اوسان بحال کرنے اور ذہن کو نئی توانائی دینے
لیے۔ اُس لمحے بھی میرا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں برف کی ما
یخ تھیں اور بوتل کا مُنہ کوشش کے باوجود نہیں کھُل رہا تھا۔ جُوں توں کر کے میں نے اپنا مق
پُورا کیا۔ اُس آتشِ سیّال کے چند گھونٹ جونہی معدے میں پہنچے، ہوش و حواس کسی قد

درست ہوگئے۔ سامنے ہی ٹیلی فون دھرا تھا۔ مَیں نے بوتل ایک تپائی پر رکھی اور ٹیلی فون کا
ریسیور اُٹھا کر کرنل وِٹلوف کے مکان کا نمبر ڈائل کیا۔ چند لمحوں بعد کان میں اُلیا کی شیریں آواز آئی۔
اُلیا کرنل وِٹلوف کی بیوی تھی۔ مَیں نے اپنا نام بتایا... اُلیا کی آواز فون پر بلند ہوگئی...
"اچھا، تو یہ تم ہو! اب اِس طرح تم نے وِٹلوف کو بُلوانے کا نیا بہانہ بنایا ہے! وہ یہاں سے
چل پڑا ہے... بس پہنچ رہا ہوگا۔"
"بہانہ... کیسا بہانہ...؟" مَیں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ اُلیا سخت شکّی عورت تھی۔ اُسے
خواہ مخواہ وہم ہوگیا تھا کہ مَیں اور کرنل وِٹلوف مل کر عیاشیاں کرتے ہیں، حالانکہ ایسی کوئی بات
ہی نہ تھی۔ وِٹلوف میرا پرانا دوست ضرور تھا۔ مگر کسی غلط کام کا تصوّر ہم دونوں نہیں کر سکتے تھے۔
"تم کیا کہہ رہی ہو؟ اُلیا! میں اِس وقت کشالُواسٹریٹ میں موجود ہوں... یہاں ایک
واردات ہوگئی ہے... بعض لوگوں نے فائرنگ کر کے دو افراد کو مار ڈالا ہے... اُن کی لاشیں
برف کے ڈھیر پر پڑی ہیں... کیا میرے آفس کے ڈرائیور شاشا لونن نے فون نہیں کیا؟
اُس نے یہ تفصیل نہیں بتائی؟"
"شاشا کا فون بے شک آیا تھا... اور یہ تفصیل بھی اُس نے ضرور بتائی تھی۔" اُلیا کا لہجہ طنزیہ
تھا۔ "مگر اس قسم کی تفصیلات تو مَیں اکثر سُنا ہی کرتی ہُوں... بہرحال، وِٹلوف یہاں سے جا
چُکا ہے اور جونہی وہ تمہارے پاس پہنچے مجھے فون کر کے بتا دینا... ہوسکتا ہے۔ مَیں بھی تھوڑی
دیر کے لیے آؤں... کشالُواسٹریٹ دیکھے ہوئے بہت دن گزر گئے ہیں۔ مَیں بھی اس سڑک
پر واقع وہ مقام دیکھنا چاہتی ہوں جہاں بقول تمہارے اور تمہارے ڈرائیور کے، دو افراد
ہلاک کیے جا چکے ہیں۔"
مجھے تاؤ آگیا۔ مَیں نے چلّا کر کہا: "گویا مَیں جھوٹ بول رہا ہُوں؟ یہاں کوئی واردات
نہیں ہوئی؟ وِٹلوف کے آنے کے فوراً بعد مَیں تمہیں فون کردوں گا... تم اپنی تمام سہیلیوں
کو لے کر آجانا... کشالُواسٹریٹ کے اس اپارٹمنٹ میں جنرل زیوی گن رہتا تھا۔ اُس کے
فلیٹ میں کھانے پینے کی بے شمار چیزیں موجود ہیں... تم نے ایسا شاندار سجا سجایا فلیٹ
خواب میں بھی نہیں دیکھا ہوگا..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اُلیا نے جھلا کر فون بند کر دیا۔ میں اُس کا لال بھبھوکا، پھولا ہوا چہرہ عالمِ تصور میں دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً مجھے اور اپنے شوہر، دونوں کو گالیاں دے رہی ہوگی۔

ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجنے لگی۔ میرا خیال تھا کہ یہ اُلیا ہی ہوگی محض اس تصدیق کے لیے فون کر رہی ہے کہ میں واقعی جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں موجود ہوں... یہ سوچ کر میں مسکرایا اور میں نے اُلیا کو آواز بدل کر دھوکا دینے کا

"ہیلو..." میں نے ماؤتھ پیس پر جلدی سے رومال رکھ کر بھاری آواز میں کہا۔

"گڈ ایوننگ کامریڈ شمرایوف..." ایک مترنم زنانہ آواز کان میں رس گھول گئی۔ اُلیا کی آواز نہ تھی۔ میں نے ماؤتھ پیس پر سے رومال ہٹا لیا "گڈ ایوننگ مس..."

وہ کھلکھلا کر ہنسی... "تو تم ابھی تک زندہ ہو؟" اس نے کہا اور میرے کانوں میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا...

"جی ہاں... میں ابھی تک زندہ ہوں اور کچھ دن زندہ رہنے کا ارادہ رکھتا ہوں" میں نے بھی ہنس کر کہا۔ "لیکن مس! یہ تو بتایئے کہ آپ کو میرے زندہ یا مردہ ہونے سے کیا دلچسپی.... اگر آپ اپنا تعارف کرا سکیں تو عنایت ہوگی..."

بائیں ہاتھ میں ریسیور تھامے تھامے، میں نے اپنی پتلون کی پچھلی پاکٹ سے چھوٹا سا الیکٹرانک آلہ نکالا اور اُس کا بٹن آن کر کے ریسیور کے ساتھ لگا دیا... یہ اُس عورت کی تمام باتیں ریکارڈ کرتا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی... "یہ کیا کر رہے ہو؟ کامریڈ شمرایوف!" اُس نے کہا۔ "ٹیپ ریکارڈر فون پر لگا رہے ہو؟ بھلا اس کا کیا فائدہ؟"

آپ یقین کریں اس سخت سردی میں اُس کا یہ جملہ سُن کر مجھے پسینہ آ گیا۔ میری جگہ ہوتے تو کیا یہی حال آپ کا نہ ہوتا؟

وہ فون پر بول ہی نہیں رہی تھی، شاید مجھے دیکھ بھی رہی تھی اور یہی بات بدحواس کر دینے کے لیے کافی تھی، تاہم اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے، میں نے کہا:

"آپ کی دور بینی کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی مگر کم از کم اتنا ہی بتا دیں کہ آپ مس ہیں یا مسز۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کامریڈ!" اُس نے جواب دیا۔ "میرا نام تمارا ہے... مس تمارا!"

"مس تمارا!" میں نے دہرایا۔ "بہت خوبصورت نام ہے آپ کا... ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو میری موت یا زندگی سے دلچسپی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میں آپ کو زندہ دیکھنا چاہتی ہوں، کامریڈ شمرایوف!" اس کا لہجہ یک لخت خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔ "زندگی جیسی نعمت روز روز نہیں ملتی... تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ اتفاق تھا کہ دو مرتبہ... نہیں... تین مرتبہ تم بچ گئے، لیکن چوتھی مرتبہ شاید تم نہ بچ سکو۔ اس کی ایک ہی صورت ہے..."

"اور وہ یہ کہ میں موجودہ فرائض سے سبکدوش ہو جاؤں۔" میں نے اُس کا جملہ مکمل کر دیا۔

"بہت ذہین ہوتے جا رہے ہو کامریڈ!" مس تمارا کھلکھلائی۔ "مجھے تم سے ایسی ہی بات کی توقع نہ تھی۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس عورت سے باتوں میں جیتنا مشکل ہے، چنانچہ میں نے اپنے لہجے میں سنجیدگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "کاش میں اتنا ذہین ہوتا کہ آپ کی نصیحت مان لیتا، اور جو کام مجھے سونپا گیا ہے، اُس سے دستبردار ہو جاتا، مگر آپ جب سارے حالات سے واقف ہیں تو یہ بھی جانتی ہوں گی کہ یہ کام مجھے کس نے سونپا ہے... اگر میں انکار کروں تو میرا کیا حشر ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا کامریڈ! کچھ نہیں ہوگا..." اس نے زور دے کر کہا۔ "پہلے کبھی ہوا ہے؟ جو اس مرتبہ ہوگا... تم زیادہ سے زیادہ اتنا کر سکتے ہو کہ جو رپورٹ کے جی بی کی طرف سے جنرل زیوی گن کی موت کے سلسلے میں مرتب کی گئی ہے، اپنی رپورٹ میں اس کی تصدیق کر دو... اس کے بعد تمہارا کام ختم اور زندگی آسان..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپارٹمنٹ کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن باہر سے کسی نے دبایا۔ گھنٹی کی آواز شاید مس تمارا کے زود حس کانوں تک بھی ٹیلی فون لائن کے ذریعے پہنچ گئی۔ اس نے کہا: "لو وہ تمہارا دوست کرنل وٹیلوف پہنچ گیا۔ اب میں فون بند کرتی ہوں۔۔۔ اُمید ہے ننھے مُنّے ٹیپ ریکارڈر نے یہ تمام باتیں ریکارڈ کر لی ہوں گی۔ گڈ بائی! وٹیلوف کو لے آؤ اور پھر دونوں مل کر ریکارڈ کی ہوئی باتیں سُننا۔"

فون بند ہو گیا۔ مَیں نے گہرا سانس لیا اور ریسیور رکھ دیا۔ دروازے کی گھنٹی بار بار چلّا رہی تھی۔ میں نے اندر ہی سے آواز دی کہ صبر کرو، آ رہا ہوں۔۔۔ اس کے باوجود یوں بج رہی تھی جیسے اس کے بیرونی بٹن پر کسی نے برابر اُنگلی کا دباؤ ڈال رکھا ہو۔

یکایک مجھے احساس ہُوا کہ آنے والا ضروری نہیں کرنل وٹیلوف ہی ہو۔۔۔ حریفوں کو جب میری تمام نقل و حرکت کا علم ہے تو انھیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ مَیں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے فون کیا تھا، ورنہ کرنل وٹیلوف کی آمد کا مس تمارا کو کیسے علم ہوتا؟ ہو سکتا ہے۔۔۔۔ جب مَیں دروازہ کھولوں تو وہاں کرنل وٹیلوف کے بجائے کوئی اور شخص ہو۔ پھر اُس کے سائلنسر چڑھے ریوالور سے شعلہ برآمد ہو اور مَیں چند ثانیوں کے اندر اندر یہ دنیا چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں۔

یہ سوچ کر مَیں نے اپنا آٹومیٹک پستول نکال کر ہاتھ میں دبا لیا اور دروازے کی طرف بڑھنا شروع کیا اور دروازے کے اوپر لگی ہوئی برقی آنکھ سے باہر کا جائزہ لیا۔ دیکھ کر جان میں جان آئی کہ مس تمارا نے جھُوٹ نہیں کہا تھا، باہر واقعی کرنل وٹیلوف تھا۔

اندر آتے ہی اُس نے کہا: "یہ بہت ہولناک واردات ہے شمرالیوف!۔۔۔ اور مَیں حیران ہوں کہ تم زندہ کیسے بچ گئے۔ اُن کے جسم تو چھلنی ہو چکے ہیں۔۔۔ بہر حال مجھے شاشا لُونن کی موت پر بہت صدمہ ہُوا ہے۔۔۔ ابھی جوان تھا۔ اُس نے دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا۔"

مَیں حیرت سے وٹیلوف کا منہ تکنے لگا: "یہ کیا بک رہے ہو تم؟ شاشا لُونن نہیں، وہ تو اجنبی مرد اور عورت۔۔۔"

وٹیلوف نے عجیب اور انتہائی مشکوک نظروں سے میرا جائزہ لیا: "بہت خوب، تو تمھیں اتنی خبر بھی نہیں کہ ان کے ساتھ شاشا لُونن بھی مر چکا ہے۔ کار کے اندر ڈرائیونگ سیٹ پر اُس کا بے جان جسم پڑا ہے۔۔۔ اُس کے سر میں دو گولیاں لگی ہیں۔۔۔"

مجھے اپنے قدموں تلے کمرے کا فرش لرزتا ہُوا لگا اور وٹیلوف کے چہرے کے نقوش دھندلاتے چلے گئے۔

شاید مَیں بے ہوش ہو رہا تھا۔

وٹیلوف اگر بڑھ کر مجھے اپنے بازوؤں میں سنبھال نہ لیتا تو مَیں یقیناً اوندھے منہ گرتا۔ اس نے مجھے جلدی سے صوفے پر لٹا دیا۔ میرا وجود اندر سے سرتاپا ہل گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے دھُند سی پھیلی ہوئی تھی اور حلق میں جیسے کانٹے پڑ رہے تھے۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اتنی سی دیر میں ان دو اجنبی مرد، عورت کے ساتھ شاشا لُونن بھی ہلاک ہو جائے گا۔۔۔ وٹیلوف نے مجھے کچن کے اندر سے پانی کا گلاس لا کر دیا، اور اُس لمحے مَیں نے اپنے اندر زبردست نقاہت محسوس کی۔ گلاس تھامتے ہوئے میری اُنگلیاں قابو میں نہ تھیں۔ وٹیلوف نے پانی کا گلاس میرے منہ سے لگا دیا۔

"شمرالیوف۔۔۔ ہوش میں آؤ۔۔۔ تم بال بال بچے ہو۔۔۔" وٹیلوف کی آواز کہیں دُور سے میرے کانوں میں آ رہی تھی: "یہ تمھاری عین خوش نصیبی ہے کہ تم محفوظ رہے۔۔۔ اب یہاں آرام کرو۔۔۔ میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔۔۔ نیچے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہیں۔۔۔ لاشیں وہیں پڑی ہیں۔۔۔ مَیں فون کر کے سیکیورٹی فورس کو بلواتا ہوں۔۔۔"

مَیں نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد وٹیلوف کی آواز سنائی دی۔ وہ فون پر کسی کو تیز تیز لہجے میں ہدایات اور احکام دے رہا تھا۔ میں آنکھیں بند کیے صوفے پر لیٹا رہا۔ بار بار نوجوان شاشا لُونن کی تصویر بند آنکھوں کی تاریکی میں ایک روشنی سی بن کر نمودار ہو رہی تھی۔ اس احساس ہی سے میرا کلیجہ بیٹھا جا رہا تھا کہ ایک نوجوان خواہ مخواہ میری وجہ سے موت کا شکار ہو گیا۔۔۔ اور وہ دونوں، مرد۔۔۔ عورت۔۔۔ اُن کے بارے میں ابھی کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کون تھے۔ شریف اور امن پسند ماسکو کے شہری یا۔۔۔ کے جی بی کے وہ افراد جنھیں میری جان لینے پر مقرر کیا گیا تھا؟

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"دیکھو، چپ چاپ پڑے رہو... ذہن پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو..." وٹیلوف نے میرے قریب آکر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ تم پر ایک دم بلڈ پریشر کا حملہ ہُوا ہے... تمہارا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو رہا تھا... کیا تم بلڈ پریشر کے مریض ہو؟"

مَیں نے آہستہ سے اثبات میں گردن ہلائی۔ وٹیلوف نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا جیسے بلڈ پریشر کی دوا آس پاس ہی کہیں رکھی مل جائے گی۔ "کیا مَیں فون کر کے کسی ڈاکٹر کو بلواؤں یا تمھیں اپنی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے چلوں؟ ایسا نہ ہو کہ تمہاری حالت سُدھرنے کے بجائے مزید بگڑ جائے... بہرحال، چند لمحوں کے اندر میرے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں... اُن میں سے کسی کو بھیج کر طبّی امداد حاصل کی جاسکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں نے کہا۔ "بس یوں ہی ذرا چکر سا آگیا تھا..."

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی، کرنل وٹیلوف نے جاکر دروازہ کھولا۔ سیکیورٹی فورس کے مسلح آدمی آگئے تھے۔ کرنل نے اُنہیں بتایا کہ واقعہ کیا پیش آیا ہے۔ لاشوں کے سلسلے میں ضروری کارروائی کے بعد، اُنھیں جائے حادثہ سے ہٹائے جانے کی ہدایات دی گئیں اور کہا گیا کہ زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر دو مسلح آدمی اُس وقت تک حاضر رہیں جب تک کامریڈ ہشمر ایوف فلیٹ کے اندر موجود ہیں... سکیورٹی فورس کے افسر یہ ہدایات وصول کرنے کے بعد چلے گئے۔ اس دوران مَیں نے فون پر چیف پراسیکیوٹر کو نئے حادثے سے مطلع کیا اور محسوس کیا کہ تین افراد کے مارے جانے کی خبر نے ریگنکوف پر کچھ اثر نہیں ڈالا۔ اُس نے فون پر زیادہ باتیں نہیں کیں صرف اتنا ہی کہا کہ اگلا قدم خوب احتیاط سے اٹھایا جائے اور یہ کہ وہ اپنے محکمے کے بعض آدمیوں کی ڈیوٹی بطور خاص میری حفاظت کے لیے لگا رہا ہے۔ یہ لوگ میرے لیے اجنبی ہوں گے اور وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئیں گے، تاہم وہ میری نگرانی سے غافل نہ رہیں گے۔ میں نے ریگنکوف کو یہ بھی بتایا کہ کرنل وٹیلوف اس وقت زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں میرے ساتھ موجود ہے۔ ریگنکوف نے اس اطلاع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کہ وٹیلوف بہت تجربے کار شخص ہے اور اگر اس کیس میں اس کی مدد شامل ہو تو یہ پبلک پراسیکیوٹنگ ڈیپارٹمنٹ کی خوش قسمتی ہو گی۔

ریگنکوف کا لہجہ خلافِ معمول بے حد سنجیدہ اور مدھم تھا۔ جیسے وہ فون پر زیادہ باتیں کرتے ہوئے محتاط ہو، اور پھر یک لخت اس نے گڈ بائی کہہ کر فون بند کر دیا۔

میں نے وٹیلوف کو اپنی نئی تحقیقات کے بارے میں آگاہ کیا۔ وہ پوری توجہ سے سُنتا رہا، پھر یک لخت اُسے کچھ یاد آیا، کہنے لگا: "میں اپنا تفتیشی بیگ کار میں بھول آیا ہوں... اگر کہو تو لے آؤں... اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن سے مَیں جرائم اور مجرموں کی شناخت کے سلسلے میں مدد لیتا ہوں۔"

"فوراً لے آؤ... ہوسکتا ہے زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں جو کچھ رونما ہُوا ہے، اُس بارے میں نئی باتیں دریافت کی جاسکیں..."

"بس مَیں ابھی گیا اور ابھی آیا۔" وٹیلوف نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مَیں اُسے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ باہر کچھ فاصلے پر سکیورٹی فورس کے دو آدمی کھڑے تھے... مجھے اطمینان ہُوا... واپس آن کر مَیں پھر صوفے پر دراز ہوگیا... وٹیلوف اگر اس کیس کی تفتیش میں سرکاری طور پر میرے ساتھ شریک ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو... مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ پہلے وٹیلوف کو رضامند کروں گا۔

پانچ منٹ بعد وٹیلوف دوبارہ اپارٹمنٹ میں داخل ہُوا تو اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا چمکدار چرمی بیگ تھا۔ اُس نے یہ بیگ میز پر رکھتے ہوئے کہا: "آؤ اس اپارٹمنٹ کا ایک بار پھر جائزہ لیں، اس کے بعد ضرورت پڑی تو بیگ میں رکھی ہوئی سائنسی اشیاء سے مدد لیں گے۔"

اُس نے شکاری کُتّے کی طرح فضا میں کچھ سونگھتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا: "اس فلیٹ کے اندر ایک بھیانک واردات ضرور سرزد ہُوئی ہے۔ خواہ تم اُسے خودکشی کہو یا قتل... میں اب بھی یہاں انسانی خون کی بُو پا رہا ہوں..."

"جنرل زیوی گن کے بدن میں خاصا خون تھا۔" مَیں نے جواب دیا۔ "آؤ مَیں تمہیں وہ کھڑکی دکھاؤں جہاں گولی لگی..."

وہ حیرت سے میرا مُنہ تکنے لگا "گولی کھڑکی میں لگی؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہشمر ایوف؟

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں نے تو سُنا تھا کہ گولی اپنے ہی ریوالور سے زیوی گن نے چلائی اور اُس کی کنپٹی میں لگ

"ہاں ... وہ بات بھی درست ہے ....'' میں نے کہا۔''لیکن پیارے کرنل وٹیلوف

اس سے پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ اس اپارٹمنٹ کے اندر صرف ایک ہی گولی ریوالور سے نکلی اور یہ وہی گولی تھی جسے بعدازاں زیوی گن کی کھوپڑی سے پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹروں نے برآمد کیا۔... مگر یقین کیجیے! اس گولی سے پہلے یا بعد میں ایک اور گولی بھی چلائی گئی تھی۔ وہ سامنے والی کھڑکی کے فریم پر لگی، پھر شیشہ توڑتی ہوئی مقابل کی عمارت کی دیوار پر لگی جو پہلے اور دوسرے فلیٹ کے بیچ میں ہے... وہاں سے یہ گولی نیچے تیزی سے گہری برف میں جا گری... اور برف میں دھنس گئی بڑی مشکل سے یہ گولی میں نے تلاش کی۔ یہ دونوں گولیاں ایک ہی جیسی ہیں اور ایک ہی ریوالور سے فائر کی گئی ہیں...''

وٹیلوف حیرت سے مُنہ کھولے مسلسل مجھے تک رہا تھا۔ اُس نے ایک خاص انداز سے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا: ''بہت خوب....'' یہ معاملہ تو دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ....''

جنرل زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے قتل کیا گیا ہے۔'' میں نے جملہ مکمل کر دیا۔

وٹیلوف نے بڑھ کر اپنا چرمی بیگ کھولا، اُس میں سے نہایت نفیس برش کے ہوئے باریک دستانے نکالے اور مختلف قسم کی چھوٹی بڑی شیشیاں برآمد کیں جن کے اندر رنگ کا پاؤڈر سا بھرا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس نے کئی سائز میں محدّب شیشے نکالے اور آخر میں ایک الیکٹرک، طاقتور لیمپ ڈبے میں سے برآمد کیا۔ اُس کے ساتھ چھوٹی سی بیٹری بھی نصب تھی۔

''آؤ، ابھی سارا جائزہ لے لیتے ہیں۔'' اُس نے کہا۔''اگر واقعی زیوی گن کو قتل کیا گیا اور اس نے خودکشی کا ارتکاب نہیں کیا۔ تو یہ غیر معمولی بات ہے...''

اُس نے اپنے کام کی ابتدا فرنیچر کے معائنے سے کی۔ محدّب شیشوں کی مدد سے لیمپ کی تیز روشنی ہر رُخ سے ڈال کر وٹیلوف نے ہر کُرسی اچھی طرح دیکھی بھالی۔ جہاں شبہ ہوا کہ انگلیوں کے نشانات یا کوئی اور سراغ مل سکتا ہے۔ وہاں وہاں اُس نے اپنی شیشی میں بھرا ہوا سفوف ان چیزوں پر چھڑکا، مگر ہر چیز صاف شفّاف تھی.... کہیں کہیں اگر انگلیوں کے نشانات اُبھرے بھی تو وہ میری اُنگلیوں کے تھے۔ یا خود کرنل وٹیلوف کے .... خصوصاً شراب کی بوتلوں سے بھری الماری اور ہر ساغر و مینا کا گہری نظر سے معائنہ کیا گیا، لیکن نتیجہ بے سود۔ کے جی بی کے ماہرین صفائی نے شاید اپنی زندگی کا بہترین کام دکھلایا تھا۔

''کامریڈ شمرایوف ...'' وٹیلوف نے گہری سنجیدگی سے کہا۔''معاملہ اس سے کہیں زیادہ پُراسرار اور بے ڈھب ہے، جتنا ابتدا میں نظر آتا تھا... یہ زبردست سازش اور طویل منصوبہ بندی کا کرشمہ محسوس ہوتا ہے۔ ایسا کرشمہ جس کے عقب میں شہ دماغ کام کر رہے تھے۔''

کچن میں ہم نے تقریباً ایک گھنٹہ لگایا۔ کوئی چیز دیکھے بھالے بغیر نہ چھوڑی۔ آپ سُن کر حیران ہوں گے کہ ہر برتن یوں صاف تھا جیسے اُسے کسی انسانی ہاتھوں نے کبھی چھُوا ہی نہیں... چائے اور قہوے کی پیالیاں، گلاس پلیٹیں چمچے۔ کسی ایک شے پر اُنگلی کا ہلکا سا نشان بھی نہیں اُبھرا.... ریفریجریٹر پر ہم نے مزید وقت صرف کیا کہ شاید اس کے ہینڈل پر یا اس کے کسی حصے پر کوئی نشان نظر آئے۔ مگر مایوسی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تمام کرسیاں بے داغ اور صاف تھیں....

''یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ ریفریجریٹر میں اس وقت بعض چیزیں موجود ہیں جو کھانے میں لائی جا سکتی ہیں۔'' وٹیلوف نے ہنس کر کہا۔''کچن سے ملحق کمرے میں دو ٹیپ ریکارڈر نظر آئے۔ ان پر ٹیپ چڑھی ہوئی تھی۔ وٹیلوف نے باری باری سب کو چلا کر دیکھا۔ ہر ٹیپ خالی تھی یا یوں کہیے کہ اُسے بڑی احتیاط سے صاف کر دیا گیا تھا۔ انٹرنس ہال سے لِونگ روم میں داخل ہوتے ہوئے یک لخت وٹیلوف ٹھٹھک گیا۔ اُس کی نظریں فرش پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے وٹیلوف کی نظروں کا تعاقب کیا۔ لیکن مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے آخر کیا نئی بات دریافت کی ہے۔

''کامریڈ شمرایوف ... اُدھر... ذرا فرش کی طرف دیکھو....''

مَیں نے پہلے سے بھی زیادہ غور سے فرش پر نگاہ دوڑائی، لیکن وہ صاف تھا۔ مجھے کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہ دی۔ آخر میں نے گردن ہلا کر کہا: ''بظاہر مجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کیا تمہیں کچھ نظر آتا ہے؟

"ہاں.... بہت کچھ...." وٹیلوف نے آہستہ سے کہا، "اور ابھی چند لمحوں بعد تمہیں بھی نظر آنے لگے گا۔"

"یار، اب بتا بھی دو... کیوں پریشان کر رہے ہو؟" میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے تم پبلک پراسیکیوٹنگ کا محکمہ چھوڑو اور سی آئی ڈی میں آجاؤ... کچھ عرصہ میری شاگردی میں کام کرو گے تو طاق ہو جاؤ گے۔"

"پھر وہی بکواس...." میرا پارہ چڑھنے لگا۔ وٹیلوف کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے اگر اتفاق سے کوئی ایسی نئی بات معلوم ہو جائے جس سے دوسرا آگاہ نہ ہو سکے تو زمین آسمان کے قلابے ملانے لگتا ہے... اس وقت بھی ایسا ہی قضیہ تھا۔ وہ موقع محل کی نزاکت جانے بغیر خواہ مخواہ مجھے دق کر رہا تھا۔

"سنو! پیارے لڑکے... اگر تم نے اسی طرح اپنی آنکھیں بند رکھیں تو تیسری بار مجھے نہ کسی جگہ سے تمہاری لاش اُٹھوانا پڑے گی۔" اس کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا، اس لیے مجھے بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔ میں نے دوبارہ فرش کا جائزہ لیا، وہاں کچھ نہ تھا۔

"نہیں سمجھے؟" وٹیلوف نے منہ بنا کر کہا۔ "لونگ روم، بیڈ روم، اسٹڈی، حتیٰ کہ کاریڈور میں بھی قالین اور غالیچے بچھے ہوئے ہیں... کہو ہاں۔"

"اُف..." میں فوراً سمجھ گیا وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اُس وقت واقعی میں اندھا ہو رہا تھا کہ اتنی سامنے کی واضح بات نہ سمجھ پایا۔ اپارٹمنٹ کے اندر ہر جگہ قیمتی قالین اور غالیچے بچھے تھے۔ لیکن ہال کمرے کا فرش قالین سے محروم تھا.... آخر کیوں؟ یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ کسی نے اس اپارٹمنٹ کو قیمتی قالینوں سے سجایا ہو اور ہال کمرے کو چھوڑ دیا ہو، حالانکہ یہاں سب سے عمدہ اور خوبصورت قالین بچھانا چاہیے تھا۔ میں نے کچھ تعریف اور کچھ ندامت کی نگاہ سے وٹیلوف کو دیکھا اور اثبات میں گردن ہلائی۔

"اب میں تم سے پوچھتا ہوں یہاں بچھا ہوا قالین کہاں گیا؟" وٹیلوف نے یہ سوال کیا جیسے یہاں سے قالین میں نے چرایا تھا ــــ "یاد کر کے بتاؤ کہ جب تم یہاں آئے تھے

اُس وقت اِس جگہ قالین موجود تھا یا نہیں۔"

میں مبہوت ہو کر اُس کی شکل تکنے لگا۔ یہ سوال بظاہر اتنا مشکل نہ تھا، لیکن اس لمحے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرا ذہن ماؤف ہو چکا ہے... یقیناً... جب میں اس اپارٹمنٹ میں داخل ہوا، اُس وقت قالین بچھا ہوا نہ تھا، یہ بھی ممکن ہے قالین تو موجود ہو اور... میری غیر حاضری کے دوران اُسے یہاں سے ہٹا یا گیا ہو، آخر میں اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر نیچے گراؤنڈ فلور کی جانب دوربینیں لینے گیا تو تھا! اس کے بعد میں برف کے ڈھیر میں سے کارتوس تلاش کرتا رہا تھا... اس کام میں اچھی خاصی دیر لگی تھی۔ قطعی ممکن ہے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کسی نے یا چند افراد نے قالین نکال لیا ہو.... مگر.... ایسا نہیں ہو سکتا تھا... وہ لوگ جو ابتدا ہی سے ایک ایک شے پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے اور جنہوں نے واردات کے بعد اپارٹمنٹ کے تمام کمروں، فرنیچر اور معمولی سے معمولی چیز دیکھ بھال کر کے صاف شفاف کر ڈالی تھی، وہ بھلا ایک داغ دار یا مشکوک قالین کیسے چھوڑ جاتے؟ قالین پر بہت زیادہ خون گرا ہو گا، اور تھوڑے سے وقت میں اُسے صاف کر کے دوبارہ بچھا دینا سہل نہ تھا اس لیے انہوں نے یہی طے کیا کہ سرے سے قالین ہی اٹھا دیا جائے۔

"کس سوچ میں گم ہو شمرایوف؟" وٹیلوف کہہ رہا تھا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تمہارا ذہن زنگ آلود ہوتا جا رہا ہے.... یہ بات تمہیں اس اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے نوٹ کر لینی چاہیے تھی۔ بہرکیف، اب زیادہ بدحواس ہونے کی ضرورت نہیں.... اچھا کیا تم نے مجھے بلوا لیا.... میں سب دیکھ بھال لوں گا.... لیکن نہیں.... میں اس مسئلے میں دخل نہیں دینا چاہتا.... کیا خبر قتل ہونے والوں میں اگلا نمبر میرا ہی ہو...."

"تم ابھی نہیں مرو گے وٹیلوف"... میں نے کہا۔ "تمہیں مرنا ہوتا تو آپریشن کاسکیڈ کے دوران ہی قتل کر دیے جاتے۔"

"ہاں، یہ بات تم نے کام کی کہی۔ وہاں بڑے بڑے نامی گرامی قاتل، سمگلر اور ڈاکو موجود تھے... مگر کسی کو مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی...."

یہ کہتے ہی وٹیلوف، ہاتھوں اور پیروں کے بل، جانور کی طرح فرش پر چلنے لگا، اُس کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دائیں ہاتھ میں طاقتور محدّب شیشہ تھا جس کے ذریعے وہ فرش کا معائنہ کرتا جا رہا تھا۔ طرف دیواروں کے ساتھ ساتھ، نچلی سطح سے ایک فٹ کی بلندی پر، لکڑی کے تختے ہوئے تھے۔ دیکھتے دیکھتے اُس نے ایک باریک سی درز میں اُنگلیاں ڈالیں، نہایت فاتحانہ انداز سے سبز رنگ کے چند چھوٹے چھوٹے اونی دھاگے نکال یہ دھاگے اُس درز کے اندر پھنسے ہوئے تھے۔

"یہ لو! یہ دھاگے اُس قالین میں سے نکلے ہوں گے جو یہاں بچھا ہوا تھا!" نے اُٹھ کر یہ دھاگے میری طرف بڑھائے۔ میں نے اُنہیں یوں دیکھا جیسے وہ دنیا کی قیمتی چیز ہوں۔ اُنہیں لپیٹ کر احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ وٹیلوف ایک بار پھر کی طرح فرش پر جھک کر محدّب شیشے سے فرش کا معائنہ کر رہا تھا۔

"فرش خوب اچھی طرح صاف کر دیا گیا ہے۔" اُس نے بالآخر اعلان کیا۔ "خون کا سا داغ دھبّہ تک بدمعاشوں نے نہیں چھوڑا۔"

اس نے خاص طور پر اُس میز کو اچھی طرح دیکھا بھالا جو خودکشی کے وقت زیوی کے سامنے پڑی تھی، لیکن میز کے پایوں پر خون کا معمولی سا نشان بھی نہیں ملا۔ لونگ روم اور بیڈ روم کی ہر شے تہہ و بالا کر ڈالی کہ شاید کوئی اور سُراغ ملے مگر بے سود۔ زیوی گن کی اسٹڈی کا معائنہ کرتے ہوئے یکایک ایک اور بات معلوم ہوئی۔ بنی ہوئی ایک چھوٹی سی میز کا معائنہ کرتے ہوئے انکشاف ہوا کہ اس کے اندر خانہ بھی ہے۔ یہ خانہ بھی وٹیلوف ہی نے دریافت کیا، اس نے پہلے میز کی پیمائش کاغذ پر حساب کتاب درج کرنے کے بعد کہنے لگا کہ اس کے اندر کچھ گڑبڑ ہے کی سطح اور اس کے دائیں حصّے کے مابین ایک خلا رکھا گیا ہے... چند منٹ کے بعد اُس نے میز کی اندرونی سطح پر اپنے طاقتور برقی لیمپ کی روشنی ڈ کھٹ سے ایک دراز نکال کر باہر رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے اُس کا ہاتھ اندرونی خلا میں تھا اور جب ہاتھ واپس آیا تو اس میں زرد رنگ کے چند کاغذ دبے ہوئے تھے۔

زرد رنگ کے یہ کاغذ اُس نے میز پر پھیلا دیے، اُن پر اعداد و شمار یوں درج تھے جیسے کوئی لمبا چوڑا حساب لکھا گیا ہو۔

میں نے اُن ہندسوں کا گورکھ دھندا دیکھا تو چکرا کر رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہے۔ شاید کوئی خفیہ کھیل تھا جو زیوی گن اپنے سرکاری اپارٹمنٹ میں کھیل رہا تھا۔ مگر وٹیلوف نے نفی میں گردن ہلائی اور کہا: "یہ کوئی خاص چیز نہیں... محض جوئے کا حساب کتاب ہے، ممکن ہے لاکھوں کروڑوں میں...."

"جوئے کا حساب کتاب! لاکھوں کروڑوں میں؟"

"ہاں، یہ معاملہ تمہاری عقل سے باہر ہے۔" وٹیلوف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے میں تم سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ جُوا کھیلنا سیکھ لو.... تاش کے پتے پہچانو... لیکن تم نے کبھی اس نصیحت پر سنجیدگی سے کان نہیں دھرا... اب بولو، ان کاغذوں پر درج اعداد و شمار سے تمہارے پلّے کیا پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے... آئندہ سے میں جُوا کھیلا کروں گا، مگر اب تو سمجھا دو یہ قصّہ کیا ہے"

"یہ دراصل تاش کا ایک کھیل ہے جسے امریکی لوگ 'پرفیرنس' کہتے ہیں... اُنھی سے ہم روسیوں نے یہ جُوا سیکھا ہے۔ جوئے سے زیادہ یہ ہاتھ کی صفائی کا شعبدہ ہے۔ تاش کے پتّوں کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے اور پھینٹنے کا ہُنر جاننا پڑتا ہے... اس مشق میں مہینوں نہیں، برسوں لگتے ہیں۔ تب کہیں جا کر تاش کے پتے "کھلاڑی کی ہتھیلی پر" پہچان کر منہ سے بولتے ہیں... سُنو... یہ زرد کاغذات بتاتے ہیں کہ جنرل زیوی گن اپنے زمانے کا اعلیٰ درجے کا جواری اور "کارڈ شارپر" تھا... اس اپارٹمنٹ میں اُس کے جو مشاغل تھے اُن میں سرِفہرست شاید یہی جوئے کا کھیل تھا، لاکھوں نہیں، کروڑوں روبل کا کھیل... اور غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جنرل کے ساتھ جُوا کھیلنے والے کون لوگ ہوتے ہوں گے... وہی، جنہیں میں نے چند روز قبل آپریشن کا سکیڈ میں پکڑا ہے۔"

میں حیرت سے وٹیلوف کا چہرہ مسلسل تکے جا رہا تھا۔

"اس کے معنی یہ ہوئے کہ زیوی گن کا قتل اس جوئے کے باعث ہوا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ... اس طرف بھی ہمیں غور کرنا چاہیے ... مگر نہیں ... میں غور نہیں کروں گا اس کیس سے کیا تعلق ہے! یہ غور تمھیں کرنا پڑے گا یا تمہارے محکمے کے افسرِ اعلیٰ کو مغز ماری کرنی ہوگی ... میں یہ مصیبت، اپنی گردن میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"گھبراؤ مت، اِس کا انتظام میں کردوں گا۔" اب مجھے مذاق کی سوجھی۔ "میرے ایسے اختیارات ہیں جن کی رو سے مَیں تمہاری خدمات اپنے محکمے میں منتقل کرا سکتا ہوں۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے ... سوائے اس کے کہ میرے احکام کی تعمیل کرو ..."

کرنل وِٹیلوف کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ یک لخت غائب ہوگئی۔ اس نے چند ثانیے گھور کر مجھے دیکھا، پھر کہنے لگا: "مانتا ہوں ان دنوں تم اونچی ہواؤں میں اُڑ رہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہیں اونچی ہواؤں میں اُڑانے والا کون ہے۔ اس کی بے پناہ طاقت اور اختیارات کا بھی اندازہ ہے۔ وہ اختیارات جو اس نے تمہیں تفویض کیے ہیں، یقیناً ایسے ہیں کہ تم چاہو تو آندروپوف تک کی خدمات اپنے محکمے میں منتقل کرا سکتے ہو، لیکن یار! مجھ پر رحم کھاؤ، میرے بچّے ابھی زیادہ بڑے نہیں ہوتے اور میری بیوی نہایت اچھی عورت ہے ... ابھی میں اُن کے لیے کچھ عرصہ اس دنیا میں رہنے کا خواہش مند ہوں۔"

اُس نے یہ جملے اس قدر سنجیدگی سے کہے کہ مَیں خود سنجیدہ ہوگیا، ورنہ اس سے پہلے میں یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ لیکن اب احساس ہُوا کہ وہ مذاق نہیں، بلکہ بالکل سیریس ہے اور چونکہ مختصر سی مدّت میں چار انسانی جانیں ضائع ہو چکی تھیں۔ اس لیے وہ سہم گیا تھا، یوں بھی اُس کا اِس معاملے سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مَیں نے کہا: "بہتر، مَیں تمہاری بات مان لیتا ہُوں۔ مگر یہ وعدہ تمہیں کرنا پڑے گا کہ جب بھی مجھے تمہاری مدد اور راہنمائی کی ضرورت پڑی، تم بے تکلف میرے بلانے پر چلے آؤ گے۔" اس نے اقرار کر لیا۔ مَیں نے زرد رنگ کے وہ کاغذ بھی جیب میں رکھ لیے۔ اس کے بعد ہم نے اس کھڑکی کا معائنہ کیا جس کے فریم پر گولی لگی تھی۔ اس نے اس خیال سے پورا اتفاق کیا کہ یہ حادثہ حال ہی میں ہوا ہے اور ماہرین نے پوری کوشش کی ہے کہ فریم کا چھلا ہُوا حصہ اس مہارت سے بٹھایا جائے کہ بادی النظر میں وہ اُکھڑا ہُوا یا چھلا ہُوا دکھائی نہ دے۔ میں

نے سیاہ بیگ سے ننھا سا کیمرہ نکالا اور اس فریم کی مختلف زاویوں سے کئی تصویریں بنائیں۔ میں نے گھڑی دیکھی، رات کے دو بج رہے تھے ... وِٹیلوف نے جانے کی اجازت چاہی۔ مَیں نے کہا: "اکٹھے ہی چلتے ہیں۔ تم تھوڑی دیر رُکو، میں کچن میں جاکر قہوہ بناتا ہوں" ... اُس نے خوش ہو کر کہا: "اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنے ... بلکہ اب گھر جاکر کیا کروں گا؟ اُلیا سوال جواب کرکے ناک میں دم کر دے گی، یہیں سے فون کر دیتا ہوں ... تم اُسے سمجھا دینا کہ ہم ضروری کام میں مصروف ہیں، صبح آئیں گے ..."

جب ہم خاموشی سے قہوہ پی رہے تھے تو فون کی گھنٹی بول پڑی۔ میرے ہاتھ سے پیالی گرتے گرتے بچی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے وِٹیلوف کی جانب دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ فون اُسی کی بیوی نے کیا ہوگا ... مگر وِٹیلوف واقعی اپنی بیوی سے بہت ڈرتا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا تم ہی بات کرو، چنانچہ مَیں نے پیالی میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میرے کان جھنجھنا گئے۔ ایک جانی پہچانی آواز آئی:

"تم ابھی تک زلوی گن کے اپارٹمنٹ میں ہو؟"

"ہاں ... مَیں ابھی تک یہیں ہوُں" میں نے ہنس کر جواب دیا۔ وہ بھی کھلکھلائی۔ آواز سے یہ اندازہ کرنا دشوار بھی تھا اور آسان بھی کہ اس کی عمر کتنی ہوگی ... شاید بیس بائیس سال یا چالیس پینتالیس برس! بعض عورتوں کی عمروں کی طرح اُن کی آوازیں بھی دھوکہ دیا کرتی ہیں اور اس عورت کی آواز بھی ایسی ہی تھی ... مَیں نے وِٹیلوف کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اُسے سمجھایا کہ وہ میری پتلون کی جیب میں سے الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر نکال کر فون کے ساتھ لگا دے، وہ اشارہ پا گیا اور چشم زدن میں اس نے یہ آلہ فون سے نصب کر دیا ... لیکن فوراً ہی اُدھر سے آواز آئی، وہ کہہ رہی تھی:

"کرنل وِٹیلوف سے کہو کہ اب وہ ریٹائر ہو جائے ... زلوی گن کے اپارٹمنٹ میں اس کا کیا کام؟ آپریشن کا سکینڈل ہی اُس کے لیے بہت تھا۔"

"یہاں سے وہ بہت دیر ہوئی جا چکا ہے" ... میں نے کہا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی: "سنو کامریڈ شمرالیوف! تم تمارا کو دھوکہ نہیں دے سکتے ...

شاید ابھی تک احساس نہیں ہُوا کہ تمہاری زندگیاں اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں
تم اور وہ تمہارا احمق دوست وِیٹلوف جو خود کو بڑا ہوشیار سمجھتا ہے، مسز غالیچے کے
دھاگے تلاش کرکے اور زیروی گن کی میز کے خفیہ خانے میں سے زرد کاغذ نکال کر
ہو رہے ہو کہ تم نے بڑا معرکہ مارا ہے... لیکن یہ محض خوش فہمی ہے... تم کچھ نہیں
جانتے اور نہ کبھی جان سکو گے...“

اور اس سے پہلے کہ میں سلسلۂ گفتگو کو مزید طول دیتا، اُس نے فون بند کر دیا۔
وِیٹلوف سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے ریسیور کریڈل
پر رکھا تو وہ بولا: ”کس کا فون تھا؟“

”میں تمہیں اس پُراسرار عورت کے بارے میں بتانا بھول ہی گیا... یہ کوئی مس
تمارا ہے۔ جس کی آنکھیں طلسمی اور دماغ کسی کمپیوٹر میں ڈھلا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔“
”میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“ وِیٹلوف کی بھویں کھنچ گئیں۔ ”کون ہے
مس تمارا؟“

یہ ٹیپ رکارڈر موجود ہے۔ میں پہلے بھی اس کی گفتگو ریکارڈ کر چکا ہوں۔
اسے ریورس کرو اور خود سُن لو۔“

وِیٹلوف نے ننھے سے الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر پر مس تمارا کی باتیں سُنیں۔
اُس کے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ شدید
ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے... ایک بار تو وہ اچھل ہی پڑا۔ اس نے بار بار ٹیپ ریورس کیا
مس تمارا کی مترنم ہنسی اور شیریں آواز کا رس اپنے کانوں میں انڈیلتا رہا۔ اس دوران میں
سے وِیٹلوف کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا۔ آخر ٹیپ رکارڈر آف کر کے وہ میری طرف متوجہ
”بہت دلچسپ خاتون معلوم ہوتی ہے یہ تمہاری مس تمارا۔“ اُس نے آہستہ سے کہا
یوں لگتا ہے جیسے اس اپارٹمنٹ میں ہوتے والی ہر کارروائی اس کی نگاہوں کے سامنے
رہی ہے، وہ سب کچھ جانتی ہے... لیکن وہ ہے کون اور اُسے اس معاملے سے کیا
”یہ عورت خاصی خطرناک ہے وِیٹلوف... تم نے اُس کی گفتگو کا انداز دیکھا

وہ کس اعتماد اور بے خوفی سے بات کر رہی تھی اور سب سے حیرت انگیز بات اس کا
ذریعۂ معلومات ہے... مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ اس اپارٹمنٹ میں کہیں خفیہ اور بے حد
حساس ٹی وی کیمرے نصب ہیں... تم جانتے ہی ہو ہمارے سائنسدانوں نے ایسے
ٹی وی کیمرے بنا لیے ہیں جو بیرونی روشنی کے بغیر ہی تصویریں اُتارتے اور ایک خصوصی
اسکرین پر منتقل کر دیتے ہیں... یہ کیمرے گھپ اندھیرے میں بھی اپنا کام کرتے
رہتے ہیں... یہ ممکن ہے کہ مس تمارا انہی کیمروں کے ذریعے اس اپارٹمنٹ کے
اندرونی حصّوں کی کارروائی اپنی ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہی ہو۔ مجھے یہ کے جی بی کی اُسی
کارروائی کا ایک حصہ نظر آتا ہے جس کے تحت وہ مجھے زیروی گن کی موت کی چھان بین سے
روکنا چاہتے ہیں...“

”ہاں... یہ قطعی ممکن ہے... اس اپارٹمنٹ میں خُفیہ اور جدید ترین کمپیوٹرائزڈ
ٹی وی کیمروں اور اسی طرح کے حساس آلات کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا... اسی
طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری آوازیں بھی اُن تک پہنچ رہی ہوں... ہمیں ان آلات کا
سراغ لگانا چاہیئے...“

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

فون کی گھنٹی پھر بجی اور اس مرتبہ وِیٹلوف نے ریسیور اُٹھایا۔
”ہیلو... میں کرنل وِیٹلوف...“
دوسری طرف سے کوئی عورت اتنی اونچی آواز میں چلائی کہ میرے کان بھی سُن ہو
گئے۔ یہ یقیناً وِیٹلوف کی بیوی اُلیا تھی۔
”اُلیا... میری بات تو سُنو... بس میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں... بہت ضروری کام
تھا... اس وجہ سے دیر ہو گئی۔ تین افراد قتل ہو گئے یہاں... کُتش لُوا سٹریٹ میں۔ جنرل زیروی گن
کے اپارٹمنٹ کے سامنے... میں سرکاری طور پر ڈیوٹی دے رہا تھا... یقین نہیں آتا تو کامریڈ
تمرالوف سے پوچھ لو... آخر... تم سمجھتی کیوں نہیں... ہمیں جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا
ہے... ہاں... آ جاؤ... تم نے کبھی میری بات پر یقین کیا ہے جو اب کرو گی... ٹھیک ہے
جو تمہارے جی میں آئے کرو... کیا کہا... میں تمہیں اپنی شکل نہ دکھاؤں... ہاہاہا... منظور ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بہت خوشی سے . . مَیں نہیں آؤں گا ... مَیں یہاں سے سیدھا شمرالیوت کے فلیٹ پر جا رہا ہوں ... وہیں آرام کروں گا . . تم جاؤ جہنم میں . . ."

اُس نے دھائیں سے ریسیور، کریڈل پر پٹخ دیا۔

"شمرالیوف ... اب میں تمہارے ساتھ چلوں گا ... گھر نہیں جاؤں گا ... اس عورت نے میری زندگی تلخ کر دی ہے ... وہ کہتی ہے ... مَیں جھوٹ بول رہا ہوں ... تم کہو تو مَیں اُسے فُون کر دوں ؟"

"بے کار ہے ... وہ اور زیادہ مشکوک ہو جائے گی. میرا خیال ہے وہ یہاں آنے کے لیے چل پڑی ہوگی."

"اس وقت" !

"ہاں ... اُس سے کچھ بعید نہیں ! ... سب اُسے جانتے ہیں کہ وہ سویت یونین کی کریمینل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ کے نرم دل کرنل وِٹیلوف کی اکھڑ مزاج بیوی ہے۔ سیکیورٹی فورس والے اُسے باقاعدہ سلیوٹ کرتے ہیں . . کوئی اُسے راستے میں نہ روکے گا نہ پوچھ گچھ کرے گا ... اچھا ہے وہ خود آ کر دیکھ لے کہ ہم لوگ کیا عیاشی کر رہے ہیں ... چلو چھوڑو، اس بے ہودہ قصّے کو ... تم مس تمارا کی بات کر رہے تھے ... شمرالیوف ... یقین کرو ... مَیں نے یہ آواز پہلے بھی کہیں سُنی ہے ... اسی لیے میں اُچھل پڑا تھا. اگرچہ اس چالاک عورت نے اپنی آواز بدلنے کی کوشش کی، مگر مَیں کچھ کچھ پہچان گیا ہوں ... اگر یہ وہی عورت ہے تو پیارے دوست . . . ہرگز تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا یہ سویت یونین میں غالباً سب سے زیادہ خطرناک عورت ہے . . . میری معلومات کے مطابق اب تک ایک سو سے زائد افراد موت کے گھاٹ اُتار چکی ہے . کے جی بی کے بڑے بڑے لوگ اس سے کانپتے اور لرزتے ہیں ... خود آندرولوت اور بریزنیف ... ؟"

مَیں نے اُس کے مُنہ پر جلدی سے ہاتھ رکھ دیا. جوش میں یہ بے وقوف شخص بھُول گیا تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں بلکہ اب تو یوں کہنا پڑے گا کہ سودیت یونین میں دیواروں کے کان بھی ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی. ایسی آنکھیں جو گھپ اندھیرے میں بھی بخوبی دیکھ سکتی ہیں، اور ایسے کان جو کوسوں دُور کی جانے والی سرگوشیاں بھی آسانی سے سُن لیتے ہیں۔

وٹیلوف نے ہنس کر کہا" گھبراؤ نہیں ! اگر کے جی بی والے اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں تو ہم بھی کچھ نہ کچھ جانتے ہیں. مس تمارا اگر یہ ہماری باتیں سُن رہی ہے تو اور بھی اچھا ہے وہ اپنے منصوبوں پر دوبارہ غور کرے گی اور ان کی خامیاں تلاش کر کے اُنہیں درست کرے گی ..."

وٹیلوف نے جیب سے ڈائری نکالی، اس کا پہلا ورق اُلٹا، اس پر ایک نام جلّی حروف میں لکھا تھا۔ اُس نے یہ ورق میری نظروں کے سامنے کر دیا. یہ نام ایک عورت کا تھا جسے میں اچھی طرح جانتا تھا . . . مَیں پلک جھپکائے بغیر یہ نام دیکھتا رہا ... پھر مَیں نے نفی میں گردن ہلائی . . . وٹیلوف کو یقیناً مغالطہ ہُوا تھا ... مس تمارا کی آواز اور اس نام والی عورت کے لب و لہجے میں زمین آسمان کا فرق تھا.

"آداب یہاں سے چلتے ہیں." وٹیلوف اچانک اُٹھ کھڑا ہُوا — مجھے سخت نیند آ رہی ہے."

اپارٹمنٹ کی بتیاں گُل کر کے جب ہم باہر نکلے تو سکیورٹی فورس کے دونوں مسلّح آدمی زندہ سلامت تھے. وہ ہمارے ساتھ کمپاؤنڈ تک آئے جہاں وٹیلوف کی سرکاری جیپ کھڑی تھی. وٹیلوف نے اُنہیں رخصت کیا اور ٹارچ روشن کر کے جیپ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کرنے لگا.

"کیا بات ہے ؟ یہ تم کیا کر رہے ہو"؟ مَیں نے پریشان ہو کر پُوچھا۔

"کچھ نہیں، محض احتیاط کا تقاضا ہے جیپ کے اندر اگر ہلکا سا ٹائم بم رکھ دیا جائے تو ہم دونوں بھک سے اُڑ سکتے ہیں . . ."

مَیں لرز گیا. وٹیلوت نے چرمی بیگ میں سے ایک قلم نما آلہ برآمد کیا. اس کے سرے پر لگایا ہُوا بٹن دبایا. سرخ رنگ کی روشنی کا ننھا سا دائرہ جیپ میں گردش کرنے لگا. اس آلے کے اندر سے ایک طویل سیٹی کی مانند آواز پیدا ہونے لگی. جیپ کے اندر اُسے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اچھی طرح اوپر نیچے گھما کر وٹیلوف نے آخر میں انجن کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر جیب میں رکھ لیا۔۔۔ آؤ کامریڈ شمرایوف ۔۔۔ اب تم اطمینان سے جیپ میں بیٹھ سکتے فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں ۔۔۔ میں اس وقت اپنے گھر جانا نہیں چاہتا ۔۔۔ بولو کہاں کسی ہوٹل کا رُخ کریں ۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے بولنے سے روک دیا ۔۔۔ "تم فلیٹ پر بھی جانا خطرے سے خالی نہیں ۔۔۔ میں نے سُنا ہے تمہارا ایک ٹھکانہ اور ہے، کیا ارادے ہیں ۔۔۔ وہیں چلیں ۔۔۔"

میں حیرت زدہ رہ گیا۔ کم بخت کو اس ٹھکانے کا بھی علم تھا جسے صرف ریگا جانتا تھا۔ میں نے گہرا سانس لیا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ ماسکو کی سڑکیں اور ہر دو سو گز کے فاصلے پر نصب کھمبوں میں لگی ہوئی دودھیا ٹیوبیں روشن تھیں، کہیں اِکّا دُکّا شرابی لڑکھڑاتا ہُوا چلا جا رہا تھا۔ یا کوئی کار تیزی سے نکل جاتی۔ وٹیلوف جیپ، لمبی سڑک پر چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ وہ کسی سوچ میں تھا۔ شاید وہ اُلیا کے بارے میں غور کر رہا تھا، یا مِس تمارا کی شخصیت کا خاکہ اپنے ذہن میں مکمل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اپنے اُس خفیہ ٹھکانے کا پتہ بتانے کی مجھے زحمت نہ کرنا پڑی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد وٹیلوف کی جیپ وہاں پہنچ

میرا خفیہ ٹھکانہ ایئرپورٹ میٹرو اسٹیشن پر تھا۔ یہاں زیادہ تر ادنیٰ درجے کے لوگ رہائش پذیر تھے۔ مچھیرے، گودیوں پر کام کرنے والے مزدور اور ایئرپورٹ کے تین بجے شب ہم نے ایک بار پھر قہوہ تیار کیا اور چند سینڈوچز پلیٹ میں رکھ کر آ بیٹھ گئے۔ نیند کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وٹیلوف نے کہا :

"ایک بات کا مجھے یقین ہو چکا ہے کامریڈ شمرایوف، اور وہ یہ کہ جس شخص نے زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے انٹرنس ہال میں بچھا ہُوا قالین وہاں سے ہٹایا اور خون کے صاف کیے، بس وہی زیوی گن کا قاتل ہے ۔۔۔"

"اور کھڑکی پر فائر کس نے کیا"؟

"ہو سکتا ہے یہ فائر زیوی گن نے خود کیا ہو ۔۔۔ اپارٹمنٹ کے معائنے سے جو باتیں سامنے آئی ہیں، اُن سے اس شُبہے کو تقویت ملتی ہے کہ زیوی گن اپنے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔ اُسے کسی پُراسرار ہاتھ نے موت کے مُنہ تک پہنچایا۔ اس کا تجزیہ کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔ نمبر ا : زیوی گن کے بارے میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ بڑے بڑے اسمگلروں اور ذخیرہ اندوزوں سے اُس کے مراسم ہیں اور وہ نہ صرف اُن کی پشت پناہی کرتا ہے بلکہ اُن سے بھاری رشوت بھی وصول کرتا رہا ہے نمبر ۲ : کے جی بی کے بعض اعلیٰ افراد زیوی گن کو پسند نہیں کرتے تھے، چیئرمین آندروپوف اور اُس کے دو ڈپٹی چیئرمین اسے وہاں سے ہٹانا چاہتے تھے نمبر ۳ : زیوی گن چونکہ برزنیف کا ہم زُلف تھا، اس لیے وہ اپنے ساتھیوں اور آندروپوف وغیرہ کی زیادہ پروا نہیں کرتا تھا۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ وہ انھیں گالیاں دینے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔ اسی لیے زیوی گن نے کے جی بی میں اپنے دوست کم اور دشمن زیادہ بنا لیے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا جب دشمنوں کے صبر و تحمّل کا پیمانہ چھلک گیا ۔۔۔"

"یہ تم کیا فضول تقریر کر رہے ہو ۔۔۔" میں نے اُکتا کر کہا۔ "کام کی بات کرو، ورنہ تم جاگو اور میں اب سوتا ہوں ۔۔۔"

"ارے نہیں ۔۔۔ یہ فضول تقریر نہیں ۔۔۔ نہایت کام کی باتیں ہیں جو میرے سوا کوئی اور تمھیں ہرگز نہیں بتائے گا۔" وٹیلوف نے قہقہہ لگایا۔ "ہو سکتا ہے اُن کا پروگرام فی الحال زیوی گن کو قتل کرنے کا نہ ہو۔ لیکن ایسے حالات خود زیوی گن نے اپنی حماقت سے پیدا کر دیے کہ حریفوں نے اُسے ختم کر دینے کا اچانک فیصلہ کر لیا لیکن ممکن ہے زیوی گن کے اپارٹمنٹ پر جو بھی بھاری جُوا کھیلا جاتا تھا، اس میں جنرل پروزدوکوف اور کربانوف بھی شامل ہوتے ہوں۔ یہ امر ابھی سامنے نہیں آیا کہ زیوی گن سُسلوف کے آفس میں کس لیے گیا تھا اور اُن لوگوں کے مابین علیٰحدگی میں کسی معاملے پر بات ہوئی۔ اس کا راز سُسلوف پر جرح کرنے ہی سے کُھل سکے گا۔ ہمیں صرف اتنا بتایا جاتا ہے کہ زیوی گن، سُسلوف سے مل کر اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آیا اور کسی تاخیر کے بغیر اس نے خود کو ریوالور سے شوٹ کر لیا۔ میری رائے اس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ضمن میں یہ ہے کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے کسی ایسے شخص نے گولی مار کر،
کیا جو پہلے سے اپارٹمنٹ میں موجود تھا۔ ہو سکتا ہے وہ زیوی گن کے جوڑے کے گُر
کا کوئی ساتھی ہو یا کے جی بی کا مقرر کردہ ایسا قاتل جسے زیوی گن جانتا پہچانتا نہ ہو۔

"نمبر ۴: سُسلوف اچانک بیمار پڑ کر ہسپتال میں داخل ہو جاتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو
ہو کہ زیوی گن کے قتل یا خودکشی سے اُس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے،
اس واردات کے بارے میں سُسلوف قطعی طور پر کچھ نہ کچھ جانتا ضرور ہے۔"

"یہ معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا کہ کھڑکی پر گولی چلانے والا کون تھا؟" میں نے زر کے نواحی
دے کر کہا: "اس کے علاوہ یہاں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے دے رہی
جنرل زیوی گن کو اس کے اپارٹمنٹ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا بھی تھا، تو اُسے یہ کیسے ہی سے
علم ہوا کہ زیوی گن، سُسلوف سے ملنے کے بعد سیدھا اپنے گھر نہیں جائے گا، بلکہ اپارٹمنٹ کھلا
میں واپس آئے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور پُراسرار شخص ہے جس نے زیوی گن کو تفویض
مشورہ دیا کہ وہ سُسلوف سے ملاقات کے بعد اپارٹمنٹ میں آئے اور یوں وہ دشمنوں اور پرد
کے جال میں آ گیا... کوئی ایسا شخص ہی جنرل زیوی گن کو مشورہ دے سکتا ہے جس پر اُسے
اعتماد ہو، اور اُس کی بات مانتا ہو..."

"ہاں... تمہارا خیال درست ہے۔" وٹیلوف نے کہا۔ "ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ راستہ
بہت خطرناک ہے اور فاصلہ طویل۔"

ہفتہ — ۲۳ جنوری — صبح دس بجے۔

رات بھر جاگنے کے باعث صبح جلد آنکھ نہ کھلی... ساڑھے نو بجے کچھ ہوش آیا
اور میں نے گردن موڑ کر بائیں جانب دیکھنا چاہا کہ وٹیلوف سو رہا ہے یا بیدار ہو چکا
ہے لیکن اُس کا بستر خالی پڑا تھا۔ وہ جانے کس وقت اُٹھا اور مجھے بتائے بغیر چلا گیا۔ حیرت
صلاحیتوں کا آدمی ہے۔ میری اس کی دوستی بیس برس سے زائد پرانی ہے۔ مختلف اداروں
میں پیشہ ورانہ ٹریننگ کے لیے ہم جہنوں نہیں، برسوں ایک ہی کمرے میں ہم پیالہ و
ہم نوالہ رہے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ اس کیس میں کرنل وٹیلوف میرے ساتھ مل کر کام

کرتا اور میرے لیے اس کی خدمات حاصل کر لینا کچھ دشوار بھی نہ تھا، مگر میں دیکھ چکا
تھا کہ وہ کسی قدر پریشان اور گھبرایا ہوا تھا... شاید وہ صحیح کہہ رہا تھا اسے آندروپوف کی
مردِ جنگ میں کودنا نہیں چاہیے تھا۔ اپنی جان ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے۔

میں نے اپنے اس ایک کمرے کے فلیٹ کی اکیلی کھڑکی سے باہر جھانکا، برف باری
شدت اختیار کر گئی تھی، دُور دُور تک کہر اور گہری دُھند نے ماسکو کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا
تھا۔ ایک فرلانگ کے فاصلے پر چیز بھی مشکل ہی سے نظر آتی تھی۔ ایئرپورٹ میٹرو اسٹیشن
میں نے زر کے نواحی علاقوں میں جلتی ہوئی تیز روشنیاں بھی اس وقت ٹمٹماتے چراغوں کی مانند دکھائی
دے رہی تھیں۔ ایک طویل اور تھکا دینے والا کام میرے سامنے تھا۔ یہ بات پہلے دن
ہی سے کھل کر مجھ پر واضح ہو چکی تھی کہ کے جی بی جیسا طاقتور ادارہ میرا حریف بن کر سامنے
کھڑا ہوا ہے اور اس ادارے کا سارا ریکارڈ میری آنکھوں میں تھا، تاہم بریژنیف کے
تفویض کردہ اختیارات نے عارضی طور پر مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ آندروپوف اکربانوف
دشمنوں اور پروزدکوف جیسے لوگوں سے سوال جواب کر سکوں۔ یہ اور بات کہ بعد میں وہ مجھے زندہ
چھوڑیں یا مار دیں۔ یہ میری قسمت تھی۔ اب تک تو انہوں نے مجھ پر رحم کھایا تھا۔ ورنہ نیتا
کی جگہ وہ مجھے بڑی آسانی سے باتھ ٹب میں نہلا کر دفنا سکتے تھے۔ یا نتاشا لونن کی طرح میری
کھوپڑی میں بھی دو سوراخ کر کے اُن کے اندر پگھلا ہوا سیسہ بھر سکتے تھے۔

جی چاہتا تھا کہ سارا دن الیکٹرک کمبل میں دبک کر سویا رہوں۔ لیکن محض اس خیال سے
کہیں مستقل طور پر سُلا نہ دیا جاؤں، طوعاً کرہاً میں نے باہر جانے کی تیاری کی۔ مجھے اپنی
تمام سرگرمیوں سے ریبلکوف کو باخبر رکھنا تھا، اس لیے اپنے فلیٹ سے نکل کر میں نے
عام مزدوروں کی طرح لوکل بس پکڑی اور اپنے آفس سے کچھ دُور ہی اُتر گیا۔ بقیہ راستہ
میں نے پیدل طے کیا۔ پراسیکیوٹر آفس کی سات منزلہ عمارت کے اندر حسبِ معمول گہری
خاموشی تھی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ ہر کمرے میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہونے کے
ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہے ہوں گے، مگر ان کی آواز ساؤنڈ پروف کمروں سے باہر نہیں
آ سکتی تھی۔ طویل راہداریاں بھی خاموش تھیں۔ اُن میں بچھے ہوئے نرم، دبیز میٹ قدموں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی ہلکی سی آہٹ بھی پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ چوتھی منزل پر ریکنکوف کے آفس ہوئے جب مَیں کوریڈور سے گزر رہا تھا تو یکا یک نکولائی باکلانوف کے کمرے کا کُھلا اور اُس کی میری نظریں چار ہوئیں، باکلانوف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھری نے کہا :

"کامریڈ شمرالیوف! کہاں رہتے ہو آج کل؟ کئی بار جی چاہا کہ تم سے ملوں مگر ہی نہیں ملتا۔"

"میں یہیں ہوں کامریڈ باکلانوف... اگر تم اس وقت فرصت میں ہو تو..."

"ہاں ہاں... کیوں نہیں... کیوں نہیں..." اُس نے جلدی سے کہا... اُس کے دروازہ ابھی تک کُھلا ہُوا تھا اور اندر سے ٹائپ رائٹروں کے چلنے کی آوازیں میں آ رہی تھیں۔ "آؤ اندر آجاؤ..." اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے کمرے میں لے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: "بیٹھو!"

مَیں بیٹھ گیا۔ باکلانوف کے ساتھ بھی میرے اچھے دوستانہ مراسم تھے۔ مگر گزشتہ ڈیڑھ برس سے ان مراسم میں وہ پہلے جیسی گرم جوشی نہ رہی تھی۔ اس کی کوئی خاص نہ تھی، بس اتفاق ہی تھا کہ ہمارا ملنا جُلنا کچھ کم ہوگیا۔

"مَیں نے سُنا ہے تم ان دنوں کسی اہم کیس پر کام کر رہے ہو؟" باکلانوف کا ڈبہ میرے آگے سرکاتے ہوئے کہا۔

اس کی زبان سے اہم کیس کے ذکر پر میرے کان کھڑے ہوئے۔ بیں لی طور پر بے پروائی کا انداز اختیار کرتے ہوئے، گردن اثبات میں ہلا دی۔

"ہاں... وہ ایک معاملہ ہے جسے زبردستی ریکنکوف نے مجھ پر تھوپ ورنہ مَیں تو چھٹی لے کر سوشی گیا ہوا تھا۔ یہ بتاؤ تم کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں... بس بے کار ہی سمجھو... وہی روزمرہ کے فرائض... فائلوں بھرتے رہنا..."

"لیکن... میں نے پچھلے دنوں کچھ اور ہی سُنا ہے... آپریشن کا سکیڈ کی تف

نے سی آئی ڈی کو فراہم کی تھیں؟"

باکلانوف کا چہرہ یک لخت سُکڑ گیا۔ اُس نے جواب دینے سے پہلے اپنے سنہری سگریٹ ہولڈر میں ایک سگریٹ پھنسایا، لائٹر سے سلگایا، ایک گہرا کش لیا اور ہلکی آواز میں کھانستے ہوئے کہنے لگا: "آپریشن کا سکیڈ! یہ بات تم سے کس نے کہی کہ اس کی تفصیلات میں نے سی آئی ڈی کو فراہم کی تھیں؟"

"میرا خیال ہے ہرمن کاراکوز کہہ رہا تھا..." میں نے یوں ہی اس کا نام لے دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ باکلانوف مزید کیا کہتا ہے؟

ہرمن کا نام سنتے ہی باکلانوف کے کانوں کی لَویں انگارہ ہوگئیں۔ اس نے سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے دبی زبان سے کہا: "وہ کُتّے کا بچّہ میرے بارے میں اس قسم کی غیر ذمّے دارانہ باتیں کرنے سے باز نہیں آتا... مجبوراً مجھے اُس کے خلاف تحریری شکایت ریکنکوف کو دینی پڑے گی... بکواس کرتا ہے وہ... بکتا ہے بدمعاش"۔

"تم نے ٹھیک کہا... مَیں خود اس کمینے ہرمن سے عاجز ہوں... خیر چھوڑو اس تکلیف دہ ذکر کو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری ترقی کب تک ہو رہی ہے۔"

"ترقی!" اس کی بھویں آپس میں مل گئیں۔ "میری ترقی کا فی الوقت کیا سوال ہے؟ اس کے برعکس میں سُنتا ہوں کہ تم بہت اوپر چلے..."

باکلانوف کی میز پر بائیں جانب رکھے ہوئے سرخ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے مجھ سے معذرت کر کے ریسیور اُٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ میں بغور اس کے چہرے کے تاثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔ مَیں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ فون کسی اہم شخصیت کا ہے جس سے باکلانوف خاصا مرعوب ہے۔

"جی ہاں... مَیں باکلانوف ہی بول رہا ہوں... گڈ مارننگ! مَیں حاضر ہوں۔ بات کرایئے..."

اُس نے دزدیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا جیسے وہ میرے سامنے اس نادیدہ ہستی سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا ہو۔ اصولاً مجھے اُٹھ جانا چاہیے تھا، لیکن میں ڈھیٹ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بنا بیٹھا رہا، بلکہ ایسا انداز اختیار کر لیا جیسے مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے
بھی ایک ہی کائیاں تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر اپنی آواز ہلکی کر لی اور منہ ریسیور کے
ہی لگا دیا۔ اتنے میں دوسری طرف سے کسی نے بات شروع کی اور میں نے کنکھیوں
دیکھا کہ باکلانوف کی بدحواسی اور مرعوبیت میں کچھ اور اضافہ ہو چکا ہے... اس نے
فون بائیں کان کے بجائے دائیں کان کی طرف منتقل کر دیا، حالانکہ یہ محض غیر شعوری
اضطراری حرکت تھی، اور اب میرے چونکنے کی باری تھی...

"جی ہاں... گڈ مارننگ... نادیا پاولنیا... کہیے، کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

میرا کلیجہ اُچھل کر حلق میں آ گیا... نادیا پالنیا... یہ نام میں نے پہلے بھی کہیں نہ
دیکھا تھا... کہاں؟ کب... ذہن اس قدر ماؤف ہوا کہ فوری طور پر کچھ یاد نہ آیا
میں نے خود پر قابو پا کر پُرسکون رہنے کی کوشش کی اور دماغ پر زور دیا... اور پھر
حافظے کی تمام بتیاں ایک دم روشن ہو گئیں۔

نادیا پالنیا... یہ نام مجھے کرنل وڈیلوف نے پچھلی ہی شب زیوی گن کے اپارٹمنٹ
اپنی خصوصی ڈائری کے اندر لکھا دکھایا تھا۔

"میں آپ کو دوبارہ پانچ منٹ کے اندر اندر فون کرتا ہوں۔" باکلانوف نے پھر
طرف دیکھا... "کیا اس وقت گھر پر ہیں یا..."

دوسری طرف سے کوئی سوال کیا گیا جس کے جواب میں باکلانوف نے کہا۔ "جی ہاں
آپ کے ارشاد کے مطابق ہر چیز تیار ہے... ہاں... آپ کا خیال بالکل درست
بس میں پانچ منٹ بعد آپ کو رِنگ کرتا ہوں۔"

اُس نے فون بند کر دیا اور میری جانب گھورتا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ سخت
مضطرب اور کسی اندرونی کشمکش میں گرفتار ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھے خود
چلے جانے کے لیے کہے، میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا، اب میں چلتا ہوں... تمہیں پانچ منٹ
بعد ضروری فون کرنا ہے... کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ خاتون... نادیا پالنیا کون ہیں
سے تم اتنے مرعوب ہو کر بات کر رہے تھے معلوم ہوتا ہے بہت خوبصورت عورت

ورنہ تم اتنی توجہ نہ دیتے..."

باکلانوف نے پھیکی مسکراہٹ کا مظاہرہ کیا۔ اُس نے مجھے تکلفاً بھی بیٹھنے کے لیے
نہ کہا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اُس وقت میرا ٹل جانا ہی پسند کرتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے
اُسے مزید پریشان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کرسی پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے میں نے کہا: "تم نے میرے
سوال کا جواب نہیں دیا۔ ان خاتون کا کچھ اتا پتہ تو بتاؤ۔"

"تم جان کر کیا کرو گے؟ شمرالیوف!" ان کا لہجہ معاً سنجیدہ ہو گیا۔ "یہ میرا ذاتی ——"

"اوہ... تب تو معافی کا خواستگار ہوں..." میں نے جلدی سے کہا۔ "دراصل پاولنیا کا
نام نامی میں پہلے بھی ایک دوبار سُن چکا ہوں، اس لیے فطری طور پر تجسس پیدا ہوا تھا۔ اگر
تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی مجھے بھی کچھ زیادہ دلچسپی نہیں..."

"نہیں نہیں... تم غلط سمجھے شمرالیوف..." باکلانوف نے موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے
فوراً کہا۔ اس بار اُس کا لہجہ پہلے سے مختلف تھا جیسے مجھے مطمئن کرنے یا بہلانے کی کوشش
کر رہا... "مادام نادیا پاولنیا کو سوویت یونین میں کون نہیں جانتا! میں سمجھا شاید تم مذاق
کر رہے ہو..."

یکایک مجھے سب کچھ یاد آ گیا! "ان خاتون کا پُورا نام 'نادیا میلنیا پاولنیا' تو نہیں؟"

باکلانوف نے اثبات میں گردن ہلائی اور میرے رونگٹے رونگٹے میں جیسے سنسنی سی دوڑ
گئی: "مادام نادیا میلنیا پاولنیا... میں نے ان کی بہت تعریف سُنی ہے... اب یاد آ رہا ہے
اگر یہ وہی خاتون ہیں تو مجھے ان سے ملنے کی تمنا ہے... کیا تم ان سے میری ملاقات کا بندوبست
کر سکتے ہو؟"

باکلانوف یہ سُن کر ہراساں نظر آنے لگا۔ اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"ان سے کس لیے ملنا چاہتے ہو؟ وہ بہت مصروف..."

"جانتا ہوں... جانتا ہوں... وہ بے حد مصروف ہوں گی... بہرحال... ان کا تعلق
کس شعبے سے ہے؟"

"یہ اینٹی فراڈ اسکواڈ آفس کی انچارج ہیں... اُن کا عہدہ کے جی بی میں کرنل کا ہے

میں اَب اُٹھ کھڑا ہوا... اس سے زیادہ کی مجھے ضرورت نہ تھی ... "بہت خوب
خود مادام سے ملاقات کا انتظام کر لوں گا ... کرنل وٹیلوف سے کہوں گا۔ وہ اللہ
حاصل کرے گا ... تم جانتے ہی ہو کہ کرنل وٹیلوف کا تعلق بھی اسی شعبے سے ہے
وٹیلوف کا نام سُن کر باکلانوف خلافِ توقع خاصا گھبرایا۔ اس نے ایک لمحہ
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، پھر بولا۔

"کامریڈ شمرالیوف ... یہ بات اصولاً مجھے کہنی تو نہیں چاہیے۔ لیکن تم چونکہ
عزیز دوست ہو، اس لیے ازراہِ دوستی کہے دیتا ہوں یہ راہِ کرم بیٹھ جاؤ..."

"شکریہ ... مگر تم تو پانچ منٹ کے اندر اندر مادام نادیا میلنیا پاولنیا کو
کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔"

"وہ ذرا انتظار کر سکتی ہیں ..." باکلانوف نے کہا "میں اُن سے معذرت کر لوں
لیکن تم سے شاید دوبارہ بات کرنے کا موقع نہ ملے ..."

میں تعجب سے اُن کا منہ تکنے لگا: "میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"سب کچھ سمجھ جاؤ گے یار ... بیٹھ تو جاؤ..." اُس نے ہنس کر کہا: "ویسے تشویش
کوئی بات نہیں ہے ... کچھ پینا پسند کرو گے؟"

"نہیں، مجھے ذرا جلدی ہے ... ریکنکوف میرا منتظر ہوگا ..." میرا لہجہ خشک تھا
کیا کہتے ہو۔"

"دیکھو، خفا مت ہونا ..." وہ یک لخت خوشامد پر اُتر آیا، حالانکہ یہ بات
عادت کے خلاف تھی۔ "میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج کل تم جس چکر میں گرفتار
جلد اُس سے نکل جاؤ، اُتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے ... اس چکر میں پڑ کر تمہیں
نہ ہوگا، البتہ ..."

اُس نے جملہ دانستہ نامکمل چھوڑ دیا تاکہ اُس کا پورا پورا اثر مجھ پر پڑے
"یقین کرو شمرالیوف ... میں تمہارا مخلص دوست ہوں، اور تمہاری بہتری
لیے یہ مشورہ دے رہا ہوں ... اس قضیے سے الگ ہو جاؤ..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"کون سا قضیہ ... کونسا چکر ...؟" میں نے انجان بن کر پوچھا "تم معمّوں میں گفتگو
کرنے کے بجائے کھل کر بات کرو ... میں ذرا غبی قسم کا آدمی ہوں۔"

"تم غبی نہیں، بڑے چلتے پُرزے ہو ..." باکلانوف مُسکرایا۔ "میں اپنی پوزیشن کے
باعث کھل کر بات کرنے سے قاصر ہوں، تاہم اتنا جانتا ہوں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، وہ
مناسب نہیں ہے ... ہاتھیوں کی لڑائی میں مینڈک ہمیشہ چٹنی بن جاتے ہیں ..."

میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو، لیکن میں نے خود یہ کام اپنے ذمّے نہیں لیا ... تم
جانتے ہو گے کہ یہ ذمّے داری کس نے مجھے سونپی ہے۔"

"جانتا ہوں ... مگر تم چاہتے تو اس سے بچ سکتے تھے ... جان بوجھ کر موت کے مُنہ
میں جانا کہاں کی دانش مندی ہے؟"

"سچ کہتے ہو کامریڈ باکلانوف ... میں ابھی مرنا نہیں چاہتا ... لیکن کیا کروں، تمہی
کوئی تدبیر بتاؤ..."

وہ ایک دم خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں: "بہت آسان طریقہ ہے ... کوشش
کر کے بیمار پڑ جاؤ ... کوئی غلط سلط چیز کھا لو ... اس کے بعد تم چھٹی کی درخواست دے
دو، ہسپتال میں داخل ہو جاؤ ... جہاں تک تمہاری چھٹی کا معاملہ ہے ... یہ مجھ پر چھوڑ دو
میں ریکنکوف سے کہہ کر منظور کرا دوں گا ..."

میں ضبط کے باوجود باکلانوف کی احمقانہ باتوں پر ہنس پڑا: "اور اگر خود ریکنکوف
کی مستقل چھٹی ہو گئی، پھر؟"

"دیکھو، مذاق نہ کرو ... میں اس لمحے جتنا سنجیدہ ہوں، زندگی میں اتنا سنجیدہ نہ ہوا
تھا ..." اس نے کہا "بس، دس دن کے لیے کہیں غائب ہو جاؤ ..."

"اور اگر میں ایسا نہ کر سکوں، تب کیا ہوگا؟" میں اُٹھ کھڑا ہوا اور دروازے تک آیا۔
باکلانوف نے گہرا سانس لیا۔ وہ اپنی نشست سے اُٹھ کر دروازے تک آیا اور
میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: "ضد نہ کرو، اپنے انجام پر غور کر لو ... میں تمہیں یقین
دلاتا ہوں کہ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا ... جونہی رخصت پر جاؤ گے، یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جلائے گا۔۔۔"

میں نے نفی میں گردن ہلائی: "دس دن کے اندر اندر پولٹ بیورو کے ارکان کی اہم میٹنگ ہونے والی ہے اور مجھے اس میٹنگ سے پہلے پہلے اپنا کام مکمل کرنا ہے۔۔۔ اگر نہ کر سکا، تب بھی میرا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا جس کی طرف تم اشارہ کر سکے ہو۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں۔۔۔ لیکن تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ اس معاملے میں زیادہ کے اندر مت اترو۔ تم اپنی تحقیقاتی رپورٹ پیش کرنے میں قطعی آزاد ہو۔۔۔ کوئی تمھیں نہیں کہہ رہا ہے کہ اُس کی مرضی کے مطابق رپورٹ تیار کرو۔۔۔ بہرحال۔۔۔ اپنا اچھا برا سمجھتے ہو۔۔۔ میں کیا کہوں۔۔۔"

"گویا تم بلاواسطہ مجھے دھمکی دے رہے ہو کہ میں اپنی ذمّے داریوں سے ہٹ جاؤں اُن میں خیانت کروں۔۔۔"

باکلانوف کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ "نہیں۔۔۔ میں یہ مشورہ نہیں دوں گا۔۔۔"

دفعتہً اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا: "کیا تم مادام نادیا میلنیا پاولنیا سے ملنا چاہتے ہو؟"

"پہلے تو واقعی یہی آرزو تھی، لیکن اب شاید اُن سے ملنا مناسب نہ ہو۔۔۔ وہ بھی یہی نصیحت کریں گی۔"

"میں اُن سے بات کرتا ہوں۔۔۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوں گی۔۔۔ دیکھو، شمرالیوف تمھیں دنیا تمہارے سامنے ایک شاندار مستقبل ہے۔۔۔ اُسے تباہ نہ کرو۔۔۔ ہمیں تم جیسے لوگوں کی پر ضرورت ہے۔۔۔"

"اس کرم اور حوصلہ افزائی کا بے حد شکریہ۔" میں نے دروازہ کھولا اور کوریڈور نکل آیا۔

چند ثانیے ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر باکلانوف کے لیے ہاتھ بڑھایا اور بولا: "اس وقت ہمارے مابین جو گفتگو ہوئی ہے، کہ ہم اُسے فراموش کر دیں۔۔۔ یعنی یہ سمجھ لیں کہ یہ گفتگو سرے سے نہیں ہوئی۔۔۔

ہے؟ کامریڈ شمرالیوف!"

"ہاں۔۔۔ بالکل ممکن ہے۔۔۔" میں نے اس کا ہاتھ دبایا۔ "اب تو میں یہ بھی بھول چکا ہوں کہ تم سے آج ملاقات ہوئی تھی۔"

باکلانوف سے ملاقات کے دو فائدے تو فوری ہوئے۔ ایک یہ کہ وہ اگرچہ پبلک پراسیکیوٹر آفس میں کام کرتا ہے، لیکن اُس کی ہمدردیاں کے جی بی کے ساتھ ہیں اور بعض وجوہ سے وہ نہیں چاہتا کہ میں زیوی گن کی نام نہاد خودکشی یا موت کی تحقیقات کروں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ مادام نادیا میلنیا پاولنیا کی شخصیت روشنی میں آئی۔ وہ محض اتفاق ہی تھا کہ مادام کا فون باکلانوف کے نام آیا اور اس کے منہ سے مادام کا نام نکل گیا، ورنہ میں اس سے بے خبر ہی رہتا۔ ایک احساس یہ بھی ہوا کہ کہنے کو مادام نادیا انٹی فراڈ اسکواڈ آفس سے تعلق رکھتی ہے، مگر حقیقت میں وہ نہایت با اثر عورت ہے جس سے چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس کا ایک اعلیٰ افسر اور خود کرنل وِٹیلوف جیسا نڈر شخص خوف زدہ ہے اور پھر وہ پُراسرار مس تمارا؟ کرنل وِٹیلوف نے اگر اپنی ڈائری میں نادیا کا نام لکھا ہوا ہے اور اس نے مس تمارا کے ذکر پہ یہ نام مجھے وہ بھی دکھایا تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا مس تمارا ہی مادام نادیا میلنیا پاولنیا ہے؟

رینکوف حسبِ معمول اپنے بڑے سے پُرسکون کمرے میں یوں مطمئن بیٹھا تھا جیسے اُسے دنیا کا کوئی غم اور کوئی فکر نہ ہو۔ مجھے دیکھ کر وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور مصافحے کے لیے ہاتھ آگے کر دیا۔ یہ البتہ نئی بات تھی۔ ورنہ وہ اپنے کسی ماتحت کی آمد پر تعظیماً کھڑا ہوتا نہ مصافحہ کرتا۔ میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی مسکرایا اور خوش دلی سے کہنے لگا۔ "اب چونکہ تم دس بارہ دن کے لیے میرے بھی افسرِ اعلیٰ بن چکے ہو۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ تمہارے احترام میں اپنی کرسی سے اُٹھوں۔ جب یہ دن گزر جائیں گے اور تم اس وقت تک زندہ سلامت رہے تو پھر میں تمہاری تعظیم کرنے سے بچ جاؤں گا۔ بہرحال، کہو کیا حال ہے۔ آئندہ کتنے افراد کو ہلاک کروانے کا پروگرام ہے؟ ویسے میرا اندازہ یہ ہے کہ آئندہ دس بارہ روز میں اتنے ہی افراد اور قتل کر دیے جائیں گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان سب کو بچانے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے لیے تم خود قتل ہو جاؤ ؟"

" قطعی بہتر ہے. لیکن میرے ساتھ آپ کو بھی قتل ہونا پڑے گا۔ اس لیے کہ آپ ہی نے
مجھے اس چکّر میں پھنسایا ہے۔"

مجھے احساس نہیں تھا کہ معاملہ اتنا سنگین بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا،
"خیر، کہو کیا رپورٹ ہے۔" میں نے اُسے سب کچھ بتایا، سوائے اس کے کہ باکلانوف سے
میری ملاقات یا گفتگو ہو چکی ہے. چونکہ میں باکلانوف سے وعدہ کر چکا تھا کہ اس ملاقات کو
جاؤں گا، اس لیے ریکنکوف سے اُس کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا، تاہم میں نے مادام نادیا
کے بارے میں اپنی معلومات بڑھانے کے لیے پُوچھا :

"کیا آپ کسی عورت نادیا میلنیا سے واقف ہیں ؟"

ریکنکوف اپنی کُرسی پر یوں اُچکا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو. اس نے اپنے منہ
دبا ہُوا سگار جلدی سے ایش ٹرے کے کنارے رکھ دیا اور پلکیں جھپکاتے ہوئے کہنے لگا:
میلنیا پاولنیا کے بارے میں تم کیا جاننا چاہتے ہو، اور اس عورت سے تمہارا کیا تعلق
یہ بہت گہرا تعلق بن رہا ہے اُس سے ... لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس نام پر
طرح بوکھلا گئے ہیں، کیوں ؟"

ریکنکوف نے سگار اُٹھا کر دوبارہ ہونٹوں سے لگا لیا، مگر اتنی ہی دیر میں سگار دم
چکا تھا، اس لیے اُس نے سگار جلانے میں کچھ وقت لیا، پھر کہنے لگا : "کامریڈ شمرایوف
مادام نادیا میلنیا پاولنیا محض ایک عورت کا نام نہیں ہے، یہ ایک زبردست قوّت کا نام ہے
پورے سوویت یونین میں اپنی سفاکی، چالاکی، مکّاری اور اداکاری میں بے مثال
... اس عورت کا ریکارڈ کم از کم پانچ کلومیٹر ضرور لمبا ہو گا... اور اس ریکارڈ میں
قتل و غارت کے کچھ نہیں ملے گا... اس خوفناک عورت کے راستے میں آنے کی کوشش
کرنا، ورنہ میں تو خیر کچھ نہیں ہوں، تمہیں شاید برزنیف بھی نہیں بچا سکے گا ..."

مَیں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اندازہ نہیں تھا کہ یہ عورت اتنی خطرناک ثابت ہو گی کہ چیف
پراسیکیوٹر بھی اس کے نام سے لرزاں و ترساں ہے. ریکنکوف نے ایک لحظہ تامّل کے

اُٹھ کر اپنی خاص الماری کھولی، اُس میں سے لکڑی کا ایک چوکور ڈبہ برآمد کیا، یہ ڈبہ بھی مقفل تھا. ایک خاص ترکیب سے اُس نے یہ ڈبہ کھولا۔ اس کے اندر زرد رنگ کے چمکدار کوَر کی ایک فائل رکھی تھی۔ فائل کے کونے پر گہرے سُرخ رنگ کی پٹی کے اندر سنہرے حروف میں 'انتہائی خفیہ' کے الفاظ درج تھے. میں نہایت شوق اور دلچسپی سے اس فائل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا، خیال تھا کہ ریکنکوف یہ فائل مجھے پڑھنے کے لیے دے گا. لیکن اُس نے خود ہی ورق گردانی شروع کر دی اور مدھم آواز میں بولا :

"یہ مادام نادیا میلنیا پاولنیا کے کارناموں کی پہلی جلد ہے... دوسری جلدیں مرتب کی جا رہی ہیں ... میں تمہیں مختصر طور پر بتاتا ہوں کہ یہ عورت کیا ہے اور یہاں تک کیسے پہنچی۔ مادام کی صحیح عمر کسی کو معلوم نہیں، غالباً وہ خود بھی نہیں جانتی ہو گی. تاہم ایک محتاط اندازے کے مطابق وہ اس وقت زندگی کی پچاس بہاریں دیکھ چکی ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ سے پانچ چھ سال پہلے اس دنیا میں اس کی آمد آمد ہوئی۔ اس کا باپ ایک کسان تھا، یہ اس کی آٹھویں اولاد تھی۔ جنگ کے زمانے میں سینکڑوں، ہزاروں خاندانوں کی طرح نادیا کا خاندان بھی جگہ سے بے جگہ ہو گیا۔ اس وقت تک یہ لڑکی اچھے خاصے پر پُرزے نکال چکی تھی، قدرت نے حسن و جمال کی دولت ارزانی کی تھی. رقص و سرود کا ابتدا ہی سے شوق تھا. چنانچہ میدانِ جنگ میں فوجیوں کا دل بہلانے والے طائفوں میں شامل ہو گئی۔ آہستہ آہستہ اسٹیج ڈراموں میں اداکاری کے جوہر دکھلانے لگی۔ کیبرے بھی سیکھ لیا، فوجی افسروں سے ملنا جُلنا زیادہ رہا، رقابتیں پیدا ہوئیں۔ نادیا کے حصول کی کوششوں میں کئی آدمی مارے گئے... رفتہ رفتہ اونچے حلقے میں اس کی رسائی ہو گئی، مارشل بلگانن کے گھر آنا جانا رہا۔ وہیں کامریڈ خروشچیف کی نگاہ میں آئی. خروشچیف اس کی اداؤں سے مسحور ہُوا. اس نے نادیا کی پوشیدہ صلاحیتوں کو جلا دی اور اسے کے جی بی کے حوالے کر دیا۔ فی الوقت صُورت یہ ہے کہ آندروپوف کے جی بی کا چیئرمین ہے اور جنرل بہزرد کوف ڈپٹی چیئرمین، لیکن حقیقت میں مادام نادیا میلنیا پاولنیا کی حیثیت کسی بھی طرح ان دونوں سے کم نہیں. یہ عورت حد درجہ عیار، مکّار اور شاطر ہے. اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا... جنرل زیوی گن ایک زمانے میں اس پر فریفتہ رہا، بعد میں تلخیاں اُبھر آئیں، ممکن ہے زیوی گن

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی ہلاکت کے پسِ پردہ مادام کا ہاتھ کام کر رہا ہو... بھیس اور آوازیں بدلنے میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتی. اس کی آواز سے عمر کا اندازہ لگانا محال ہے ...“

”ذرا ٹھہریے، آپ کو ایک چیز سُنواؤں“ میں نے ریکنکوف کو روک کر اپنا ہینڈ بیگ اس میں سے الیکٹرونک ٹیپ ریکارڈر نکالا، اور اُسے چلا دیا. مس تمارا کی مترنم، دلکش ریکنکوف کے کمرے کی فضاؤں میں تیرنے لگی. ریکنکوف غور سے سنتا رہا معلوم ہوتا پوری توجہ اسی آواز کی طرف ہے. اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات و جذبات کے اظہار سے ٹیپ ختم ہُوا تو ریکنکوف نے پہلو بدلتے ہوئے کہا ”میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ آواز مادام نادیا کی ہے یا کسی اور خاتون کی، تاہم یہ آواز مادام کی بھی ہو سکتی ہے ... اس لیے کہ آواز بنانے اور بدلنے میں کمال حاصل ہے.. وہ مردانہ لب و لہجہ بھی اختیار کر لیتی ہے... اس نے اپنے اسی ہُنر کے باعث بڑے بڑے ذہین لوگوں کو دھوکہ دیا ہے ... اگر مس تمارا کے پردے میں مادام نادیا میلنیا پاولینا ہی بول رہی ہیں تو میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارا کام بے حد کٹھن اور جان لیوا ہو گیا ہے ... بہتر ہے تم کوئی راستہ نکال کر اس عورت سے ایک بار مل لو...“

”کیا آپ کی اس سے ملاقات ہے؟“ میں نے پوچھا.

ریکنکوف نے شانے اُچکائے: ”ایک دو بار اُسے تقریبات میں دیکھا ہے... گفتگو کی نوبت نہیں آئی ... ویسے بھی یہ عورت سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات میں ذرا کم ہی آتی ہے ... اسے پُراسرار بنے رہنا زیادہ پسند ہے ... یا یوں کہو کہ جس منصب پر وہ فائز ہے وہاں آدمی جس قدر پُراسرار رہے، اتنا ہی اس کے حق میں بہتر ہے ...“

میں اُٹھ کھڑا ہُوا: ”بہت بہتر... میں اُس سے ملنے کا کوئی طریقہ نکالنے کی کوشش کرتا ہوں ... یہ قضیہ نہ ہوتا، تب بھی میں اس عورت کو دیکھنے اور اس سے ملاقات کا اہتمام کرتا ... اب میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں... اس دوران جو واقعات پیش آئے ہیں، ان کی رپورٹ مرتب کروں گا.“

ریکنکوف اخلاقاً مجھے دروازے تک رخصت کرنے آیا اور دروازہ کھولتے ہوئے

اُس نے آہستہ سے کہا:

”کامریڈ شمرالیوف ... مجھے تمہاری صلاحیتوں پر پُورا بھروسہ ہے. لیکن اس عورت سے ذرا بچ کے رہنا.“

رپورٹ ترتیب دینے میں دو گھنٹے گزر گئے. اس دوران کوئی میرے کمرے میں آیا نہ فون کی گھنٹی بجی. کام ختم کر کے میں نے گھڑی پر نظر ڈالی، شام کے پانچ بج رہے تھے. کھڑکی کا پردہ اٹھا کر باہر دیکھا، ماسکو کی رونقیں عروج پر تھیں، بے پناہ سردی اور گہری دُھند میں سڑکوں اور سربفلک عمارتوں کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں. مجھے سخت بھوک کا احساس ہُوا. اپنے کاغذات بریف کیس میں رکھ کر اُسے مقفل کر ہی رہا تھا کہ دفعتہً فون کی گھنٹی بجی.

یہ وہ فون تھا جو ہمارے آفس کے اندرونی ایکسچینج سے آزاد رکھا گیا تھا.

میں نے ریسیور اُٹھا کر کان سے لگا لیا - اور اگلے ہی لمحے میری کنپٹیاں جلنے لگیں.

”معافی چاہتی ہوں کامریڈ شمرالیوف ... آپ کی مصروفیات میں خلل ڈال دیا.“

”آپ مس تمارا ہیں؟“ میں نے ضبط کر کے اپنی آواز پُرسکون رکھنے کی کوشش کی.

وہ کھلکھلا کر ہنسی اور میرے کانوں میں جیسے نقرئی گھنٹیاں سی بجنے لگیں. یہ آواز یقیناً کسی دوشیزہ ہی کی ہو سکتی تھی، اسے پچاس پچپن سال کی ایک خرانٹ اور عیارِ زمانہ عورت کی آواز سے کیا نسبت؟

”جی ہاں ... تمارا ہُوں ... آپ سے بات کرنے کو جی چاہا. اس لیے فون کر دیا. آپ کو ناگوار تو نہیں گذرا؟“

”زہے نصیب کہ آپ نے اس قابل سمجھا. ورنہ میں کہاں، اور آپ کہاں!“

”کیوں، اتنی مایوسی کس لیے کامریڈ شمرالیوف؟“

”آپ تو سب کچھ جانتی ہیں مس تمارا ...“ میں نے اپنا لہجہ انتہائی عاجزانہ بنا لیا. اگر یہ عورت واقعی مادام نادیا ہی ہے تو انہیں زیر کرنے کا بہترین نسخہ یہی تھا کہ ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے جائیں. اپنی عاجزی، بے چارگی اور شکست کا واضح الفاظ میں اعلان

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کر دیا جائے۔

وہ دوبارہ ہنسی اور اس بار اس کی ہنسی میں فاتحانہ عنصر جھلک رہا تھا۔

"مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے کامریڈ..." اس نے کہا۔ "جو مشن سونپا گیا ہے وہ آپ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ہے... آپ کے آفس میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جن کی آنکھوں میں آپ کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔"

میں نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے اپنی خوفزدہ آواز میں پوچھا:

"وہ کون لوگ ہیں مس تمارا؟ کیا آپ مہربانی کر کے ان کے ناموں سے آگاہ کریں گی؟"

"کیا ایسی باتیں فون پر کی جا سکتی ہیں کامریڈ؟" اس نے الٹا سوال کیا۔ "آپ تو مجھ سے مل لیں، میں سب کچھ بتا دوں گی..."

میرا دل سینے میں اچھلنے لگا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شکار خود دام میں آنے کے لیے بے تاب ہے۔

"یہ میری عین خوش بختی ہو گی، لیکن کب اور کہاں؟"

"آپ اگر فرصت میں ہوں تو آج ہی شام سات بجے کے بعد ملاقات ممکن ہے... مگر..."

"ہاں ہاں، کہیے... آپ رک کیوں گئیں؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"چونکہ دو مواقع پر آپ سے کچھ ایسی گفتگو رہی جسے آپ نے پسند نہیں کیا ہو گا، اس لیے میں ہچکچا بھی رہی ہوں کہ جانے آپ کیا مطلب نکال لیں۔ یقین کیجیے کامریڈ شیرازی، میں آپ کی حریف نہیں، بلکہ اس ہولناک انجام سے آپ کو دور رکھنا چاہتی ہوں جس سے آپ عنقریب دوچار ہونے والے ہیں... آپ ہمارے وطن کا قابلِ فخر سرمایہ ہیں... آپ سمجھ رہے ہیں نا میں جو کچھ کہہ رہی ہوں؟"

"جی ہاں... اچھی طرح سمجھ رہا ہوں... میں آپ کا ان جذبات کے لیے شکر گزار ہوں... اب فرمائیے میں شام سات بجے کے بعد کہاں حاضر ہو جاؤں؟"

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ اس ملاقات کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے..."

"میں اس ہدایت کا خیال رکھوں گا، مس تمارا۔"

"ٹھیک ہے... اب غور سے سنیے۔ جو کچھ میں کہوں... اسے صرف ذہن میں رکھیے، لکھنے کی ضرورت نہیں..."

ماسکو کے نواحی علاقوں میں اندھیرا تھا... میں اپنی کار میں شمال کی جانب کوئی پچاس میل دور نکل آیا تھا... ماسکو کی حدیں ختم ہو رہی تھیں، اور صنعتی علاقہ شروع ہو چکا تھا... ارد گرد لاتعداد فیکٹریاں اور کارخانے پھیلے ہوئے تھے اور ان کارخانوں میں کام کرنے والے لاکھوں مزدوروں اور کارکنوں کے بیس بیس منزلہ فلیٹوں میں سے کہیں کہیں روشنیاں جھانک رہی تھیں۔ کھیلوں کا سامان بنانے والی ایک فیکٹری مین بازار کے ساتھ ہی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر کار کا انجن بند کر دیا اور فیکٹری کے عقب میں بنے ہوئے فلیٹوں کی طرف چل دیا۔ ایک شفٹ ختم ہو چکی تھی، اور دوسری شفٹ میں کام کرنے والے مرد و زن تیزی سے فیکٹری میں جا رہے تھے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ اپنے گرم اوور کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے میں آہستہ آہستہ چہل قدمی کے انداز میں چلتا ہوا فلیٹوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ فلیٹ چار چار منزلہ تھے۔ آخری کونے کے تیسرے فلیٹ کی بالکونی میں سبز رنگ کی روشنی نمایاں تھی۔ یہ ایک لیمپ تھا جو کھڑکی کے ساتھ ہی رکھا تھا اور اس پر سبز شیڈ لگایا گیا تھا۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تیسرے فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ میں نے آہستہ سے دستک دی۔ پروگرام کے مطابق مجھے یہ دستک دو مرتبہ آہستہ آہستہ اور تیسری مرتبہ ذرا وقفے سے دینی چاہیے تھی۔ میں نے اس ہدایت پر پورا عمل کیا، لیکن دروازہ کھولنے کوئی نہیں آیا۔ دروازے کی نچلی باریک درز سے روشنی چھن کر باہر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فلیٹ میں کوئی موجود ہے۔

تینوں بار دستک دینے کے باوجود جب دروازہ نہ کھلا تو میں نے چند لمحے انتظار

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے بعد اُسی طریق سے تین مرتبہ دوبارہ دستک دی، مگر بے سُود۔ تشویش کی ایک ہلکی لہر میرے اندر دوڑ گئی۔ میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا اور وہ بغیر آواز پیدا کیے کھل گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں واجبی سا فرنیچر پڑا تھا، ایک میز، تین کرسیاں اور فرش پر بچھا ہُوا ایک معمولی سا غلیچہ۔

"مس تمارا!" میں نے مدھم آواز میں کہا۔ "مس تمارا!"

کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے آٹومیٹک ریوالور نکال کر ہاتھ میں دبا لیا۔ پہلی بار احساس ہُوا کہ میں نے مس تمارا سے ملاقات کے شوق میں بے سوچے سمجھے یہاں آن کر حماقت کی ہے، مگر اب واپس جانا بھی مناسب نہ تھا... میں نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کے قریب ہی لگا ہُوا بجلی کا سوئچ آف کر دیا۔ فلیٹ میں ایک دم اندھیرا ہو گیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ چُپ چاپ کھڑا آواز سننے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر فلیٹ کے اندر خاموشی ہی خاموشی تھی... پھر میں نے ننھی سی ٹارچ نکالی، اس کا روشن دائرہ فرش پر گھومتا ہُوا، پرلی دیوار پر پڑا جہاں نیلے رنگ کا پردہ پڑا تھا۔ ایک ایک قدم سرکتا ہُوا میں اُس پردے کی طرف بڑھا۔ پردہ ہٹایا تو فلیٹ کے دوسرے کمرے میں جانے والا دروازہ دکھائی دیا۔ یہ دروازہ آدھا کھُلا، آدھا بند تھا۔ میں نے اُسے پُورا کھول دیا۔ کسی بھی لمحے کسی گوشے سے مجھ پر حملہ ممکن تھا، اور میں اس کیلئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ کمرہ خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ٹارچ کا روشن متحرک دائرہ ڈبل بیڈ کے سامنے رکھے ہوئے صوفے پر پڑا... صوفے پر ایک شخص اوندھے منہ پڑا تھا... شاید بے ہوش تھا... میں نے اسے نزدیک سے جا کر دیکھا، وہ بے ہوش نہیں تھا... مر چکا تھا... اُس کی کھوپڑی میں سے اُبل کر خون جم گیا تھا صوفے اور فرش پر بھی خون ہی خون تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیچھے سے کسی تیز دھار آلے سے وار کیا گیا تھا۔ گہرا گھاؤ اس کی گُدّی کو چیرتا ہُوا شہ رگ تک چلا گیا تھا۔ میں نے تلاش کر کے بجلی کا سوئچ آن کیا، کمرہ ایک دم روشن ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے

مقتول کو دونوں ہاتھوں سے سیدھا کر کے اس کا چہرہ دیکھنا چاہا اور جب میں ایسا کر چکا تو میری آنکھوں کے سامنے یک لخت اندھیرا چھا گیا۔

میرے سامنے کرنل وِٹیلوف کی لاش پڑی تھی۔

ایک ثانیے کے لیے مجھے شبہ ہُوا کہ شاید یہ لاش کرنل وِٹیلوف کی نہیں، اس کے ہم شکل کسی اور آدمی کی ہے۔ اس احساس نے میرے اندر طمانیت اور سکون پیدا کیا۔ لیکن جب میں نے اُسے غور سے دیکھا تو سینے کے اندر دل بیٹھنے لگا۔ یہ لاش میرے عزیز از جان دوست کرنل وِٹیلوف ہی کی تھی اور اس میں شک یا شُبہے کی ذرّہ برابر گنجائش نظر نہ آتی تھی۔ وہ جاں گداز اور روح سوز لمحات میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک بھلا نہ پاؤں گا۔ غم، غصّے اور مایوسی کا ایک طوفانِ بلاخیز تھا جو میرے سر پر سے گزر رہا تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ کرنل وِٹیلوف جسے ایک دن پہلے ہی میں نے جیتا جاگتا چھوڑا تھا۔ دفعتہً یوں موت کے سفر پر روانہ ہو جائے گا اور اُس وقت میں اس کے سوا اور کیا سوچتا کہ کرنل کے بہیمانہ قتل کا میں خود ذمّہ دار ہوں۔ زلوی گن کے قتل یا خودکشی کی واردات میں اُسے نہ گھسیٹتا تو وہ کیوں مارا جاتا؟

آنِ واحد میں میرے تمام اعصاب اور ساری جسمانی حسیات بیدار ہو گئیں۔ یہ لمحات اتنے نازک اور خطرناک تھے کہ میں کرنل وِٹیلوف کے بھیانک قتل پر زیادہ دیر غور و خوض نہیں کر سکتا تھا۔ کسی بھی ثانیے، کہیں بھی چھُپا ہُوا کوئی قاتل مجھ پر بھی حملہ آور ہو سکتا تھا۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ عافیت اسی میں تھی کہ میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے چپ چاپ نکل جاؤں۔ لیکن جانے سے پہلے میں نے اپنے ننھے سے، خودکار کیمرے کے ذریعے وِٹیلوف کی لاش اور اس کمرے کی تصویریں ضرور بنا لیں۔ یہ کام بھی بہت ضروری تھا اور برسوں کی تربیت کے بعد ایک اسپیشل [illegible] اس قابل ہوتا ہے کہ وہ نازک سے نازک اور خطرناک سے خطرناک موقعوں پر اپنے اوسان بحال رکھے اور اپنے تکنیکی فرائض ادا کرنے میں کامیاب ہو۔

بتی بجھا کر میں دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل آیا اور دروازہ اُسی طرح بند

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کر دیا۔ اپنے سر پر جمی ہوئی گرم فیلٹ ہیٹ میں نے آنکھوں پر جھکا لی اور اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے تاکہ کوئی مجھے دیکھ بھی لے تو بعد میں شناخت نہ کر سکے۔ نیچے جاتے ہوئے، میں سوچ رہا تھا کیا میں زندہ سلامت یہاں سے نکل سکوں گا؟ جن لوگوں نے کرنل وٹیلوف کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ میں کہاں موجود ہوں۔ یقیناً اُن کی پُراسرار آنکھیں مجھ پر لگی ہوں گی اور وہ میری ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہے ہوں گے۔ مجھے بے اختیار اپنے آپ پر تاؤ آنے لگا۔ مجھے اس چالاک اور مکار عورت مس تمارا کی باتوں میں آن کر ادھر آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اُس نے مجھے صرف یہ دکھانے کے لئے بلایا تھا کہ وہ کرنل وٹیلوف جیسے اہم شخص کو بھی اس قدر آسانی سے موت کی نیند سُلا سکتی ہے؟ کیا کرنل کو قتل کرنے کا کوئی اور طریقہ بھی ممکن ہے؟ بہر حال، یہ معمّا حل کرنا تھا کہ وٹیلوف اس جگہ کیسے آیا۔ کیا اُسے بھی کسی طرح فون کر کے بلایا گیا تھا؟

میری کار وہیں کھڑی تھی۔ جہاں میں اُسے لاک کر کے چھوڑ گیا تھا۔ بیس بیس، پچیس پچیس منزلہ فلیٹوں میں کہیں کہیں روشنیاں جھانک رہی تھیں۔ گرد و نواح میں پھیلے ہوئے لاتعداد کارخانوں اور فیکٹریوں میں لاکھوں افراد کام کر رہے تھے۔ یہ فیکٹری زون کوسوں میلوں میں پھیلا ہوا، جو مزدور اور کارکن اپنی اپنی شفٹوں سے فارغ ہو چکے تھے، وہ فلیٹوں کی طرف واپس آ رہے تھے۔ جا بجا کنٹینیں کھلی تھیں۔ میں نے ان تمام حالات پر غور کرنے کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ ایک کنٹین میں پناہ لوں۔ گرم گرم سیاہ قہوہ کے دو پیالے پیوں اور نیا لائحۂ عمل طے کر دوں، لیکن پھر فوراً ہی یہ ارادہ بدلنا پڑا۔ میں ان مزدوروں کی نگاہوں میں آنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے لباس اور چال ڈھال سے میں بھی اُن سے قطعی مختلف نظر آ رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اس فلیٹ میں کرنل وٹیلوف کی لاش، کسی بھی لمحے، دریافت کر لی جاتی اور پھر فوراً ہی پولیس، قاتل کی تلاش میں اُٹھ کھڑی ہوتی۔ بلاشبہ میں، سرکاری شناخت کرانے کے بعد، پولیس کی گرفت سے بچ سکتا تھا، تاہم ضرورت اس بات کی تھی کہ مقامِ واردات پر میری موجودگی کی خبر کسی کو نہ ہو، ورنہ ایک نیا چکر شروع ہو جاتا، اور حریفوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ مجھے دوسرے معاملات اور مسائل میں الجھا دیا جائے، چنانچہ میں نے کنٹین میں بیٹھنے کے بجائے، اپنی کار کی طرف قدم بڑھا دیے۔ ماسکو کی طرف ساٹھ ستّر کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے واپس جاتے ہوئے، مجھے اُلیا، بے اختیار یاد آنے لگی۔ کرنل وٹیلوف کی اکھڑ مزاج، لیکن صاف دل بیوی — اپنے شوہر کی نقل و حرکت اور پُراسرار سرگرمیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھنے والی اُلیا — اس تصوّر ہی سے میرا جگر تھرّا رہا تھا کہ جب اس کے کانوں تک اپنے شوہر کے بھیانک قتل کی خبر پہنچے گی تو اس پر کیا گزرے گی۔ خود میری ذہنی کیفیت بھی ان لمحات میں متوازن نہ تھی۔ وٹیلوف کے ساتھ گزرا ہوا طویل زمانہ، اور اس زمانے کا بیتا ہوا ایک ایک دن یاد آنے لگا۔ یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی ساتھ چھوڑ جائے گا۔ یکایک خیال آیا کہ کرنل کے قتل میں مس تمارا یا کے جی بی کے پیشہ ور قاتلوں کا ہاتھ شاید نہ ہو، بلکہ اسے آپریشن کا سکیڈ، کے جرم میں ہلاک کیا گیا ہو۔ آپریشن کا سکیڈ کرنل وٹیلوف کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ جنرل زیوی گن کے قتل یا خودکشی کا اس سے گہرا تعلق تھا اور کرنل وٹیلوف بھی ان لوگوں کی فہرست میں سب سے اوپر اپنا نام درج کرا چکا تھا۔

میں نے اپنی کار، ریکنکوف کے فلیٹ سے تھوڑی دور ہی روک دی۔ گھڑی پر نظر ڈالی، شب کے گیارہ بج رہے تھے۔ ریکنکوف کے فلیٹ میں روشنی ہو رہی تھی... میں بارہا اس کے فلیٹ پر آچکا تھا، مگر رات کو گیارہ بجے آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا میری آمد پر وہ حیران ہو جائے گا... کال بیل کا بٹن دبانے کے ٹھیک تیس سیکنڈ بعد دروازہ کھل گیا میرے سامنے ریکنکوف شب خوابی کے لباس میں لپٹا کھڑا تھا مجھے دروازے پر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"شمرالیوف!... تم... اِس وقت..." اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں... میں... اس وقت... اس زحمت کی معافی چاہتا ہوں... لیکن...

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حالات ہی ایسے تھے کہ آنا پڑا۔۔۔"

ریکنکوف نے کچھ نہ کہا، کچھ نہ پوچھا۔ اپنی عادت کے مطابق وہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش میں کامیاب تھا۔ سٹنگ روم کا دروازہ کھول کر اُس نے مجھے بیٹھنے کو کہا اور خود وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جب واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی اور اس میں گرم گرم قہوے کی دو پیالیاں دھری تھیں۔ ٹرے میز پر رکھ دی اور خود سگار سلگا لیا۔

"میں جانتا تھا تم سیدھے ادھر ہی آؤ گے، اس لیے میں نے قہوہ پہلے تیار کر رکھا تھا۔" اُس نے نتھنوں سے دُھواں خارج کرتے ہوئے کہا۔

مَیں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ریکنکوف مسکرایا، پھر اس نے سگار ایش ٹرے کے کنارے رکھ کر، قہوے کی پیالی اُٹھا لی۔

"مجھے افسوس ہے کامریڈ شمرالیوف۔۔۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہنا شروع کیا۔ "کرنل وٹیلوف کا قتل بہت لرزہ خیز ہے۔۔۔"

مَیں فرطِ حیرت سے اُچھل پڑا۔ قہوے کی پیالی میرے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی۔ ریکنکوف نے قہوے کی چسکی لیتے ہوئے، اطمینان سے کہا: "تمہیں حیرت ہے کہ وٹیلوف کے قتل کا مجھے علم کیونکر ہوا، مگر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ مجھے حیرت اس امر پر ہے کہ کرنل وٹیلوف نے قتل ہونے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔"

"میں سمجھا نہیں۔ اس جملے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب صاف ہے کامریڈ شمرالیوف۔۔۔" ریکنکوف نے کہا۔ "وٹیلوف ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔۔۔ اور جانتے ہو ڈبل گیم کھیلنے والے کبھی کبھی ہار بھی جایا کرتے ہیں۔ مَیں نے ایک دو مرتبہ وٹیلوف کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔۔۔ اُسے اپنے دوستوں پر بڑا اعتماد تھا، لیکن بالآخر دوستوں ہی نے اسے انجام کو پہنچایا۔۔۔ شکر کرو تم بچ گیے، ورنہ وٹیلوف کے ساتھ تم بھی لپیٹے جاتے۔۔۔"

میرے دماغ پر جیسے کوئی ان دیکھی طاقت زور زور سے ہتھوڑے بجانے لگی۔ ریکنکوف جو کچھ کہہ رہا تھا، میری عقل و خرد سے بالا تھا۔۔۔ کرنل وٹیلوف اور ڈبل گیم وہ کون سی ڈبل گیم تھی جو کرنل کھیل رہا تھا؟ اس کی کوئی حرکت مجھ سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔۔۔ وہ میرا مخلص دوست تھا۔۔۔ اس نے محض میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔۔۔ اور اب۔ چیف پراسیکیوٹر کہتا ہے کہ وہ ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔۔۔ میں اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ریکنکوف نہایت اطمینان اور سکون سے بار بار قہوے کی چسکیاں لیتا اور سگار کے کش لگاتا رہا۔ اس کا یہ اطمینان دیکھ دیکھ کر مجھے وحشت ہو رہی تھی۔

"براہِ کرم مجھے بتائیے کہ وٹیلوف کیا ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔" میرا لہجہ کسی قدر تلخ ہو گیا۔

"کیا تم نے مجھے بتایا تھا کہ کسی نام نہاد عورت، مس تمارا نے تمھیں فیکٹری زون کے ایک فلیٹ میں آنے کی دعوت دی ہے؟" ریکنکوف کا لہجہ بھی اچانک تلخ ہو گیا: "بے شک تمہیں ریاست کی جانب سے زیلوی گن کی موت کے اسباب جاننے کے لیے وسیع اختیارات دیے گئے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے ادارے کے سب سے بڑے ذمّے دار شخص سے بھی وہ باتیں چھپاؤ جو اصولاً تمہیں چھپانی نہیں چاہئیں۔۔۔"

شدید سردی کے باوجود میرا بدن پسینے میں بھیگنے لگا۔ ریکنکوف نے اُٹھ کر دیوار پر لگا ہوا ننھا سا بٹن دبایا اور مَیں دوسری بار اُچھل پڑا۔ دیوار میں لگے ہوئے نادیدہ اسپیکر پر مس تمارا کی اور میری وہ گفتگو بجنے لگی جو فیکٹری زون میں مجھے بُلانے سے متعلق تھی۔

"سُنو۔۔۔ خوب غور سے سُنو۔۔۔" ریکنکوف نے منہ بنا کر کہا۔ "اگر تم مجھے اس گفتگو سے اسی وقت آگاہ کر دیتے تو کرنل وٹیلوف کی جان بچ سکتی تھی۔۔۔"

مَیں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ریکنکوف نے مجھے لاجواب کر دیا تھا۔ یہ انکشاف میرے لیے سخت اذیت کا باعث بن گیا کہ کرنل وٹیلوف ڈبل گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔۔۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بیک وقت آپریشن کا سکیڈ کا بھی ایجنٹ تھا اور کے جی بی کے ہاتھوں میں بھی کھیل رہا تھا؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر اسے کس نے قتل کیا؟ آپریشن کا سکیڈ ناپسند کرنے والوں نے یا کے جی بی نے؟

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک سوال یہ بھی میرے ذہن میں اُبھر رہا تھا کہ نادیا میلنیا پاولنیا کا اس وار
کتنا حصّہ تھا! اور اگر مِس تمارا اسی خطرناک عورت کا ایک روپ ہے تو کیا وزیر
اسی کے اشارے پر قتل کیا گیا؟ اس کے علاوہ یہ معمّا ابھی تک حل نہیں ہو رہا
تمارا نے مجھے فون کر کے فیکٹری زدن کے فلیٹ میں کس مقصد کے لیے بلایا
محض اس لیے کہ وٹیلوف کی لاش دکھانی تھی یا کوئی اور معاملہ تھا؟

"بیٹھ جاؤ کامریڈ شمرالیوف..." ریکنکوف نے آہستہ سے کہا۔ "میں نے تمہیں
خبردار کیا تھا کہ نادیا میلنیا سے چوکنے رہنا... اگر یہی عورت آواز بدل کر مس
نام سے تمہیں فون کرتی رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم خود کسی بھی لمحے، وجود سے
تبدیل ہو سکتے ہو۔ ابھی ابھی جو ریکارڈ تم نے سنا ہے، یہ اُسی مس تمارا کی آواز کا
میں نے اس پر بہت غور کیا... لیکن یہ راز مجھ پر کھل نہیں سکا کہ وہ تمہاری ذات
دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ عورت نادیا میلنیا پاولنیا نہ ہو، کوئی اور ہو
کوئی بھی ہے، سخت خطرناک ہے... تمہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا
معمولی سے معمولی بات سے مجھے آگاہ رکھنا تمہارے فرائض میں داخل ہے... اگر تم
کرو گے تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا، اپنی جان سے بالکل اُسی طرح ہاتھ دھو بیٹھو
طرح کرنل وٹیلوف دھو چکا ہے۔"

میں مبہوت ہو کر اُس کی باتیں سنتا رہا۔ میری زبان سے ایک لفظ نہ نکلا
نے سگار ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے کہا: "اب تم یہیں آرام کرو... بھوک
بتاؤ... میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں... تمہارے پاس وقت بہت کم ہے
ہر صورت میں وقتِ مقررہ پر اپنی رپورٹ مکمل کرنی ہے۔ اس لیے کل صبح ہوتے
کام یہ کرو کہ نادیا میلنیا پاولنیا سے ملنے کا اہتمام کرو... یہ جاننے کی کوشش کرو
کی موت سے اس عورت کا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ فی الحال کرنل وٹیلوف کو فرا
اس کیس میں ویسے بھی تمہارا کوئی تعلق وٹیلوف سے نہیں تھا... اگر تم نے خود کو
قتل میں ملوث کرنے کی کوشش کی تو معاملات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔

صرف اتنا ہے کہ جنرل زیوی گن کے قتل یا خودکشی کے اسباب کی چھان بین کرو اور رپورٹ
مکمل کر کے برزنیف تک پہنچا دو۔ جب تک یہ رپورٹ برزنیف کے ہاتھوں میں نہ پہنچے
گی تمہارا کام ختم نہ ہوگا اور جان بھی مسلسل خطرے میں رہے گی۔"

وہ رات میں نے ریکنکوف کے فلیٹ میں کاٹی۔ ایک پل کے لیے بھی نیند
نہ آئی۔ ہمہ وقت کرنل وٹیلوف کی شبیہہ آنکھوں کے آگے گھومتی رہی، سینکڑوں خیالات
کا ہجوم ذہن پر چھایا رہا۔ اگلے روز صبح "پراودا" پر نظر پڑی تو ایک کونے
میں چند سطری خبر اس مضمون کی چھپی ہوئی تھی: کہ کرمینل اینٹلی جنس ماسکو تھرڈ سیکشن
کے چیف کرنل مارت ایکسی شبورچ وٹیلوف دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ وہ نہایت
محنتی، مستعد اور فرض شناس کارکن تھے... حال ہی میں انہوں نے آپریشن کاسکیڈ میں نمایاں
کارنامہ سرانجام دیا تھا اور اکثر بدکردار اور ناپسندیدہ افراد کو قانون کے حوالے کرنے
میں کامیاب رہے تھے۔ کرنل وٹیلوف آنجہانی کی آخری رسومات آج شام سرکاری طور پر
ادا کی جائیں گی۔ نیشنل چیف آف سی آئی ڈی لیفٹیننٹ جنرل انتولے والکوف نے
آنجہانی کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ سوویت یونین ایک قابل
اور فرض شناس کارکن سے محروم ہو گیا۔ کرنل وٹیلوف کے ساتھیوں نے بھی ایسے ہی خیالات
کا اظہار کیا ہے۔

میں نے جھلّا کر اخبار ایک طرف پھینک دیا۔ کیا ستم ہے کہ ایک فرض شناس اور
محنتی کارکن یوں قتل کر دیا جائے اور سرکاری اخبار لوگوں تک یہ خبر پہنچائے کہ وہ حرکتِ
قلب بند ہونے سے انتقال کر گیا ہے؟ ریکنکوف نے مسکرا کر کہا: "اگر وٹیلوف واقعی
حرکتِ قلب بند ہو جانے سے مرتا تو پراودا میں یہ خبر یوں چھپتی کہ کرمینل اینٹلی جنس تھرڈ سیکشن
کے چیف کرنل وٹیلوف گزشتہ شب قتل کر دیے گئے۔ سکیورٹی فورس کرنل کے قاتل یا قاتلوں
کی تلاش میں سرگرم عمل ہے۔ بہت جلد اس سلسلے میں قارئین کو معلومات فراہم کی جائیں
گی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کرنل وٹیلوف کو اُن کے کسی پرانے دشمن نے قتل کیا ہے...
وغیرہ وغیرہ..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

صبح کے دس بج کر ۳۵ منٹ ہوئے تھے کہ میں نے اپنی ایم او ایس کار ز
اینٹی فراڈ سکواڈ کی عالی شان عمارت کے سامنے رکنے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ مجھے ز
جانب سے نیا ڈرائیور دیا گیا تھا۔ اس کا نام الیگزنڈر روشوف تھا... اُسے دیکھ کر
شاشا لونن بہت یاد آیا۔ پانچ منزلہ عمارت کے تمام کمروں میں زور شور سے کام
تھا... معلوم ہُوا کہ یہ ساری گہما گہمی آپریشن کاسکیڈ کے باعث ہے۔ ہر کمرے میں
جاری تھیں۔ ملازموں سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔ جونیئر انسپکٹر اور اسپیشل انوسٹی گیٹر
یوں سے یوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گزر رہے تھے، جیسے امریکہ نے اعلانِ جنگ
دیا ہو۔ برآمدوں میں جا بجا بہت سے افراد کھڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ
تھے جن کے قریبی یا دُور کے رشتے دار آپریشن کاسکیڈ کے دوران گرفتار کیے گئے
فرسٹ فلور پر انکوائری آفس کے خوب صورت اور تیز طرار استقبالیہ لڑکی
مجھے بتایا کہ کرنل نادیا میلنیا پا ولنیا مین ڈائریکٹوریٹ سی آئی ڈی کی چیف ہیں۔ ان
اُن کا آفس سیکنڈ فلور پر ہے۔ میں شکریہ ادا کر کے جب دوسری منزل پر پہنچا تو
میں نے اپنے پرانے شاگرد شاشی شوف کو برآمدے میں سگریٹ پیتے دیکھا۔ شاشی
نے مجھے پہچان لیا اور میری طرف آیا: فرمائیے جناب! آپ یہاں کیسے تشریف لائے
میں نے اُسے بتایا کہ میں کرنل نادیا سے ملاقات کا خواہش مند ہُوں۔ نادیا کا نام
ہی اُس کا چہرہ کسی قدر متغیر ہو گیا۔ اس نے جواب دینے سے پہلے سگریٹ کا ٹکڑا
جا بجا رکھے ہوئے بڑے سے پیالہ نما ایش ٹرے میں پھینکا اور نفی میں گردن
ہوئے بولا: مجھے افسوس ہے جناب! کرنل نادیا اس وقت موجود نہیں ہیں۔"
میں نے گہرا سانس لیا۔ مجھے اُس شخص سے اسی جواب کی توقع تھی۔ کرنل
میلنیا پا ولنیا کی شخصیت کے گرد جو طلسمی ہالہ بنا دیا گیا تھا، وہ ایسا ہی تھا کہ کوئی
آسانی سے اس کی بارگاہ میں باریاب نہیں ہو سکتا تھا۔ ملاقاتی کو تفتیش اور
مراحل سے گزرنے کے بعد ہی مادام سے ملنے کی اجازت دی جاتی ہوگی۔ میں
کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "دیکھو، تم مجھے اچھی طرح جانتے ہوئے
مناسب ہی ہے کہ میرے ساتھ وہ رویّہ اختیار نہ کرو جو عام طور پر تم لوگ دوسروں کے
ساتھ روا رکھتے ہو... میں اس وقت ذاتی حیثیت میں مادام سے ملنے نہیں آیا، بلکہ سرکاری
طور پر ملاقات کرنا چاہتا ہُوں... بے حد ضروری کام ہے۔ جس میں تاخیر کا مطلب یہ ہوگا کہ:
شاشی شوف کے چہرے کا رنگ مزید اُڑ گیا، اُس نے ہکلاتے ہوئے بتایا کہ وہ
سچ کہہ رہا ہے، اس وقت مادام اپنے آفس میں تشریف نہیں رکھتیں۔ اگر مجھے یقین نہیں
آتا تو میں اُن کے آفس میں جھانک کر اور خالی کرسی دیکھ کر تسلی کر سکتا ہوں۔
"ٹھیک ہے... میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا ہوں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس وقت
مادام کہاں ملیں گی؟
"دیکھئے جناب میں اس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ آپ کسی کو نہیں بتائیں گے کہ
میں نے آپ کو مادام کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"
مجھے اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنسی آ گئی: "اطمینان رکھو یار! تمہارا نام میری
زبان پر نہیں آئے گا۔"
"اچھا! تو پھر غور سے سنیئے۔" شاشی شوف نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے چپکے
سے کہا: "مادام اس وقت اپنے آفس کی نئی بلڈنگ میں گئی ہیں۔ یہ بلڈنگ اوگرایوف
اسٹریٹ میں تعمیر کی گئی ہے۔ سنٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ کے نزدیک ہی ہے... آپ
جائیں تو پہلے مادام کو فون کر لیں، ہو سکتا ہے۔ وہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ
رکھتی ہوں... اس صورت میں بغیر اطلاع دیے آپ جائیں گے تو زحمت ہوگی..."
"اس بہترین مشورے کے لیے بہت بہت شکریہ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میں
واپس جاتے ہوئے مادام سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"
شاشی شوف سے مصافحہ کرنے کے بعد میں بلڈنگ سے باہر آ گیا۔ میری دولگا
کار کا ڈرائیور ابھی زندہ سلامت تھا۔ میں نے اُسے اوگرایوف اسٹریٹ چلنے کا حکم
دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی اور شفاف سڑک پر درمیانی رفتار سے دوڑنے لگی۔ میں نے
دائیں سیٹ کے نیچے لگا ہُوا ریڈیو ٹیلی فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ فوراً ہی آپریٹر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی آواز آئی۔ وہ نمبر مانگ رہا تھا۔ میں نے اُسے کرنل وٹیلوف کے گھر کا نمبر دیا۔ چند لمحوں بعد اُلیا کی بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی۔ میرا دل کانپنے لگا۔ "ہیلو... اُلیا، میں شمرابوف ہوں..." میرا نام سنتے ہی وہ زور زور سے رونے لگی۔ ایسے عالم میں تو الفاظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکے۔ میں بمشکل صرف اتنا ہی کہہ سکا: "میں شام کو کسی وقت آؤں گا... گھبرانا مت... میں تمہارے ساتھ ہوں..."

ریکنکوف نے کہا تھا کہ وٹیلوف ڈبل گیم کھیل رہا تھا ہو سکتا ہے ریکنکوف کی اطلاع درست ہو، لیکن جہاں تک میں کرنل وٹیلوف کو جانتا تھا، ڈبل گیم کھیلنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ آپریشن کاسکیڈ میں اُس نے جن لوگوں کو راتوں رات چھاپا مار کر، اور اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے کے بعد گرفتار کیا تھا، وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ اُن میں سے ہر شخص اس قابل تھا کہ وٹیلوف کو لاکھوں روبل یا امریکی ڈالر رشوت دے سکتا تھا۔ مگر وٹیلوف کا ریکارڈ صاف تھا۔ اس نے سرکاری فرائض کی بجا آوری میں کبھی کوتاہی، غفلت یا بدعنوانی کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایسے نازک معاملے میں جس کا تعلق صریحاً مجھی سے تھا، ڈبل گیم کھیلتا؟

اس طرف سے خیالات کا رُخ موڑ کر میں نے کار کے شیشے سے باہر دیکھا۔ اس وقت گارڈن رنگ روڈ سے گزر رہی تھی چند سیکنڈ بعد گاڑی بائیں جانب مڑی اور پیٹروکا کے مشہور بازار میں داخل ہوگئی۔ یہاں سے ماسکو کی وہ بلڈنگ نظر آ رہی تھی جو کرمینل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ ہاؤس کے نام سے ساری دنیا میں جانی پہچانی جاتی ہے اور جس کے ایک ایک گوشے میں اَن گنت راز دفن ہیں۔ سی آئی ڈی کنٹرول روم گیٹ کے باہر چمکتی دمکتی سیاہ رنگ کی آٹھ مرسیڈیز کاریں کھڑی تھیں۔ یہ کاریں حال ہی میں پولیس کے لیے مغربی جرمنی سے خریدی گئی تھیں۔ اُن کے سامنے رولس رائس والگا ایک حقیر کھلونا سا نظر آتی تھی۔ مرسیڈیز کاروں کے ارد گرد، وردیوں اور سفید کپڑوں میں ملبوس انٹیلی جنس کے بہت سے افراد کھڑے تھے۔ چند افراد کے ہاتھوں میں سراغرساں کتوں کی زنجیریں تھیں۔

ڈرائیور نے کار کی رفتار دھیمی کرتے ہوئے، پلٹ کر کہا: "معلوم ہوتا ہے آج بھی کچھ گڑبڑ ہے۔"

"شاید۔" میں نے کہا۔ "ماسکو میں کون سی جگہ ہے۔ جہاں گڑبڑ نہیں ہوتی؟"

عین اُسی لمحے آسمان سے روئی کے ننھے ننھے گالے بن کر، برف گرنے لگی۔

گورکی اسٹریٹ میں، ماسکو سنٹرل ٹیلی گراف کی عمارت کے بالکل پیچھے، ایک سات منزلہ عمارت کھڑی ہے۔ اس عمارت کا رنگ مٹیالا سا ہے اور بظاہر اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی، لیکن حقیقت میں یہ عمارت ساری دنیا میں مشہور ہے، اس لیے کہ یہاں سوویت یونین کی وزارتِ داخلہ کے دفاتر واقع ہیں۔ اس سڑک پر ہیوی ٹریفک کی آمد و رفت بند رہتی ہے۔ کاروں میں جو لوگ گزرتے ہیں سکیورٹی فورس کے مسلح گشتی دستے ان کی سختی سے جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ عمارت کے باہر چوبیس گھنٹے پولیس کا پہرہ رہتا ہے اور پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ سڑک پر کسی سرکاری یا پرائیویٹ کار کو کھڑے رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اسی طرح کی اور کئی پابندیاں یا سختیاں ہیں جو عمارت کے نواح سے گزرنے والوں پر روا رکھی جاتی ہیں۔ یہ انتظامات تو کے جی بی کے ہیڈکوارٹر میں بھی نہیں کیے گئے۔ وزیرِ داخلہ شولوخوف نہایت خود پسند اور محتاط آدمی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے اپنی شان و شوکت اور قوت کے مظاہرے کا شوق بھی ہے۔ سنٹرل ٹیلی گراف کی عمارت اور وزیرِ داخلہ کی بلڈنگ کے درمیان ایک وسیع پلاٹ عرصہ دراز تک اس لیے خالی پڑا رہا کہ شولوخوف اس جگہ کوئی نئی عمارت بنانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس مسئلے پر شولوخوف اور وزارتِ مواصلات کے مابین خاصی تلخی بھی پیدا ہوئی کہ مواصلات والے یہاں ایک نو منزلہ بلڈنگ بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ وزارتِ مواصلات کی تو شولوخوف کے سامنے ایک نہ چلی، البتہ سی آئی ڈی کا محکمہ اپنی نئی عمارت بنا لینے میں کامیاب ہوگیا، شاید اس لیے کہ شولوخوف جیسا شخص بھی مادام نادیا میلینیا پاولنیا سے خم کھاتا تھا۔

نئی بلڈنگ کے آگے جونہی والگا رُکی، ایک مسلح باوردی سپاہی دوڑتا ہوا آیا۔ ڈرائیور کو ڈانٹنے لگا کہ فوراً یہاں سے گاڑی لے جاؤ۔ اس جگہ رُکنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اُسے اپنا سرکاری شناختی کارڈ دکھایا۔ اس نے کارڈ پر چسپاں تصویر دیکھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پھر میری شکل سے اُس کا موازنہ کیا۔ اس کے باوجود اُس نے ڈانٹ کر کہا۔ "گاڑی یہاں نہیں رُک سکتی ... آگے جاؤ!" اِس دوران برف باری کی شدّت میں اضافہ ہو رہا تھا اور سڑک پر برف کا ڈھیر لحظہ بہ لحظہ اونچا ہوتا جا رہا تھا۔ اتنے میں میری کار کے پیچھے ووِلگا آن کر رُکی۔ اُسے بھی چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ یوں نظر آتا تھا کہ اگر اس حکم کی فوری تعمیل نہ کی گئی تو فورس کے آدمی ہم پر فائر کر دیں گے۔ کوئی ایک فرلانگ دُور کار پارک کرنے کے بعد مَیں واپس آیا۔ برف اتنی دیر میں میرے لباس پر ایسے جم چکی تھی کہ چلنا دشوار تھا۔ اس مرتبہ مجھے سکیورٹی فورس کمانڈر کے سامنے پیش کیا گیا۔ مَیں نے اپنا کارڈ دیا۔ کارڈ پر لگی تصویر سے میرا خوب موازنہ کرنے کے بعد کمانڈر نے پوچھا۔ "آپ کس مقصد سے یہاں آئے ہیں؟"

"مادام نادیا میلنیا پاولینیا سے ملاقات کا ارادہ ہے۔"

اُس نے دوبارہ غور سے مجھے دیکھا، چند لمحے کچھ سوچتا، پھر بولا۔ "کیا مادام سے ملاقات کے لیے آپ کے پاس اجازت نامہ ہے؟"

"اجازت نامہ!" حیرت سے میرا مُنہ کُھل گیا۔ "کیا مادام سے ملاقات کے لیے اجازت نامہ لینا پڑتا ہے؟"

"تعجّب ہے ..." وہ مسکرایا۔ "آپ چیف پراسیکیوٹر آفس میں کام کرتے ہیں اور آپ کو یہ بھی خبر نہیں ... مادام بغیر اجازت نامے کے کسی سے نہیں ملتیں۔"

"لیکن انہیں مجھ سے ملنے کے لیے یہ اصول چھوڑنا ہوگا۔" میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ "آپ مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔" کمانڈر شاید اس لہجے کا عادی نہ تھا، اس نے میز پر گھونسا مارا اور چلّایا: "آپ خواہ کوئی بھی ہوں، بغیر اجازت نامے کے، مادام نادیا سے نہیں مل سکتے ...!"

"یہ اجازت نامہ کون جاری کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کام خود مادام کریں گی۔" اُس نے جواب دیا۔ "آپ کارڈ چھوڑ جائیے اور ملاقات کا مقصد بتا دیجئے، مادام اگر ملنا پسند کریں گی تو آپ کو اجازت نامہ ارسال کر دیا جائے گا۔"

حد درجہ ضبط و تحمل کے باوجود میرا خون کھولنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر کہا: "سنو، بے وقوف شخص! میرا نام شمرالیوف ہے ... اور میں اسپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ میرے پاس جو اختیارات ہیں، اُن کی رُو سے جب چاہوں مادام نادیا سے مل سکتا ہوں، اور نہ صرف مل سکتا ہوں، بلکہ انہیں گرفتار بھی کر سکتا ہوں ... سمجھے یا اب بھی نہیں سمجھے! بلکہ زیادہ بہتر ہوگا کہ مَیں تمہیں سرکاری فرائض کی انجام دہی میں غیر ضروری مداخلت کے الزام میں، مادام سے پہلے گرفتار کروں ... مَیں تمہیں صرف تین منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ مادام نادیا سے میرا رابطہ کراؤ، ورنہ نتائج کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔"

وہ ہونقوں کی طرح مُنہ کھولے، مجھے تکتا رہا، پھر اُس نے بے بسی سے شانے اُچکائے اور میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا ریسیور اُٹھا کر کسی سے کہا: "ایک شخص جو اپنا نام شمرالیوف بتاتا ہے اور خود کو چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس کا اسپیشل انوسٹی گیٹر قرار دیتا ہے مادام نادیا پاولینیا سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ مہربانی فرما کر بتلائیے کیا مادام اس شخص سے ملنا پسند کریں گی؟" دوسری طرف سے جواب میں کچھ کہا جسے وہ غور سے سنتا رہا، پھر اُس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پُوچھا۔ "کیا آپ کو کامریڈ باکلانوف نے بھیجا ہے؟" ظاہر ہے مجھے باکلانوف نے مادام نادیا سے ملنے ہرگز نہیں بھیجا تھا، لیکن اس وقت حاضر دماغی کام آ گئی اور مَیں نے نہایت اطمینان سے جھوٹ بول دیا ... "ہاں ... مَیں باکلانوف کے کہنے ہی پر مادام نادیا سے ملنے آیا ہوں اور ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنا مقصود ہے۔"

قاعدے کے مطابق اُن لوگوں کو میرے بیان کی تصدیق کامریڈ باکلانوف سے کرنی چاہیئے تھی۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ یوں بھی میرے لیے خطرے کی کوئی بات نہ تھی۔ باکلانوف کو اچھی طرح علم تھا کہ کون سا کام میرے سپُرد کیا گیا ہے اور مادام نادیا سے ملنے کے لیے مجھے کسی باکلانوف سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اگر اُن سے دریافت کیا جاتا تو بھی وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال، باکلانوف کا حوالہ دینے سے یہ فائدہ ضرور ہُوا کہ کمانڈر کا رویّہ یکسر بدل کر دوستانہ ہو گیا۔ اس نے میرا شناختی کارڈ واپس کرتے ہوئے، معذرت خواہانہ لہجے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں کہا: "آپ پہلی منزل پہ چلے جایئے۔ مادام اپنے آفس میں موجود ہیں، میں انہیں اطلاع دے رہا ہوں ... آپ چاہیں تو اپنا اوورکوٹ کلوک روم میں چھوڑ سکتے ہیں۔"
ہدایت پر میں نے کمانڈر کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں اوورکوٹ اپنے جسم پر ہی پسند کرتا ہوں۔ شاید ان لوگوں کو احساس نہ ہو کہ مجھ ایسے اسپیشل انوسٹی گیٹر کے لیے اوورکوٹ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اوورکوٹ کی مختلف جیبوں، آستینوں اور کے اندر کتنے ہی چھوٹے چھوٹے نازک اور بےحد حساس الیکٹرونک آلات چھپے ہوئے جو قدم قدم پر جانی دشمنوں کی نہ صرف خبر دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے میرا بچاؤ بھی کرتے شیشے کے خودکار دروازے میں داخل ہو کر جونہی میں فرسٹ فلور کے اندر گیا فوراً احساس ہوا کہ پوری عمارت مرکزی طور پر گرم ہے۔ یہاں کام کرنے والے مرد صرف ایک قمیص اور پتلون پہنے گھوم رہے تھے۔ ایسے ماحول میں میرے جسم پر ہوا بھاری اوورکوٹ ان کے لیے تعجب کا باعث بن رہا تھا، تاہم مسکراہٹوں کے کسی نے فقرہ یا جملہ کسنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ فرسٹ فلور نہایت شاندار تھا۔ راہداری کے دونوں جانب کمرے بنے ہوتے تھے، اور راہداری میں خوب صورت قالین ایک سرے سے دوسرے تک بچھایا گیا تھا۔ جابجا یہاں بھی سکیورٹی فورس کے مسلح جوان کھڑے تھے۔ لیکن کسی نے مجھ سے پوچھا نہ شناختی کاغذات طلب کیے ان سب کی نظریں میرے اوورکوٹ کا گہرہ جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ غالباً عمارت کے اندرونی آداب کے خلاف تھا کہ باہر سے آنے والا کوئی فرد اپنا گرم کلوک روم میں اتارے بغیر چلا آئے۔

ایک جگہ رُک کر میں نے خود ہی پوچھا کہ مادام نادیا کس کمرے میں ہیں۔ کہ کوریڈور کے آخر میں ان کا کمرہ ہے، لیکن براہِ راست کسی کو ان کے کمرے کا کھول کر اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ بغلی کمرے میں مادام کی سیکرٹری موجود پہلے اس سے ملا جائے۔

بغلی کمرے کے سفید دروازے پر ایک چھوٹی سی تختی لگی تھی: مِس گیور

پرسنل سیکرٹری ... کامریڈ کرنل نادیا میلنیا پاولنیا ...
میں نے اُنگلی سے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک کھنک دار آواز اُبھری اور میرے کانوں سے ٹکرائی:

"آیئے!"

میں نے آہستہ سے دروازہ دھکیلا اور اندر چلا گیا۔ باہر سے قطعی اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یہ بغلی کمرہ اتنا شاندار اور وسیع وعریض ہوگا۔ اگر کوئی مجھے پہلے سے نہ بتاتا تو میں یہی سمجھتا کہ اعلیٰ درجے کی میز کے پیچھے، گھومنے والی بیش قیمت کرسی پر جو نوجوان لڑکی بیٹھی ہے، وہ اس کی پرسنل سیکرٹری نہیں، مادام نادیا ہے ـــــ کمرے میں عمدہ قالین کا فرش تھا اور کھڑکیوں پر چین کے بنے ہوئے پھول دار ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ پرسنل سیکرٹری کی میز پر دو چیزیں نمایاں تھیں، سرخ اور زرد فائلوں کا ڈھیر اور مختلف رنگوں کے چار ٹیلی فون، دو عدد انٹرکام ان ٹیلی فونوں کے علاوہ تھے۔

"تشریف رکھیے، کامریڈ شمرالیوف ..." مِس گیورزح کی مترنم آواز کمرے کی گرم فضا میں گونجی! "فرمایئے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

میں نے گہری آہ بھری اور کہا: "زندگی کی آخری خواہش ہے کہ میں مادام نادیا سے ملاقات کروں۔ صبح سے اب تک اسی کوشش میں ہوں کہ مادام کی ایک جھلک ہی دیکھ لوں، لیکن تاحال کامیابی نہیں ہوئی۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے جانے کیسے کیسے لوگوں کی منت خوشامد کرنا پڑی ہے۔"

"اوہ ... مجھے سخت افسوس ہے کامریڈ شمرالیوف! لیکن آپ جانتے ہی ہیں کہ کامریڈ کرنل مادام نادیا پاولنیا کی مصروفیات بےپناہ ہیں ... ایک لمحہ خالی نہیں ہوتا۔ کامریڈ باکلانوف نے اگر آپ کو بھیجا ہے تو مادام آپ سے ضرور ملیں گی، مگر اس کے لیے ذرا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا ... ." میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن یہ بتا دیجیے کہ کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"ہوسکتا ہے آپ کی ملاقات آج مادام سے نہ ہوسکے ... اور عین ممکن ہے کہ آئندہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چند ہفتوں، بلکہ مہینوں تک آپ وٹینگ لسٹ پر رہیں ... اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تھوڑی ہی دیر بعد آپ کو طلب کر لیں ... ساری بات اُن کے موڈ کی ہے ... اس وقت ایک اہم ملاقاتی ان کے کمرے میں موجود ہے ..."

"کیا مَیں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ اہم ملاقاتی کون ہے"؟

"بتانا تو نہیں چاہیئے، مگر آپ بھی اپنے ہی ڈیپارٹمنٹ کے آدمی ہیں۔ اس لیے ظاہر کر دینے میں کچھ ہرج نہیں ..." مس گیورچ نے مدھم آواز میں کہا۔ مقصد صرف یہی تھا کہ مجھ پر گہرا اثر ڈالا جائے، مجھے ہر طرح سے مرعوب کر دیا جائے اور یہ اُسی وقت ممکن تھا جب ایسی ہدایات خود مادام نادیا نے جاری کی ہوں۔

"مَیں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھ رہی ہیں۔"

"دراصل اِس وقت لیونڈ بریزنیف کی بیٹی مادام کے کمرے میں ہیں اور بعض اہم امور پر تبادلہ خیال کر رہی ہیں۔"

"بہت خوب ... تب تو مَیں مُخل ہُوا ..." میں نے کہا۔ "ویسے آپ کے اندازے کے مطابق یہ ملاقات کب ختم ہو گی؟"

"ابھی تو شروع ہوئی ہے ..." مس گیورچ مسکرائی۔ "آپ کو شاید یقین نہیں آ رہا ..." اور اس سے پہلے کہ مَیں کچھ کہوں، اس نے میز پر لگا ہُوا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی سامنے رکھے ہوئے کلوز سرکٹ ٹی وی کی اسکرین پر ایک عورت میری طرف پیٹھ کیے ہوئے کھڑی ہے اُس کے جسمانی خطوط سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ یہی مادام نادیا پاولینا ہو گی۔ دوسری جانب کرسی پر چالیس پینتالیس برس کی ایک عورت بڑے ٹھسّے سے بیٹھی مادام پاولینا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بریزنیف کی بیٹی کو مَیں نے ایک دو بار محفلوں میں دیکھا تھا، مگر دُور دُور سے۔ اُس لمحے مَیں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس عورت کا چہرہ ٹی وی اسکرین پر مجھے دکھایا جا رہا تھا، وہ واقعی بریزنیف کی بیٹی کا چہرہ ہے یا اُس سے مشابہت رکھنے والی کسی اور خاتون کا۔ بہرحال، میرے لیے اس تمام منظر میں دلچسپی و حیرت کی چیز ایک اور تھی اور وہ یہ کہ اُس کمرے میں مادام نادیا اور بریزنیف کی نام

نہاد بیٹی کے علاوہ پانچ افراد اور بھی موجود تھے جن کے چہرے اسکرین پر نہیں آ رہے تھے تاہم اُن کی وردیاں نمایاں تھیں۔ اُن میں سے تین جنرل تھے اور دو کرنل --- وہ مادام کے سامنے مؤدب انداز میں یوں کھڑے تھے جیسے سیلوٹ کر رہے ہوں۔

مس گیورچ نے ٹی وی آف کر دیا اور فائلوں کی طرف متوجّہ ہو گئی۔ میں غور سے اس کے خال و خد کا جائزہ لیتا رہا ... اب تک اس لڑکی سے جتنی گفتگو ہوئی تھی۔ وہ میرے الیکٹرونک ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ ہو چکی تھی۔ مجھے احساس ہُوا کہ اُس لڑکی کی آواز اُس پُراسرار مس تمارا سے بہت ملتی جلتی ہے جس نے گزشتہ چند روز میں مجھے پریشان کر دیا تھا ... ہو سکتا ہے یہ محض میرا وہم ہی رہا ہوتا تاہم اُسے بار بار چیک کرنے میں ہرج ہی کیا تھا اور اُس کی صورت یہی تھی کہ میں اُسے باتوں میں لگائے رکھوں۔

"میرا خیال ہے آج مادام نادیا سے ملاقات مشکل ہے" مَیں نے اپنے چہرے پر پریشانی کے اثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

مس گیورچ مُسکرائی۔ "اُن کی مصروفیات بے پناہ ہیں، کامریڈ شمرایوف ... ویسے انہیں آپ کے آنے کی اطلاع دی جا چکی ہے"

میں اُس لڑکی کے لب و لہجے اور آواز کی طرف پُوری طرح متوجہ تھا اور رفتہ رفتہ میرا شبہ یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ مس تمارا بھی ہو سکتی ہے، لیکن فی الحال مَیں اُس پر کسی قسم کے شک و شبہے کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، ابھی مجھے نادیا میلینا پاولینا کا جائزہ بھی تو لینا تھا، تاہم اتنا احساس ضرور ہو گیا کہ میرا واسطہ سوویت یونین کی چالاک اور مکار ترین عورتوں سے پڑ چکا ہے۔ اب تک مس گیورچ کے مطالعے اور مشاہدے سے مَیں جو کچھ اخذ کرنے میں کامیاب ہُوا تھا وہی چکرا دینے کے لیے بہت تھا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مادام نادیا کی مصروفیات میں ایک ثانیے کے لیے مخل ہوں اور انہیں میرے بارے میں معلوم کریں کہ وہ ملاقات کر سکیں گی یا نہیں؟"

مس گیورچ نے اپنی میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی اسپیکر گونجا تھا۔ اُس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا:

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"معافی چاہتی ہوں مادام — چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس کے انویسٹی گیٹر ..."
انٹرکام کے اسپیکر پر نہایت کرخت مردانہ آواز گونجی: "گیورچ ... میں نے ایک
سُن لیا ہے کامریڈ شمرالوف آئے ہیں ... اُن سے کہو انتظار کریں ..."

مس گیورچ کا رنگ فق ہوگیا۔ اُس نے میری طرف دیکھا اور انٹرکام آن کر
"آپ نے مادام کا جواب سُن لیا ہے کامریڈ ... آپ انتظار کریں ..."

جو آواز میں نے انٹرکام کے اسپیکر پر سُنی تھی، وہ کسی عورت کی نہیں ہو سکتی تھی
خالص مردانہ آواز تھی۔ میں نے مس گیورچ سے پوچھا :

"کیا یہ آواز خود مادام نادیا پاولینا کی تھی ؟"

لڑکی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ اُس کے ہونٹ لرز رہے تھے اور وہ ایک
بُری طرح خوف زدہ نظر آرہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے احساس ہوا کہ شاید وہ خوف زدہ
ہونے کی اداکاری کر رہی ہے اور اگر یہ اداکاری ہی تھی تو اُس کے فن کی داد
زیادتی تھی۔ میں نے دوسرا سوال کیا :

"کیا میں اسی کمرے میں بیٹھ کر مادام کی طلبی کا انتظار کروں یا ..."

آپ بصد شوق یہاں تشریف رکھیے ..." مس گیورچ نے جواب دیا۔ اب اس
آواز بھی کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا: "شاید آپ کی طبیعت ناساز ہو رہی ہے"

"جی ... جی نہیں ... جی نہیں ..." اُس نے جلدی سے کہا۔ "میں آپ کے لیے
کافی منگواتی ہوں۔"

اور اس سے پہلے کہ میں تکلّفاً انکار کروں۔ اُس نے ایک ٹیلی فون پر آف
اندرونی کنٹین کو بلیک کافی بھیجنے کا آرڈر دے دیا۔ میں خاموشی سے گیورچ کی
سکنات کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک بات صاف ہوگئی اور وہ یہ کہ اگر یہ سب اداکاری نہ
تو وہ مادام نادیا سے بے حد خوف زدہ تھی۔

ٹھیک دو منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک نوخیز لڑکی سفید ایپرن باندھے
میں بلیک کافی کی ٹرے اُٹھائے، کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے ایک نظر مجھ پر ڈ

ٹرے میز پر رکھ کر چپ چاپ واپس چلی گئی۔ ٹرے میں دو خوبصورت پیالیوں کے اندر
سیاہ رنگ کی کافی اوپر تک بھری تھی اور اس میں سے بھاپ کے مرغولے اُٹھ رہے
تھے۔ تیسری پیالی میں چینی کی ننھی ننھی چوکور ڈلیاں اور ایک چھوٹی سی چمچی دھری تھی۔

"لیجیے، شوق فرمایئے ..." مس گیورچ نے آہستہ سے کہا۔ میں نے شکریہ ادا کرتے
ہوئے ایک پیالی اُٹھا کر اپنے آگے رکھ لی اور اس میں چینی کی دو ڈلیاں حل کر لیں۔ بلیک
کافی گرم اور مزے دار تھی۔ دو گھونٹ پی کر ہی جان میں جان آگئی۔ میں نے دیکھا کہ مس گیورچ
کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ کیا سوچ رہی تھی۔ یہ جاننا میرے لیے ممکن نہ تھا۔
اور نہ ابھی دنیا کے کسی سائنس دان نے کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو سوچنے والوں کی کیفیت
کسی زبان میں ریکارڈ کر کے پیش کر سکتا ہو ... جانے کیوں مجھے اُس لڑکی پر ترس
آنے لگا ... اگر وہ مادام نادیا سے سچ مچ خوف زدہ تھی تو اس کا سبب کیا تھا؟ کاش یہ راز
مجھ پر کھل سکے!

میں انہی خیالات میں گم، آہستہ آہستہ کافی کی چسکیاں لے رہا تھا کہ مس گیورچ کی میز
پر رکھے ہوئے سیاہ انٹرکام کا اسپیکر آن ہوگیا اور وہی کرخت مردانہ آواز اس پر گونجنے لگی:

"گیورچ! کیا جاگ رہی ہو تم؟ کامریڈ شمرالوف موجود ہیں؟"

گیورچ نے جواب میں کہا: "کامریڈ شمرالوف موجود ہیں، مادام ..."

"بہت خوب ... اُن سے کہو چند منٹ اور انتظار کریں ... کیا تم ان کی خاطر تواضع
کر رہی ہو؟"

"میں نے کامریڈ کی خدمت میں بلیک کافی پیش کی ہے، مادام ..."

"ٹھیک ہے ... ٹھیک ہے ..." مادام نے اسی کرخت مردانہ آواز میں کہا اور
انٹرکام بند ہوگیا۔

ادھر میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی ٹرے میں رکھی، اُدھر شمالی دیوار
کا پردہ ہٹا اور ایک طویل قامت عورت دروازے میں نمودار ہوئی۔ اُسے دیکھ کر مس گیورچ
اُٹھ کھڑی ہوئی، اور اضطراری طور پر میں بھی اپنی نشست سے اُٹھا ... اُس عورت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے عقب میں برزنیف کی بیٹی تھی، اور وہ پانچوں فوجی افسر۔ اُن میں تین جنرل تھے
دو کرنل ۔ اُن میں دو جنرلوں کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ اُن میں سے ایک جنرل
شولوخوف تھا ... سوویت یونین کا وزیرِ داخلہ ... اور دوسرا تھا میجر جنرل الیکسی کر
روسی خفیہ پولیس کا نیا چیف ۔ جسے جنرل پیٹن کی افغانستان میں ہلاکت کے بعد
منصب پر فائز کیا گیا تھا۔ بقیہ فوجی افسروں کو میں صورت سے نہیں پہچانتا تھا۔ کرستوف
اور شولوخوف، دونوں مجھے اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے لیکن یہ دیکھ کر سخت تعجب
ہُوا کہ انہوں نے مجھے پہچاننے کے باوجود ایسا ظاہر کیا کہ میں اُن کے لیے قطعی اجنبی
مادام نادیا میلنیا پاولنیا اُنہیں دروازے تک رخصت کرنے گئی اور جب وہ وا
آئی، تب بھی اُس نے میری طرف دیکھنا گوارا نہ کیا اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔
"کیا مادام اپنے مہمانوں کو ہمیشہ آپ کے کمرے سے رخصت کیا کرتی ہیں؟"
نے مِس گیورچ سے پوچھا۔
"جی نہیں ... آج پہلا اتفاق ہے ... اور میں خود حیران ہوں کہ ..."
میں سمجھ گیا کہ مادام نے ایسا صرف مجھے ہیبت زدہ کرنے کے لیے کیا۔ وہ
چاہتی تھی کہ وزیرِ داخلہ جنرل شولوخوف اور خفیہ پولیس کا جنرل کرستوف، دونوں اس
مٹھی میں ہیں، اور یہ کہ برزنیف کی بیٹی "گالیا" خود اس سے ملنے کے لیے آتی ہے۔
مجھے مادام نادیا میلنیا پاولنیا سے سخت مرعوب ہوجانا چاہیے تھا۔ لیکن میرے پاس
سوویت یونین کے سب سے طاقتور اور با اثر شخص کا دیا ہُوا ایسا اختیار نامہ
تھا جس کے ذریعے میں مادام نادیا تو ایک طرف رہی، چرننکو اور آندروپوف
شخصیتوں کو بھی اپنے آفس میں طلب کرسکتا تھا، اور انہیں مجال انکار نہ ہوتی تاہم
کا تقاضا یہی تھا کہ میں مادام کے رُعب میں آجاؤں اور اس کے سامنے جاتے ہی
کانپنے لگوں، سو میں نے ایسا ہی کیا۔ عورت اگر اپنے سامنے مرد کو مرعوب دیکھے تو
کی مسرتوں کو پر لگ جاتے ہیں اور یہیں سے عورت کی شکست کا آغاز ہوجاتا ہے
مِس گیورچ کا انٹرکام ایک دم بول پڑا۔ وہی کرخت ... مردانہ آواز اس پر گونجی

"کیا کامریڈ شمرایوف موجود ہیں یا چلے گئے؟"
میں اس سوال پر، دل ہی میں، مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، مادام نادیا ضرورت سے
زیادہ ہی خود پسند اور خود کو غیر حاضر دماغ ظاہر کر رہی تھی۔
"کامریڈ شمرایوف آپ سے ملاقات کے منتظر ہیں، مادام!"
"بہت خوب ... اب تم انہیں لے کر میرے پاس آسکتی ہو۔"
جب میں اس کے کمرے میں داخل ہُوا تو ایک نامعلوم گھبراہٹ مجھ پر طاری ہوگئی۔
میں اب تک اس عورت کے بارے میں بہت سی ناقابلِ یقین باتیں نہ صرف مستند لوگوں
سے سُن چکا تھا، بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکا تھا کہ وہ کس قدر قوت اور اثر و رسوخ
کی مالک ہے۔ یہ بات بلاشبہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ برزنیف کی بیٹی گالیا
برزنیف سے اُس کے دوستانہ مراسم ہوں گے اور یہ کہ وزیرِ داخلہ شولوخوف خود مادام نادیا
سے ملنے اُس کے آفس جاسکتا ہے۔
"آیئے کامریڈ شمرایوف ..." غیر متوقع طور پر وہ میرے استقبال کے لیے اپنی گھومنے
والی شاندار کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "معاف فرمایئے! آپ کو کچھ وقت انتظار کی کوفت
برداشت کرنا پڑی۔ کیا آپ کافی سے مزید شغل فرمائیں گے؟"
میں نے نفی میں گردن ہلائی اور اس کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر
بیٹھ گیا۔ مِس گیورچ ابھی تک مادام نادیا کے کسی حکم کا انتظار کر رہی تھی۔ مادام نے نہایت
خوبصورت سنہرے سگریٹ کیس میں سے ایک سگریٹ نکال کر میری طرف بڑھایا، میں نے
سگریٹ لے لیا۔ دوسرا سگریٹ اس نے اپنے قیمتی سگریٹ ہولڈر میں پھنسایا۔ پھر باری باری
لائٹر سے میرا اور اپنا سگریٹ سلگانے کے بعد مس گیورچ سے کہا: "اب تم جاسکتی ہو، لیکن
جب تک میں کامریڈ شمرایوف سے بات کروں گی، کوئی فون ریسیو نہیں کروں گی، اور نہ
کسی سے ملاقات کروں گی۔ سمجھ گئیں؟"
"بہت بہتر ... میں اس کا خیال رکھوں گی۔"
مادام نادیا میلنیا پاولنیا پچاس پچپن کے سن میں قبول صورت تھی اور جوانی میں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یقیناً وہ جدھر نکل جاتی ہوگی، ہزاروں نگاہیں اُس پر پڑتی ہوں گی ہلکے میک اپ کے چہرے کے خطوط خاصے نمایاں تھے اور یہ میک اَپ بھی بڑی مہارت سے کیا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی جھرّی بالکل نہ تھی، صرف گردن پر ہلکی سی چند جھُرّیاں جوانی کی رخصت اور بڑھاپے کی آمد کا پتہ دیتی تھیں۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے ضرور تھے جو کثرتِ شراب کی علامت بن کر چھپائے نہیں چھُپ رہے تھے۔ اُس نے اپنے بال سنہرے رنگے تھے اور زرد چمکیلی آنکھوں کے نیچے جو چیز سب سے نمایاں تھی، وہ اس کی لمبی اور طوطے کی چونچ جیسی مڑی ہوئی ناک تھی۔ اس ناک سے کوئی بھی قیافہ شناس با آسانی اندازہ لگا سکتا تھا کہ جس چہرے پر یہ ناک ہے، اس کی ذہانت فطانت کس درجے کی ہے۔

مادام کی کرخت، بھدّی اور مردانہ آواز اور مس تمارا کی سریلی اور کھنک دار آواز میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ میری عقل یہ باور کرنے کو تیّار نہ تھی کہ کوئی بھی عورت خواہ آوازیں بدلنے میں کیسا ہی کمال حاصل ہو، بیک وقت مردانہ اور زنانہ آوازیں اپنے حلق سے برآمد کر سکتی ہے پچھلے آدھ پون گھنٹے سے مادام نادیا کی جو مردانہ آواز میں سن رہے تھے، کیا وہ بھی بناوٹی آواز تھی؟ اور کیا وہ اسی آواز میں گالیا، برزنیف اور جنرل ... وغیرہ سے باتیں کرتی رہی تھی؟ بیشک اس وقت میں نے مادام کو ان لوگوں سے گفتگو کرتے نہیں سنا تھا۔ اس کی آواز تو مجھ تک مس گیورچ کے انٹرکام کے ذریعے ہی پہنچی تھی۔ ... بات مانی جا سکتی تھی کہ جب وہ مس گیورچ کے انٹرکام پر بولتی ہو، مردانہ لب ولہجہ اختیار کر لیتی ہو اور اپنے مخصوص ملاقاتیوں سے بات کرتے ہوئے وہ یہ لہجہ بدل لیتی ہو۔ اُس نے مجھ سے گفتگو شروع کی تو اس کا لہجہ وہی مردانہ اکھڑ پن لیے ہوئے تھا جو سو... میں بڑے بڑے فوجی افسروں کی بڑی خوبی سمجھا جاتا ہے۔

"کامریڈ شمرالیوف......... میں نے آپ کا نام سنا ہے ... آج آپ کو ..."

"شکریہ مادام... میں مدّتوں سے آپ کی دلفریب شخصیت کے بارے میں سن ... میری خوش نصیبی ہے کہ آج آپ سے ملاقات ہو رہی ہے..."

مادام نے اپنی زرد زرد، انتہائی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ ...

میرے احساسات اور خیالات کی تھاہ لینا چاہتی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں جانے کیا سحر تھا کہ میں نے گھبرا کر نظر ہٹا لیں۔ اپنی اس پہلی فتح سے مادام کے ہونٹوں پہ بہت خفیف سا تبسم نمودار ہوا۔

"مجھے کامریڈ باکلانوف نے آپ کے بارے میں بتایا تھا..." مادام نے نیا سگریٹ سلگایا۔ "باکلانوف اور میں کچھ عرصہ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے رہے ہیں... وہ دفعتہً کھلکھلا کر ہنسی۔ "وہ دراصل مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا..."

میں رسماً ہنس دیا۔ "شاید اسی لیے وہ ابھی تک کنوارا ہے۔"

"شاید... شاید..." وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "اُس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"جی... جی ہاں... ابھی کل ہی باکلانوف سے میرا آمنا سامنا ہو گیا... آپ سن کر حیران ہوں گی کہ ایک ہی آفس میں ہم دونوں کام کرتے ہیں اور ہماری مہینوں ملاقات نہیں ہوتی... کل اتّفاق سے وہ مل گیا... جس وقت آپ کا فون آیا... میں باکلانوف کے کمرے میں موجود تھا..."

میں نے دانستہ فقرہ نامکمل چھوڑ دیا... مادام نے ہونٹ بھینچ لیے اور آنکھیں نصف بند ہو گئیں مگر فوراً ہی وہ سنبھل گئی اور مسکرا کر بولی:

"مجھے باکلانوف کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے آپ سے ملاقات کا موقع فراہم کیا۔" اس کے لہجے میں گہرا طنز چھپا ہوا تھا۔ "سنا ہے کرنل وٹیلوف آنجہانی سے بھی آپ کے پرانے مراسم تھے... افسوس کہ ایسا قابل اور تجربے کار شخص ہم سے اچانک جدا ہو گیا..."

مجھے دھچکا سا لگا۔ کرنل وٹیلوف کا ذکر کر کے وہ بیک وقت گفتگو کا رُخ موڑنے میں کامیاب ہوئی اور اسی بہانے اُس نے میرے تاثرات معلوم کرنے کا طریقہ بھی نکال لیا۔ اس عورت کی ذہانت خطرناک حد تک مجھ پہ اثر انداز ہو رہی تھی مصنوعی طور پر نہیں، حقیقت میں وٹیلوف کے ذکر پر میں اداس ہو گیا۔ وہ جیسا بھی تھا اور جو گیم بھی کھیل رہا تھا بہرحال وہ میرا عزیز دوست تھا... میرا لہجہ گلوگیر ہو گیا... چند سیکنڈ بعد میں نے کہا: "جی ہاں..

کسی کو کیا خبر تھی کہ وہ یوں دل کے مرض کا شکار ہوگا ... بظاہر اچھا بھلا تھا ...
کی کامیابی پر بہت خوش نظر آتا تھا ..."

مادام نے دو تین بار اثبات میں گردن ہلائی۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں کامریڈ ... یہ دن کرنل وڈیلوف کے مرنے کے نہ تھے ... وہ اچھا آدمی تھا ..."

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ مادام نادیا کے چہرے پر کے کئی دَور آئے اور گزر گئے۔ اس نے دیوار پہ لگے ہوئے خوبصورت جرمن کلاک ڈالی۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا: "آپ مصروف ہیں مادام ... میں اجازت چاہوں گا۔" اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی:

"نہیں نہیں ... آپ بیٹھے کامریڈ شمرایوف ... میں فی الحال فارغ ہوں ... آپ نے یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے ملنے کے لیے کیوں بے چین تھے۔"

"کیا آپ کسی خاتون مس تمارا کو جانتی ہیں؟ مس تمارا ..." میں نے اچانک پوچھا۔

وہ غالباً اس حملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ متغیر ہوا، تاہم اُس نے سوچنے کے انداز میں کمرے کی چھت پر نگاہیں جما دیں۔ "جی نہیں ... میں ایسی کسی خاتون سے آگاہ نہیں ..." اُس کا لہجہ معاً سرد ہوگیا: "میرا خیال ہے کامریڈ ہمیں یہ فضول باتیں چھوڑ کر معاملے کی طرف آنا چاہیے۔ ایک دوسرے کو دینے سے کیا فائدہ؟"

اب میرا چہرہ متغیر ہوا "معاملے کی طرف: میں سمجھا نہیں مادام، کون سے معاملے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟"

"زیادہ بننے کی کوشش مت کرو، کامریڈ شمرایوف ..." وہ بارود کی طرح "میں سب جانتی ہوں ... تم کس لیے آئے ہو ... باکلانوف نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے، لیکن تم سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو ... اکیلے برزنیف کا اتھارٹی کیا کام آئے گا؟"

میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ معلوم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کامریڈ، کرنل وڈیلوف کا کیا انجام ہوا، تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور وہ تمہارا احمق پبلک پراسیکیوٹر بھی جانتا ہے ... وہی جس نے میرے بارے میں زرد رنگ کی خوبصورت فائل نہایت حفاظت سے آہنی سیف میں بند کر رکھی ہے ... میں چاہوں تو چٹکی میں مسل کر پھینک دوں ... لیکن بڈھے احمقوں پر مجھے ترس آتا ہے ... بہتر ہے تم یہ کیس چھوڑ دو ... یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے ... واپس سوشی چلے جاؤ اور دن عیش کرو ..."

میں اب بھی چپ رہا ... اس وقت وہ غصے میں اندھی ہو رہی تھی اور ایسے عالم میں اس کا بولتے رہنا ہی درست تھا۔

"فرض کرو ..." وہ چلائی۔ "فرض کرو ... تم نے یہ ثابت بھی کر دیا کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، اُسے قتل کیا گیا تھا۔ تب کیا ہوگا؟ وہ بدمعاش تو تھا ہی اس لائق کہ اُسے جتنی جلد موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا، اُتنی ہی جلد اس ملک میں امن و امان ہو جاتا ... اپریشن کا سکینڈل کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ وہ کھلم کھلا اسمگلروں، بلیک مارکیٹنگ کرنے والوں اور پیشہ ور قاتلوں سے لاکھوں کروڑوں کی رقمیں بطور رشوت بٹورتا تھا ..."

"مادام آپ خواہ مخواہ مشتعل ہو رہی ہیں ..." میں نے نرم آواز میں کہا: "جس طرح آپ سوویت یونین کے لیے کام کر رہی ہیں، اسی طرح میں بھی اپنے سرکاری فرائض ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ... آخر کسی کو کیا حق ہے کہ مجھے یہ فرائض ادا کرنے سے روکے؟ مجھے اس سے کیا غرض کہ جنرل زیوی گن اخلاق و کردار کے اعتبار سے کیسا شخص تھا، مجھے اس بات سے بھی کوئی واسطہ نہیں کہ وہ اسمگلروں اور ذخیرہ اندوزوں سے لاکھوں کروڑوں رشوت وصول کرتا تھا۔ یہ جاننا میرے فرائض میں داخل نہیں مجھے تو صرف یہ کام سونپا گیا ہے کہ میں اس کی موت کے صحیح اسباب و وجوہ معلوم کروں اور بس ..."

"ٹھیک ہے ... تم اگر اپنے فرائض ادا کرنا ہی چاہتے ہو تو دوسرے افراد بھی اپنے فرائض ادا کریں گے۔" مادام کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا۔ "اور اگر یہ فرائض کہیں ٹکراتے ہیں اور کسی کو راستے سے ہٹ جانا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ وڈیلوف نے اس کمرے میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آنے کی کوشش کی تھی، دیکھ لو کیا ہوا! مَیں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تم کچھ بھی نہ پا دَ گے، سوائے اس کے کہ... اس انجام کو پہنچ جاؤ جو وٹیلوف کا ہوا ہے۔"

"آپ مجھے دھمکی دے رہی ہیں؟" میں دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "شاید آپ نہیں جانتیں اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔"

وہ یک لخت قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ اُس کے مردانہ قہقہوں سے کمرہ چند لمحے...

"مَیں دھمکیاں نہیں دیا کرتی، کامریڈ شمرایوف... اسپیشل انوسٹی گیٹر... میں ... کرتی ہوں... تمہیں جو اختیارات دیے گئے ہیں۔ ان پر اتنا اترانے کی ضرورت نہیں۔ اختیارات عارضی ہیں... آج ہیں، کل نہیں ہوں گے۔ جبکہ میں مستقل اور دیرپا اختیارات کی حامل ہوں... تم ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ برزنیف کی ... گالیا میرے کمرے میں بیٹھی تھی اور وزیرِ داخلہ جنرل شولوخوف بھی یہاں حاضر تھے..."

"جی ہاں... مَیں اُنہیں آپ کے کمرے میں دیکھ کر سخت مرعوب ہو چکا ہوں۔"

"تمہیں مرعوب ہونا ہی چاہیے... دیکھو کامریڈ، عقل کے ناخن لو... اگر تم پسند کرو مَیں تمہیں اپنے محکمے میں لینے کو تیار ہوں۔ ماسکو سی آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن میں تمہیں ... مل سکتا ہے... بے شک جی دار اور محنتی شخص ہو اور ہمیں تم جیسے آدمیوں کی ضرورت ... کرنل وٹیلوف کے مرنے سے ایک جگہ خالی ہوئی ہے... مَیں تمہارا تقرر اس جگہ پر ... کر سکتی ہوں... بولو، کیا ارادے ہیں؟"

"میں آپ کی اس فراخدلانہ پیش کش پر غور کروں گا..." میں نے جواب دیا۔ "... دس دن بعد... جب مَیں زیوی گن کے بارے میں اپنی تحقیقاتی رپورٹ پولٹ بیورو ... ارکان کے سامنے پیش کر چکا ہوں گا۔ اس سے پہلے مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا..."

وہ طیش میں بل کھا کر اُٹھ کھڑی ہوئی: "ٹھیک ہے... پھر تم مہربانی کرکے الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر اوور کوٹ کی دائیں جیب سے نکال کر یہاں میز پر رکھ... مَیں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں دس دن بعد یہ اسی حالت میں واپس مل جائے گا..."

میں بھونچکا ہو کر اس کی صورت تکنے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور سکیورٹی

کے دو آدمی ہاتھوں میں آٹومیٹک ریوالور تانے اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بازو اُٹھانے کا حکم دیا اور دوسرے نے میرے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔

مادام نادیا میلنیا پاولینا کے ہونٹوں پر مکروہ ہنسی تیرنے لگی۔ اس نے حقارت آمیز نظروں سے مجھے دیکھا اور ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر میز کی دراز میں پھینک دیا۔ "تم بیوقوف... پبلک پراسیکیوٹر آفس کے لوگ... بڑے اسپیشل انوسٹی گیٹر بنے پھرتے ہو..."

سکیورٹی فورس کے آدمیوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑا اور مادام کے کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر جاتے ہوئے میری نظریں مس گیورگ سے چار ہوئیں۔ اُس کا چہرہ زرد تھا۔ اور آنکھوں سے بے بسی ٹپک رہی تھی۔ اُس کی نگاہوں میں میرے لیے ایک پُراسرار سا پیغام چھپا ہوا تھا۔

بہت بے آبرو ہو کر جب میں مادام نادیا میلنیا پاولینا کے آفس سے نکلا اور سڑک پر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری اولگا کے پہلو میں ایک ایمبولنس کار کھڑی ہے اور اس کا ڈرائیور میری کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا الیگزینڈر روشوف سے گپ شپ کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ جلدی سے باہر نکلا اور اپنی ایمبولنس میں جا بیٹھا۔ روشوف نے اولگا کا انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا:

"اب کدھر چلنا ہے؟ جناب!"

میرا ذہن اس لمحے اس قدر ماؤف تھا کہ اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا بس یہاں سے نکل چلو۔ اِدھر اُدھر سڑکوں پر گھومتے رہو... روشوف نے اثبات میں گردن ہلائی، لیکن اس کے چہرے پر اُبھرتے ہوئے حیرت کے تاثرات مَیں نے پڑھ لیے تھے۔

سنٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ کے نزدیک سے جب ہماری کار گزر رہی تھی تو اچانک میری نگاہ اس شیشے پر پڑی جس سے پیچھے آنے والی ٹریفک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک وین میری کار کے عقب میں چلی آ رہی ہے۔ اپنا وہم دور کرنے کے لیے میں نے روشوف سے کہا کہ وہ کار کی رفتار تیز کر دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ کئی سڑکوں کا چکر کاٹ کر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جب میں نے دوبارہ آئینے میں دیکھا تو وہی وین کار ہمارے پیچھے تھی۔ اب یقین ہو گیا میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ خیال آیا کہ ایمبولنس وین کے ڈرائیور نے شاید ادلگا کے اندر پا کر روشوف یا میری سیٹ کے نیچے کسی جگہ کوئی ریڈیو مائیکرو فون چھپا دیا ہوگا، تاکہ سوار ہو کر میں اپنے ڈرائیور سے جو بات کروں یا اُسے جدھر جانے کا حکم دوں، وہ سارا مادام میلنیا یا ولنیا اور خفیہ پولیس کے سربراہ جنرل کرسلوف، اپنے اپنے کمروں میں بیٹھے رہیں۔ سوویت یونین میں کسی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کا یہ سب سے آسان طریقہ سمجھا جاتا

میں نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن آن کر دیا۔ یہ میوزک کا ایک ریکارڈ تھا اس کا والیوم اتنا اونچا کرنا پڑا کہ روشوف نے احتجاج کرتے ہوئے کہا: "جناب، اتنی اونچی آواز سڑک پر میوزک قانوناً منع ہے ... مہربانی کر کے آواز دھیمی کر دیجئے۔"

"فکر نہ کرو ... کوئی کچھ نہیں کہے گا ... ہم بھی قانونی کام ہی کر رہے ہیں ... یہ بتاؤ جب میں واپس آیا تو ایمبولنس کا ڈرائیور تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

روشوف گھبرا گیا: "کچھ نہیں ... کچھ نہیں ... بس یونہی گپ شپ کرنے آ گیا ... لوگوں کی عادت ہوتی ہے نا ..."

"وہ گپ شپ کیا تھی؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ ... اور دیکھو ... کار اسی طرح چلاتے رہو درمیانی رفتار کے ساتھ ... کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟ بہتر ہے آئینے میں دیکھ لو ... ایک وین ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے ... سنٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ سے ہمارے پیچھے پیچھے ہے ... مڑ کر مت دیکھنا ..."

روشوف نوجوان لڑکا تھا۔ غالباً اُسے ایسے مراحل سے پہلے کبھی نہیں گزرنا پڑا ہوگا ورنہ اس قدر دہشت زدہ نہ ہوتا۔ میں نے دیکھا، اسٹیرنگ پر اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ کسی بھی لمحے حادثہ ہو سکتا تھا ... ادلگا کے دائیں بائیں تیز رفتار گاڑیاں گزر رہی تھیں اگرچہ سڑک پر ٹریفک ایک طرفہ تھی، تاہم روشوف اتنا بدحواس ہو چکا تھا کہ اس نے ایک چوراہے میں اس بدتمیزی سے ریڈ سگنل پر بریک لگائی کہ میرا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا ... سارجنٹ کی نگاہ سے یہ حرکت چھپی نہ رہ سکی۔ گرین سگنل کے بعد جب ٹریفک رواں ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وین بدستور ہمارے تعاقب میں ہے اور اس مرتبہ وین کے علاوہ ٹریفک سارجنٹ بھی اپنی طاقتور موٹر سائیکل پر ادلگا کے پیچھے آ رہا ہے ... ایک فرلانگ آگے اُس نے ہمیں روک لیا۔ کار ایک طرف کھڑی کی گئی ... اتنے میں وین ہمارے قریب سے گزر گئی۔ میرا دھیان ٹریفک سارجنٹ کے بجائے اُسی وین کی طرف تھا۔

ٹریفک سارجنٹ کو مطمئن کرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ میں نے اُسے وین کے بارے بتایا۔ سارجنٹ نے مجھ سے وین کا نمبر پوچھا۔ میں نے اُسے نمبر بتایا۔ وہ یک لخت بدحواس نظر آنے لگا: "کیا آپ کو پورا یقین ہے اُس وین کا نمبر یہی تھا جو آپ نے دیکھا؟"

"ہاں ... پورا یقین ہے ... میں اتنی دیر سے اس وین کو دیکھتا آ رہا ہوں ... کیا نمبر بھول جاؤں گا؟"

"مگر ... ہو سکتا ہے ... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو ..." سارجنٹ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"غلط فہمی ... کیسی غلط فہمی" ... اب حیران ہونے کی باری میری تھی۔

"یہ وین تو ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن کی ہے جناب ..."

"گویا تم اسے پہچانتے ہو؟" میں اب کار سے باہر نکل آیا "کیا تمہیں علم ہے یہ وین کس کے استعمال میں رہتی ہے؟"

"جی ہاں جناب ... اسے ہمارے محکمے کا ہر اہل کار اچھی طرح پہچانتا ہے۔ یہ ایم وی ڈی انٹیلی جنس کی کرنل مادام نادیا میلنیا یا ولنیا کی گاڑی ہے ..."

"اوہ ... وہ تو خوفناک عورت ہے ..." بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔ "شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہو ... معافی چاہتا ہوں ..."

"کوئی بات نہیں جناب ... آپ جا سکتے ہیں ... یہ وین بہر حال آپ کے تعاقب میں نہ ہوگی ... دیکھئے وہ تو غائب ہو چکی ہے۔"

میں نے گہرا سانس لیا اور روشوف کو آگے چلنے کا حکم دیا۔ وہ ابھی تک نروس دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی ایک میل آگے جا کر ہم نے کار دوبارہ روک دی۔ میں نے روشوف کو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نیچے اترنے کے لیے کہا۔ چند لمحوں کی جستجو کے بعد روشوف کی سیٹ کے نیچے سے ننھا مائیکروفون برآمد ہوگیا۔ میں نے اُسے کان سے لگا لیا۔ ۔ ۔ اس کے اندر لگی ہوئی حساس مشینیں کام کر رہی تھیں۔ میں نے اُسے ہاتھ میں سنبھالا اور اسے منہ کے قریب لا کر آہستہ سے کہا: "مادام نادیا میلینیا پاولینیا! اگر آپ میری آواز سن رہی ہیں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت میں اپنے آفس جا رہا ہوں ۔ ۔ ۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس کے اس حصے میں جہاں میرا دفتر ہے۔ اگر آپ میرے وہاں پہنچنے تک وہ ٹیپ ریکارڈر واپس کر دیں تو عنایت ہوگی۔ ورنہ اس کے بعد میں جو کچھ کروں گا، وہ شاید آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ میں آپ کا دوست ہوں اور دوست ہی رہنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔"

روشوف حیرت اور خوف کی ملی جلی نظروں سے مجھے تک رہا تھا۔ یہ پیغام دے کر میں نے ریڈیو مائیکروفون پوری قوت سے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کارروائی کے بعد میں نے روشوف کو چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس چلنے کا حکم دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی ۔ ۔ ۔ دو بج کر بینتیس منٹ ہوتے تھے۔ مجھے اپنے دفتر تک پہنچنے میں دو منٹ لگے ۔ ۔ ۔ خاص کنجی سے قفل کھولنے کے بعد جب میں اندر گیا تو ہر چیز اُسی طرح رکھی تھی جس طرح میں چھوڑ گیا تھا۔ سوائے ایک چیز کے جو پہلے وہاں نہیں تھی اور یہ ایک ننھا مُنّا، انتہائی طاقتور الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر تھا۔ وہی ٹیپ ریکارڈر جو مادام نادیا میلینیا پاولینیا کے آفس میں مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ میرے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی ۔ ۔ ۔ اس جنگ کے پہلے ہی مرحلے میں میں نے مادام کو نیچا دکھا دیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر اٹھا لیا ۔ ۔ ۔ بلاشبہ یہ وہی ٹیپ ریکارڈر تھا جس میں مادام اور مس گیورچ کی آوازیں بند تھیں۔ دفعتہً میری تمام حسیات بیدار ہوگئیں۔ ٹیپ ریکارڈر کے اندر سے ٹِک ٹِک کی مدھم سی آواز پیدا ہو رہی تھی اور اس سے پہلے کہ میں اُسے چھوڑوں، ایک زبردست دھماکہ ہوا اور پھر میں گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک آرام دہ بستر پر پڑے پایا۔ گردن گھما کر دائیں بائیں دیکھنا چاہا، لیکن میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سفید سفید دیواروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہولناک سناٹا اردگرد پھیلا ہوا تھا۔ پھر میری آنکھوں کے آگے ستارے ناچنے لگے اور گردن میں زبردست ٹیسیں اُٹھیں۔ میرے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اور میں نے اتنی ہی دیر تکلیف سے سخت نڈھال ہو کر آنکھیں موند لیں۔ بس اتنا ہی اندازہ ہو سکا کہ میں کسی ہسپتال میں ہوں۔ اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا ۔ ۔ ۔ جانے کتنی دیر اسی کیفیت میں پڑا رہا۔ رفتہ رفتہ پھر حواس بحال ہونے لگے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول دیں۔ میں اس مرتبہ کمرے میں اکیلا نہ تھا۔ ایک جانی پہچانی اور مانوس شکل میرے سامنے تھی۔ میں نے اُٹھنے کی کوشش کی مگر اس نے نرمی سے مجھے روک دیا۔

"کیا تم پوری طرح ہوش میں ہو؟ شمرالیوف!" ریکنکوف کی آواز میرے کان میں یوں آئی جیسے وہ کہیں بہت دور سے بول رہا ہو۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور اشارے سے ریکنکوف کو بتایا کہ میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔ اتنے میں چند اور لوگ کمرے میں داخل ہوگئے۔ یہ سب کے سب ڈاکٹر تھے، موت کے فرشتے کی طرح لمبے لمبے سفید کوٹ پہنے اور چہرے سفید نقابوں میں ڈھانپے ہوئے۔ انہوں نے باری باری میرا معائنہ کیا اور سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ ریکنکوف بھی ان سرگوشیوں میں شریک ہے۔ پھر ڈاکٹر مجھ سے کچھ پوچھے بغیر جس طرح آئے تھے اُسی طرح واپس چلے گئے۔

ریکنکوف مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ اس وقت مجھے قطعی مصنوعی لگ رہی تھی شاید اس کے پاس مجھے دلاسا دینے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہ تھا کہ بس مسکراتا رہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں رفتہ رفتہ تیز ہوتی جا رہی تھیں اور مجھے وہ منظر یاد آ رہا تھا۔ جب پبلک پراسیکیوٹر ہاؤس میں اپنے دفتر کے اندر جا کر میں نے وہ ننھا منا ٹیپ ریکارڈر ہاتھ میں لیا تھا۔ اس کے بعد ایک لرزہ خیز دھماکہ ہوا تھا ۔ ۔ ۔ ہو سکتا ہے اُس دھماکے کے باعث میرے جسم کا کوئی حصّہ ضائع ہوا ہو ۔ ۔ ۔ اس احساس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور یہی وجہ تھی کہ دل کی دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

لیکن اس سے پہلے کہ میں ریکنکوف سے کچھ پوچھوں، اُس نے اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا:

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

 Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"شمرالیوف، تم واقعی خوش نصیب ہو... میں نہیں سمجھتا کہ تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ زندہ سلامت بچ جاتا۔"

"یہ بتاؤ... میرے ہاتھ پاؤں تو ٹھیک ٹھاک ہیں نا؟" میں نے بے تابی سے ... "میں کب سے یہاں ہوں؟ یہ ڈاکٹر کیا سرگوشیاں کر رہے تھے؟"

ریکنکوف نے دوبارہ بڑی شفقت سے میرے سر پر تھپکی دی اور کہنے لگا "ٹھیک ٹھاک ہو... چند معمولی زخموں کے سوا تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ ڈاکٹر تمہارے بدن کی تمام چھوٹی بڑی ہڈیاں اور پسلیاں خوب ٹھونک بجا کر دیکھ... تم مسلسل بائیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو، یا یوں کہو کہ تمہیں بے ہوش رکھا گیا ... تفصیلی معائنہ کیا جا سکے۔ اس بے ہوشی کے دوران تمہارا ٹریٹمنٹ کیا گیا ہے۔ تم تو ابھی ہسپتال سے جا سکتے ہو..."

"ہاں... میں یہاں ایک منٹ ٹھہرنا نہیں چاہتا..." میں نے جوش میں آ کر ... "مجھے اس مکار عورت...."

ریکنکوف نے جھٹ میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا: "خاموش رہو شمرالیوف۔ کہنے کی ضرورت نہیں... میں سب کچھ جانتا ہوں... فی الحال اُس عورت کو ذہن ... جھٹک دو ہم تمہیں اُس سے انتقام لینے کا موقع ضرور فراہم کریں گے، اور یہ اسی ... ممکن ہے کہ تم جوش کے بجائے ہوش سے کام لو... اشتعال میں آ کر تم اپنا ہی نقصا... گے... دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی طاقتور اور با اثر ہے.... اُس کا جال بہت دور دور تک پھیلا ہوا ہے... سب اُس سے خوف زدہ ہیں... تم نے اس کی یہ جرأت دیکھی کہ اس نے تمہیں پبلک پراسیکیوٹر ہاؤس کے اندر ہلاک کرنے کی کوشش..."

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ میں بچا کیونکر؟" میں نے ریکنکوف کی بات کاٹ کر...

"میں خود بھی حیران ہوں..." وہ مسکرا رہا تھا۔ "تم اپنا کمرہ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا ... ہے۔ تمہاری میز کے پرخچے اڑ گئے اور کھڑکیوں کے مضبوط شیشے ریزہ ریزہ ہو چکے ... تفتیش سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ ٹیپ ریکارڈر غالباً تمہارے دائیں ہاتھ میں ... تم نے خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی سُنی... اور پھر غیر شعوری طور پر تم نے ٹیپ ریکارڈر پھینک دیا... یاد کرو... شاید تم اس وقت اپنی لمبی چوڑی میز کے کنارے پر کھڑے تھے اور ٹیپ ریکارڈر تمہارے ہاتھ سے نکل کر عین میز کے نیچے گرا۔ اگر وہ میز کے نیچے گر کر ... پھٹتا تو تمہارے بھی پرخچے اڑ چکے ہوتے۔"

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا... میرے بائیں بازو پر پٹیاں بندھی تھیں اور گردن پر پلاسٹر ٹکڑا لگا ہوا تھا۔

"سوال یہ ہے کہ وہ عورت کب تک اُن خونیں کارروائیوں میں مصروف رہے ..." ریکنکوف کے منع کرنے کے باوجود میں مشتعل ہو گیا۔ "کیا کوئی اس کا ہاتھ روکنے والا ...یں؟ دیتلوف کو بھی اُسی نے موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔"

"تم پھر آپے سے باہر ہو رہے ہو کامریڈ شمرالیوف..." اس مرتبہ ریکنکوف کے لبوں ... اُس کی مستقل مسکراہٹ غائب تھی اور اس کا لہجہ انتہائی تیز و تند تھا۔ "میں کہہ رہا ہوں ...س عورت کا خیال اپنے دل سے جھٹک دو... جب وقت آئے گا تب اس سے بھی نمٹ ...ا جائے گا۔"

اس بار میں مسکرایا اور اس مسکراہٹ میں طنز کا جو نشتر چھپا ہُوا تھا، ریکنکوف اُس ...ے محفوظ نہیں رہ سکا۔

"جی ہاں... آپ اُس وقت اُس سے نمٹیں گے جب وہ آپ کے سارے محکمے کو ...ن میں نہلا چکی ہوگی۔ جب حکومت نے مجھے زیلوی گن کی موت کے سلسلے میں چھان بین ... لیے ہر قسم کے اختیارات دے دیئے ہیں تو آپ مجھے یہ اختیارات کیوں نہیں استعمال کرنے دیتے؟"

"پاگل مت بنو شمرالیوف! اختیارات پر زیادہ نہ پھولو۔ جو اختیارات تمہارے پاس ...یں ان کی نوعیت عارضی ہے جبکہ تمہارے حریفوں کے پاس مستقل نوعیت کے اختیارات ہیں... تم کے جی بی کو آخر کیا سمجھتے ہو؟ تمہارا خیال ہے آندروپوف اور سسلوف جیسے لوگ احمق ہیں؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ممکن ہے وہ احمق نہ ہوں، لیکن معاف فرمایئے ہم لوگ ضرور احمق ہیں۔ ہم سب ..... ہمارے محکمے کے سب آدمی... اور ان میں آپ بھی شامل ہیں۔"

ریکنکوف کے لیے میرا یہ رویہ نہایت عجیب تھا۔ میں نے اُس سے اس لہجے میں پہلے کبھی گفتگو نہ کی تھی اور نہ وہ بے تکلفی کے باوجود اپنے ماتحتوں سے گستاخانہ باتیں سننے کا عادی تھا۔ میں نے دیکھا اُس کا چہرہ آگ بگولا ہوگیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا: "مجھے تمہاری دماغی صحت پر شبہہ ہو رہا ہے۔"

"بے شک آپ مجھے پاگل قرار دے لیں، لیکن میں سچ کہے بغیر نہیں رہوں گا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ میری میز پر وہ ٹیپ ریکارڈر کیسے پہنچا؟ فرض کیجئے یہ کارروائی آپ کے علم میں نہ تھی، تب کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہ ہوگا کہ ہماری جانیں آپ کی مٹھی میں ہیں۔ اگر متعلقہ اسٹاف اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھتا تو نادیا میلینا یا ولینا کے آدمی وہ ٹیپ یوں نہ رکھنے پاتے... بتایئے اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے؟"

ریکنکوف کا وہی چہرہ جو چند لمحے پہلے انگارہ بنا ہوا تھا، اب زرد پڑتا جا رہا تھا۔ اس کا منہ کسی قدر کھلا تھا اور آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو ایک اور وار کیا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ ہلاکت کی اس سازش میں آپ بھی نادیا کے ساتھ شامل ہیں؟"

"کیا بکواس کرتے ہو تم!" وہ ایک دم چلا اُٹھا۔ "بے شک یہ میری کوتاہی ہے۔ حفاظتی انتظامات ناقص رہ گئے... اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے، وہ میری پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے، لیکن یہ کہنا کہ میں ہلاک کرنے کی سازش میں شریک تھا، قطعی بکواس ہے۔ میں تمہیں کیوں قتل کروں گا؟"

"آپ نے تو مجھے ہلاک کر ہی دیا تھا کامریڈ ریکنکوف..." میں نڈھال ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔

ریکنکوف میرے پلنگ کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ چند لمحے ہم میں خاموشی طاری رہی۔ آخر اس نے کہا: "میں مانتا ہوں کہ سارے ڈرامے میں میرا کردار ایسا ہے جس پر تماشائیوں کی پہلی نگاہ پڑتی ہے۔ تم رخصت پر تھے اور سوشی میں مزے کر رہے تھے۔ میں نے تمہیں ماسکو بلوایا اور میری ہی سفارش پر جنرل زریوی گن کی خودکشی یا قتل کی دوبارہ چھان بین کے لیے تمہیں مقرر کیا گیا۔ نئے اختیارات کی رُو سے تمہارے سامنے میری پوزیشن ایک معمولی ماتحت کی سی تھی، مگر میں نے اُسے بھی بخوشی گوارا کیا۔ اگر میں تمہیں راستے سے ہٹانے کے درپے ہوتا تو یہ کام اُسی رات سرانجام پا سکتا تھا، جس رات تمہارے ... میں سرکس والی خاتون قتل کی گئی۔ میرے پیارے دوست کامریڈ شمرایوف... غصہ تھوک دو اور یہ وہم اپنے ذہن سے نکال دو کہ میں تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہوں... حقیقت یہ ہے کہ میں اب تک تمہاری حفاظت کرتا آیا ہوں۔"

"اس مہربانی کا شکریہ..." میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر ٹیپ ریکارڈر کے اندر رکھا ہوا وہ بم پھٹ جاتا اور طاقتور ہوتا تو اب تک میری لاش کا پوسٹ مارٹم بھی مکمل ہو چکتا... آپ براہِ کرم اس سوال پر مجھے مطمئن کیجئے کہ آپ کی نگاہوں سے چھپ کر وہ ٹیپ ریکارڈر میری میز تک کیسے پہنچا۔"

ریکنکوف نے گہرا سانس لیا اور وہ کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا: "جہاں تک میں نے اس معاملے پر غور کیا ہے، ایک ہی نام سامنے آتا ہے... مجھے اس پر نگاہ رکھنی چاہیئے تھی۔ وہ ایک دن کی رخصت لے کر دفتر سے جا چکا تھا اور جس وقت یہ حادثہ پیش آیا ہے، بظاہر اُس شخص کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔ میں نے یہ بھی معلوم کیا کہ اس دوران وہ دفتر کے آس پاس یا پبلک پراسیکیوٹر ہاؤس کے اندر دیکھا تو نہیں گیا، مگر اس سوال کا جواب نفی میں ملا۔ کسی نے اُسے آتے جاتے نہیں دیکھا، تاہم مجھے شبہہ ہی نہیں، یقین ہو رہا ہے کہ اس واردات کے پیچھے اُسی کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔"

میں مضطرب ہو کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گیا۔ ریکنکوف کی اور میری نگاہیں چار ہوئیں۔ یہ نام میرے ذہن میں بھی اُبھر رہا تھا... ہو سکتا ہے وہی نام ریکنکوف کی زبان پر بھی ... "کیا آپ مجھے اس شخص کا نام بتانا مناسب سمجھیں گے؟ کامریڈ!"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریکنکوف کے ہونٹوں پر ایک بار پھر وہی مانوس اور پُرانا تبسّم اُبھرا۔ اُس نے
کر کہا "وہ نام تم بھی جانتے ہو، کامریڈ شمرایوف ..."

"ہاں ... جانتا ہوں ..." مَیں نے جواب دیا۔ "لیکن اس وقت آپ کی زبان سے سننے
کا خواہش مند ہوں۔"

"تو پھر غور سے سُنو اور خوب یاد رکھو۔" ریکنکوف کا لہجہ بے حد پُراسرار ہو گیا۔
"اُس شخص کا نام ہے نکولائی یاکلانوف۔"

"جی ہاں ... آپ نے درست فرمایا ... اُس شخص کا نام ہے نکولائی یاکلانوف۔"
مَیں نے آہستہ سے کہا اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

نمبر اُنتیس سو پانچ سکوائر میں واقع فارن بک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی
عالیشان عمارت میں جانے کا یوں تو مجھے کئی بار موقع ملا تھا، لیکن اس مرتبہ ایک اہم
کام کے لیے یہاں آیا تھا۔ مجھے یہاں اپنے فن میں ماہر اور عالمی شہرت رکھنے والے
الیگزنڈر سوروکن سے ملنا تھا ـــ اس انسٹی ٹیوٹ میں تیس ایکسپرٹ کام کرتے تھے۔
اُنہی میں پروفیسر سوروکن کی حسین و جمیل بیوی بھی شامل تھی ... مَیں ہمیشہ اس عورت کا نام
بھول جاتا تھا۔ بڑا ہی عجیب نام تھا اُس کا۔ نادیا میلینیا پاولینیا کی طرح طویل نام ... مگر
ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ملنسار اور با اخلاق بھی تھی۔ اپنی تہذیب کے مطابق
عورت کو اُس کے نام سے مخاطب کرنا چاہیئے تھا۔ مگر جونہی وہ سامنے آتی، مَیں سب بھول
جاتا، چنانچہ ہمیشہ مسز سوروکن کہہ کر ہی اُسے مخاطب کرنا پڑتا اور وہ کبھی بُرا نہ مانتی۔

اتفاق دیکھیے کہ وہ مجھے راہداری میں مل گئی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
تیز تیز قدم اُٹھاتی میری جانب آئی اور کہنے لگی :

"کیا مَیں اپنے سامنے کامریڈ شمرایوف کو تو نہیں دیکھ رہی ؟"

"آپ کی نگاہیں کبھی غلط چیز پر نہیں پڑتیں مسز سوروکن۔" مَیں نے ہنس کر کہا۔
"فی الحال مَیں کامریڈ شمرایوف ہی ہوں۔"

"لیکن تمہیں ہُوا کیا ؟ یہ پٹیاں کیوں بندھی ہیں ؟"

"محض ایک حادثہ ـــ معمولی سا حادثہ۔" مَیں نے جواب دیا۔ "گزشتہ روز ایک پُرانے
دوست نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا ..."

اُس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا : "کیا کہتے ہو؟ کامریڈ ! تمہیں کسی دوست نے ہلاک
کرنے کی کوشش کی ! یہ کیسے ممکن ہے ؟"

"سب کچھ ممکن ہے مادام ..." مَیں نے بے پروائی سے شانے اُچکائے۔ "یا یوں کہو کہ
ہم سوویت یونین میں ہر بات ممکن ہے ... یہاں ہمیں اپنے دشمنوں سے زیادہ قدم قدم
پر دوستوں سے محتاط اور خبردار رہنا پڑتا ہے۔ وہ دوست جو کسی بھی پل، کسی بھی لمحے جانی دشمن
بن سکتے ہیں۔ خیر، چھوڑیے ان فضول باتوں کو، یہ بتائیے کیا آپ کے شوہر سے ملاقات ممکن ہے؟
بغیر اطلاع آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ وہ یقیناً بہت مصروف ہوں گے، لیکن ملاقات
ضروری ہے۔"

"کیا بتائیں گے کہ آپ کس معاملے میں ملنا چاہتے ہیں ؟"

"آپ کو یاد ہوگا مادام، چند روز پہلے کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن
وفات پا گئے۔ مجھے حکومت کی جانب سے ان کی موت کی چھان بین کے لیے مقرر کیا گیا
ہے ... اُنہوں نے جس ریوالور سے خودکشی کی، وہ ریوالور اور چند اہم اشیاء معائنے کے
لیے اس لیبارٹری میں بھیجی گئی تھیں۔ بس اُنہی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں ... اُمید
ہے آپ معاملے کی نزاکت سمجھ رہی ہوں گی۔"

چالیس سالہ مادام سوروکن کے چہرے پر بیک وقت حیرت، خوف اور پشیمانی
کے آثار نمایاں تھے۔ اُس نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے میرا وقت ضائع کرنے کی کوشش
نہیں کی۔ وہ مجھے اپنے شوہر کے آفس میں لے گئی۔ پروفیسر سوروکن وہاں موجود نہیں تھا۔
کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، مادام نے شیریں لہجے میں کہا "تشریف رکھیے، کامریڈ
یقیناً وہاں راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا مناسب نہ تھا۔ اب تفصیل سے فرمائیے
کیا بات ہے ؟"

"تفصیل وغیرہ کچھ نہیں مادام ـــ میرے ذمے ایک کام لگایا گیا ہے۔ مجھے اُس کی رپورٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مقررہ مدت کے اندر اندر پولٹ بیورو کو دینی ہے۔"

مادام سوروکن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا: "کیا آپ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کامریڈ شمرایوف کہ میں ایک بیوقوف عورت ہوں؟ یا آپ خود کو احمق سمجھتے ہیں۔ سنئے جب تک آپ سارا قصہ صاف الفاظ میں مجھے نہیں بتائیں گے، رپورٹ آپ کو نہیں مل سکے گی۔ پراودا نے خبر دی تھی کہ جنرل زیوی گن طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، اور پھر پتہ چلا کہ انہوں نے خودکشی کی... میں نے یہ بھی سُن لیا ہے کہ برزنیف نے آپ کو زیوی گن کی خودکشی یا قتل سے متعلق دس دن کے اندر اندر رپورٹ مرتب کر کے پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ ماسکو کے اندر کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے مادام سوروکن کے بارے میں اب تک جو اندازے قائم کر رکھے تھے یکسر بے کار ثابت ہو رہے تھے، چنانچہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"مادام، میرے پاس وقت بہت کم ہے... پھر کبھی تفصیلی ملاقات کا موقع پیدا کروں گا۔ فی الحال آپ مجھے پروفیسر سے ملوایئے..."

"آپ مجھی کو پروفیسر سوروکن سمجھ لیجئے۔" عورت نے دوسرا قہقہہ لگایا۔ "زیوی گن کے ریوالور اور دوسری اشیاء کی ہم نے اچھی طرح جانچ پڑتال کر لی ہے اور حیرت انگیز نتائج آپ کے منتظر ہیں۔ اس دوران ہم نے کوئی اور کام نہیں کیا... حد یہ کہ کامریڈ باکلانوف نے ایک ارجنٹ کیس ارسال کیا تھا۔ ہم نے اُسے بھی ملتوی کر دیا... محض اس لئے کہ زیوی گن کے بارے میں جو رپورٹ آپ مرتب کر رہے ہیں۔ وہ جلد از جلد مکمل ہو۔"

باکلانوف کا نام سُن کر میرے کان کھڑے ہوئے لیکن میں نے مادام سوروکن پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے باکلانوف کے بھیجے ہوئے ارجنٹ کیس سے کوئی خاص دلچسپی ہے۔ "اوہ، باکلانوف! بہت اچھا آدمی ہے... میرا پرانا دوست ہے... آپ نے سنی ہوں گی مادام کہ ایک ہی آفس میں کام کرنے کے باوجود ہماری ملاقات ہفتوں نہیں ہوتی۔ میں نے سُنا تھا کہ باکلانوف رخصت پر ہے۔ پھر اُس نے کون سا ارجنٹ کام آپ کے پاس بھیج دیا؟ شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ کیس باکلانوف کے بجائے کسی اور طرف سے آیا ہوگا... باکلانوف تو کل چھٹی پر تھا۔"

"کامریڈ شمرایوف! اِدھر اُدھر کی باتوں میں مت جاؤ۔ اس وقت میں تم سے سوال کر رہی ہوں، تم نہیں کر رہے ہو۔ باکلانوف نے وہ کیس بھیجا یا کسی اور نے، یہ معاملہ اس وقت زیر بحث نہیں... بس تم مجھے یہ بتاؤ کہ ماسکو میں کیا گڑبڑ ہے، کیا برزنیف کمزور پڑتا جا رہا ہے؟ زیوی گن کا قتل یا خودکشی کوئی معمولی بات نہیں ہے... زیوی گن تو برزنیف کا دایاں بازو تھا، وہ دونوں آپس میں قریبی رشتے دار تھے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وہ آپس میں رشتے دار تھے۔" میں نے اُکتا کر کہا۔ "مگر تمہیں ماسکو کی کیا فکر ہے؟ ماسکو اپنی جگہ پر موجود ہے۔"

"نہیں کامریڈ شمرایوف! مجھے ماسکو کی بڑی فکر ہے۔ پچھلے چند روز سے یہاں عجیب غریب واقعات رونما ہو رہے ہیں جو کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ معلوم ہوتے ہیں۔ اینٹی فراڈ سکواڈ پوری طرح سرگرم عمل ہے، کریمینل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ راتوں کی نیندیں گم کر چکا ہے... وزارتِ داخلہ کے تمام کارکنوں کی اُوپر سے نیچے تک چھٹیاں بند کر دی گئی ہیں اور وہاں دن رات فائلیں اِدھر سے اُدھر گردش کر رہی ہیں۔ پراسیکیوٹر آفس کے حواس جواب دے گئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ کے جی بی میں زبردست ہلچل مچی ہوئی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم ان باتوں سے بے خبر ہیں؟ جی نہیں، شاید ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔"

"بہت خوب مادام..." میں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔ "آپ کی معلومات حیرت انگیز ہیں۔"

اُس کا چہرہ اس توصیف پر روشن ہو گیا۔ وہ میز پر بیٹھے ہوئے آگے کو جھکی اور اپنا لہجہ پُراسرار بنا کر کہنے لگی: "کیا آپ جانتے ہیں برزنیف کی بیٹی گالیا اور اس کا بیٹا یاکوف برزنیف کس چکر میں پھنسے ہوئے ہیں؟"

میں نے نفی میں گردن ہلائی اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ عورت واقعی بہت کچھ جانتی تھی اور اسے بے وقوف نہیں کہا جا سکتا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مَیں کچھ نہیں جانتا مادام... میری آج تک گالیا برزنیف اور باکوف برزنیف سے ملاقات نہیں ہوئی۔ گالیا کو دیکھنے کا اتفاق ضرور ہُوا، اور وہ بھی مادام نادیا میلنیا پاولنیا کے آفس میں۔"

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور اس کا روشن چہرہ یوں بجھ گیا جیسے کوئی قمقمہ بجھ جائے۔ مادام نادیا کے نام کا یہ اثر تو بہرحال پڑنا ہی چاہیئے تھا۔ "ہاں... وہ عورت... نادیا پاولنیا... مَیں نے اس کا نام بہت سُنا ہے۔ مگر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہُوا۔ گالیا اور باکلانوف کے تعلقات اُس سے خاصے گہرے ہیں اور مَیں نے سُنا ہے وزیر داخلہ بھی اُس کے آفس میں جاتا ہے۔ جنرل زیوی گن کے خفیہ مراسم بھی نادیا سے رہے ہیں..."

یہ عورت انکشافات پر انکشافات کرتی چلی جا رہی ہے، مجھے بے حد محتاط رہنا چاہیئے۔ انتہائی خطرناک حد تک چالاک اور ہوشیار ___ مجھے یوں لگا جیسے مادام نادیا پاولنیا اور سورووکن میں ذہانت و فطانت کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے... عین اسی لمحے ایک اور نام میرے ذہنی اُفق پر چمکا اور اب مَیں نے آگے جُھک کر آہستہ سے کہا: "کیا آپ کسی مِس تمارا سے واقف ہیں۔ ایک نوجوان اور شیریں آواز والی عورت..."

"مِس تمارا؟" اُس نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا، پھر انکار میں گردن کو جنبش دی۔ "نہیں، مَیں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سُنا... کون ہے یہ؟"

"میں خود جانتا تو آپ سے کیوں پوچھتا، ہاں، آپ مادام نادیا اور زیوی گن کے مراسم کا ذکر کر رہی تھیں۔ کیا واقعی اُن میں ایسی کوئی بات تھی؟"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی، "آپ اتنا بھولا بننے کی کوشش نہ کیجیے کامریڈ... سب کو خوب معلوم ہے کہ نادیا کیسی ہے... فاحشہ... بدکار... کمینی۔"

"زیوی گن بھی کچھ کم نہ تھا،" مَیں نے لقمہ دیا۔ "اُس کے کرتوت سبھی کو معلوم ہیں۔"

"بے شک... غالباً آپ نے زیوی گن کی ذاتی نوٹ بک نہیں دیکھی جس میں ان سب لوگوں کے نام درج ہیں جو اس ملک میں سمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی کا دھندا کرتے تھے... اس نوٹ بک میں بدعنوان اور ملک دشمن افراد کے ٹیلی فون نمبر بھی درج ہیں... آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ زیوی گن کی اسی نوٹ بک میں گالیا برزنیف اور باکوف برزنیف کے ناموں پر لگے ہوئے دو ایسے ٹیلی فون نمبر بھی موجود ہیں جن کا اندراج ماسکو ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نہیں۔"

مَیں تھرّا کے رہ گیا۔ "یہ نوٹ بک آپ کو کہاں سے ملی مادام؟" اب واقعی مجھے اس حسین و جمیل سائنسدان عورت سے وحشت ہو رہی تھی۔ جانے وہ کیا کیا جانتی تھی۔ اور نہ جانے کون کون سے سرکاری راز اُس کے سینے میں دفن تھے۔ میری بے بسی اور بے خبری پر وہ بے حد خوش دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے مسکرا کر کہا: "یہ ذاتی نوٹ بک مجھے آپ کے دوست باکلانوف نے 'ارجنٹ کیس' کے طور پر بھجوائی تھی اور اس نے فون پر کہا تھا کہ یہ مادام نادیا میلنیا پاولنیا کی ہدایت ہے کہ اس ڈائری کا جلد از جلد لیبارٹری میں تجزیہ کر کے رپورٹ تیار کی جائے۔ وہ جاننا چاہتی ہے کہ زیوی گن کی ڈائری میں جتنے اندراجات ہیں کیا اُسی کے قلم سے ہیں اور کیا یہ نوٹ بک جعل سازی کا بہترین نمونہ تو نہیں؟"

"مادام، کیا آپ مجھے ایک نظر وہ نوٹ بک دکھا سکتی ہیں؟" میرا لہجہ خود بخود خوشامدانہ ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے مجھ پر اوس پڑ گئی۔ مسز سورووکن نے نفی میں گردن ہلائی: "وہ نوٹ بک باکلانوف واپس لے جا چکا ہے۔ کامریڈ شمرالیوف، ورنہ مَیں تمہیں ضرور دکھا دیتی۔ یقین کرو اس نوٹ بک پر جب ہم لیبارٹری میں تجزیہ کر رہے تھے تو وہ تمام وقت وہیں موجود رہا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اِدھر اُدھر نہیں گیا۔ ہم نے مختلف مشینوں سے نوٹ بک کے اوراق کی جتنی کاپیاں نکالیں وہ بھی نہایت احتیاط سے باکلانوف نے جمع کر لیں اور ایک صفحہ بھی نہیں چھوڑا، تاہم تمہاری دلچسپی کی ایک چیز میرے پاس موجود ہے۔ اگر کہو تو وہ پیش کر دوں؟"

اور اس سے پہلے کہ میں فرمائش کرتا، اس نے بڑھ کر اپنے شوہر کی میز پر رکھے ہوئے کاغذات اُلٹے پلٹے اور پھر ایک کاغذ میری طرف اچھال دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ ایک میڈیکل بائیولوجیکل رپورٹ ہے اور کارتوسوں کے بارے میں تیار کی گئی ہے جو جنرل زیوی گن کے ریوالور سے یکے بعد دیگرے نکلے تھے اور ان میں سے ایک نے کسی کا کام تمام کیا۔ اس رپورٹ کے آخر میں تیار کرنے والوں کے نام تو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ٹائپ کیے گئے تھے مگران کے دستخط نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس کی حیثیت مُ
نہیں تھی۔ مسز سوروکن نے مجھ سے معذرت کی اور کہا کہ وہ چند لمحے کے لیے گر
سے باہر جا رہی ہے، مَیں چاہوں تو وہیں بیٹھ کر یہ رپورٹ پڑھ سکتا ہوں۔ اُس
خلاصہ کچھ یوں تھا:

ہم نے لیبارٹری میں آنجہانی جنرل زیوی گن کے ذاتی ریوالور کا میڈیکل اور بالی
تجزیہ کیا۔ اس ریوالور کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اس سے جنرل نے خود کو شوٹ
ہے۔ ریوالور کی نال کے معائنے سے یہ بات نمایاں ہوئی کہ اسے اچھی طرح صاف
کر کے تجزیے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ بہرحال
ریوالور کی نال کے اندرونی حصوں اور فائرنگ پن وغیرہ کے معائنے سے ثابت ہُو
دونوں گولیاں اسی ریوالور سے چلائی گئی تھیں۔ یہ گولیاں اس سال ۸ جنوری اور
جنوری کے درمیانی وقفے میں کسی وقت چلائی گئیں۔ پہلی گولی کے مائکروسکوپک
میڈیکل تجزیے سے انکشاف ہُوا کہ اس نے ریوالور سے نکلنے کے بعد کسی انسا
جسم کو نہیں چھُوا: البتہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی نرم چیز جیسے لکڑی وغیرہ سے
ٹکرائی۔ جو اشیاء لیبارٹری میں معائنے اور تجزیے کے لیے پبلک پراسیکیوٹر کی جانب
ارسال کی گئی تھیں۔ اُن میں کھڑکی کے فریم کا ٹوٹا ہُوا لکڑی کا ٹکڑا بھی شامل تھا۔ اس
یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پہلی گولی ریوالور سے خارج ہونے کے بعد کمرے کی کھڑ
اس فریم میں لگی۔

"دوسری گولی کے تجزیے سے مزید انکشافات ہوتے ہیں جو حد درجہ حیران کُن
مائکروسکوپک امتحان سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری گولی پر جا بجا انسانی کھال کے بہ
خفیف اجزاء چپکے ہوئے ہیں۔ ان اجزاء کے ساتھ انسانی ہڈی اور انسانی خون بہ
پر موجود ہے۔ ان حقائق سے اندازہ ہُوا کہ یہ گولی بہرحال انسانی بدن میں سے گز
ورنہ اس پر کھال، ہڈی اور خون کا سراغ نہ ملتا۔ مگر دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ
زیوی گن کی کھوپڑی میں اس گولی نے سوراخ کر دیا تھا اور بھیجے میں داخل ہو کر

...نب سے نکل گئی تھی۔ اس بیان کی صداقت لیبارٹری تجزیے سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اگر یہ
...ولی انسان کی کھوپڑی میں سے گزرتی تو لازماً اس پر انسانی دماغی خلیوں کے نشانات
...ے جاتے۔ ہماری لیبارٹری کے نامور اسپیشلسٹ اِنوسٹی گیٹرز نے باری باری اسی
...ظر کے تحت گولی کا معائنہ کیا۔ مگر اس پر کسی دماغی خلیے کا نشان یا داغ موجود
...یا یا گیا۔ اس طرح یہ دعویٰ کرنا دشوار نہیں کہ گولی بے شک ریوالور سے خارج ہوئی
...کسی انسانی کھوپڑی کے اندر سے اس کا گزر نہیں ہُوا۔

اے سوروکن

بی گولوف لوفا۔"

میں نے اس رپورٹ کو دوبارہ شروع سے آخر تک توجہ سے پڑھا، خاص طور پر
...کی آخری لائنیں میرے لیے حد درجہ دلچسپی اور استعجاب کا باعث تھیں۔ مادام
...روکن ابھی تک واپس نہیں آئی تھیں اور قیمتی وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ مَیں کمرے
...ے نکل کر باہر آیا اور سیدھا لیبارٹری کی طرف گیا۔ مجھے یقین تھا کہ پروفیسر سوروکن وہاں
...جود ہو گا اور بلا شبہ مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ وہ پچاس سال کا ایک لمبا تڑنگا شخص تھا۔
...کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سُرخ اور نیلی چمک دار آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اسے ہزاروں افراد
...میں نمایاں کرنے کے لیے بہت تھے۔ اس وقت لیبارٹری میں سوروکن کے ساتھ تین
...ٹری اسسٹنٹ اور اس کی خوبرو بیوی بھی موجود تھی۔ وہ سب کے سب انتہائی
...ہماک سے کسی چیز پر تجربہ کر رہے تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر سوروکن نے
...ر اُٹھائی اور ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اُبھری۔ وہ چند قدم میرے استقبال
...کے لیے آیا۔ مَیں نے رپورٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تلخ آواز میں کہا:
"پروفیسر... یہ سب کیا مذاق ہے؟ میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"
"مذاق! کس قسم کا مذاق؟" اس نے حیرت سے آنکھیں نکال کر کہا۔ "مَیں نے
...مذاق کیا ہے؟"
"اسے مہربانی کر کے پھر پڑھ لو... خاص طور پر آخری دو لائنیں... جہاں تم
...تمہارے ساتھ ایک اور اسپیشلسٹ بی گولوف لوفا نے لکھا ہے کہ دوسری

گولی پر کسی انسانی دماغی خلیے کا نشان نہیں پایا گیا.... بس یہی بات میری کھوپڑی میں نہیں آ رہی ہے...“

پروفیسر سوروکن نے زوردار قہقہہ لگایا، حالانکہ میری معلومات کے مطابق اس قسم کے ماحول میں اس طرح قہقہے لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

”گویا تم یہ چاہتے ہو کامریڈ کہ ہم دوسری گولی کے بارے میں یہ رپورٹ دیں کہ اس پر انسانی دماغی خلیوں کے نشانات موجود ہیں؟“

”یہ بات تم نے خود ہی فرض کر لی ہے پروفیسر! میں نے ایسا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ شاید تم لوگوں نے رپورٹ مرتب کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا.... دوسری گولی وہی ہے جو جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل گئی تھی اور اس کے باعث موت واقع ہوئی... اور اب میں آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے بتاتا ہوں کہ یہ گولی میں نے زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر برف کے ڈھیر سے تلاش کی تھی... پہلی گولی کے بارے میں تم نے لکھا ہے کہ اس پر انسانی کھال، بال اور خون کے نشانات نہیں اور صرف کھڑکی کے فریم سے ٹکرائی تھی، اور اس کے ساتھ تم یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ دونوں گولیاں ایک ہی ریوالور سے چلائی گئی تھیں۔ تب سوال یہ ہے کہ زیوی گن کیسے مرا۔ کیا ہم یہ فرض کر لیں کہ اسی ریوالور سے کوئی تیسری گولی بھی چلائی گئی تھی؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر بتایا جائے کہ یہ معمّا کیا ہے؟ اور ایسی رپورٹ لکھنے کا کیا مقصد ہے؟“

کامریڈ شمرایوف! میں تمھیں کچھ عرصے سے جانتا ہوں... میری بیوی بھی تمھاری مدّاح ہے... میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ جو فرائض تمھیں سونپے گئے ہیں وہ کس قدر نازک اور کٹھن ہیں۔ تم خود سوچو کہ میں کیا کر سکتا ہوں! میرا کام بھی حقائق پیش کرنا ہے۔ میں جو کچھ دیکھوں گا، وہی اپنی رپورٹ میں درج کروں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس تمھارے محکمے کی جانب سے جنرل زیوی گن آنجہانی کی جو اشیا تجزیے اور معائنے کے لیے بھجوائی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اہم اس کا ریوالور اور اس کے ذریعے چلائی گئی دو گولیاں ہیں۔ میں نے اور میرے مددگاروں نے ان گولیوں اور ریوالور کا نہایت دیدہ ریزی سے تجزیہ کیا اور بار بار ہم اسی نتیجے پر پہنچے جو تم رپورٹ میں دیکھ چکے ہو۔ دوسری گولی پر انسانی کھال، خون اور ہڈی کے نشانات کا سراغ ملتا ہے، مگر دماغی خلیے کا کوئی نشان اس پر نہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ گولی جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں داخل نہیں ہوئی۔ تاہم کسی انسانی بدن سے ضرور گزری ہے... جبکہ پہلی گولی نے کوئی انسانی بدن نہیں چھوا اور ریوالور سے نکل کر سیدھی لکڑی کے فریم میں لگی۔ اب تم خود غور کرو کہ اگر تمھارے دعوے کے مطابق دوسری گولی جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں سے نکلی تو کیا ہم یہ مان لیں کہ زیوی گن کے کاسہ سر میں دماغ موجود نہ تھا؟ دماغ موجود ہوتا تو گولی پر اس کے کسی نہ کسی خلیے کا داغ دھبہ ضرور آ جاتا... ظاہر ہے کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ہے... یا یوں کہو کہ جن افراد نے یہ سارا کھیل رچایا ہے، وہ معمولی نہیں ہیں... اُنھوں نے نہایت ذہانت اور فطانت کا ثبوت دیا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ اصل حقیقت کا سراغ لگانا سہل نہیں رہا...“

میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے پروفیسر سوروکن کی صورت تک رہا تھا۔ پروفیسر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: ”اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو جنرل زیوی گن کی لاش کا خود تفصیلی معائنہ کرتا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ اس کے بدن پر کھوپڑی کے علاوہ زخموں کے نشانات کہاں کہاں ہیں۔“

میں نڈھال سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیبارٹری میں گہری خاموشی طاری تھی۔ آخر میں نے پوچھا:

”گویا آپ کی اس رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں گولیوں میں کسی نے جنرل زیوی گن کو ہلاک نہیں کیا؟“

پروفیسر نے اثبات میں گردن ہلائی: ”مائکروسکوپک اور بایولوجیکل تجزیے سے یہی معلوم ہوتا ہے... اس کے علاوہ ایک اور بات جو میں تمھیں خاص طور پر بتاتا ہوں میرے لیے حد اہمیت کی حامل ہے...“

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا: "کیا اس کے علاوہ بھی کوئی بات …"

"ہاں، تمہارے محکمے نے وہ پُرزۂ کاغذ بھی تجزیے کے لیے بھجوایا تھا جس … نے مرنے سے پہلے کچھ لکھا تھا۔ ہم نے اس کاغذ کی جانچ پڑتال میں بڑی محنت کی … اور دو اہم باتیں دریافت کی ہیں … پہلی یہ کہ اس پر زیوی گن کے پسینے کا کوئی … تھا اور دوسری یہ کہ اس عبارت میں کم از کم چھ حروف ایسے ہیں جن کے بارے … دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زیوی گن کے قلم سے نہیں نکلے۔"

"میں یہی نہیں سمجھ سکا کہ زیوی گن کے پسینے سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

پروفیسر مسکرایا: "اس کا بہت بڑا تعلق ہے کامریڈ … شاید تمہیں میری … دیر پہلے بتا چکی ہے کہ زیوی گن کی ایک ذاتی نوٹ بُک کا تجزیہ بھی ہم نے اسی لیبارٹری … کیا ہے اور اس ڈائری کا کوئی صفحہ ایسا نہ تھا جس پر زیوی گن کے ہاتھوں یا کلائی … پسینہ نہ گرا ہو … معلوم ہُوا کہ زیوی گن جب کاغذ پر کچھ لکھتا تھا اُس کے ہاتھ پسینے … شرابور ہو جاتے اور چند قطرے اُس کاغذ پر لازماً گرتے جو اس وقت زیوی گن کے … تلے رکھا ہوتا تھا۔ ماہرینِ طب کا کہنا ہے کہ اکثر ایسے افراد جن کے جسم میں چربی کی … زیادہ ہو اور وہ ذہنی و اعصابی دباؤ کا ہمہ وقت شکار رہتے ہوں اُن کے ہاتھ … پسینے سے تر اور جا بجا پسینے کے قطرے گراتے رہتے ہیں۔ اس کا دوسرا ثبوت … کے وہ کاغذات بھی ہیں جو جوئے کا حساب رکھتے وقت زیوی گن اپنے سامنے رکھ … ان پر قلم سے رقموں کا اندراج کیا کرتا تھا۔ ان تمام کاغذوں پر بھی پسینے کے خشک … صاف دکھائی دیتے تھے … ان حالات کی روشنی میں جب ہم زیوی گن کے … اس کاغذ کا معائنہ کرتے ہیں جو اس نے خودکشی سے چند لمحے پہلے اپنے قلم سے … دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس کاغذ پر زیوی گن کے پسینے کے … کا کوئی ہلکا سا نشان بھی موجود نہیں … حد یہ کہ اس کاغذ پر زیوی گن کی انگلیوں … نشانات بھی نہیں ملتے …"

"یعنی اس کاغذ کو زیوی گن کی انگلیوں نے سرے سے چھوا ہی نہیں؟"

… نے پوچھا:

"قطعی یہی بات ہے۔" پروفیسر کا لہجہ یک لخت خاصا سنجیدہ ہو گیا۔ اُس کی … ہوئی بھی دم بخود تھی۔

"کچھ اور پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ سکتے ہو، کامریڈ شمرالیوف"۔ پروفیسر نے آہستہ سے کہا: "اگرچہ اس نوع کی باتیں کرنے کا ہمیں اختیار نہیں، مگر معاملے کی اہمیت اور نزاکت کے پیشِ نظر میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اس ساری واردات کے عقب میں بعض ذہین اور خطرناک دماغ کام کر رہے ہیں۔ تمہیں ان سے بچنا ہوگا … یہ کسی بھی وقت تمہاری سلامتی کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ ذرا ہاتھ پاؤں بچا کر چلو …"

میں نے اس کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور لیبارٹری سے نکل کر دوبارہ پروفیسر کے کمرے میں آ گیا۔ اس کی میز پر تین ٹیلی فون ڈائرکٹریاں پڑی تھیں اور ان میں سے ایک ڈائرکٹری کی مجھے ضرورت تھی اُس پر جلی حروف میں چھپا ہُوا تھا: خفیہ۔ صرف اعلیٰ سرکاری افسر استعمال کریں … ایسی ہی ایک ٹیلی فون ڈائرکٹری میرے آفس میں میز پر پڑی رہتی تھی۔

میں نے ورق گردانی کر کے بی ایس تمانوف کے گھر کا نمبر تلاش کیا۔ بی ایس تمانوف کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اسی شخص نے جنرل زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا تھا اور وہ سوویت یونین فرنٹیئر فورس میں چیف فارنسک میڈیکل ایکسپرٹ کے طور پر اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔

فون اُسی نے اٹھایا۔ میں نے سب سے پہلے ہفتے کے روز اُسے زحمت دینے پر معذرت طلب کی، اس لیے کہ ہفتے کو چھٹی ہوتی ہے۔

"میرا نام شمرالیوف ہے اور میں چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس میں سپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں … اگر حرج نہ ہو تو اس کا جواب دے دیجیے۔"

"فرمایئے، کامریڈ شمرالیوف! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" تمانوف نے نرم آواز میں کہا:

"کیا آپ نے زیروی گن کی کھوپڑی کھولی تھی؟"

"ہاں... کھوپڑی کھولی گئی تھی وہ اس لیے کہ جو گولی اس کے دماغ میں د
اس کا راستہ متعین کیا جائے۔ میں نے پہلے بھی اس قسم کے بہت سے پوسٹ مارٹم
ہیں، اور یقین کرو میں کبھی کوئی غلط حرکت نہیں کیا کرتا۔"

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر تمانوف! اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے..."

"نیا مسئلہ! وہ کیا؟ زیروی گن زندہ تو نہیں ہو گیا؟"

اپنے اس مزاح پر ڈاکٹر تمانوف نے خود ہی زوردار قہقہہ لگایا۔

"ڈاکٹر تمانوف!" میرا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔ "جو گولی زیروی گن کے
میں داخل ہوئی تھی، لیبارٹری میں ماہرین نے اس کا مائیکروسکوپک اور بائیو کیمیکل مط
کیا ہے اور ان سب کی متفقہ رائے ہے کہ اس گولی پر انسانی دماغ کے کسی خلیے کا نشا
نہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس گولی پر انسانی کھال، ہڈی اور خون کا سراغ ملتا ہے۔ مگر
دماغ کو اس نے ہرگز نہیں چھوا۔"

"کیا واقعی ایسی بات ہے؟" اس نے رک کر قہقہہ لگایا۔ "بھئی یہ تو عجیب بات
اور میں اس کا ذکر اپنے طالب علموں سے ضرور کروں گا۔ ہو سکتا ہے زیروی گن کی کھ
میں سرے سے دماغ ہی نہ ہو... بعض لوگ بے مغز بھی ہوتے ہیں۔"

چند لمحے توقف کے بعد میں نے دوبارہ ریسیور اٹھایا اور پراودا ویج کا نمبر ڈ
کیا۔ ادھر سے فوراً ہی آپریٹر کا جواب آیا: "آپ کس سے بات کریں گے؟ جناب!"
نے بتایا کہ میں کون ہوں۔ "اس ویج میں کہیں بلکن نام کا ایک جرنلسٹ رہتا ہے۔
اس سے بات کرائیے۔" ٹھیک پندرہ سیکنڈ بعد میرے کان میں ویڈم بلکن کی آواز آ

"کامریڈ شمرایوف! خیر تو ہے... مزاج اچھے ہیں؟"

"قطعی خیر نہیں اور نہ مزاج اچھے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ بتاؤ تم اس وقت
کر رہے ہو؟"

"بہت کچھ کر رہا ہوں پیارے کامریڈ۔ مگر افسوس کہ اس کی تفصیلات فو

نہیں بتا سکتا۔ تم کہو ماجرا کیا ہے۔ کس لیے یاد کیا؟"

"سنو، ویڈم بلکن... میری تمہاری ملاقات بہت ضروری ہے..."

"اوہ... یہ بات ہے!" اس نے گھبرا کر کہا۔ "اس وقت تم کہاں ہو؟"

میں نے اسے بتایا کہ میں کہاں ہوں۔ "اچھا چند منٹ بعد میں تمہیں اسی نمبر پر رنگ کر
دں... ذرا صبر کرو..."

پانچ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی... میں نے ریسیور کان سے لگایا، لیکن ویڈم بلکن
آواز نہیں آئی۔ اس کے بجائے کوئی اور شخص بول رہا تھا۔

"کامریڈ شمرایوف؟"

"جی ہاں... میں شمرایوف ہوں۔" میں نے کسی قدر تامل کے بعد اقرار کر لیا۔ "آپ
ن ہیں؟"

"گڈ ایوننگ جناب... میں سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کا نمائندہ ہوں... چند
ٹ بعد ایک کار آپ کے لیے بھیجی جا رہی ہے... تیار رہیے۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔ ریسیور ابھی میرے ہاتھ میں تھا اور ذہن
ن... کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا معاملہ ہے اور سرکاری کار میرے لیے کیوں بھیجی جا رہی ہے۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ میں کسی کو بھی بتا کر نہیں آیا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ پھر
ایس یو والوں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں پروفیسر سوروکن کے آفس میں موجود ہوں؟ بہرحال
مغزماری سے کیا حاصل؟ جو ہوگا، سامنے آ جائے گا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ انسٹیٹیوٹ
کے مین گیٹ پر سیاہ رنگ کی شاندار اور چمکتی دمکتی لیموسین شیکا جیسے فضا میں تیرتی
ئی اور نہایت خاموشی سے پورچ میں رک گئی۔ اگلی سیٹ پر باوردی ڈرائیور کے ساتھ
تندرست مند آدمی بیٹھا تھا۔ بے حد سنجیدہ، کسی روبوٹ کی طرح... اس کا چہرہ ہر قسم
جذبات و احساسات سے عاری نظر آتا تھا۔ جب میں لیموسین کی طرف بڑھا تو وہ جلدی سے
دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اپنا سرکاری شناختی کارڈ تھا۔ میں نے بھی جواباً
کارڈ پیش کر دیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مہربانی کر کے کار میں تشریف رکھیے، کامریڈ شمرابوف"! اس نے کارڈ واپس ... ہوئے کہا۔

"آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟" میں نے کار کی پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے ...
اُس نے فوراً ہی جواب نہ دیا۔ بلکہ اطمینان سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور ... بند نہیں کیا تھا چند سیکنڈ میں کار دوبارہ رواں ہوگئی۔ باہر برف تیزی سے گر رہی ... اندازہ ہوتا تھا کہ رات بھر گرے گی ... اس نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر میری ...

"شکریہ! اس وقت جی نہیں چاہتا" میں نے معذرت کر دی۔ اس نے فوراً ایک ... اپنے لبوں میں دبایا۔ ہر لحظہ میرے اندرونی اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یہ شخص ... بننے کی کوشش کیوں کر رہا ہے؟ کیوں نہیں یہ بتا دیتا کہ یہ مجھے کدھر لیے جا رہا ہے ... نے سکون سے سگریٹ سلگایا، ہلکا سا کش لیا اور گردن موڑ کر مدھم آواز میں بولا ... برزنیف شدید علیل ہیں ... اس لیے آپ سے ملاقات نہیں کر سکیں گے ... البتہ ... پرسنل ڈاکٹر یوجینی ایوانووچ شازوف آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں ... کو اس وقت انہی کے پاس لیے جا رہا ہوں ..."

خون کھنچ کر میری دونوں کنپٹیوں میں جمع ہونے لگا۔ برزنیف علیل ... اور اس کا پرسنل ڈاکٹر شازوف مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے مزید سوالات کیے ... جواب میں اس نے مسکرا کر کہا "مجھے اس سے زیادہ بولنے کی اجازت نہیں، کامریڈ ... معافی کا خواستگار ہوں ... ویسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... میں آپ کا دو ... ابھی تھوڑی دیر میں ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے ..."

میں نے مایوس ہو کر اپنا دھیان کار سے باہر پھیلے ہوئے مناظر کی طرف موڑ د ... ماسکو کی ایک بارونق سڑک گارڈن رنگ روڈ سے گزر رہی تھی۔ میں نے دیکھا مشاق ... تجربے کار ڈرائیور سو کلومیٹر کی سپیڈ سے کار دوڑا رہا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی ... ٹریفک سگنل ہمارے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سبز ہو کر تیزی سے نکل جانے ... فراہم کر رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ تو میں نے اسے محض اتفاق پر محمول کیا، لیکن جب ... ہونے لگا، تب مجھے احساس ہوا کہ ہمیں راستہ دینے کے لیے ٹریفک کا یہ خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ تمام چوراہوں پر ٹریفک کنٹرولر موجود تھے اور جوں ہی ان کے نزدیک سے ہماری کار گزرتی، وہ ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ایک شاندار سرکاری لیموسین کار میں سفر کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کار میں ٹیلی ویژن بھی نصب تھا۔ ریڈیو ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود تھی۔ در یہاں سے آپ سوویت یونین کے کسی بھی چھوٹے بڑے شہر میں فون پر رابطہ قائم کر سکتے تھے اور دنیا میں ہر اُس شخص سے بات کرنے کے قابل تھے جس کے پاس ٹیلی فون موجود ہے۔

ریبلا یو سکائی ہاوے پر جب کار فرّاٹے بھر رہی تھی تو میں نے قیاس کیا کہ شاید مجھے برزنیف کے مکان پر لے جایا جا رہا ہے۔ ماسکو کی اس معروف شاہراہ پر برزنیف آندروپوف، کریلنکو اور شولوخوف جیسے بڑے لوگوں کے خوبصورت دو منزلہ بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں دُنیا جہاں کی آسائشیں موجود ہیں۔ جُوں جُوں برزنیف کا بنگلہ قریب آ رہا تھا، میرے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ لیکن آخری موڑ پر جب کار ایک نئی سڑک پر آ گئی اور اس نے دوبارہ اسپیڈ پکڑ لی۔ تب احساس ہوا کہ فی الحال میری ملاقات برزنیف سے نہیں ہو رہی ہے۔ یہ سڑک سیدھی کریملن ہسپتال کو جاتی تھی۔ ہو سکتا ہے برزنیف کو ہسپتال میں رکھا گیا ہو گیا۔ اس کے نزدیک سینو کے مقام پر روس کے مرد آہن جوزف اسٹالن کا مکان بھی موجود تھا اور اُس رات بھی کار کے اندر سے دریائے سٹین کے اوپر بنا ہوا پل صاف نظر آتا تھا۔ اس موسم میں دریا برف بن جاتا ہے۔ سڑک کے دونوں جانب برف کے انبار لگے تھے۔ برف کے انبار بڑے بڑے بُل ڈوزروں نے لگائے جن کا کام ہی دن رات سڑکوں اور شاہراہوں پر جمی ہوئی برف ہٹانا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہماری کار ایک سائیڈ روڈ پر اُتر گئی خوبصورت اور گھنا جنگل ہمارے دائیں بائیں حدِ نگاہ تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ اس جنگل کے پرے کنارے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پر ایک عالیشان عمارت کبھی کبھی درختوں کے جھنڈ میں سے اپنی جھلک دکھا رہی کریملن ہسپتال تھا۔ اس کے چاروں طرف نو فٹ اونچی لوہے کی خاردار تار تھی اور جا بجا مسلح گارڈ پہرہ دے رہے تھے۔ ڈرائیور نے کوئی نصف فرلانگ ہی کار روک لی میرے ساتھی نے ریڈیو ٹیلی فون کے ذریعے ہسپتال کے گیٹ رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہونے کے بعد ہسپتال کا بڑا گیٹ کھول دیا گیا کار ایک بار پھر حرکت میں آگئی۔ دائیں جانب اسٹالن کا پرانا دو منزلہ مکان اور اداس کھڑا تھا۔ غالباً اب اس میں کوئی قیام پذیر نہیں تھا۔ مجھے وہ دن یاد جب اس مکان کے نزدیک پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا اور صرف مخصوص لوگو ادھر آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ یہی وہ مکان تھا جہاں ایک چھوٹے سے کم میں بیٹھ کر اسٹالن اپنے آمرانہ احکام جاری کیا کرتا تھا۔

کار ایک جھٹکے سے رک گئی اور میں ماضی سے حال کے اندر واپس آگیا۔ ک ہسپتال کی بارہ منزلہ عمارت کا شان و شکوہ قابلِ دید تھا۔ ارد گرد ایسا سناٹا جیسے ایک بھی ذی روح نہیں۔ لیکن اس وقت ہسپتال میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں موجود تھے۔ یہاں صرف اعلیٰ افسروں اور ان کے لواحقین ہی کا علاج کیا جاتا تھا۔ عوام کے لیے اس ہسپتال کے دروازے بند تھے۔ میرا ساتھی ابھی تک خاموش تھا۔ اس ابتدائی چند جملوں کے سوا اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ وہ مجھے لفٹ تک گیا اور لفٹ مجھے فرسٹ فلور پر اس آفس تک لے گئی۔ جہاں کریملن ہسپتال ڈاکٹر بیٹھتا تھا اور اسی ہیڈ ڈاکٹر کا نام شازوف تھا۔ سنٹرل کمیٹی کا ممبر ہونے علاوہ برزنیف کا ذاتی معالج بھی تھا اور یہ ایسا اعزاز تھا جو پورے سوویت یو بہت کم افراد کو حاصل تھا۔

برزنیف کے بارے میں لوگ جو جی چاہے کہیں اس شخص میں ایک خو تھی کہ کوئی اور حکمران اس کا ہمسر نہیں تھا۔ برزنیف دل کھول کر اپنے رشتے د دوسرے عزیزوں کو جاہ و منصب سے نوازتا تھا۔ اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی

ہلے اپنے قریبی رشتے داروں اور گہرے دوستوں کو نہایت اہم عہدوں پر فائز کیا اور ی کی نکتہ چینی کا خیال نہ کیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو فارن ٹریڈ میں فرسٹ ڈپٹی منسٹر یا، اپنی بیٹی گالیا کے شوہر یوری چربانوف کو داخلی امور کی وزارت میں فرسٹ ڈپٹی سٹر کا عہدہ دیا، اپنے ہم زلف جنرل زیوی گن کو کے جی بی کا فرسٹ ڈپٹی چیئرمین مقرر یا، اپنے پرسنل پائلٹ بوگایوف کو سول ایوی ایشن کا منسٹر بنا دیا اور اپنے ذاتی معالج ٹر شازوف کو سنٹرل کمیٹی کا ممبر نامزد کرنے کے ساتھ ساتھ کریملن ہسپتال کا ہیڈ ی بنا ڈالا، حالانکہ خود وزیرِ صحت، سنٹرل کمیٹی کا ممبر نہیں تھا۔

جس وقت میں ڈاکٹر شازوف کے دفتر میں داخل ہوا، وہ اپنی بڑی سی میز پر بیٹھا نوں ہاتھوں میں سر تھامے کسی کاغذ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر ں نے گردن اٹھائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میانہ قامت اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی عمر یہی کوئی تریپن چوّن برس کی ہوگی۔ اس کے چہرے سے ذہانت اور آنکھوں کی دمک سے غیر معمولی فطانت کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے، چند قدم میرے تقبال کو آگے آیا اور گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "آؤ بیٹھو کامریڈ شمرایوف۔۔ تمہارا ہی منتظر تھا۔۔۔ بولو، کیا پیو گے؟ فرنچ برانڈی یا کچھ اور؟ بے تکلف بتا دو۔۔۔ چیز یہاں موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی بات کا لطف اٹھانے کے لیے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اندازہ ہوا ڈاکٹر شازوف دلچسپ آدمی ہے اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں، وہ کونے میں رکھی ایک خوبصورت الماری کھول کر اس میں سے بوتل برآمد کر چکا تھا: "سردی زیادہ ۔۔۔ میرا خیال ہے فرنچ برانڈی موزوں رہے گی۔" اس نے دو گلاسوں میں مشروب یلا، ایک میری طرف کھسکا دیا، دوسرا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "چلو، شروع ہو جاؤ کامریڈ" نے کہا "مگر ٹھہرو۔۔۔ ایک ضروری کام پہلے انجام دے ڈالوں ورنہ بعد میں پریشانی ۔" اس نے میز پر لگا ہوا انٹرکام کا بٹن دبایا اور کسی کو حکم جاری کیا: "دیکھو، اس میں ایک ضروری ملاقات میں مصروف ہوں۔ براہِ کرم مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"...

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اُس نے جلد جلد چار گھونٹ بھرے اور خالی گلاس میز پر پٹخ دیا۔ صاف ظاہر تھا وہ بلا نوش ہے۔

"کامریڈ شمرایوف، تم سے مل کر بےحد خوشی ہوئی۔" اب آنکھوں کے ساتھ اس کا پھولا ہوا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ فرنچ برانڈی نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ "اگر تم پہلے مجھ سے مل لیتے تو یہاں تک نوبت نہ آتی۔" اُس نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ لیونڈ برزنیف شدید علیل ہیں۔" میں نے موضوع پلٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ۔ ۔" اُس نے نفی میں زور زور سے گردن ہلائی۔ "اتنے زیادہ بیمار نہیں، بس چند روز میں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے۔ تم جانتے ہو۔ برزنیف آہنی اعصاب کے مالک ہیں ... مگر عمر کا بھی تو کچھ تقاضا ہوتا ہے ... اُنہیں دل کا مرض برسوں سے ہے۔ بدپرہیزی سے باز نہیں آتے، چنانچہ کبھی کبھار طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ جنرل زیوی گن کی اچانک موت نے اُنہیں گہرا صدمہ پہنچایا ہے۔ اس قسم کے حالات میں ایسا صدمہ بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا وہ اس وقت کریملن ہسپتال میں داخل ہیں؟"

"وہ اپنے مکان پر ہیں۔ اُن کے اعصاب پر زیوی گن کی موت سے اچھا اثر نہیں پڑا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر کامریڈ سسلوف کی ہے۔ اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہو جائے، تاہم اُسے زندہ رہنا چاہیے، کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک زیوی گن کی موت کا معمّہ حل نہیں ہو جاتا ... اُسے بھی ہم نے بوجوہ ہسپتال میں نہیں رکھا، بلکہ جوزف اسٹالن کے پرانے مکان میں رکھا ہے۔ سسلوف کی دیکھ بھال اُس کا پرسنل ڈاکٹر کر رہا ہے۔ اس کا نام ایوا توج نشمٹ ہے اور اس وقت ملک میں اُس سے بہتر نیورولوجسٹ کوئی اور نہیں۔ میں تم سے معذرت کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری چھٹیاں برباد ہو گئیں اور تمہیں فوری طور پر ... سے ماسکو آنا پڑا ..."

"میں حیرت سے اُچھل پڑا: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ڈاکٹر مجھے تو چیف ...

... لیونڈ برزنیف نے بلوایا تھا۔"

ڈاکٹر شنازوف مسکرایا۔ "نہیں .... وہ میرا کام تھا ..."

"آپ نے مجھے کیوں منتخب کیا؟ کئی مناسب افراد دستیاب ہو سکتے تھے۔"

"اُس کی وجہ یہ ہے کہ برزنیف تمہاری کارکردگی کے معترف ہیں ... اور دوسری وجہ یہ ہے ... میں اس وقت تک سسلوف کی بیماری کی مکمل ہسٹری سے آگاہ ہو چکا تھا ... یقین کرو کہ یہ شخص عجیب و غریب جسمانی اور ذہنی تضادات کا نادر نمونہ ہے۔ ایک ... کے لیے سسلوف کی کیس ہسٹری کا مطالعہ ازحد دلچسپ اور سودمند ثابت ہو سکتا ہے ... بہرحال یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی، تم یہ بتاؤ کہ زیوی گن کی موت کے سلسلے میں اب تک تم نے کیا کیا۔ اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے برزنیف کو ملنے جانا ہے اور جو کچھ تم کہو گے، میں اُنہیں آگاہ کرنے کا پابند ہوں۔"

میں نے ڈاکٹر شنازوف کو مختصر طور پر تمام واقعات و حالات سے آگاہ کیا۔ تادیا ... پاولینیا کے نام پر وہ چونکا لیکن اُس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ میں نے ... پروفیسر سوروکن کی رپورٹ کا ذکر کیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ زیوی گن کے قتل کے عقب میں نہایت پُراسرار معاملات ... ہوئے ہیں۔" ڈاکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "گزشتہ رات میں برزنیف کے پاس تھا اور میں نے اُسے بتایا کہ زیوی گن نے خودکشی ہرگز نہیں کی، بلکہ اُسے نہایت ... انداز میں قتل کیا گیا ہے۔ میں کئی بار جنرل زیوی گن سے مل چکا ہوں اور ایک ... میرے زیرِ علاج بھی رہا۔ پینسٹھ برس کی عمر میں بھی اُس کی صحت جوانوں کے ... قابلِ رشک تھی، اُس کا دماغی توازن بھی درہم برہم نہیں ہوا تھا اور نہ وہ ان لوگوں ... تھا جو ذرا سی بات پر خوف زدہ ہو کر خود کو ختم کر لیتے ہیں ... میں ایک لمحے کے ... یہ ماننے کو تیار نہیں کہ جنرل زیوی گن جیسا مضبوط اعصاب کا مالک اور جی دار ... اپنے ہی ریوالور سے خود کو گولی مار لے گا۔ اُسے راستے سے ہٹایا گیا ہے اور اس ... تین نام بہت نمایاں ہیں ... سسلوف ... شنولوخوف ... آندروپوف ..."

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"آپ کے پاس مسلوف کو اوّل درجے میں رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"
ڈاکٹر شازوف ہنس دیا: "بھئی ہم لوگ ڈاکٹر ہیں اور ہماری کھوپڑی میں دماغ بھی ہوتا ہے۔ ٹھہرو، میں تمہیں ایک خاص چیز دکھاتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر اپنی میز پر گیا اور ایک دراز کھول کر موٹی سی فائل نکال لایا۔ فائل پر بہت سی سُرخ، نیلی اور سیاہ مہریں لگی تھیں۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ فائل بہت سے ہاتھوں میں رہی ہے۔۔۔ "یہ فائل کامریڈ میخائل اندرووچ مسلوف کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل ہے۔ اس میں اس شخص کے بچپن سے لے اب تک کے تمام حالات و واقعات درج ہیں۔

"چالیس برس کی عمر سے مسلوف کی زندگی کا ایک نیا اور انوکھا دور شروع ہوتا ہے۔ یعنی جب یہ پہلی بار بیمار ہو کر کریملن ہسپتال میں لایا گیا۔ یہ ۱۹۲۷ء کا ذکر ہے۔ اُن دنوں میخائل مسلوف کمیونسٹ پارٹی کا نمایاں آدمی تھا اور اُسے سنٹرل کنٹرول کمیشن میں سینئر انسپکٹر کے عہدے پر فائز کیا جا چکا تھا۔ جب اُسے کریملن ہسپتال میں لایا گیا اور اس کا طبی معائنہ ہوا۔ تب پتہ چلا کہ میخائل مسلوف ذیابیطس شدید میں مبتلا ہے اور اُس کا اعصابی نظام اس مرض کے باعث تباہ ہو رہا ہے۔ خاص طور پر خون میں شوگر کی مقدار غیر معمولی تھی اور دماغی شریانوں میں دوڑنے والا خون گاڑھا ہو گیا تھا۔ اب اگر آپ ۱۹۲۷ء کے زمانے کے واقعات و حالات کا جائزہ لیں تو آپ کو فوراً احساس ہو گا کہ مسلوف کی اس بیماری کا اصل سبب کیا تھا۔ اسٹالن کے حکم پر ہزاروں بوڑھے بالشویک افراد بے دریغ قتل کیے جا رہے تھے اور اس کے ساتھ لینن کے جتنے باڈی گارڈ اس وقت زندہ تھے۔ اُن سب کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر شوٹ کیا گیا۔ لینن کے پرانے ساتھی کامریڈ یوزوف کو خود اسٹالن نے اپنے ریوالور سے شوٹ کیا اور یوزوف وہ شخص تھا جس کے نہایت گہرے مراسم میخائل مسلوف سے استوار تھے۔ اسٹالن نے یوزوف کے علاوہ سنٹرل کمیشن کے نصف درجن ممبروں کو بھی عدم آباد پہنچا دیا۔ ظاہر ہے اس خونی کارروائی

میں مسلوف کا صفایا بھی ہو سکتا تھا کہ وہ یوزوف کا دوست تھا اور اسٹالن کی نگاہ اس پر کسی بھی لمحے پڑ سکتی تھی، چنانچہ مسلوف ایکدم ذیابیطس کا شکار ہوا اور اس کی حالت اتنی ابتر ہوئی کہ اُسے ایمبولینس میں ڈال کر کریملن ہسپتال لانا پڑا۔ اس بیماری کے باعث ہی اس کی جان بچ گئی۔ کیونکہ اسٹالن نے اس پر ترس کھایا، اُسے شوٹ نہیں کیا اور نہ سائبیریا بھیجا۔"

میں دم بخود بیٹھا یہ سب کچھ سُن رہا تھا۔ ڈاکٹر شازوف نے جلدی سے تین چار ورق اُلٹے اور ایک جگہ سے پڑھنا شروع کر دیا:

"۱۹۵۲ء میں اسے دوبارہ ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ یہ مارچ کا مہینہ تھا۔ اس پندرہ سالہ طویل مدت میں میخائل مسلوف نے اپنی ہوشیاری اور چالاکی سے خوب کام کیا اور جوزف اسٹالن کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مشہور تھا کہ وہ اگر کسی کو راستے سے ہٹانا چاہتا ہے تو یہ کام مسلوف کے سپرد کر دیتا ہے اور مسلوف کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ ان خدمات کے صلے میں اسٹالن نے اُسے پریذیڈیم کا رکن بنا لیا اور اس کے اختیارات میں بھی اضافہ کر دیا۔ مگر دفعتاً مسلوف کے خون اور پیشاب دونوں میں شوگر کی مقدار بہت بڑھ گئی۔ جس وقت اُسے کریملن ہسپتال میں لایا گیا۔ وہ قریب قریب بے ہوش تھا۔۔۔ سوال یہ ہے کہ مسلوف پر ذیابیطس کا یہ دوسرا شدید حملہ کیوں ہوا؟ محض اس لیے کہ مارچ ۱۹۵۲ء میں بیریا ہلاک کیا گیا اور خود اسٹالن بھی اسی مہینے میں فوت ہوا۔ ایک بار پھر مسلوف کو اپنی جان کے لالے پڑتے نظر آئے، مگر وہ مرا نہیں۔۔۔۔

"اسٹالن کے مرنے کے فوراً بعد ہی اُس نے اسٹالن کے خلاف شدت سے زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ شاید اس لیے کہ نئے آمر کو وہ اپنی وفاداری کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ اس نے خود کو اعلیٰ درجے کا مارکسسٹ اور ملک کا سب سے بڑا وفادار ثابت کرنے کے لیے ایسی کارروائیاں کیں جن سے مالنکوف اور مولوٹوف وغیرہ مطمئن ہو گئے۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلوف کا کوئی احتساب نہ کیا جائے بلکہ اس سے مزید کام لیا جانا بہتر ہو گا۔ مسلوف نے اپنی نفسیاتی محرومیوں کا بدلہ اپنے گھر کے افراد سے لینا شروع کیا۔ وہ اپنی بیوی اور لڑکے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کو بے رحمی سے پیٹتا تھا، اور آخرکار اپنی بیوی اور لڑکے کو بھی اپنی نشہ آور دواؤں کا عادی
بنا دیا۔ ۔ ۔ ۔

"سُسلوف پر کسی قدر دماغی فالج کا تیسرا بڑا حملہ جون ۱۹۷۵ء میں ہُوا اور اُسے
تیسری بار کریملن ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس کا بھی ایک پسِ منظر تھا۔ جون میں سنٹرل کمیٹی کی
ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی جس میں سُسلوف نے اپنے ہی ساتھیوں مالنکوف اور
مولوٹوف کے خلاف نہایت تند اور تلخ لہجے میں تقریر کی اور یوں کامریڈ خروشچیف کو
اقتدار تک پہنچنے کا زرّیں موقع فراہم کر دیا۔ ادھر خروشچیف وزیرِ اعظم بنا، اُدھر سُسلوف
کے خون اور پیشاب میں شکر کی مقدار اچانک بڑھ گئی اور اُس پر ہارٹ اٹیک بھی ہُوا۔
لہٰذا اُسے کریملن ہسپتال لے جایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا جب میں نے سُسلوف کا
طبّی معائنہ کیا۔ مجھے محسوس ہُوا کہ اس شخص کے اندر کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کے جینے کے آثار
مفقود ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی وہ زندہ تھا، اور حکومتوں کے تختے بھی اُلٹ رہا تھا...

"یہ کہانی یہیں ختم نہیں ہوئی،" ڈاکٹر شازوف نے کہا۔ "سُسلوف کا دماغی توازن
قطعی درہم برہم ہو چکا تھا۔ اُسے پوری دُنیا سے نفرت تھی، وہ امریکیوں کو فحش گالیاں دیتا،
فلسطینی دہشت گرد اور کیوبا کے فیڈل کاسترو اُس کے غیظ و غضب کا خصوصی نشانہ
بنتے، اٹالین ریڈ بریگیڈ کے بارے میں وہ کہا کرتا کہ میرا بس چلے تو ان سب کو گولیوں
سے بھون ڈالوں... دراصل اُسے بالکل علیٰحدگی میں رکھ کر علاج کیا جاتا تو ممکن تھا
کسی قدر اپنے آپے میں آجاتا لیکن وہ سنٹرل کمیٹی رکن تھا اور زیادہ دن ہسپتال میں
علاج نہیں کرا سکتا تھا۔ اُسے ہر دم کسی نہ کسی سازش کا تانا بانا بننے کی عادت ہو گئی تھی
یعنی وہ جن افراد کو برسرِاقتدار آنے میں مدد دیتا، کچھ عرصے بعد انہی کے خلاف سازشیں
شروع کر دیتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"اکتوبر ۱۹۶۴ء میں جب خروشچیف کا تختہ ہُوا اور وہ اقتدار سے محروم ہو گیا
تب کامریڈ میخائل سُسلوف پر چوتھا حملہ ہُوا اور تم یہ جان کر حیران ہو گے شمرالیوف
خروشچیف کے رخصت ہوتے ہی اس کے خلاف زبردست تقریر کی، سنٹرل کمیٹی
میٹنگ میں خروشچیف کی چوبیس مہلک غلطیاں گنوائیں اور ثابت کیا کہ وہ سوویت
یونین کو تباہی و بربادی کے غار میں دھکیلنا چاہتا تھا۔ اِس معرکہ آرا تقریر کے فوراً بعد کیا
دیکھتے ہیں کہ سُسلوف کے خون کا دباؤ بڑھا، شوگر کی مقدار میں بے پناہ اضافہ ہُوا اور
اُسے بے ہوشی کے عالم میں کریملن ہسپتال کے ایک خصوصی کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔
اس وقت اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں تھی۔ اُسے انسولین دی گئی، مگر انسولین
بھی بے اثر ہو چکی تھی... تاہم جوں توں کر کے اُسے ہم نے زندہ رکھا... اور اب
وہ بریژنیف کے خلاف سازشیں کر رہا ہے... لیکن اس کے راستے میں جنرل
آندروپوف اور زیوی گن دیوار بن کر بیٹھا تھا۔ لہٰذا ضروری ہُوا کہ زیوی گن کو جس طرح ممکن
ہو اس راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ بریژنیف تک پہنچنے میں آسانی رہے۔
اس کام میں کے جی بی کے چیف کامریڈ آندروپوف اور سنٹرل انٹیلی جنس کے چیف
کامریڈ شولوخوف دونوں سُسلوف کی مدد کر رہے ہیں... اور تم نے دیکھا کہ اِدھر
زیوی گن کا خاتمہ ہُوا، ادھر کامریڈ سُسلوف پر پُرانے مرض کا شدید حملہ ہُوا اور وہ
یہاں لائے گئے۔ مگر اس مرتبہ انہوں نے ہسپتال میں رہنا پسند نہیں کیا۔ شاید مجھ
سے کوئی خدشہ ہے اور وہ اس لیے کہ میں بریژنیف کا خصوصی معالج ہوں۔ سُسلوف
نے جوزف اسٹالن کا غیر آباد مکان آباد کر دیا... وہی اسٹالن جس سے اُسے کبھی
جان کا خطرہ تھا..."

دفعتہً کمرے کا دروازہ کھُلا اور ایک نرس ہانپتی کانپتی اندر آئی: "جلدی چلیے ڈاکٹر!
کامریڈ سُسلوف کی حالت خراب ہو رہی ہے، ڈاکٹر شمٹ نے آپ کو مشورے
کے لیے بُلایا ہے..."

ڈاکٹر شازوف اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اُس نے مجھ سے کہا "شمرالیوف! آؤ میرے ساتھ
سُسلوف کو قریب سے دیکھنے کا یہ موقع شاید دوبارہ تمہیں نہ ملے..."

پھر ہم دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے ہسپتال سے نکلے اور اُس تاریخی مکان کی
سمت گئے۔ جہاں کبھی روس کا سب سے بڑا آمر جوزف اسٹالن رہا کرتا تھا۔

کامریڈ سُسلوف کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل وہ عجیب غریب، فائل اُس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وقت بھی ڈاکٹر شازوف کے ہاتھ میں تھی۔ جب ہم تیزی سے آنجہانی جوزف سٹالن کے پُرانے مکان کی طرف جا رہے تھے۔ چونکہ ڈاکٹر شازوف کو ایک دم سٹسلوف کی حالت بگڑ جانے سے آگاہ کیا، اور وہ مضطرب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس لیے فائل واپس رکھنے کا اُسے موقع نہ ملا۔ حد یہ ہے کہ اس نے اپنا کوٹ تک نہیں پہنا۔ لفٹ سے نیچے اُترتے ہی اس نے ہسپتال کے بیرونی گیٹ کی طرف باقاعدہ دوڑنا شروع کر دیا اور مجبوراً مجھے بھی اس کے ساتھ دوڑنا پڑ رہا تھا۔

جوں جوں جوزف سٹالن کا دو منزلہ مکان ہمارے قریب آ رہا تھا، مجھ پر عجیب گھبراہٹ اور خوف کی سی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ شاید یہ سٹالن کی آمرانہ شخصیت کا اثر تھا یا اس کے ان مہیب کارناموں کا جو مدتوں سے میرے ذہن پر سوار مُرتسم تھے۔ ابھی ہم اس تاریخی مکان سے کوئی بیس پچیس فٹ دور تھے کہ تاریکی میں سے دو لمبے تڑنگے آدمی، ہاتھوں میں رائفلیں سنبھالے نمودار ہوتے اور ہماری طرف بڑھنے لگے۔ انہیں دیکھ کر ہم رُک گئے۔ نزدیک آن کر انہوں نے ڈاکٹر شازوف کو پہچانا تو گردنوں کو ہلکا سا خم دے کر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کی سوالیہ نظریں میرے چہرے پر جم گئیں۔ ڈاکٹر شازوف نے آہستہ سے کہا، "یہ میرے ساتھ ہے۔"

سٹالن کے پُرانے مکان پر حسرت برس رہی تھی۔ صاف نظر آتا تھا کہ اس کی دیکھ بھال عرصہ دراز سے نہیں کی گئی۔ درو دیوار پر سے پلستر اُکھڑ چکا تھا اور بیشتر جگہ پر دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ مکان کے ارد گرد بنے ہوئے باغیچے میں لمبی لمبی گھاس اور جھاڑ جھنکاڑ کثرت سے اُگا ہوا تھا اور جا بجا برف کے ڈھیر لگے تھے۔ یقیناً سٹالن جب زندہ ہو گا تب اس مکان کی یہ خستہ و خراب حالت نہ ہو گی۔ لیکن اس کے رخصت ہوتے ہی مکان پر بھی اُفتاد آ گئی۔ مکان کے ارد گرد دار بڑے دروازے اور آہنی سلاخیں لگا دی گئی تھیں۔ ان سلاخوں پر خاردار آہنی تار لپٹی ہوئی تھی تاکہ کوئی ذی روح مکان کے اندر داخل نہ ہونے پائے۔ غالباً یہ انتظامات اس لیے کیے گئے تھے کہ گاہ گاہ سٹسلوف یا خروشچیف جیسی

بڑی اہم شخصیتوں کو اس مکان میں رکھ کر اُن کا علاج معالجہ کیا جاتا ہو گا۔ مکان کی چھوٹی سی ڈیوڑھی میں ہسپتالوں کی ایک مانوس اور غیر خوشگوار بُو پھیلی ہوئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ مکان مسلسل ہسپتال کا کردار ادا کرتا رہا ہے، ایک ایسا ہسپتال جو قید خانے کا کام بھی دے سکتا تھا۔ ڈیوڑھی سے آگے، دائیں بائیں روشن کمرے تھے۔ ان میں سے ایک بڑے کمرے میں دواؤں کی الماریاں، لمبی سی میز، چند کرسیاں اور ہسپتالوں میں کام آنے والا دوسرا سامان پڑا تھا۔ ایک کونے میں پُرانی، بوسیدہ بلیرڈ ٹیبل بھی موجود تھی۔ مجھے یہ بلیرڈ ٹیبل دیکھ کر حیرت ہوئی۔ بھلا اس کا یہاں کیا کام؟ لیکن پھر یاد آیا کہ یہاں جوزف سٹالن اپنی عمر کے آخری حصے میں بلیرڈ کھیلنے کا شوق پال چکا تھا اور یہ میز اسی کی یادگار تھی۔

اس کمرے کے برابر میں نسبتاً چھوٹا کمرہ تھا جسے خصوصی طور پر صاف ستھرا رکھا گیا تھا۔ اس کمرے کے فرش پر دبیز، نیلے رنگ کا قالین بچھا تھا۔ سفید دیواروں پر پھولوں کی تصویریں سجی تھیں۔ کھڑکیوں پر ہلکے گلابی رنگ کے پردے لٹکے ہوئے تھے — ایک بڑے سے آہنی پلنگ پر سفید شفاف بستر کے اندر سرخ رنگ کے دو کمبل اوڑھے ایک انسانی جسم بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس انسانی جسم کے سرہانے، کرسی پر ایک شخص خاموش بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم نظر آتا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ہمارے استقبال کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، اسی لمحے ایک نرس کمرے میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں سرنج تھی۔ نرس نے پلنگ پر پڑے ہوئے بے جان جسم کا ایک بازو کمبل سے باہر نکالا اور اس میں انجکشن دے کر واپس چلی گئی۔

میخائل اندریووچ سٹسلوف کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ وہ چہرہ جس پر موت کی زردی پھیلی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے وہ واقعی مر چکا ہو۔ غور سے دیکھنے کے باوجود اس کے بدن میں خفیف سی جنبش یا لرزش کا پتہ بھی نہ ملتا تھا۔ اس کے سرہانے بیٹھا ہوا شخص آکسیجن ماسک کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ آکسیجن ماسک سٹسلوف کی ناک اور منہ پر چڑھی ہوئی تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ڈاکٹر شازوف نے بڑھ کر سُسلوف کا معائنہ کیا اور نفی میں گردن ہلا دی
سمجھا شاید وہ مایوسی کا اظہار کر رہا ہے کہ مریض کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اتنے
ایک بوڑھا، طویل قامت ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے بال بھورے
نیلی اور ناک خم دار تھی۔ میں نے قیاس کیا کہ یہی سُسلوف کا ذاتی معالج ڈاکٹر شمٹ
ہے، اور میرا قیاس صحیح نکلا۔ اُس کے عقب میں ایک نرس بھی تھی جس کے بارے
میں بتایا گیا کہ اس کا نام وکٹوروونچ کماشوف ہے اور وہ کریملن ہسپتال سٹاف نرس
حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔

شازوف نے سُسلوف کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل ایک فائل ایک میز پر رکھ دی
اور دونوں ڈاکٹروں سے سُسلوف کی حالت کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ وہ مرگ
سے اس امر پہ بحث کر رہے تھے کہ مریض کو سنبھالا دینے کے لیے کیا کارروائی کی جائے
اُن کی گفتگو میری عقل و خرد سے بالا تھی، تاہم چند الفاظ بار بار کہے جا رہے تھے: دل
حرکت ۔۔ خون کے دباؤ میں خطرناک حد تک کمی ۔۔۔ گردن کی خراب حالت ... دماغی
کا خطرہ وغیرہ وغیرہ۔ اپنی طویل پیشہ وارانہ اور محکمانہ زندگی میں میں نے سینکڑوں
لاشیں دیکھی تھیں مگر ایسی زندہ لاش پہلی مرتبہ دیکھنے میں آئی تھی۔ مجھے یقین ہوتا جا رہا
تھا کہ سُسلوف کا آخری وقت قریب آ گیا ہے اور وہ چند لمحوں کا اس دنیا میں
ہے۔ یہ ڈاکٹر خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں، اسے سکون سے مرنے کیوں نہ
دیتے؟ سُسلوف کے پلنگ کے آس پاس مجھے موت کے سائے سے لہراتے نظر
رہے تھے اور تھوڑی دیر میں مجھے ڈاکٹروں کی بے معنی باتوں اور بحث مباحثے
سخت الجھن ہونے لگی۔

یکایک میری نگاہ سُسلوف کی میڈیکل ہسٹری پہ پڑی۔ میں نے یوں ہی
گزارنے کے ارادے سے بڑھ کر یہ فائل اُٹھالی اور کھڑکی کے قریب جا کھڑا
کی ورق گردانی کرتے ہوئے، دو مقامات پر سُرخ روشنائی سے لگائے گئے دو
نشانوں پر میری نظر جم گئی۔ ان صفحات پر دو مختصر سے نوٹ الگ کاغذوں پر لکھ

کے ساتھ جوڑے گئے تھے۔ یہ نوٹ غالباً ڈاکٹر شازوف کے قلم سے تھے اور ان میں
کسی طبی مسئلے پر اظہار خیال کیا گیا تھا جسے بہرحال میں سمجھ نہیں سکتا تھا۔ پہلے نشان پر
۲۰ مئی ۱۹۷۶ء کی تاریخ درج تھی اور دوسرے پر ۷ جولائی ۱۹۷۸ء۔ موخر الذکر
نشان کے نیچے سرخ روشنائی سے لکھا تھا: "خون میں شوگر کا تناسب اچانک بڑھ
گیا ہے ... دماغی فالج کا اندیشہ ۔۔۔ نظامِ ہضم میں زبردست خلل پیدا ہو رہا ہے۔"
میں نے فائل بند کر کے دوبارہ وہیں رکھ دی جہاں سے اٹھائی تھی۔ اس دوران
دونوں ڈاکٹر اور نرس مریض کے بارے میں لگاتار دھیمی آوازوں میں صلاح مشورہ
کرتے رہے، کسی نے مجھے فائل اٹھاتے اور رکھتے نہیں دیکھا۔ ان دو خصوصی نشانات
کو دیکھتے ہی میرے جسم میں بھی خون کا دباؤ بڑھ گیا۔ میں سوچ رہا تھا آخر ڈاکٹر شازوف
نے سُسلوف کی میڈیکل ہسٹری مجھے سُناتے ہوئے ان دو خصوصی تاریخوں کے بارے
میں کیوں نہیں بتایا۔ انہیں مجھ سے چھپانے میں کیا مقصد تھا؟ کوئی ایسی بات جو مجھے
بتانا مناسب نہ تھی؟ یہ بھی ممکن ہے کہ ڈاکٹر شازوف نے یہ فائل برزنیف کو دکھائی ہو۔
ابھی میں خیالات کے انہی پیچ و خم میں گرفتار تھا کہ ڈاکٹروں نے اپنی بحث ختم
کر دی اور کمرے میں بھیانک خاموشی چھا گئی۔ میں نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا۔
وہ دونوں مریض پہ جھکے ہوئے تھے اور نرس ان کے نزدیک بے حس و حرکت کھڑی تھی۔
دفعتہً "بے جان" مریض کا کمبلوں میں لپٹا ہوا، بدن آہستہ آہستہ تھرتھرانے لگا، پھر اس
کے حلق سے دھیمی دھیمی خرخرانے کی سی آواز خارج ہونے لگی۔ شاید اُسے سانس لینے
میں دقت ہو رہی تھی۔ نرس نے لپک کر آکسیجن ماسک کا جائزہ لیا۔ چند لمحوں بعد مریض
کا بدن دوبارہ ساکت ہو گیا اور اس کے حلق سے نکلنے والی آواز بھی بند ہو گئی۔
ڈاکٹر شازوف اور ڈاکٹر شمٹ دوبارہ بحث میں مصروف ہو گئے۔ اُنہوں نے
مجھے قطعی نظر انداز کر دیا تھا۔ میں دبے پاؤں کمرے سے باہر نکلا۔ راہداری میں کوئی
نہ تھا، البتہ کچھ فاصلے پہ ایک اور کمرے کا دروازہ کھُلا تھا اور اس کے اندر ایک جانب
مٹی سی سرخ ڈاڑھی والا ڈاکٹر میز پہ بیٹھا کچھ کام کر رہا تھا۔ اس کے برابر پڑی ہوئی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چھوٹی سی تپائی پر دیچرن بابا ماسکوا کا تازہ پرچہ اور اخبار کے اوپر ٹیلی فون دھرا تھا۔ میری آمد پر ڈاکٹر نے گردن اُٹھائی، مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور اپنے کام میں یوں مگن رہا جیسے میرا آنا معمول کے عین مطابق ہے اور اُسے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں۔

مَیں نے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا ہی تھا کہ ڈاکٹر نے مدھم آواز میں کہا: "اگر آپ مکان سے باہر کہیں فون کرنا چاہتے ہیں تو براہِ کرم پہلے نو کا ہندسہ ڈائل کیجئے۔" تے اس کا شکریہ ادا کر کے پہلے نو کا ہندسہ ڈائل کیا اور پھر زیرو ٹو... یہ ماسکو میں ٹیلی فون ایکس چینج نمبر تھا۔ چند سیکنڈ بعد ایک شیریں نسوانی آواز میرے کان میں "ماسکو میٹیا... آپ کس سے بات کریں گے؟" میں نے کہا کہ مَیں کریمینل انوسٹی گیشن تھرڈ سیکشن سے بات کروں گا... ٹھیک تیس سیکنڈ بعد ایک مردانہ آواز اُبھری۔

ڈیوٹی آفیسر لیفٹیننٹ کراتسوف آپ سے مخاطب ہے..."

"لیفٹیننٹ کراتسوف... کیا حال ہے؟ مَیں شمرایوف ہوں... پراسیکیوٹر آفس سے... مجھے پہچانا تم نے؟"

وہ کھلکھلایا۔ "کامریڈ شمرایوف، آپ کو کون نہیں پہچانتا! فرمایئے، کیا حکم ہے؟"

"حکم کچھ نہیں، ذرا میجر آکوپیان سے بات کراؤ... جلدی!"

کرنل وٹیلوف کی جگہ میجر آکوپیان کو تھرڈ سیکشن کا چارج دے دیا گیا تھا اور اس شخص کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس بدمعاش کا تعلق جنرل پروزروکوف سے بہت گہرا ہے، اور غالباً پروزروکوف ہی کی سفارش پر اسے تھرڈ سیکشن کا چارج دیا گیا ہوگا۔ وٹیلوف کہا کرتا تھا کہ میجر آکوپیان کا کاٹا پانی نہیں مانگا کرتا... اور اب اتّفاق دیکھیے کہ میرا واسطہ اُسی زہریلے سانپ سے پڑ رہا تھا۔

کامریڈ میجر آکوپیان کی کرخت آواز نے مجھے جیسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا "آہا... کامریڈ شمرایوف ہیں! کیا اب میری باری ہے؟"

"مَیں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے اس کا طنز سمجھتے ہوئے انجان بن جانے ہی میں عافیت سمجھی۔ وہ دراصل یہ کہہ رہا تھا کہ کرنل وٹیلوف کے بعد کیا اب اُس کے مرنے کی باری ہے...

"تم سب کچھ اچھّی طرح سمجھتے ہو شمرایوف... زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔" اُس کا لہجہ ایک دم خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔

"دیکھو آکوپیان... فضول باتیں نہ کرو... جس طرح وٹیلوف میرا جگری دوست تھا، اسی طرح تم بھی میرے دوست ہو اور مَیں اپنے دوستوں کو کبھی دغا نہیں دیا کرتا... تم خوب سمجھتے ہو کہ وٹیلوف کی ہلاکت میں کس کا ہاتھ ہے۔ کیا تمھیں اُس کا نام بتانے کی ضرورت ہے؟"

"ارے نہیں..." اُس نے بوکھلا کر کہا "مَیں تو محض مذاق کر رہا تھا، تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے... غصّہ تھوک دو... مَیں تمہیں جانتا ہُوں... وٹیلوف تمہارا پُرانا یار تھا... مجھے بھی اپنا دوست سمجھو... خیر، اب یہ بتاؤ مَیں کیا خدمت کر سکتا ہُوں۔"

"خدمت بہت معمولی ہے... اور تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل..." میں نے کہا "کسی اپنے ماتحت کو اس کام پر لگا دو... مَیں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ۲۵ مئی ۱۹۷۶ء اور ۲۷ مئی ۱۹۷۶ء اور پھر ۵ جولائی ۱۹۷۸ء سے ۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے دوران ماسکو کے اندر کیا کیا واقعات اور حادثات رُونما ہوئے۔ ان کی پُوری تفصیل درکار ہے... کیا میں تمہیں دس پندرہ منٹ بعد دوبارہ فون کروں؟"

"کامریڈ شمرایوف... تم بھی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ بے شک ان دنوں میں شہر کے اندر جو واقعات و حادثات رونما ہوئے، اُن کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے لیکن واقعات ایک دو تو ہوتے نہیں، بہت سے ہوں گے جو ظاہر ہے ٹیلی فون پر نہیں بتائے جا سکتے... تم خود یہاں آ جاؤ..."

"بھئی، ہر قسم کے واقعات کی مجھے ضرورت نہیں، مَیں صرف خصوصی اور بہت اہم واقعات کی کھوج میں ہوں... ایسے واقعات جو شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں... کسی اہم شخصیت کے بارے میں کوئی واقعہ... یقیناً تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔"

"ٹھیک ہے... مَیں سمجھ گیا... تم پندرہ بیس منٹ بعد فون کر لینا..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میجر آکوپیان کو یہ کام دے کر میں نے اخبار وے چرن یا یا ماسکوا کے آفس فون کیا۔ اس اخبار کے عملے اور پبلک پراسیکیوٹر کے مابین خبروں اور دوسری معلومات کا اکثر تبادلہ ہوا کرتا تھا، اس لیے مجھے پوری توقع تھی کہ وہ لوگ میرے ساتھ تعاون کریں گے۔ چنانچہ فیچر سیکشن کے انچارج ڈرنینکوف سے بات ہوئی۔ میں نے اُسے اپنی ضرورت بتائی۔ ڈرنینکوف اچھا آدمی نکلا۔ اس نے کہا کہ وہ ابھی متعلقہ تاریخوں کے اخبار کی فائلیں منگوا کر دیکھتا ہے اور ان تاریخوں کے مابین جو جو نمایاں واقعات ماسکو میں ہوئے ہیں، اُن کی تفصیل ابھی فون پر بتاتا ہے ... میں ذرا ریسیور ہولڈ کیے رکھوں۔
دو منٹ بعد ڈرنینکوف نے کہا: "ہیلو... کامریڈ شمرالیوف ... میں نے اپنے اخبار کی مئی ۱۹۷۷ء اور جولائی ۱۹۷۸ء کی فائلیں نکال لی ہیں ... کیا تم میری آواز غور سے سن رہے ہو؟" میں نے اُسے بتایا کہ ہاں، میں اس کی آواز غور سے سُن رہا ہوں...
"۲۵ مئی ۱۹۷۷ء کے خاص خاص واقعات یہ ہیں ..." ڈرنینکوف نے کہنا شروع کیا: "پائینرز سمر سیزن کا آغاز... کیا میں پوری خبر پڑھوں؟"
"نہیں ... بے کار ہے ... آگے چلو۔" میں نے بیزار ہو کر کہا۔
"۲۵ مئی کی تاریخ میں بس یہی اہم واقعہ ملتا ہے۔" وہ ہنسا "۲۶ مئی کو البتہ ایک نادر واقعہ پیش آیا۔"
"وہ کیا؟" میرا اشتیاق بڑھ گیا۔ "تفصیل سے پڑھو... دیکھو کچھ رہ نہ جائے۔"
"ہاں ہاں ... پڑھ رہا ہوں یار ... ماسکو کے چڑیا گھر میں مادہ ریچھ نے دو توام بچوں کو جنم دیا ... زچہ اور بچّہ دونوں خیریت سے ہیں ..."
"بکواس نہیں چاہیے ... آگے پڑھو..." میں جھلّا گیا۔ "کیا ۲۶ مئی کو اس واقعے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا؟"
"ضرور ہوا ہے ... مگر تم سنتے ہی نہیں ..." ڈرنینکوف کا لہجہ ایک دم سنجیدہ اختیار کر گیا۔ "ٹرام کا ایک نیا روٹ تجویز کیا گیا ہے ..."
"پھر وہی بکواس ... میں فون بند کر رہا ہوں ... مجھے نہیں چاہئیں ایسی معلومات

ادھو ... ذرا رُکو" ... وہ چیخا "کام کی خبر نظر آ گئی ... خوش نہ ہو جاؤ تو میرا ذمہ ... ۲۰ مئی کو ہوٹل روسیا میں آگ لگ گئی ..."
"خدا تمہیں غارت کرے ... بشرطیکہ کوئی خدا ہو ..." مجھے اب واقعی اس احمق پر غصہ آ رہا تھا۔
"بس ۲۸ مئی تک ایسی ہی خبریں ہیں ..." اس نے کہا۔ "اب ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء کی خبریں سُنو... یاروسلاوسکی سٹیشن پر خلاف قانون حرکتیں کرنے کے الزام میں بہت سے افراد کی گرفتاری ... ۱۶ جولائی ... آرٹ اور لٹریچر کے سلسلے میں ایک ہفتے پر مشتمل تقریبات شروع ہو رہی ہیں .. ۱۷ جولائی، پولٹ بیورو کے ایک اہم رکن کامریڈ کولاکوف اچانک وفات پا گئے ... اُن کی عمر ساٹھ برس تھی ... آنجہانی کے سوگ میں..."
"بہت خوب ... بہت خوب" ... بے اختیار میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔
"کیا کامریڈ کولاکوف کی اچانک موت تمہارے نزدیک بہت خوب ہے ؟"
ڈرنینکوف پوچھ رہا تھا۔
مجھے اپنی حماقت کا فوراً احساس ہوا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ اب بات بنانی لازم تھی۔ چنانچہ میں نے کہا "نہیں! وہ دراصل ابھی ابھی ایک دوست نے نہایت دل پسند کھانے کی چیز میرے سامنے لا کر رکھی ہے۔ میں اس بارے میں کہہ رہا تھا۔" کہنے کو تو یہ الفاظ میں نے کہہ دیے۔ مگر جب کمرے میں موجود ڈاکٹر سے آنکھیں چار ہوئیں تو وہ مسکرا رہا تھا۔ میں نے ندامت سے منہ پھیر لیا۔ وہ بھی دل میں کیا کہتا ہوگا کہ کتنا جھوٹا شخص ہے۔
"پیارے ڈرنینکوف، تم بہت کام کے آدمی نکلے۔ کیا دلدوز خبر سنائی ہے ... کامریڈ کولاکوف کی اچانک موت کے بارے میں جو رپورٹ تمہارے اخبار میں چھپی ہے مہربانی کر کے شروع سے آخر تک سُنا دو۔"
"سنو! ہم اپنے قارئین کو نہایت رنج و غم سے اطّلاع دیتے ہیں کہ ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء کو پولٹ بیورو کے معزز رکن سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کے ممبر، یو ایس ایس آر سپریم سوویت کے ڈپٹی اور سوشلسٹ لیبر کے نامور ہیرو کامریڈ فائیوور ڈلوی ڈوزخ کولاکوف

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ اس وقت ان کی عمر کا ۶۱ واں سال شروع ہوا تھا... ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے کامریڈ کی لاش کا معائنہ کرنے کے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ مجموعی طور پر اُن کی صحت اچھی تھی اور دل کے لیے خطرہ نہ تھا... آنجہانی کی وفات پر جن افراد نے تعزیت..."

"میرا خیال ہے کہ اتنا بہت ہے... زیادہ تکلیف نہ کرو..." میں نے ڈرائیور کو مزید پڑھنے سے روک دیا۔ "تاہم اتنا بتا دو کہ کولاکوف کا معائنہ جن ڈاکٹروں نے کیا، اُن کے نام کیا کیا ہیں۔"

"رپورٹ میں کسی ڈاکٹر کا نام درج نہیں ہے۔" اس نے بتایا۔ "صرف اتنا بتایا کہ وزارتِ صحت کی جانب سے کولاکوف کی لاش کا معائنہ کرنے کے لیے ایک میڈیکل کمیشن مقرر کیا گیا۔"

"بہت بہت شکریہ"... میں نے فون بند کر دیا۔ اگرچہ جو کچھ مجھے درکار تھا، اس کا ایک جزو میرے علم میں آ چکا تھا۔ اس کے باوجود میں نے میجر آکو بیان کو دوبارہ فون کیا۔ اُس نے ۲۵ مئی سے ۲۷ مئی ۱۹۷۶ء تک کے واقعات ایک کاغذ پر درج کر رکھے تھے۔ ان کے مطابق ماسکو میں قتل کی دو وارداتیں ہوئیں، ہوٹل رُوسیا میں آگ لگی، پرفیوم فروخت کرنے والے ایک اسٹور میں نقب لگائی گئی، زنا بالجبر کے تین واقعات ہوئے، غل غپاڑے، آوارہ گردی اور چوری چکاری، جیب تراشی وغیرہ کے ۱۴ کیس رجسٹر کیے گئے۔

۱۵ جولائی تا ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے دوران بدمعاشی، شورہ پشتی، چوری، ڈکیتی کی ۲۱۷ وارداتیں ماسکو میں ہوئیں۔ زنا بالجبر کے پانچ واقعات ہوئے۔ قتل کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ پانچ مچھیرے ضرورت سے زیادہ شراب پی گئے۔ نتیجہ یہ کہ دو دریائے ماسکوا میں ڈوب کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور پولٹ بیورو کے رکن کامریڈ کولاکوف اکسٹھ برس کا آغاز ہوتے ہی دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔

ابھی میں یہ تمام معلومات اپنے ذہن میں ترتیب سے محفوظ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈاکٹر شازوف نمودار ہوا۔

"اچھا تو تم یہاں ہو... میں حیران تھا کہ کدھر چلے گئے آؤ چلیں... کامریڈ سُسلوف فی الحال آرام کر رہے ہیں..."

ہم دونوں خاموشی سے اس ہولناک مکان سے باہر آ گئے۔ کریملن ہسپتال کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں، تاہم جنگل میں اندھیرے کا راج تھا۔ کچھ فاصلہ چپ چاپ طے کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کہا: "میرا اندازہ ہے کہ وہ ابھی مرنے میں کچھ دن اور لے گا... ایسا سخت جان آدمی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا... جانے وہ اب تک زندہ کیسے ہے۔ بہرحال یہ بات ماننی پڑے گی کہ میخائل سُسلوف کی کسی کو ضرورت نہیں ہے۔ ان کا لڑکا بھی اپنے باپ کو دیکھنے نہیں آیا... وہ کسی شراب خانے میں دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑا ہو گا..."

ڈاکٹر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگایا اور کہنے لگا "البتہ ایک شخص اس دُنیا میں اب بھی ایسا ہے جسے سُسلوف کی شدید ضرورت ہے... اور اس کی خواہش یہ ہو گی کہ وہ فی الحال مرنے کا نام نہ لے..."

میں نے سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر پوچھا: "کون ہے وہ شخص؟"

"تم ہو میرے دوست... تمہیں جنرل زیوی گن کی پُراسرار موت کا کھوج لگانا ہے۔ جس کا ایک کردار سُسلوف بھی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ سُسلوف ہی اس خونیں ڈرامے کا سب سے بڑا اور مرکزی کردار ہے۔ اگر وہ اپنا بیان دیے بغیر مر جاتا ہے تو تمہاری ساری محنت اکارت جائے گی۔ بولو کیا میں غلط کہتا ہوں؟"

"نہیں تم سو فیصد ٹھیک کہتے ہو ڈاکٹر... مجھے اس وقت سُسلوف کی بیوی اور بیٹے سے کہیں زیادہ اُس کی ضرورت ہے۔"

چند لمحے ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے... فضا میں بے پناہ ٹھنڈک تھی اور اس وقت برف باری نہیں ہو رہی تھی: تاہم اندازہ ہوتا تھا کہ کسی بھی لمحے برف باری کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔ دفعتہً میں نے ڈاکٹر شازوف سے ایک سوال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کیا: "کامریڈ کولاکوف اور کامریڈ مُسلوف کے مابین مراسم کیسے تھے؟"
ڈاکٹر کے حرکت کرتے ہوئے قدم رُک گئے۔ اُس نے انتہائی تعجب سے میری
طرف دیکھا اور بولا: "تمہیں اس وقت کامریڈ کولاکوف کیونکر یاد آیا؟ اُسے مرے
ہوئے تین برس بیت چکے ہیں۔"

"کبھی کبھی مرے ہوئے عظیم لوگوں کو بھی یاد کر لینا چاہیے، ڈاکٹر شازوف!" میں
بے حد سنجیدہ تھا۔ "کیا اس کی موت ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء کی صبح حرکتِ قلب بند ہو جانے
سے واقع ہوئی تھی؟ اور غالباً اُسی روز کامریڈ مُسلوف نہایت خراب اور خستہ
حالت میں کریملن ہسپتال لائے گئے تھے؟"

ڈاکٹر شازوف نے آخری کش لے کر سگریٹ فرش پر پھینکا اور اُسے جوتے سے
مسل دیا۔

"میرا خیال ہے برزنیف نے اس معاملے کی تحقیق کے لیے تمہارا انتخاب کرنے
میں غلطی نہیں کی۔" اس نے قہقہہ لگایا: "برزنیف ہمیشہ ذہین اور اہل شخص پر نظر رکھتا
ہے۔ خواہ وہ اس کا قریبی رشتے دار ہو یا کوئی اور ... آؤ، اپنے دفتر میں بیٹھ کر گفتگو
کریں گے۔" ایک بار پھر ہم آمنے سامنے اُسی کمرے میں بیٹھے تھے جو ڈاکٹر شازوف کا
خصوصی دفتر تھا۔ اُس نے حسبِ عادت الماری کھول کر بوتل نکالی، دو گلاس بھرے،
چسکی لگائی۔ پھر مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا: "سنو کامریڈ! تم لاکھ ذہین اور بہادر سہی
مگر ہر جگہ ذہانت کام آتی ہے نہ بہادری۔ بہت سے واقعات و حالات ایسے ہوتے
ہیں جن سے نگاہ بچا کر گزر جانا ہی دانائی میں شامل ہے ... اُمید ہے جو کچھ میں کہہ رہا
ہوں، تمہاری بڑی سی کھوپڑی میں سما رہا ہو گا۔"

میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر نے ایک لحظہ توقف کے بعد اپنی بات
جاری رکھتے ہوئے کہا: "کریملن کے اندرونی اور برسوں سے پوشیدہ رازوں کے
پیچھے مت پڑو ... اس کا کوئی فائدہ نہ ہو گا ... مُسلوف اور کولاکوف کے درمیان
کیا تعلقات تھے، یہ جاننا تمہارا مسئلہ نہیں ... تم صرف یہ معلوم کرو کہ زیوی گن کی
موت کا سبب کیا ہے۔ اُس نے خودکشی کی یا اُسے قتل کیا گیا؟ اس سے زیادہ گہرائی
میں جانا قطعی سودمند نہیں ... کیا تم اپنے دوست کرنل وٹیلوف کا بھیانک انجام بھول
گئے؟ اور پھر وہ تمہاری سرکس والی داشتہ کیا نام تھا اس کا؟ نینا! اس کا کیا حشر ہوا؟
جن افراد سے تمہارا معاملہ ہے، وہ معمولی نہیں ہیں۔ اُن کے ہاتھ اور پاؤں خاصے لمبے
ہو چکے ہیں ... مادام نادیا میلینا پاولینیا کے آفس میں تمہارے ساتھ جو سلوک کیا
گیا، وہ مناسب تھا؟"

ڈاکٹر شازوف کی معلومات پر میں دنگ رہ گیا۔ وہ مجھے ایک ڈاکٹر کے بجائے
خفیہ پولیس کا سراغ رساں نظر آ رہا تھا۔

"دیکھو! میں ایک سرجن ہوں ... اگر مجھے کسی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے
طلب کیا جاتا ہے تو میرا کام صرف اتنا ہے کہ لاش کا پوسٹ مارٹم کروں اور اپنی رپورٹ
لکھ دوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ کروں گا تو وہ میرے پیشے کے وقار اور فرائض کے حدود
سے باہر قدم رکھنے کی حرکت ہو گی۔ مثلاً: میں یہ معلوم کروں کہ جس لاش کا پوسٹ مارٹم
کیا جا رہا ہے۔ وہ کس کی ہے۔ اُس کے اشغال کیا تھا؟ وہ کس اخلاق یا کردار کا آدمی
تھا؟ اس کے تعلقات کن کن لوگوں سے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں جاننا میرے لیے
قطعی فضول ہو گا۔ اسی پر خود کو قیاس کر لو ... ظاہر ہے زیوی گن کی خودکشی یا قتل میں آنجہانی
کامریڈ کولاکوف کا کوئی عمل دخل ممکن نہیں، اس لیے کہ اُسے دُنیا سے رخصت ہوئے تین
سال گزر چکے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے فرض کرتے ہیں کہ مُسلوف اور کولاکوف کے مابین
مراسم اچھے تھے، تب بھی تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا ... میں محض تمہاری خاطر مُسلوف
کو قبر کے اندر جانے سے رُکے ہوئے ہوں۔ ویسے اس کی اصل جگہ قبر ہی ہے اور یقین
کرو اس بدمعاش مُسلوف کا چوکھٹا مجھے پسند نہیں۔ اس کے باوجود ایک ڈاکٹر
کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں اُسے مریض سمجھ کر ممکن حد تک بچانے کی کوشش
کروں۔ اسی طرح تمہارا فرض ہے کہ جرائم پیشہ افراد کو قانون کے حوالے کرو۔ اس میں ذاتی
پسند ناپسند کا دخل نہ ہونا چاہیے۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ برزنیف تن تنہا

 Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنی بقا اور سلامتی کی جنگ لڑ رہا ہے ... اس کے گرد سازشوں، عیّاریوں اور رنگا رنگ کے کئی جال پھیلا دیے گئے ہیں ... پولٹ بیورو میں ایک دو ارکان کے سوا سب دکھاتے کی فکر میں ہیں۔ اس کا سب سے بڑا حریف یوری آندروپوف ہے ... اس کی چال ڈھال، شکل صورت اور بات چیت سے تم کبھی اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس کے ذہن میں کیا ہے اور اگلے لمحے وہ کیا کریگا ... کے جی بی کا سارا انتظام اس شخص کے ہاتھ میں ہے اور کسی کو اُس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں ... یہی حال میڈیا کا ہے ... کیا تم سمجھتے ہو بر زنیف احمق ہے؟ اُسے ان تمام باتوں کا علم نہیں؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ ریگنکوف کیا کر رہا ہے، اور مادام پاولنیا کی سرگرمیاں کس حد تک تکلیف دہ ہیں؟"

اس کا چہرہ شدّتِ جذبات سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اس نے شیشے کا گلاس زور سے پر پٹخا اور اٹھ کر کھڑکی کی طرف گیا ... کھڑکی کے باہر تاریک جنگل تھا اور جنگل سے پرے ماسکو کی سر بفلک عمارتوں میں بتیاں جھلملا رہی تھیں۔ کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد وہ پلٹا اور میرے قریب آ گیا۔" اس وقت ملک کے دو بڑے آدمی بیمار ہیں اور عجیب اتّفاق ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں۔ دوسرا اتفاق یہ ہے کہ دونوں مریض میری نگرانی میں ہیں ... اگرچہ ان میں سے ایک مریض اپنے ذاتی معالج کی حفاظت میں ہے، تاہم وہ اپنی زندگی کے دن تیزی سے پورے کر رہا ہے۔ میرے حساب سے وہ مر چکا ہے۔ اُس کے سانس گنتی کے ہیں، جبکہ بر زنیف کی حالت اچھی نہیں ہے مگر زلیوی گن کی موت سے وہ اندرونی طور پر ہل گیا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے حریفوں کی موجودگی میں بر زنیف اکیلا کب تک لڑ سکتا ہے" میں نے کہا" ایک نہ ایک دن ..."

"ہاں ... تم ٹھیک کہتے ہو شمرایوف ..." ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔" ایک نہ ایک دن بر زنیف کی باری بھی آ جائے گی۔ بہر حال، یہ کھیل مدتوں سے جاری ہے اور کون جانے کب تک جاری رہے گا ... اس وسیع و عریض سٹیج پر ہر شخص اپنا اپنا کردار ادا کرنے پر مجبور ہے ..."

اُس نے نیا سگریٹ سلگایا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ سخت ذہنی اذیت سے گزر رہا ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا ... کوئی اہم اور ضروری بات۔ مگر شاید کسی مصلحت کے باعث کہہ نہیں پاتا تھا۔ آخر میں نے کہا:" ڈاکٹر شازوف، تم سے مل کر مجھے صحیح معنوں میں خوشی ہوئی ... میں دیکھتا ہوں تم اندرونی طور پر شدید اضطراب کا شکار ہو۔ اگر مجھ پہ بھروسہ کرو تو بتاؤ کیا بات ہے، ممکن ہے میں کوئی مناسب مشورہ دے سکوں۔"

اُس نے سگریٹ کی راکھ خوبصورت ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے کہا:" میں تمہارا شکر گزار ہوں کامریڈ ... مجھے تم سے ایسی ہی توقع تھی۔ فی الحقیقت میں شدید ذہنی کرب سے گزر رہا ہوں ... مجھ پر اس ملک کے سب سے اہم اور نازک شخص کی دیکھ بھال کا فرض عائد ہوتا ہے۔ میری ذرا سی بھول چوک ناقابلِ تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے ... بر زنیف اگرچہ بے حد مضبوط اور ٹھوس اعصاب کا مالک رہا ہے۔ مگر عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ اس کی حالت میں خاصا تغیّر و تبدّل آ گیا ہے ... پھر جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ان دنوں وہ خود کو بالکل اکیلا سمجھتا ہے۔ تم خود بتاؤ وہ کسے اعتماد اور بھروسے کے قابل خیال کرے ... بات مختصر کر کے میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بر زنیف کو کچھ ہو گیا اور پولٹ بیورو کا کوئی ایسا رکن برسر اقتدار آیا جو بر زنیف کا چوکھٹا دیکھنا پسند نہ کرتا ہو تو خود اندازہ کر لو کہ ہمارا کیا حشر ہو گا، لہٰذا تمہیں اور مجھے اور ہر اس فرد کو جسے بر زنیف نے کوئی ذمّے داری سونپی ہے، اپنی جانب سے پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ بر زنیف کے ہاتھ مضبوط ہوں اور جو حریف اُس کی جگہ لینے کے خواہشمند ہیں، انہیں مایوس ہونا پڑے۔"

میں حیرت سے اُس کی صورت تکتا رہا ... جواب میں کچھ کہنے کے لیے میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔

اُس نے اپنی رِسٹ واچ پر نظر ڈالی اور بوکھلا کر کہا:" غضب ہو گیا ... بر زنیف کا معائنہ کرنے کا وقت سر پر آ گیا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "میرے لئے کوئی ہدایت؟"

"کچھ نہیں ۔۔۔ اپنے کام میں لگے رہو۔۔۔" اُس نے کہا۔ "میں اس وقت برزنیف کے پاس جا رہا ہوں۔۔ تمہیں اُس سے کچھ کہنا ہے تو ایک کاغذ پر لکھ کر میرے حوالے کر دو۔۔۔ میں تمہاری تحریر پڑھے بغیر برزنیف تک پہنچا دوں گا۔"

مجھے اپنی حسِ سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا:

"کیا کہتے ہو، میں برزنیف کو خط لکھوں؟"

"ہاں ہاں ـــ جلدی کرو ۔۔۔ میری میز پر کاغذ اور قلم دونوں چیزیں موجود ہیں، خیال رہے تمہاری تحریر مختصر ہو۔"

میں نے کانپتی اُنگلیوں سے ہاتھ میں قلم تھاما اور لکھنا شروع کیا:

"مائی ڈیئر کامریڈ لیونڈ برزنیف! آپ نے مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا، میں اُس کے لیے آپ کا ہمہ تن شکر گزار ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ عرض کر دینا نہایت مناسب سمجھتا ہوں کہ انتہائی کم وقت میں ایسے کٹھن اور نازک معاملے کی تفتیش تن تنہا میرے بس کا کام نہیں ہے۔ ماسکو کریمنل انوسٹی گیشن کے تھرڈ سیکشن میں کرنل وٹیلوف واحد آدمی تھا جو میری مدد کر سکتا تھا مگر آپ جانتے ہیں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ دوسرے درجے پر ماسکو سٹی پراسیکیوٹر آفس کا ایک شخص شیتی چیتی ہے جو خاصا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے اس شخص کی خدمات مستعار دے دیں یا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا آدمی جو قابلِ اعتماد ہو اور اس کیس میں مدد دے سکے، آپ فراہم کریں، ورنہ میں مقررہ وقت تک اپنا کام مکمل نہیں کر پاؤں گا۔ کیا میں توقع کر دوں کہ آپ اوّلیں فرصت میں اس عریضے پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے؟

آپ کا نیاز مند اور ہر طرح فرمانبردار

ایگور ایسو فوچ شمرایوف۔"

میں نے یہ پرزۂ کاغذ فولڈ کیے بغیر ڈاکٹر شازوف کی طرف بڑھایا۔ "تم اسے پڑھ لو۔۔۔ اگر کوئی جملہ مناسب نہ ہو تو بتاؤ، میں حذف کر دوں گا۔"

اُس نے نہایت غور سے یہ تحریر دیکھی اور مطمئن ہو کر اثبات میں گردن ہلائی۔ کمرے سے نکلتے وقت ایک بار میری نظر مسلوف کی میڈیکل ہسٹری پر پڑی۔ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا:

"کیا جنرل زریوی گن کو کبھی یہ فائل دیکھنے کا موقع ملا؟"

"نہیں، زریوی گن بے چارہ اسے کب اور کہاں دیکھتا؟ خود میں نے پہلی بار یہ فائل دیکھی ہے۔ شاید میں تمہیں بتانا بھول گیا کہ اس فائل کے تمام اندراجات ڈاکٹر شمٹ کے قلم سے ہیں اور یہ فائل کامریڈ مسلوف سات قفلوں میں بند رکھتے تھے۔"

میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کے اناٹومی ڈیپارٹمنٹ میں آنے کا مجھے کئی بار اتفاق ہُوا تھا لیکن اس عمارت میں داخل ہوتے ہی جی بُری طرح متلانے لگتا ـــ اندرونی فضا میں ہر وقت انسانی لاشوں کی بُو پھیلی رہتی تھی اور یہاں کام کرنے والے لوگ قصابوں سے کسی مختلف نہ تھے۔ لاشوں کی چیر پھاڑ اور دن رات پوسٹ مارٹم ہی ان کا اصل کام تھا۔ اناٹومی کے پروفیسر ڈاکٹر بورس گربڈس سے ملاقات میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ہم دونوں مدتوں سے ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔ وہ نسلاً اور مذہباً یہودی، پست قد اور مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ سفید سفید چہرے پر کالی ڈاڑھی اور گنجے سر کے ساتھ جسم پر سفید ایپرن پہنے اور ہاتھ میں لمبی سی چمکدار چھُری لیے جب وہ انسٹیٹیوٹ کی لمبی راہداریوں میں تیزی سے چلتا تو اس میں اور ایک جلّاد صفت قصاب میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا، تاہم طبیعت کے اعتبار سے وہ بُرا نہ تھا۔

جس وقت میں اس سے ملا وہ ایک لاش کی چیر پھاڑ میں مصروف تھا۔ مجھے جھرجھری سی آگئی۔

"آؤ شمرایوف۔۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ "بہت دن بعد صورت دکھائی۔ اکیلے آئے ہو یا کوئی اور بھی ساتھ ہے؟"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔۔ "میں ہمیشہ اکیلا ہی آتا ہوں، ڈاکٹر بورس!"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اوہ تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔" وہ ہنس پڑا "میں کہہ رہا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی لاش وغیرہ بھی لائے ہو یا نہیں یہاں بغیر لاش کے آنا منع ہے ... ہم بوچر ہیں ہمیں ہر وقت لاشوں کی ضرورت ہے ... تازہ لاشوں کی ..."

"فی الوقت تم مجھے ہی زندہ لاش سمجھ لو۔" میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "ویسے ماسکو میں لاشوں کی کمی نہیں۔ ہر پانچ دس منٹ بعد کوئی نہ کوئی بدنصیب لاش میں تبدیل ہو جاتا ہے ... ابھی تین چار دن پہلے تمہارے ہاں کئی لاشیں آئی ہوں گی!"

بورس نے لمبی سی میز پر پڑی ہوئی لاش سفید چادر سے ڈھانپ دی، ہاتھوں سے تنگ دستانے اتارے اور مجھے اپنے کمرے کی جانب لے جاتے ہوئے بولا:

"شمرایوف! تمہارا آنا کبھی خالی از علت نہیں ہوتا ... اس سے پہلے کہ میرا بلڈ پریشر بڑھے، جلدی سے بتا دو کیا کام ہے۔"

"میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ جنرل زیوی گن کی لاش کو آخری مراحل کے لیے کس نے تیار کیا تھا؟"

"تمہارا مطلب ہے پوسٹ مارٹم کے بعد؟"

میں نے اثبات میں جواب دیا۔ ڈاکٹر بورس نے کہا: "جنرل زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم انسٹی ٹیوٹ کے تین ڈاکٹروں کی ٹیم نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ ان کے نام رپورٹ کے نیچے درج ہیں۔ ڈاکٹر نمانوف، ڈاکٹر زلوا دوف اور ڈاکٹر سیمونوف۔ پوسٹ مارٹم کے مراحل طے ہونے کے بعد بقیہ کام جس شخص نے پورا کیا، اس کا نام سینڈٹی ... اگر تم سینڈٹی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمہیں امریکن برانڈی کی ایک بوتل فراہم کرنا ہوگی۔ اس رشوت کے بغیر وہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے گا ... لہٰذا بھاگے بھاگے جاؤ اور امریکن برانڈی کی ایک بوتل لے آؤ ... پھر میں سینڈٹی سے تمہاری ملاقات کرا دوں گا۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو؟ ڈاکٹر بورس!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں ایک سرکاری آدمی ہوں اور سرکاری طور پر زیوی گن کے حادثے کی تفتیش کر رہا ہوں اور تم مجھ سے

امریکن برانڈی کی بوتل بطور رشوت طلب کر رہے ہو؟"

"یار، سمجھنے کی کوشش کرو۔" ڈاکٹر بورس ہنستا گیا۔ "میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگ رہا ہوں ... سینڈٹی کے لیے کہہ رہا ہوں ..."

امریکن برانڈی کی بوتل منگوانے میں دس منٹ لگے۔ بوتل آنے کے بعد اس نے اپنے اسسٹنٹ کے ذریعے سینڈٹی کو بلوایا۔ میرا خیال تھا وہ کوئی نوجوان ہوگا لیکن جب سینڈٹی کمرے میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا، وہ دبلا پتلا اور سفید بالوں والا ساٹھ برس کا بڈھا تھا۔ اس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور دھنسی ہوئی آنکھوں کے نیچے لٹکا ہوا گوشت اس حقیقت کی چغلی کھا رہا تھا کہ وہ شراب کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ سینڈٹی خود ایک بھیانک اور ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند نظر آ رہا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں آیا، ڈاکٹر بورس نے مجھ سے کہا: "یہ سینڈٹی ہے، اس انسٹی ٹیوٹ کا سب سے پرانا اور انتہائی تجربے کار کارکن، اپنے فن میں ماہر ... پوسٹ مارٹم کے بعد کٹی پھٹی لاشوں کو کفن دفن کے قابل بنانا اسی کا کام ہے ... اگرچہ سینڈٹی کو اب تک ریٹائر ہو جانا چاہیے تھا، تاہم اس جیسا ماہر فن پورے ملک میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس لیے ہم لوگوں نے اسے ابھی تک ریٹائرڈ نہیں ہونے دیا۔"

سینڈٹی نے سوکھا سا منہ کھولا اور مسکرا دیا۔ معلوم ہوا اس کے نصف سے زیادہ دانت غائب ہیں۔

میں نے اٹھ کر اس گھناؤنے شخص سے مصافحہ کیا، اس کے ہاتھوں سے اس وقت بھی عجیب قسم کی ناگوار بو اٹھ رہی تھی۔ بورس نے میرا تعارف کرایا۔ سینڈٹی کے چہرے پر خوف کے سے آثار نمودار ہوئے۔ جانے وہ مجھے کیا سمجھ رہا تھا۔ مصافحہ کرتے ہی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بورس سے کہنے لگا:

"میرے لیے کیا حکم ہے؟ جلدی بتا دیجیے ... آج کام بہت زیادہ ہے ... آپ کو معلوم ہے کل چار لاشیں آئی تھیں اور انہیں آج ہی تیار کرنا ہے۔"

"ہاں ہاں! میں جانتا ہوں ... تم مصروف آدمی ہو مگر یہ دیکھو، کیا چیز ہے؟" کامریڈ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شمرالیوف تمہارے لیے بطورِ خاص لائے ہیں۔"

امریکن برانڈی کی بوتل دیکھتے ہی سینڈی کی دھنسی ہوئی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ ڈاکٹر بورس نے بوتل اس کی طرف بڑھائی، سینڈی نے بھی دونوں ہاتھ دراز کیے۔ لیکن بورس نے دفعتہً بوتل پیچھے ہٹا لی اور کہا: "ارے ہاں، یاد آیا۔ کامریڈ شمرالیوف تم سے ایک دو باتیں پوچھنا چاہتے ہیں۔"

اس نے سوالیہ نظریں میرے چہرے پر جما دیں۔ ایک بار پھر اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔

"مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟" سینڈی نے زیرِ لب کہا: "پوچھیے کیا پوچھنا..."

"ابھی چند روز پہلے تم نے جنرل زیوی گن کی لاش 'تیار' کی تھی... میں اسی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے دیکھا سینڈی کی انگلیاں کانپ رہی ہیں۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا، سگریٹ سلگاتے ہوئے اس کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔ ماچس کی تین تیلیاں خرچ کرنے کے بعد سگریٹ سلگ سکا۔ اس نے گہرا کش لیا اور برانڈی کی بوتل پر نگاہ جماتے ہوئے بولا:

"جنرل زیوی گن... ہاں... وہ... کے جی بی والا زیوی گن... بے شک"

"خوب سوچ کر بتاؤ سینڈی..." میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے
"تم نے جنرل زیوی گن کی لاش پوسٹ مارٹم سے پہلے دیکھی تھی؟"

اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "پوسٹ مارٹم سے پہلے کوئی لاش مجھے دکھائی نہیں جاتی۔"

"گویا پوسٹ مارٹم کے بعد تمہارا کام شروع ہوتا ہے؟"

"جی ہاں..." اب ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی کانپ رہی تھی
نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "گھبراؤ مت... میں تمہیں جیل بھجوانے نہیں آیا۔ بس میرے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دو... جنرل زیوی گن کی لاش ج

پوسٹ مارٹم کے بعد تمہارے پاس بھیجی گئی، تب تم نے کیا دیکھا؟"

"میں نے دیکھا کہ اس کی کھوپڑی میں کنپٹی کے قریب ایک گہرا زخم ہے... یہ زخم گولی لگنے سے آیا تھا۔"

"بالکل ٹھیک... تمہارا اندازہ درست تھا سینڈی اب سوچ کر بتاؤ کہ اس زخم کے علاوہ تم نے جنرل کے جسم پر کوئی اور زخم بھی دیکھا؟"

"کرسی پر بیٹھ جاؤ سینڈی" ڈاکٹر بورس نے کہا۔ پھر اس نے برانڈی کی بوتل کھولی۔ ایک گلاس بھرا اور سینڈی کے آگے رکھ دیا۔ سینڈی نے بے تابی سے گلاس اٹھا کر ایک ہی گھونٹ میں خالی کیا۔ وہ منظر میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ یوں محسوس ہوا جیسے شراب معدے میں جاتے ہی اس کے اندر زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ آئی اور وہ آگے جھک کر کہنے لگا: "کسی لاش کے زخموں کا معائنہ کرنا میرے فرائض میں داخل نہیں جناب، میں نے جنرل زیوی گن کی ٹیڑھی گردن سیدھی کی، اسے نئے کپڑے پہنائے۔"

"نئے کپڑے!" میں نے حیرت سے کہا۔ "نئے کپڑے پہنانے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ سینڈی!"

"جناب، زیوی گن کے پرانے کپڑے خون میں تر تھے... خاص طور پر اس کی اندرونی جیکٹ... پشت کی جانب سے یہ جیکٹ تار تار ہوگئی تھی اور اس پر بہت خون جما ہوا تھا..."

میں اس بات پر چکرا کر رہ گیا۔ "کیا کہتے ہو! زیوی گن کی جیکٹ پشت کی طرف سے تار تار تھی اور اس پر خون جما ہوا تھا؟"

"جی ہاں جناب... میں نے خود دیکھا... مجھے اچھی طرح یاد ہے... جیکٹ چھلنی ہوئی تھی..."

"وہ جیکٹ اس وقت کہاں اور کس کے قبضے میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

سینڈی نے بوتل کی طرف دیکھا۔ میں نے جلدی سے اس کا گلاس بھر دیا۔ اس

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مرتبہ اس نے ایک ہی گھونٹ خالی نہیں کیا. بلکہ دو تین چسکیاں لیتے کے بعد گلاس اپنے آگے رکھ دیا۔ "کیا پوچھا جناب آپ نے؟" اس نے سوال کیا۔ "معاف کرنا میں نہیں سُن سکا تھا!"

"مَیں نے پوچھا تھا کہ زیوی گن کی وہ جیکٹ کہاں اور کس کے پاس ہے۔"

"آہا... وہ جیکٹ... وہ جیکٹ..." اُس نے کچھ غور کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا ٹھہریں میں یاد کر لوں جناب. کہاں گئی وہ جیکٹ... ہاں... یاد آ گیا جناب... وہ جیکٹ ایک عورت لے گئی تھی...!"

"عورت لے گئی تھی!" میری حیرت دم بدم بڑھتی جا رہی تھی۔ "کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ زیوی گن کی جیکٹ کوئی عورت لے گئی ہے؟"

"جی ہاں... جناب... وہ عورت ہی تھی... ہاں... وہ دراصل زیوی گن کیلئے نئے کپڑے لے کر آئی تھی!"

میں سمجھ گیا کہ سینڈی آؤٹ ہو چکا ہے... شراب اس پر اثر انداز ہو رہی تھی ورنہ یہ اول فول بکنے کا کیا مطلب تھا؟ میں بورس گریڈس کی طرف قہر آلود نظروں سے گھورا۔ خواہ مخواہ امریکن برانڈی کی خرید میں میرے پیسے ضائع کرا دیے۔ بورس مسکرایا اور کہنے لگا:

"سینڈی کبھی جھوٹ نہیں بولتا... یہ جو کچھ کہہ رہا ہے پورے ہوش و حواس میں کہہ رہا"

"کون تھی وہ عورت؟" مَیں نے آواز اونچی کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اسے جانتے ہو"

"مجھے بتایا گیا تھا جناب کہ وہ زیوی گن کی بیوی ہے۔" سینڈی نے اطمینان سے جواب دیا۔ "لیکن مہربانی کر کے آپ یہ بات کسی کو نہ بتلائیے گا..."

"کیوں نہ بتاؤں؟ اس سے آخر کیا فرق پڑے گا؟"

"بہت فرق پڑے گا جناب!" وہ ایک دہشت زدہ نظر آنے لگا۔ "ہو سکتا ہے وہ مجھے نقصان پہنچائے۔"

"کون نقصان پہنچائے گا تمھیں؟" مَیں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "بے خوف ہو کر بتاؤ... میں

یقین دلاتا ہوں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"وہی عورت... جو خود کو زیوی گن کی بیوی بتاتی تھی، اس نے مجھ سے کہا تھا جیکٹ کا ذکر کسی سے نہ کروں..."

ٹھیک ہے... تم جا سکتے ہو سینڈی... تمہارا بہت بہت شکریہ..." مَیں اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس بظاہر خبطی اور مجہول سے شخص نے مجھے وہ باتیں بتائی تھیں جو نہایت قیمتی تھیں اور جن سے اس کیس پر نئی روشنی پڑتی تھی اور اب مجھے اپنی منزل قریب نظر آ رہی تھی۔

مجھے خواب میں یوں لگا جیسے میرے اپارٹمنٹ کی کال بیل پوری قوت سے بج رہی ہے... لیکن جب ایک جھٹکے سے میری آنکھیں کھُلیں تو مَیں نے محسوس کیا کہ وہ خواب نہ تھا. بلکہ کال بیل واقعی چیخ رہی تھی. میں نے سرہانے رکھی ہوئی میز پر لیمپ کا بٹن دبایا، کمرے میں ہلکی سی نیلی روشنی پھیل گئی. ٹائم پیس پر نگاہ ڈالی، رات کا ایک بجا تھا... آدھی رات کے بعد یہ کون ہے جو مجھے پریشان کرنے چلا آیا؟ گرم بستر سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر گھنٹی مسلسل بج رہی تھی. پھر زور زور سے دروازہ پیٹے جانے کی آواز اُس میں شامل ہو گئی. مَیں نے اونی مفلر گردن پر لپیٹا، بستر سے نکلا، تکیے کے نیچے رکھا ہوا ریوالور ہاتھ میں لیا اور خواب گاہ سے نکل کر دروازے کی طرف چلا۔ اندازہ ہُوا کہ باہر کئی آدمی موجود ہیں. مَیں نے خوف پر حتی الامکان قابو پاتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا:

"کون ہے"؟

"کامریڈ شمرایوف؟" میرے سوال کے جواب میں اُدھر سے سوال کیا گیا۔ آواز بھاری اور نامانوس تھی۔

"ہاں... مَیں شمرایوف ہوں... آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

"دروازہ کھولو یار... اتنی دیر سے باہر سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں ہم لوگ..."

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس بار دوسری آواز تھی اور اسے پہچاننا میرے لیے دشوار نہ تھا۔

"ویلنٹن شیبنی چینی؟ کیا تم ہو"؟

"ہاں. مَیں ہی ہوں اور میرے ساتھ دو شریف آدمی اور بھی ہیں۔"

مَیں نے ریوالور بغل میں دبایا اور دروازہ کھول دیا. باہر واقعی تین آدمی موجود تھے دروازہ کھلتے ہی وہ تینوں اندر آ گئے۔ ویلنٹن شیبنی سادہ کپڑوں میں تھا جبکہ دوسرے فوجی وردیاں پہنے ہوئے تھے. مَیں نے ان دونوں کو، باری باری، غور سے دیکھا، لیکن شناخت کرنے سے قاصر رہا۔

"آیئے، اندر آ جایئے..." مَیں نے رسماً کہا۔ ویلنٹن نے معذرت خوانہ لہجے میں کہا:

"معاف کرنا! بے وقت تمھیں زحمت دی... تم شاید گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے ہمارے لیے حکم یہی ہے کہ جلد از جلد تم تک پہنچیں"۔

"مجھے تمہارے آنے سے اطمینان ہُوا... مہربانی کر کے ان صاحبوں کا تعارف کرا

اس سے پہلے کہ ویلنٹن شیبنی کچھ کہتا، جنرل کی وردی میں ملبوس افسر نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا: "میں جنرل زاروف ہوں... کامریڈ برزنیف کے پرسنل باڈی گارڈ کا کمانڈر —اور یہ میرے نائب ہیں کرنل چاکوسوالی... کیا آپ ان دنوں جس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں. اُس میں کچھ دشواریاں پیش آ رہی ہیں؟ اگر ایسی بات ہے تو بے تکلف بتایئے کیا مشکل ہے... ہم آپ کی خدمت کے لیے موجود ہیں۔"

"میں تفصیلات جانے بغیر بات کرتے ہوئے ہچکچایا لیکن ویلنٹن شیبنی نے کہا "شمرایوف! گھبرانے کی ضرورت نہیں... تم نے کامریڈ برزنیف کو جو خط ڈاکٹر شازدو کے ذریعے بھیجا تھا، ہم اُسی کے جواب میں تمہارے پاس آئے ہیں۔"

"ہاں... تمھیں دیکھنے کے بعد مجھے بھی یہی احساس ہُوا تھا..." میں نے کہا اور جنرل زاروف کی طرف دیکھا. مجھے خود پر غصہ بھی آیا کہ جنرل زاروف سے اگرچہ بالمشافہ ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا، تاہم مَیں اُسے سینکڑوں مرتبہ ٹی وی سکرین پر دیکھ چکا تھا اُن تمام سرکاری تقریبات میں جہاں برزنیف کی شرکت لازمی ہوتی اور جنہیں ٹی وی

جاتا، جنرل زاروف ہمیشہ برزنیف کے عقب میں ہوتا. غیر ملکی سربراہوں کے دورے میں بھی اگر برزنیف اُن کی پیشوائی کے لیے ایئر پورٹ یا دوسری جگہوں پر جاتا تب بھی جنرل زاروف کا اُس کے ساتھ رہنا ضروری تھا. بعض اوقات وہ برزنیف کو سہارا بھی دیتا اور یہ اس وقت ہوتا جب برزنیف کو کہیں سیڑھیوں وغیرہ پر چڑھنا پڑتا. زاروف کی اہمیت اور حیثیت کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ برزنیف کے پیچھے زاروف اور زاروف کے عقب میں پولٹ بیورو کے ارکان چلتے تھے۔

اُس کے آنے سے میرے اندر حوصلہ اور اعتماد پیدا ہُوا. میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "جنرل! مَیں تمھیں ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں —اُسے دیکھنے کے بعد تمہیں میری پریشانیوں کا اندازہ ہو سکے گا. آؤ میرے ساتھ..."

وہ فوراً اٹھ کھڑا ہُوا. مَیں اُسے اپنے فلیٹ کی اُس کھڑکی کے قریب لے گیا جو سڑک کی جانب کھلتی تھی. پردہ سرکا کر مَیں نے جنرل زاروف سے کہا: "وہ سامنے کھڑی ایک وین آپ دیکھ رہے ہیں؟ یہ وین ایم ڈسی وی انٹیلی جنس کی ہے اور جو یہیں سے میری نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے فلیٹ میں انٹیلی جنس والے جب جی چاہے گھس آتے ہیں اور مجھے علم ہے کہ انہوں نے میری غیر حاضری میں جابجا مائیکروفون اور سراغرسانی کے دوسرے آلات نصب کر رکھے ہیں... کیا مَیں ان حالات کے اندر اپنے فرائض دلجمعی، رازداری اور سکون کے ساتھ سرانجام دے سکتا ہوں؟ یہ لوگ مجھے مسلسل خوفزدہ کر کے اس کیس سے دستبردار ہو جانے کی ترغیب دے رہے ہیں. اس دوران انہوں نے کئی افراد کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا ہے اور یہ کسی بھی لمحے مجھے بھی ٹھکانے لگا سکتے ہیں"۔

جنرل زاروف کے ہونٹ بھنچ گئے، اور مَیں نے دیکھا کہ مارے طیش کے اُس کے چہرے کا رنگ پہلے سے زیادہ لال ہو گیا۔

"میں ان حرامزادوں کا ابھی بندوبست کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا. مَیں کھڑکی میں کھڑا رہا. وین سے کچھ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فاصلے پر سیاہ رنگ کی دو دو لگا کاریں بھی کھڑی تھیں۔ جنرل زاروف چند لمحے بعد مجھے سڑک پر نظر آیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا جب ان کاروں کی طرف بڑھا تو بیک وقت دونوں کے دروازے کھلے اور پانچ آدمی نکل کر، تیزی سے ... ہوتے، وین کی جانب گئے۔ وین ڈرائیور نے فوراً انجن سٹارٹ کیا۔ اتنی دیر میں پانچوں آدمی وین میں سوار ہو چکے تھے۔ ڈرائیور نے وین کا رُخ موڑا اور نکل ... کی کوشش کی۔ مگر سڑک پر جمی ہوئی برف نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ڈرائیور ... ہمت نہ ہاری اور وین کو سڑک پہ بنی ہوئی پٹڑی پر چڑھا دیا۔ لیکن جنرل زاروف نے جھٹ اپنا ریوالور نکالا اور پے در پے تین فائر کیے۔ سڑک پر دھماکہ سا ہوا ... وین الٹ گئی۔ جنرل نے وین کے پچھلے ٹائروں کو حیرت انگیز طور پر نشانہ ... بے کار کر دیئے تھے۔

اِدھر وین اُلٹی، اُدھر جنرل دوڑ کر وہاں جا پہنچا۔ اُن پانچوں میں سے دو تو ... بچا کر بھاگ نکلے لیکن تین آدمی جنرل کے ہتھے چڑھ گئے۔ ریوالور کی نال پر وہ انہیں بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا میرے فلیٹ میں لے آیا۔ اُن کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ... اور مارے دہشت کے زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ جنرل نے انہیں حکم دیا کہ ... منٹ کے اندر اندر وہ فلیٹ میں پوشیدہ تمام مائیکرو فون، ٹیپ ریکارڈر اور ... طرح کے دوسرے تمام الیکٹرانک آلات نکال لیں ورنہ انہیں شوٹ کر دیا جائے ... اس کے ساتھ ہی جنرل نے گنتی شروع کر دی۔

وہ تینوں چوہوں کے مانند فلیٹ میں بھاگنے دوڑنے لگے۔ انہوں نے کچن ... گیس رِنگ میں سے دو مائیکرو فون برآمد کیے۔ ایک مائیکرو فون میرے پلنگ ... نیچے سے نکالا اور ایک ننھا سا آلہ ٹیلی فون کے ریسیور میں سے خارج کیا۔ یہ سارا کام ... نے سات منٹ میں مکمل کر لیا۔

جنرل زاروف نے اُن پر قہر آلود نگاہ ڈالی اور گرج کر کہا: "بس یہی کچھ تھا ..."
ان تینوں نے سہمے ہوئے خرگوشوں کی طرح اثبات میں گردنیں ہلائیں۔

جنرل نے اپنے نائب کرنل ریگی موف چاکوسوائی کو حکم: "کرنل ... تم ان کے ساتھ ... تک جاؤ۔ وین کے اندر تمہیں جتنی ٹیپیں ملیں، سب نکال لو... ٹیپوں کے ... گرد ہاں کیمرے اور جاسوسی کے دوسرے آلات دکھائی دیں تو انہیں بھی قبضے ... لو...."

کرنل نے ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کیا۔ زاروف نے اُن تینوں سے مخاطب ہو کر کہا: "آج تو تمہیں چھوڑ دیتا ہوں ... اگر آئندہ تم نے کامریڈ شمرالیوف کو تنگ کیا یا کوئی ناشائستہ حرکت کی تو ہڈیاں پسلیاں برابر کر دوں گا۔ تم جانتے ہی ہو میں کون ہوں .. بات اور سن لو، اُس لفنگی عورت میلینیا پاولنیا سے بھی کہہ دینا کہ ہوش کے ناخن لے۔ ... نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ اس کا جب جی چاہے، خاتمہ کر دوں ... آخری ... کرتا ہوں کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے ... اگر صبح پانچ بجے تک اُس نے مجھے ... کیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا پیغام اس تک نہیں پہنچا ... اس کے بعد نتائج کی ذمہ دار ... ہو گی۔ کیا تم لوگوں نے میری بات غور سے سن لی؟"

اُن تینوں نے دوبارہ مشینی انداز میں زور زور سے گردنیں ہلائیں۔

"بھاگ جاؤ یہاں سے ... اور پھر کبھی میں تمہاری منحوس صورتیں دیکھنے نہ پاؤں۔"
کرنل ریگی موف انہیں دھکیلتا ہوا اپارٹمنٹ سے باہر لے گیا۔

"یہ لوگ دراصل لاتوں کے بھوت ہیں، باتوں سے نہیں مانتے۔" جنرل زاروف ... مسکرا کہا۔ شنشی چپتی مزے سے کرسی پر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جنرل نے اس کی ... اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "اس شخص کی خدمات تم نے برزنیف سے طلب کی ... یہ موجود ہے ... اب تم جانو اور تمہارا کام ... برزنیف کی خواہش ہے کہ جو ... نہیں سونپا گیا ہے، وہ وقت پہ ادا ہو جائے ... کوئی اور خدمت میرے ... تو بتاؤ۔"

"کیا آپ کو جنرل زیوی گن آنجہانی کے باڈی گارڈ کا پتہ معلوم ہے؟" میں نے پوچھا۔
جنرل زاروف کی پیشانی پر گہری لکیریں نمودار ہوئیں۔ "نہیں، مجھے اس کا پتہ معلوم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

نہیں ... بلکہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ زیوی گن باڈی گارڈ تھا کون ۔ اتنا جانتا ہوں
کہ زیوی گن کو کے جی بی نے باڈی گارڈ فراہم کیا تھا ۔۔"

"بہت خوب ... بہرحال اس کا سراغ مجھے لگانا ہوگا ... کیا آپ قہوہ پئیں گے

"نہیں، شکریہ ... میں اب چلوں گا ..." وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "کامریڈ شمرانوف
شاید تم نہیں جانتے کہ کس قدر نازک کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور اس کی تکمیل
ہمارے ملک کی سلامتی کا کتنا انحصار ہے ... میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب
کامیابی سے اس کیس کی چھان بین مکمل کر لوگے تو ایک روشن مستقبل تمہارے
ہوگا ... برزنیف کی جانب سے مجھے یہ کہنے کی اجازت دی گئی ہے کہ سرعت
یہ کام کرنا ہے ... اس سلسلے میں جس قدر اخراجات ہوں، ان کی پروا نہ کرنا
تم یہ اپنے پاس رکھو ... مزید ضرورت پڑے تو مجھے آگاہ کر دینا ..."

جنرل زاروف نے اپنے اوورکوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر
نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکال کر میری طرف بڑھائی۔ اس کے ساتھ ایک
بھی تھا۔ میں نے دونوں چیزیں لے کر میز پر رکھ دی۔

براہِ کرم میرا ٹیلی فون نمبر درج کر لو ..." جنرل نے کہا "میرا خاص فون نمبر ہے
۱۷-۱۷-۲۵۳۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے یہ نمبر تمہارے لیے حاضر ہے۔ میں
ہوں گا، کسی تاخیر کے بغیر میرا تم سے رابطہ قائم ہو جائے گا ... خوب غور سے سنو
یاد رکھو کہ کامریڈ برزنیف کی زندگی اور قسمت اب تمہارے ہاتھ میں ہے ...

جنرل کا آخری جملہ جیسے میرے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بن کر اُتر گیا۔ پہلی بار
احساس سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں کہ یہ معاملہ از حد نازک اور اہم
ورنہ اس سے پہلے مجھے یہی گمان تھا کہ جنرل زیوی گن چونکہ برزنیف کا ہم
تھا اور اس کی اچانک خودکشی نے شکوک و شبہات کی فضا پیدا کر دی تھی اس لیے
اپنے اطمینان کی خاطر زیوی گن کی موت کی تحقیقات کرانا چاہتا ہے۔ مگر اب جنرل
کے اس جملے نے تمام صورت حال یکسر پلٹ دی تھی اور میں یہ سوچنے پر مجبور

یعنی زیوی گن کی موت یا خودکشی کا معاملہ نہیں، برزنیف اور اس کے زبردست سیاسی
حریفوں کے مابین اقتدار کی جنگ کا مسئلہ ہے اور اگر اس جنگ میں برزنیف ہار جاتا ہے
اور اس کے حریف برسرِ اقتدار آ جاتے ہیں تو ان سب افراد کی زندگیوں کے دن گنے جا
چکے ہوں گے جنہوں نے برزنیف کا ساتھ دیا ہوگا ... اور ... اُن افراد میں غالباً سرِ
فہرست میرا ہی نام ہوگا ....

اس احساس سے میرے بدن میں کپکپی سی چھوٹنے لگی۔ میں نے زاروف سے کہا:
"میں پوری کوشش کروں گا کہ اس کام کو مقررہ تاریخ کے اندر اندر پایۂ تکمیل
تک پہنچا دوں۔ مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جو کچھ جانتے ہیں، مجھے بتا دیں۔"

جنرل زاروف نے شانے اُچکائے، چند لمحے وہ خاموشی سے میری صورت
تکتا رہا، پھر کہنے لگا:

"میں تمہیں کیا بتاؤں؟ کامریڈ! مجھے خود بھی تفصیلات کا علم نہیں۔ اتنا ضرور
بتاتا ہوں کہ یہ سارا چکر "مسلوف" کا چلایا ہوا ہے ... آپریشن کا سکینڈل کا شاخسانہ
اُس کا پیدا کردہ ہے ... اس نے زیوی گن کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھانے اور اُسے
بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔ زیوی گن کو اندازہ ہو چکا تھا کہ مسلوف،
برزنیف کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کا پختہ ارادہ کر چکا ہے اور اس سازش میں کے جی بی
کے ادارے بڑے بڑے، مسلوف کی مدد کر رہے ہیں .... زیوی گن نے اس
سازش سے برزنیف کو آگاہ کر دیا تھا اور برزنیف نے زیوی گن کو اجازت دے دی
تھی کہ وہ مسلوف کو ختم کر دے ... یہ کوئی ایک ماہ پہلے کا ذکر ہے ... زیوی گن نے
اس کام میں دیر کر دی ... اور مسلوف کو اُس پر وار کرنے کا موقع مل گیا ... اُس
نے زیوی گن کو اپنے دفتر میں بلوایا ... شاید وہ اس کے ذریعے برزنیف سے یہ کہنا
چاہتا تھا کہ وہ کسی سازش میں ملوث نہیں ہے .... زیوی گن مسلوف سے مل کر
سیدھا اپنے آفس گیا اور اس نے خودکشی کر لی ... یہ سب کچھ برزنیف کے لیے
حیران کن تھا ... زیوی گن ایسا آدمی تھا ہی نہیں جو یوں خودکشی کر لیتا ... جب کہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

اُسے کسی طرف سے کوئی خوف نہیں تھا... برزنیف توزیوی گن کی پُشت پر تھا
لہٰذا یہ کہنا کہ زیوی گن نے اپنے کرتوتوں کا راز فاش ہونے کے ڈر سے خودکشی کی
واقعی غلط اور بے بنیاد بات ہے...."

"اس کے معنی یہ ہیں کہ زیوی گن کو سُسلوف کے اشارے پر قتل کیا گیا ہے"

"بظاہر یہی نظر آتا ہے... اور اب تک جتنی رپورٹیں اس ضمن میں مرتب کی گئی
ہیں، وہ بھی اس کی شہادت دیتی ہیں۔"

ایک لحظہ توقّف کرنے کے بعد مَیں نے جنرل زاروف سے پُوچھا:

"کیا آپ کو خبر ہے کہ اس وقت برزنیف کا بیٹا، یُوری کہاں ہے؟"

زاروف اس سوال پر متعجب ہُوا،

"وہ چند روز پہلے تک نکسمبرگ میں تھا... وہ وہاں ایک تجارتی وفد کے
سربراہ کی حیثیت میں گیا تھا۔ غالباً وہ اب ماسکو واپس آچکا ہے... تم نے یوری کے
بارے میں یہ سوال کیوں کیا؟"

"کچھ نہیں... ویسے ہی اُس کا خیال آگیا تھا... اُسے اس وقت اپنے بیمار باپ
کے قریب رہنا چاہیے۔ اور یہی مشورہ مَیں برزنیف کی بیٹی گالینا کو دوں گا...
میلینا کے ساتھ اُس کی گہری دوستی ہے۔"

زاروف نے گہرا سانس لیا۔"

"یُوری کو تو سمجھایا جا سکتا ہے۔ مگر گالینا کو کون سمجھائے؟ وہ خطرناک لوگوں
میں پھنسی ہوئی ہے... خیر، اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو ہوگی... اب میں چلتا ہوں
کوئی اہم معاملہ ہو تو مجھے فون کرنا مت بھولنا... مَیں ہر قیمت پر تمھیں کامیاب
دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مَیں نے اس کا مضبوط اور چوڑا
ہاتھ تھام لیا۔ اُس کے مصافحے میں خلوص کی گرمی پوشیدہ تھی۔

اُس کے جانے کے بعد مَیں نے کرنسی نوٹوں کی گڈّی کا معائنہ کیا۔ یہ دس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہزار روبل کی رقم تھی۔ اس کے قریب ہی لفافہ پڑا تھا۔ مَیں نے لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ایک
رقعہ نکلا۔ یہ برزنیف کا خط تھا۔ کامریڈ شمراوف کے نام۔

"مائی ڈیئر کامریڈ شمراوف... جو کام تمہارے سپُرد کیا گیا ہے، اُمید ہے تم
اسے پُورا کرو گے... اس خط کے ذریعے تمہارے اختیارات میں مزید اضافہ کیا جاتا
ہے... تمام فوجی، قومی اور انتظامی اداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کامریڈ شمراوف
کے احکام کی تعمیل کریں۔

لیونڈ برزنیف

کریملن، ماسکو... ۲۳ جنوری ۸۲ء

چیئرمین یو ایس ایس آر پریذیڈیم، سیکرٹری جنرل سنٹرل کمیٹی، سی پی ایس یو۔"

برزنیف کا یہ مختصر سا خط ابھی میرے ہاتھوں میں تھا کہ باہر ایک زبردست
دھماکہ ہُوا... اپارٹمنٹ میں جیسے زلزلہ آگیا... ویلنٹن شیبنی اُٹھ کر دروازے کی طرف
بھاگا اور مَیں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا... چشم زدن میں ہم دونوں سڑک پر تھے۔
جنرل زاروف کی جیپ گارمی شعلوں میں گھری دھڑ دھڑ جل رہی تھی۔ گاڑی سے
باہر دو آدمی زمین پر پڑے بُری طرح تڑپ رہے تھے... ارد گرد کے فلیٹوں میں
رہنے والوں کی بڑی تعداد آناً فاناً جمع ہو گئی... میں نے دیکھا کہ جنرل زاروف
اور اس کا نائب کرنل ریگی موف چاکوسوائی دونوں خون میں لت پت ہیں...
زاروف کا چہرہ نصف سے زیادہ اُڑ گیا تھا اور کرنل ریگی موف کا ایک بازو اور
ایک ٹانگ بدن سے الگ ہو کر کچھ فاصلے پر پڑے تھے... اور اس سے پہلے کہ
انہیں اٹھا کر قریبی ہسپتال لے جاتا، اُن دونوں نے دم توڑ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا
تھا کہ کرنل ریگی موف جیپ میں بیٹھا زاروف کا انتظار کر رہا تھا اور جونہی جنرل
زاروف میرے اپارٹمنٹ سے اُتر کر جیپ میں سوار ہوا، کسی نے تاریکی میں سے نہایت
طاقتور دستی بم جیپ کی طرف اُچھال دیا... اُن دونوں کی لاشیں میرے سامنے
تھیں اور مَیں مبہوت ہو کر اُس خون کو دیکھے جا رہا تھا جو مرنے کے بعد بھی ان دونوں
کے جسم سے برابر اُبل کر سڑک کو رنگین بنا رہا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اتوار ۔۔ ۲۴ جنوری، صبح چھ بج کر سترہ منٹ۔

ماسکو ابھی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا کہ مَیں اپنے گرم گرم بستر سے نکل آیا۔ باہر برف تیزی سے گر رہی تھی۔۔۔ ہر طرف گہری کہر اور سرمئی دھند پھیلی ہوئی تھی اور دُور تک دیکھنا محال تھا۔ برف ساری رات گرتی رہی تھی اور ایک لحظہ بھی تھمنے میں نہیں آئی تھی اور جب مَیں اپنے فلیٹ کی کھڑکی کے قریب کھڑا، برف سے ڈھکی سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھا، میں نے دیکھا کہ سیاہ رنگ کی وولگا بھی، برف کی سفید ٹوپی اوڑھے آہستہ آہستہ اُسی جانب آ رہی تھی۔ گزشتہ شب کی ہولناک واردات میرے ذہن میں ایک دُھندلے خواب کی مانند گردش کر رہی تھی۔۔۔ جنرل زاروف اور اس کے ساتھی کامریڈ ریگی موف کی خون میں نہائی ہوئی لاشیں اور اُن کے جسموں سے الگ ہو کر تڑپنے والے اعضا۔۔۔ مَیں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ دو ایسے انسان جو چند لمحے پہلے جیتے جاگتے تھے، اور جنہیں کسی جانب سے موت کا کوئی خوف نہ تھا، محض تھوڑی دیر بعد ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ایک گھنٹے سے بھی کم وقفے میں یہ بھیانک کھیل اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا اور جب مَیں سکیورٹی فورس کی ابتدائی کارروائی میں اپنی شہادت شامل کرنے کے بعد فلیٹ میں واپس گیا تو ٹھیک پونے دو بجے تھے۔ شیلی چینی اس وقت بھی میرے ساتھ ہی تھا اور وہ بھی اس خونیں حادثے پر سخت پریشان بلکہ ہراساں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ دبا کر مدھم آواز میں کہا: "کامریڈ شمرالوف! کیا اب ہماری باری تو نہیں؟ لوگ زاروف جیسے طاقتور شخص کو اس بے خوفی سے موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں، وہ ہمیں کیسے چھوڑ دیں گے؟ زاروف سے پہلے وہ کرنل وٹیلوف کو ختم کر چکے ہیں اور وٹیلوف کو اس لیے راستے سے ہٹانا پڑا کہ شاید اُسے زیوی گن کے قاتل یا قاتلوں کے بارے میں چند اہم باتیں معلوم ہو گئیں تھیں۔ سوال یہ ہے کہ برزنیف نے ہماری حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہے۔"

شیلی چینی کے سوالوں کا کوئی معقول اور تسلی بخش جواب میرے پاس نہ تھا۔

...کہہ رہا تھا، اُسے بھی رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زیوی گن کی موت کے اسباب کا کھوج ...نے لگاتے، ہم کتنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے، اور کون جانے آگے چل کر ...زیوی گن کا خون کیا رنگ لانے والا ہے۔

"گھبراؤ نہیں، کامریڈ۔۔۔ حوصلہ برقرار رکھو۔۔ اگر ہماری تقدیر میں کے جی بی کے ...ہاتھوں مرنا ہی لکھا ہے تو پھر ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا۔۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے ...کہا۔ "برزنیف خود ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہے۔۔۔ اگر اس کی حکومت کا ...تختہ اُلٹ دیا جاتا ہے، تب بھی ہماری موت یقینی ہے۔۔۔ اگر ہم اپنی موت کو کچھ دیر ...کے لیے ٹال سکتے ہیں تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ برزنیف کو بچانے کی کوشش کریں۔ ...یوں سمجھو کہ جب تک برزنیف زندہ سلامت ہے، ہم محفوظ ہیں۔"

ایک پھیکی پھیکی مسکراہٹ شیلی چینی کے لبوں پر پھیل گئی۔ "مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو، کامریڈ شمرالوف!" اس کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔ "میں بھی ...اسی محکمے میں کام کرتا ہوں جس کی خاک مدتوں سے تم چھان رہے ہو۔۔۔ کیا میں ...اندھا ہوں، دیکھ نہیں سکتا کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟ ممکن ہے برزنیف ...تمہاری ذات میں کوئی خصوصی دلچسپی رکھتا ہو۔ لیکن اُسے بھلا میری جان کی کیا ...پروا ہو سکتی ہے؟ تم نے خواہ مخواہ مجھے اپنے ساتھ اس کام میں شامل کرا لیا، کامریڈ۔۔"

"سنو۔۔۔" ایک دم جیسے میرا خون کھول گیا۔ "اگر تم اتنے ہی خوفزدہ ہو چکے ہو تو ...واپس جا سکتے ہو۔۔۔ میں اکیلا ہی یہ مہم سر کروں گا۔۔ مجھے احساس نہیں تھا کہ اندر ...سے تم اتنے کمزور اور بزدل نکلو گے۔۔ ویسے ایک بات واضح کر دوں۔۔۔ تمہاری زندگی ...مجھ سے الگ ہو کر بھی بہرحال خطرے میں گھری رہے گی اور تم برزنیف کے دشمنوں کو ...یقین دلانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکو گے کہ اس مشن سے تم الگ ہو چکے ...ہو، کسی بھی وقت وہ تم پر وار کر سکتے ہیں۔۔۔ اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ ...میرا ساتھ دو۔۔۔"

شیلی چینی کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ چند لمحے بُت بنا میری طرف دیکھتا رہا۔۔ پھر

گہرا سانس لیا اور کہنے لگا: "شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو، کامریڈ..."

یہ کہہ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف گیا... پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی... میں نے کھڑکی میں جھانکا۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں دو قتل ہوئے تھے، اسی سڑک پر اب تین بڑے بڑے فوجی ٹرک کھڑے تھے اور سایوں کی طرح دس بارہ آدمی اِدھر اُدھر حرکت کر رہے تھے... مجھے اطمینان ہوا... برزنیف میری طرف سے غافل نہیں تھا۔ اس نے میرے فلیٹ کی حفاظت کے لیے اپنے آدمی فوری طور پر بھیج دیے تھے... اور پھر جیسا کہ مجھے پوری توقع تھی، میرے فلیٹ کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور شیئنی چینی دو مسلح آدمیوں کی معیت میں اندر آیا... مسلح آدمیوں نے سوالیہ نگاہوں نگاہوں سے مجھے دیکھا، میں نے اُنہیں بتایا کہ یہ اپنا آدمی ہے... یہ سنتے ہی وہ اُلٹے پاؤں لوٹ گئے۔

ٹھیک تین بجے جبکہ ہم دونوں گرم گرم قہوہ پینے میں مصروف تھے۔ دروازہ تیسری بار کھلا اور اس مرتبہ آنے والے کے خیر مقدم کے لیے ہم دونوں کو صوفے سے اُٹھنا پڑا وہ ریکنکوف تھا... اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اُس نے مشکوک نظروں سے شیئنی چینی کو دیکھا، اور مجھ سے مخاطب ہوا۔:

"تمہارے لیے ایک اہم پیغام ہے شمرایوف... ذرا علیحدگی میں چلو..."

میں اُسے لے کر باتھ روم کے دروازے پر گیا: "اُس چھوٹے سے فلیٹ میں اس سے بہتر علیحدگی ممکن نہیں کامریڈ... فرمایئے، کیا پیغام ہے؟"

اس نے اوورکوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا سفید لفافہ برآمد کیا۔ دونوں طرف لاکھ کی کئی مُہریں لگی تھیں۔ میں نے مہریں توڑ کر لفافہ کھولا۔ اُس میں سے کاغذ کا ایک پرزہ نکلا۔ کسی نے پنسل سے یہ الفاظ لکھے تھے۔

"زیوی گن کی بیوی... اور اس کے بعد خود... زیوی گن"۔

میں نے یہ پرزہ دوبارہ لفافے میں بند کر کے ریکنکوف سے پوچھا "آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اس پرزے پر کیا پیغام درج ہے"؟

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں اتنا احمق نہیں کہ مہر شدہ لفافے کو چاک کروں۔"

"کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ پیغام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ ریکنکوف نے مضطرب ہو کر شانے اچکائے۔ "بالکل نہیں..."

"اس میں لکھا ہے کہ کامریڈ ریکنکوف کو دیکھتے ہی شوٹ کر دیا جائے۔" میں نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں آہستہ سے کہا اور جیسا کہ مجھے یقین تھا، ریکنکوف فرطِ حیرت سے اچھل پڑا: "کیا واقعی یہی لکھا ہے؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا، اس کی حالت اچانک متغیر ہو گئی اور وہ سخت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ مجھے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ازحد تعجب ہوا۔ ریکنکوف آخر اتنا خوف زدہ کس لیے تھا؟ میں نے اسی سنجیدہ لہجے میں کہا:

"آپ کو یہ لفافہ کس نے دیا؟"

"کامریڈ لیونڈ برزنیف نے..." اُس کی آواز بھی لرز رہی تھی۔ یہ سن کر میں بھی بدحواس ہوا۔ میں نے اس تحریر پر زیادہ غور نہیں کیا تھا اور نہ یہ احساس تھا کہ برزنیف نے یہ پیغام پنسل سے خود لکھا ہو گا... میں نے لفافے سے ایک بار پھر یہ پرزہ نکالا۔ جنرل زاروف نے بھی مجھے برزنیف کا خط دیا تھا، وہ بھی میرے پاس تھا۔ میں نے اُس خط سے اس پرزہ کاغذ پر درج چند الفاظ کے سوادِ خط کا مقابلہ کیا۔ دونوں میں الفاظ و حروف کی نشست ایک جیسی تھی، اس میں سرِ مُو فرق نہ تھا۔ ثابت ہو گیا کہ یہ تحریر برزنیف ہی کی ہے اور ریکنکوف کا اس طرح لرزہ براندام ہونا درست تھا۔

"کیا تم مجھے شوٹ کرو گے؟ کامریڈ شمرایوف!" ریکنکوف پوچھ رہا تھا۔ بے اختیار میری ہنسی نکل گئی... "نہیں... فی الحال نہیں..." یہ کہہ کر میں نے وہ پرزہ ریکنکوف کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے پڑھا اور حیرت سے اس کی دونوں بھویں کھنچ کر مل گئیں۔ "عجیب پیغام ہے... زیوی گن کی بیوی... اور اس کے بعد خود زیوی گن..."

"اس میں کوئی بات عجیب نہیں کامریڈ ریکنکوف..." میں نے آہستہ سے کہا۔ "برزنیف نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فوراً زیوی گن کی بیوی سے ملوں اور اس کے بعد زیوی گن کو دیکھنے جاؤں... یہ دونوں کام بہت ضروری ہیں... پہلے ہی خاصا وقت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ضائع ہو چکا ہے۔"

"لیکن ... مَیں اب بھی کچھ نہیں سمجھا شمرالیوف ..." ریکنکوف نے پریشان ہو کر کہا۔ "زیوی گن کی بیوی سے ملنا تو سمجھ میں آتا ہے ... مگر خود زیوی گن ..."

"اس پر بعد میں غور کریں گے ... براہِ کرم آپ صبح گاڑی بھجوادیں ... میں ٹھیک ساڑھے چھ بجے اس عورت سے ملنے جاؤں گا ..."

ریکنکوف نے اثبات میں گردن ہلائی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ "مہربانی کر کے اس شخص شینی چینی کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیے۔" مَیں نے آواز دے کر کہا۔ "اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ... ممکن ہے میرا کام کل سورج غروب ہونے کے فوراً ختم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے ..." ریکنکوف نے جواب دیا۔ "شینی تم میرے ساتھ آ سکتے ہو۔"

اور اب مَیں کھڑکی میں کھڑا دیکھ رہا تھا کہ وہ تینوں ٹرک بدستور وہیں موجود ہیں اور دس بارہ مسلح جوان سڑک پر اِدھر سے اُدھر گشت کرنے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے اس طرف نگرانی اور چیکنگ کا ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ کوئی گاڑی اپنی شناخت کرائے بغیر گزر ہی نہیں سکتی ... سیاہ رنگ کی سرکاری وولگا بھی دو جوانوں نے چیک کیا۔ انھوں نے ڈرائیور کو گاڑی سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا کہ شاذ روشوف باہر آیا اور اس نے اپنے شناختی کاغذات پیش کر دیے۔

آنجہانی جنرل زیوی گن کی بیوہ دیرا ایٹیرو فانا نے اپنے شاندار فلیٹ کا دروازہ خود کھولا۔ میں نے دیکھا کہ ساٹھ سال کی ایک صحت مند عورت، فر کا نہایت قیمتی گرم کوٹ پہنے کھڑی ہے ... زیوی گن کے جنازے کی رسم میں اگرچہ مَیں اُسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ مگر اس وقت اور اس وقت میں زمین آسمان کا فرق محسوس ہُوا ... دیرا ایٹیرو فانا نے سخت ناگوار اور کرخت آواز میں کہا: "کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟"

یہ ایک نئی عورت تھی ... اُس کا تحکمانہ لب ولہجہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی تھا کہ وہ اگرچہ بیوہ ہے، تاہم کسی بڑے آدمی کی بیوہ ہے ... اس کے علاوہ وہ ملک کے

سب سے طاقتور شخص کی بیوی کی حقیقی بہن بھی ہے ... اُس کی متجسس نگاہیں میرے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں اور اُن میں خوف و ہراس کا شائبہ تک نہ تھا۔

"مادام کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت نہ دیں گی؟" میرے لیے جس قدر ممکن تھا، اپنا لہجہ شائستہ بنانے کی کوشش کی۔

"مَیں پوچھتی ہوں تم ہو کون اور اس وقت کس لیے آئے ہو؟" اس مرتبہ اس کے انداز میں پہلے سے زیادہ کرختگی تھی۔

"میرا نام شمرالیوف ہے ... اور مجھے آپ کے آنجہانی شوہر کی موت کے بارے میں سرکاری طور پر تفتیش کا کام دیا گیا ہے۔"

مَیں نے دیکھا کہ ایک ثانیے کے لیے اُس کے چہرے پر اضطراب کی چند لہریں اُبھریں مگر فوراً ہی مٹ گئیں۔ اس کے خشک ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اچھا تو وہ تم ہو جو گڑا مُردہ اکھاڑنے کی کوشش کر رہے ہو!" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اپنے شناختی کاغذات دکھاؤ ..."

مَیں سمجھ گیا کہ بے ڈھب سے پالا پڑا ہے اور اس خرانٹ بڑھیا کو نہایت ہوشیاری سے راہ پر لانا پڑے گا۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ کہ جس حد تک غلامانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اُتنی ہی کامیابی ہو گی کیونکہ اس قسم کی عورتیں ہر شخص پر حکم چلانے کی عادی ہو جاتی ہیں۔

مَیں نے فوراً اپنے شناختی کاغذات اور بریژنیف کا اجازت نامہ بھی پیش کر دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو ... مَیں اپنی عینک لے کر آتی ہوں ... گھر میں داخل ہونے کی جرأت مت کرنا۔"

"بہتر مادام ... مَیں یہیں موجود ہُوں ... آپ کے حکم کی تعمیل مجھ پر فرض ہے۔"

اُس نے اس جملے پر کچھ غور کیا، پھر اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی: "ٹھیک ہے، تم آ سکتے ہو ..."

باہر قیامت کی ٹھنڈ تھی لیکن اس کے فلیٹ میں داخل ہوتے احساس ہوا کہ سردی بالکل نہیں۔ شاید یہ فلیٹ مرکزی طور پر گرم تھا اور سوویت یونین میں ایسے کے مکان صرف خاص خاص افراد ہی کو عطا کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ جنرل زیوی گن بھی ا افراد میں سے ایک تھا۔ اس کی اہمیت اور حیثیت سے انکار کون کر سکتا تھا!

ویرا پیٹروفا تا ایک دبلی پتلی عورت تھی۔ اُس کا چہرہ صاف شفاف تھا، گردن پر پر صرف چند ہلکی جھریاں نظر آتی تھیں یا نیلی آنکھوں کے گرد گہرے سرمئی حلقے... یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ کثرت سے مے خواری کا عادی ہے۔

چار کمروں اور دو غسل خانوں پر مشتمل یہ فلیٹ بے حد نفاست سے سجایا گیا تھا۔ اس قدر قیمتی ساز و سامان دیکھ کر حیرت سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ہر کمرے میں ایک سے ایک اعلیٰ درجے کا ایرانی قالین بچھا تھا اور کھڑکیوں پر ریشمی پھولدار پردے لٹک رہے تھے۔ یہ پردے یقیناً چین سے آتے ہوں گے۔ شیشے کی بڑی بڑی کئی الماریاں میں مختلف ملکوں کی کراکری بند تھی۔ میں نے دیکھا کہ زیادہ برتن فرانس کے بنے ہوتے ہیں۔ فرنیچر چیکوسلواکیہ کا تھا۔ مجھے جس کمرے میں اس نے بٹھایا، اس کی دیواریں اور چھت بہترین قسم کے اور حد درجہ خوبصورت وال پیپر سجائی گئی تھیں۔ ان دیواروں پر دنیا کے کئی معروف مصوروں کی بنائی ہوئی تصویریں سجی تھیں۔

اس نے سونے کے فریم کی خوبصورت نازک سی عینک ناک کی پھننگی پر لگا کر ایک بار پھر مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگی:

"میں نے تمہارا نام سنا ہے، کامریڈ شمرایوف... لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ آخر میرے شوہر کی وفات کے بعد نئے سرے سے تفتیش کا کیا مقصد ہے؟"

"مادام، میں ایک ادنیٰ ملازم ہوں... آپ خود جانتی ہیں کہ اوپر سے جو حکم ملے جائے، اس کی تعمیل ہم پر لازم ہے۔ اب یہ تو کامریڈ بریزنیف ہی بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے ایسا فیصلہ کیوں کیا۔ میری اتنی حیثیت نہیں کہ میں ان کا حکم بجا لانے سے انکار کروں۔ میں نے ابتدا میں بہت کوشش کی کہ وہ یہ کام کسی اور شخص کے سپرد کر دیں مگر افسوس میری تمام کوششیں رائگاں گئیں... آپ یقین کریں، میں اس نازک کام کے لیے قطعی مناسب نہیں اور نہ ایسی قابلیت رکھتا ہوں..."

وہ مسکرائی: "آرام سے بیٹھو کامریڈ... اور اب یہ بتاؤ کیا پیو گے۔ اس وقت گھر میں اکیلی ہوں... میرا لڑکا ہوسٹل میں ہے اور لڑکی باہر گئی ہوئی ہے۔"

"آپ زحمت نہ کیجیے مادام... اس عنایت کا بہت بہت شکریہ... بس چند باتیں آپ سے پوچھنی ہیں۔ اس کے بعد اجازت چاہوں گا..."

"نہیں، نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... اچھا، میں تمہارے لیے قہوہ تیار کرتی ہوں... تم مجھے معقول آدمی نظر آتے ہو..."

میں نے کٹھن مراحل میں سے ابتدائی مرحلہ کامیابی سے طے کر لیا تھا۔ وہ صرف تین منٹ میں قہوہ بنا کر لے آئی۔

"مادام، آپ کی اس مہربانی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ آپ کے بارے میں جیسا سنا تھا آپ کو اس سے کہیں زیادہ پایا..."

"کیا سنا تھا تم نے میرے بارے میں؟ کیا بریزنیف کچھ کہتا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"جی نہیں... چیف پبلک پراسیکیوٹر کامریڈ ریکنکوف آپ سے کئی بار مل چکے ہیں... مختلف مواقع پر... وہی آپ کی تعریف کر رہے تھے..."

"آہا... آہا... وہ ریکنکوف... میں اسے جانتی ہوں۔ خیر چھوڑو، یہ بتاؤ بریزنیف کیا چاہتا ہے۔"

"مادام، انہیں آپ کے شوہر کی اچانک موت پر سخت رنج ہے... اور انہیں شبہ ہے کہ جنرل زیوی گن نے خودکشی نہیں کی بلکہ انہیں قتل کیا گیا ہے... اس لیے..."

"کیا کہتے ہو تم!" بڑھیا نے قہوے کی پیالی زور سے میز پر پٹخ دی۔ "زیوی گن کو قتل کیا گیا ہے! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کہتا مادام۔ میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں... یہ رائے تو کامریڈ بریزنیف

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی ہے اور اسی لیے انہوں نے نئے سرے سے زیوی گن کی موت کے بارے میں تفتیش کا کام میرے سپرد کیا ہے ... تاکہ اصلی حقائق سامنے آئیں اور جن لوگوں نے یہ واردات کی ہے، اُنہیں بے نقاب کیا جائے۔"

وہ چند ثانیے خاموشی سے قہوے کی پیالی پر نظر جمائے رہی، پیالی میں سے ہلکی ہلکی بھاپ اُٹھ رہی تھی۔

"یہ سب کیا دھرا کامریڈ برزنیف کا ہے ..." ایک دم وہ چیخ اُٹھی ..."اگر میرا شوہر قتل ہوا ہے تو اس میں خود برزنیف کا ہاتھ ہے ..."

"میں پتھر ہو گیا۔ وہ مسلسل بولتی رہی ... "تم اس شخص کو نہیں جانتے شہزادے، جس کا نام برزنیف ہے ... اُسے کوئی بھی نہیں جانتا ... سوائے میرے اور میری بہن کے ... یہ شخص آدمی نہیں، درندہ ہے ... زہریلا ناگ ہے ... اُسی نے میرے شوہر کو ڈسا ہے ... اور اب وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے تفتیش کا ڈھونگ رچانا چاہتا ہے ..." اُس کی آواز فرطِ جذبات سے بھرّا گئی۔ "معاف کرنا، میں کچھ جذباتی ہو رہی ہوں ... میرے شوہر کا معاملہ ہے نا!"

"کیا آپ کامریڈ برزنیف کو اس سانحے کا ذمّے دار قرار دیتی ہیں؟"

اُس نے نفی میں آہستہ سے گردن ہلائی: "نہیں ... میں یہ نہیں کہتی ... تم شاید سمجھ نہیں پاؤ گے ... برزنیف نے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے کہ زیوی گن انہیں درست نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا وہ ختم ہو گیا ... بے شک اُسے براہِ راست برزنیف نے قتل نہیں کیا، اُسے قتل کرنے یا خودکشی کے فعل تک پہنچا دینے والے لوگ دوسرے ہیں ... میں ان سب بدمعاشوں کو اچھی طرح جانتی ہوں ... اُن کی زد میں جو بھی آیا، اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ... اس لیے میں زیوی گن کو سمجھاتی تھی کہ ..."

وہ یک لخت چپ ہو گئی۔ میں خاموشی سے اُس کی صورت تکتا رہا ... "کتنے بے رحم اور سنگ دل ہیں۔ یہ سب کے سب ... پُورے شیطان" ... وہ غرّائی: "وہ آندرپوف ... اور وہ ... وہ ... سُسلوف ... مجھے اِن کی صورتوں سے نفرت ہے ... یہ لوگ جو

میرے شوہر کے جنازے پر کیسی اداکاری کر رہے تھے یہ لوگ ... جیسے انہیں زیوی گن کے مرنے کا سب سے زیادہ صدمہ ہُوا ہے ... اور وہ برزنیف ... اتنا قریبی رشتے دار ہونے کے باوجود زیوی گن کے جنازے پر بھی نہیں آیا، حالانکہ زیوی گن نے چالیس برس برزنیف کا ساتھ دیا ... تم خود سوچو کامریڈ ... کیا یہ لوگ انسان کہلانے کے مستحق ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے مادام ... اتّفاق سے میں اُس وقت برزنسکی ہال میں موجود تھا جہاں زیوی گن کا تابوت رکھّا گیا تھا ... اور میں خود بھی حیران ہُوا کہ کامریڈ برزنیف اور ان کی اہلیہ رنج کے اس موقع پر وہاں موجود نہیں تھے ... ہو سکتا ہے وہ اُس دن بیمار ہوں ..."

"بکواس ... بالکل بکواس ..." وہ بھنّا گئی ... "برزنیف اگر بیمار تھا تو کیا میری بہن کو بھی نہیں بھیج سکتا تھا؟ اس کی بیوی میری سگی بہن ہے ... کیا یہ اس کا فرض نہیں تھا کہ اس موقع پر وہ آتی اور مجھے دلاسا دیتی ... مجھ سے تعزیت کا اظہار کرتی؟"

"بے شک اُنہیں آنا چاہیے تھا" میں نے بڑھیا کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے کوئی خاص وجہ نہ آنے کی رہی ہو ..."

"کیا وہ دونوں میاں بیوی فون پر بھی تعزیت نہیں کر سکتے تھے؟" بڑھیا مجھ پر یوں گرج رہی تھی جیسے برزنیف اور اس کی بیوی کو میں نے روکا ہو ...

"میرا خیال ہے ضرور کوئی خاص رکاوٹ ہو گی، ورنہ فون تو وہ کر ہی سکتے تھے"۔ میں نے دوبارہ اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ بڑھیا نے کہا: "تمہارے لیے اور قہوہ لاؤں؟ تم اتنے سویرے سویرے آ گئے، شاید تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہو گا۔ ٹھہرو، میں تمہارے لیے ناشتہ تیار کرتی ہوں ..."

میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔ یقیناً اس کا گلہ شکوہ جائز تھا۔ اس کی سگی بہن اور بہنوئی نے جنرل زیوی گن کے جنازے میں شرکت نہ کر کے اس کی سخت دل آزاری کی تھی اور مجھے یہ جان کر تعجب ہو رہا تھا کہ اتنا وقت گزر جانے کے باوجود انہوں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نے ویرا ایلیٹر دفانا کو فون کیا تھا نہ اس کے گھر آئے تھے ۔۔ بڑھیا کا کہنا تھا کہ ...
نے زیوی گن کی موت کے سرکاری اعلان پر دستخط تک کرنے کی زحمت گوارا نہیں ...
زیوی گن کے تمام قریبی دوستوں ــــ اور ملنے جلنے والوں کا رویہ بھی ایسا ہی ...
وہ لوگ جو ہر وقت اُسے گھیرے رہتے تھے۔ اس کی موت کے بعد یوں غائب ہو ...
جیسے زیوی گن کا کبھی کوئی وجود ہی نہ تھا۔"

"کیا کوئی شخص ایسا بھی تھا جس نے آپ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہو؟" ...
نے پوچھا۔

"ہاں ... صرف ایک شریف آدمی ہے جسے زیوی گن کے مرنے کا رنج ...
اور اُس نے مجھے باکو سے فون کیا ...... واقعی فون پر ہچکیاں لے لے کر رویا ...

اس اطلاع پر میرے کان کھڑے ہوئے۔ مَیں نے کہا: "اس کا مطلب یہ ...
کہ وہ آپ کے شوہر کا کوئی عزیز اور پرانا دوست ہو گا۔"

"بیشک ... اُس کا نام گائیدر آلیوف ہے ... آذر بائیجان کی سنٹرل کمیٹی ...
کا فرسٹ سیکرٹری ــــ شاید تمھیں معلوم ہو کہ بیس برس قبل میرا شوہر آذر بائیجان ...
میں کے جی بی کا سربراہ تھا۔ اُس زمانے میں آلیوف سے زیوی گن کی پہلی ملاقات ...
کے جی بی ہیڈ کوارٹرز میں ہوئی ... آلیوف خود بھی وہاں کام کرتا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے ...
کو پسند کیا اور پھر رفتہ رفتہ وہ گہرے دوست بن گئے۔ زیوی گن نے اُسے آگے بڑھانے ...
کے لیے بہت کام کیا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج آلیوف آذر بائیجان کمونسٹ پارٹی ...
فرسٹ سیکرٹری ہے۔ کچھ عجب نہ ہو گا کہ کچھ عرصے بعد وہ پولٹ بیورو کا رکن بھی ...
جائے۔ آلیوف کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ بڑے مرتبے پر پہنچ جانے کے باوجود پرانے ...
دوستوں اور زیوی گن جیسے محسنوں کو ایک ثانیے کے لیے بھی نہیں بھولا۔"

بڑھیا بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ شاید وہ ان بیتے ہوئے خوشگوار دنوں کی ...
میں گم تھی جو اس نے اپنے شوہر کی معیت میں آذر بائیجان کے اندر گزارے ...
رومال سے اپنی ویران نیلی آنکھیں پونچھ کر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ...

"۱۹ جنوری کی شام کو آلیوف نے باکو سے مجھے فون کیا ... وہی دن جب ...
گن کے ساتھ یہ سانحہ پیش آیا ... اُس نے مجھے بتایا کہ وہ طیارے کے ذریعے ...
جلد ماسکو پہنچ رہا ہے اور زیوی گن کی آخری رسوم میں ضرور شریک ہو گا ..."

"پھر وہ آذر بائیجان سے آیا؟" مَیں نے پوچھا:

اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "وہ نہیں آیا ... تاہم اُسی روز ایک گھنٹے بعد ...
دوبارہ فون آیا ... اُس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ زیوی گن کے جنازے ...
شرکت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ پولٹ بیورو نے اُسے آذر بائیجان سے ماسکو آنے کی ...
اجازت نہیں دی۔ اُسے کہا گیا کہ ۲۱ جنوری کو حکومت انگولا کا ایک خصوصی ڈیلی گیشن ...
آذر بائیجان کے سرکاری دورے پر آ رہا ہے اور اس کا وہاں موجود رہنا زیوی گن ...
کے جنازے میں شرکت سے زیادہ اہم ہے ..."

"کیا آپ نے غور کیا کہ یہ شخص گائیدر آلیوف آتے آتے کیوں رہ گیا؟"

"میرا اندازہ یہ ہے کہ جب پہلی بار اس نے باکو سے مجھے فون کیا، اس وقت بیچ ...
میں کوئی ہماری گفتگو سن رہا تھا۔"

مَیں پھر چونک پڑا۔ "کیا آپ کے گھر کا فون 'ٹیپ' کیا جاتا ہے؟"

پھیکی ہنسی اُس کے حلق سے برآمد ہوئی: "یہاں کس کا فون ٹیپ نہیں کیا جاتا؟"

"پھر بھی ... آپ کو کچھ اندازہ تو ہو گا کہ آپ کی اور آلیوف کی باتیں سننے والا ...
ہو سکتا ہے۔"

"ہاں ... مجھے اندازہ ہے۔ یہ حرکت آندروپوف یا سسلوف کے سوا اور کون ...
سکتا ہے"!

"یہ دعویٰ آپ کیسے کر سکتی ہیں؟ درمیان میں تو کوئی بھی عام فرد کسی بھی وقت ...
سن سکتا ہے ..."

"بالکل صحیح ہے ... لیکن آذر بائیجان کی کمونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری کو ...
آنے سے کوئی عام آدمی روک نہیں سکتا ... بات یہ ہے کہ فون پر جو باتیں میرے

اور آلیوف کے مابین ہوئیں، وہ ٹیپ کر کے آندروپوف یا شسلوف
میں سے کسی ایک کے پاس پہنچائی گئیں اور انہوں نے، وقت ضائع کیے بغیر
آلیوف کو یہ حکم جاری کر دیا کہ وہ آذربائیجان ہی میں رہے۔ ماسکو نہ آئے ...

"ایک لحظے کے لیے میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں، وہی درست ہے، لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ آلیوف کو باکو سے ماسکو نہ آنے کا حکم دینے میں آندروپوف یا شسلوف کے سامنے کونسی مصلحت تھی جبکہ آندروپوف زیوی گن کے جنازے میں شریک تھا۔"

"یہ بہت چالاک لوگ ہیں کامریڈ شمرالیوف ... تم ان کی حرکتوں سے آگاہ ہو... وہ جانتے تھے کہ آلیوف اور زیوی گن کے درمیان کس قدر گہرے بے تکلفی کے مراسم قائم ہیں، انہیں یہ بھی احساس تھا کہ اگر آلیوف ماسکو آیا تو اس سازش کی بو بھی سونگھ سکتا ہے جو یہ لوگ میرے شوہر کے خلاف تھے، اس لیے انہوں نے آلیوف کو آنے سے روک دیا۔۔ بیشک آندروپوف جنازے میں شریک تھا، مگر رسمی طور پر — جب کہ شسلوف بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل ہو گیا... اب تم کہتے ہو کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی ...!"

"یہ بات میں نے ہرگز نہیں کہی مادام۔۔ میں نے یہ کہا تھا کہ برزنیف کے حکم کی تعمیل میں میں زیوی گن کی موت کے اسباب جاننے کی کوشش کر رہا ہوں، ہم نے یہ طے نہیں کیا ہے کہ زیوی گن نے خودکشی کی یا انہیں قتل کیا گیا... تاہم کو شبہ نہیں کہ یہ خودکشی نہیں قتل ہے ..."

"وہ بھی بدمعاش ہے ... بالکل آندروپوف اور شسلوف جیسا... ان میں اور برزنیف میں کوئی فرق نہیں ہے ..." بڑھیا نے دانت پیس کر کہا۔ "انہی لوگوں کے آپس کے جھگڑوں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں کے نتیجے میں میرے شوہر کی جان گئی ہے ..."

میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا: "مادام ممکن ہے آپ درست کہتی ہوں تاہم یہ جاننا میرے فرائض منصبی میں داخل نہیں کہ آندروپوف، شسلوف اور برزنیف میں قینچی جھگڑے ہیں۔ میں محض اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں اور آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو حالات آپ نے بیان کیے، اُن کی روشنی میں کیا خود آپ کی جان کو خطرہ لاحق نہیں ہیں؟ جو لوگ اتنے طاقتور ہوں کہ زیوی گن جیسے با اثر شخص کو خودکشی پر مجبور کر دیں اور آپ کے دوستوں کو تعزیت کیلئے باکو سے ماسکو نہ آنے دیں کسی بھی لمحے آپ کو راستے سے ہٹا سکتے ہیں ... آپ نے اپنی حفاظت کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟"

بڑھیا نے نفرت و حقارت سے ہونٹ سکوڑے اور تلخ آواز میں کہنے لگی: "میں جانتی ہوں کہ وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے ... ممکن ہے برزنیف کا تختہ اُلٹنے کے بعد یہ لوگ میری طرف توجہ کریں لیکن جب تک برزنیف پاور میں ہے، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ... وہ جانتے ہیں کہ برزنیف کی بیوی میری بہن ہے۔"

"جی ہاں ... آپ درست کہتی ہیں ... کامریڈ برزنیف کی موجودگی میں یہ لوگ آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کریں گے، لیکن یہ آپ نے کیسے سمجھا کہ آندروپوف اور شسلوف آپس میں مل کر برزنیف کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں؟"

"اگر تمہیں پبلک پراسیکیوٹر آفس میں رہتے ہوئے یہ بات بھی معلوم نہیں ہو سکی تو..." بڑھیا نے چمک کر کہا: "برزنیف کو میرے شوہر کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اگر وہ آندروپوف اور شسلوف جیسے لوگوں کی سازش ناکام نہ بناتا۔ تو اب تک برزنیف کا تیا پانچہ ہو چکا ہوتا۔ زیوی گن کو ان لوگوں نے اپنی جان لینے پر مجبور کیا۔ ایک طرف یہ لوگ برزنیف کے خلاف اندر خانے سازشوں کا جال پھیلا رہے تھے، اور دوسری طرف میرے شوہر کے خلاف کسی نہ کسی طرح برزنیف کو بدظن کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انہوں نے برزنیف تک یہ بات پہنچائی کہ زیوی گن بھی آندروپوف اور شسلوف سے ملا ہوا ہے اور برزنیف ایسا کانوں کا کچا ہے کہ فوراً یقین کر لیا۔ اس نے ایک بار بھی یہ سوچنے کی تکلیف نہیں کی کہ جو شخص تیس برس سے ایک وفادار کتے کی طرح دم ہلائے ہلائے اُس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے پیچھے پھرتا رہا ہو، وہ بھلا اس کے خلاف کس سازش میں شریک ہو سکتا ہے۔

"گاندر آلیوف نے تیسری بار آپ سے رابطہ قائم کیا یا نہیں؟"

"نہیں ... اُسے یقیناً دہشت زدہ کر دیا گیا ہوگا۔" بڑھیا نے کہا۔ "جان ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے۔"

"فرض کیجئے میں آلیوف سے ملوں، تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ جنرل زیوی گن کی موت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرے گا؟"

"ہوسکتا ہے اُسے بہت کچھ معلوم ہو۔ وہ زیوی گن کے بہت قریب رہا اور ان دونوں میں ہمیشہ رابطہ قائم رہا..."

"اچھا، یہ بتائیے کبھی آپ کے شوہر نے ذکر کیا کہ اندروپوف اور سسلوف برزنیف کے خلاف کیا کیا سازشیں کر رہے ہیں۔"

"اس نے بارہا اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا۔"

"کیا زیوی گن کے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود تھا کہ برزنیف کے خلاف فلاں فلاں شخص سازش میں ملوث ہے؟"

"ثبوت بھی ضرور ہوگا... زیوی گن بہرحال کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین تھا اور اس کے اپنے ذرائع تھے جن سے وہ بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔"

"برزنیف نے زیوی گن کو سازشیوں کے ہاتھوں سے محفوظ کرنے کی کوئی تدبیر ..."

"وہ کیا تدبیر کرتا، وہ خود بھی زیوی گن سے بدگمان تھا... اگر تم نے برزنیف کا کچھ مطالعہ کیا ہے تو تم پر یہ حقیقت روشن ہو چکی ہوگی کہ وہ نہایت بزدل آدمی ہے۔ اندروپوف اور سسلوف کی طرح ڈرپوک... مگر اندر سے لومڑی کی طرح چالاک اور مکار... کامریڈ خروشچیف جس زمانے میں وزیر اعظم رہا، وہ اپنی بیوی کو غیر ملکی دورے پر ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ جب بھی وہ امریکہ یا یورپ گیا اس نے اپنی بیوی کو ساتھ رکھا لیکن یہ برزنیف... اس نے میری بہن ریکا کی زندگی دوزخ کا نمونہ بنا کر رکھ دی ہے۔ غیر ملکی دورے پر ساتھ لے جانا تو درکنار، اسے

مکان سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ سرکاری تقریبات میں وہ اکیلا شرکت کرتا ہے۔ اُس نے بارہا زیوی گن کو بھی منع کیا تھا کہ وہ اپنے گھر دوستوں کو مدعو کیا کرے اور مجھے سرکاری تقریبات میں ساتھ لے جانے سے گریز کرے۔ زیوی گن تو اس کا غلام تھا۔ اُس نے مجھے ساتھ لے جانا چھوڑ دیا... کیا تم یقین کرو گے کامریڈ شمرالیوف کہ مجھے اپنے شوہر کے ساتھ تھیٹر گئے ہوئے دس برس گزر گئے ہیں ورنہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ لے جاتا تھا..."

"واقعی یہ باتیں بہت تکلیف دہ ہیں... مجھے سخت افسوس ہوا... میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس اپنے آنجہانی شوہر کے ذاتی کاغذات یا ڈائریاں وغیرہ تو محفوظ ہوں گی۔ اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے ان کاغذات کے معائنے کی اجازت دیں تو میں شکرگزار ہوں گا۔"

بڑھیا نے زور زور سے انکار میں گردن ہلائی: "زیوی گن کے ذاتی کاغذات تب تک میرے پاس تھے۔ مگر وہ لوگ ایک ایک پرزہ اٹھا کر لے گئے۔"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا: "وہ لوگ کون تھے مادام جو زیوی گن کے ذاتی کاغذات اُٹھا لے گئے؟"

اس نے گہرا سانس لیا: "کامریڈ شمرالیوف! بعض اوقات میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ ہم کس دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیا یہ وہی دور ہے جب انسان غاروں اور جنگلوں میں رہتا تھا؟ جو طاقتور ہوتا، وہ کمزور کو مار ڈالا کرتا۔ سوویت یونین دنیا کی سپر پاورز میں سے ایک ہے اور جس نظام کے تحت ہمارے کروڑوں افراد اس ملک کے دن گزار رہے ہیں۔ ہم اس کی خوبیاں گنواتے گنواتے تھکتے نہیں۔ لیکن یہ بھی اس نظام کی خوبی میں شامل ہے کہ ایک بے کس اور بے بس عورت کا شوہر فوت ہو جانے پر، فوراً اس کے مکان پر دھاوا بول دیا جاتا اور گھر کی ہر شے تلپٹ کر دی جائے۔ جبکہ اس کا شوہر کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ ایک بہت بڑے ادارے کا نائب سربراہ کی حیثیت سے ملک کی خدمات عرصہ دراز سے سرانجام دیتا رہا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ ایسا ادارہ جس کے نام سے دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں لرزتی ہیں، کیا ہم... ہاں وہی لاکھوں برس پرانا جنگل کا قانون رائج ہے جس میں طاقتور کے لیے ہر کچھ جائز ہے اور کمزور کے لیے ہر بات ناجائز تصور کی جاتی ہے۔"

وہ بری طرح مشتعل ہو گئی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ "جس روز زیوی گن مرا یعنی ۹ جنوری کو اُسی شام چھ آدمی میرے مکان میں بغیر اجازت گھس آئے۔ اُن میں سے ایک آدمی میرے سر پر ریوالور تان کر کھڑا رہا اور بقیہ پانچوں آدمیوں نے تیزی سے گھر کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ میں نے بہت احتجاج کیا کہ یہ کیا حرکت ہے اور وہ کس ضابطے کے تحت میرے مکان کی تلاشی لے رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے نہ جواب دیا نہ کسی قسم کا اجازت نامہ دکھایا۔ میری نظروں کے عین سامنے انہوں نے اپارٹمنٹ کی ہر چیز اُلٹ پلٹ کر ڈالی، الماریوں میں رکھے ہوئے کپڑے باہر نکال نکال کر ڈھیر کر دیے، کتابیں اِدھر اُدھر بے دردی سے پھینکیں، حد یہ کہ کچن میں سارے برتن کھنگال ڈالے...... قالین اُٹھا اُٹھا کر فرش کا جائزہ تک لیا۔ زیوی گن کے تمام سرکاری فائلیں اور ذاتی ڈائریاں، ایک ایک چیز اُٹھا کر لے گئے۔ تم یہ سن کر حیران ہو گے کہ انہوں نے میوزک کیسٹوں کو بھی نہ چھوڑا۔ ایک ایک کیسٹ اٹھا لیا اور لے گئے۔ میں چیخی چلائی کہ یہ صرف پسندیدہ گلوکاروں کے کیسٹ ہیں مگر کم بختوں نے ایک نہ سنی اور کیسٹ لے ہی گئے۔"

"مادام، یہ تو عجیب بات ہے... آخر انہیں یہ کیسٹ لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ بات تو تم اُنہی حرامزادوں سے پوچھنا...۔" بڑھیا نے کہا۔ "اُن میں سے ایک نے ہنس کر اتنا کہا کہ ہمیں بھی میوزک سے بہت دلچسپی ہے اور یہ کیسٹ ہم سن کر واپس کر دیں گے... لیکن میں نے اُن کی بکواس پر نہ تو اُس وقت یقین کیا، نہ اب یقین ہے۔"

"مادام وہ لوگ کون تھے؟ کیا آپ انہیں جانتی پہچانتی ہیں؟ آپ کو انہوں نے اپنے شناختی کارڈ دکھائے تھے؟"

"مجھے اُن کے شناختی کاغذات دیکھنے کی ضرورت نہ تھی... اس لیے کہ میں ان بدمعاشوں کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"کیا آپ مہربانی کر کے مجھے اُن کے ناموں سے آگاہ کریں گی؟"

"کیوں نہیں، ضرور آگاہ کروں گی۔ مگر تم ان کا کیا بگاڑ لو گے؟ جب انہوں نے زیوی گن جیسی شخصیت کی بیوہ کا کچھ لحاظ نہ کیا تو تم کیا چیز ہو۔ بہرحال ان میں سے ایک کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین کربانوف تھا، دوسرا ملیشیا کا سربراہ جنرل کرسانوف۔ یہ دونوں اس مشن کے انچارج تھے جنہیں میرے گھر کی تلاشی کا فرض سونپا گیا تھا۔ دونوں فوجی وردی میں تھے۔ تیسرا لمبے قد کا، سول لباس میں ایک اور آدمی تھا جسے میں نے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا، تاہم اندازہ ہوا کہ وہ بھی کوئی بڑی توپ ہے۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ اس کے دانتوں پر تمباکو کا میل جما ہوا ہے۔ اسی نے میوزک کے کیسٹ اپنے قبضے میں کیے اور وہ گدھا اس کارنامے پر بے حد خوش نظر آتا تھا۔"

میرے ذہن میں یک لخت بالانوف کی شکل گھوم گئی۔ اُس کے دانتوں پر بھی تمباکو کا میل جما رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہی آیا ہو۔

"مادام، کیا آپ اس تیسرے شخص کے ابتدائی نام سے آگاہ ہیں؟ میرا مطلب ہے ان کے ساتھیوں نے کسی موقع پر اُسے نام لے کر مخاطب کیا ہو؟"

"ہاں.... اُنہیں کسی سے کوئی خوف تھا نہ وہ کسی کی پروا کرتے تھے۔" بڑھیا نے جواب دیا۔ "وہ اسے نکولائی افانسیوف کہہ کر پکار رہے تھے۔"

"نکولائی افانسیوف!" میں نے زیرِ لب یہ نام دہرایا۔ یہ میرے لیے قطعی غیر مانوس اور اجنبی تھا... تاہم یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بہرحال بالانوف نہیں تھا، اُس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا آدمی ہو گا۔ مگر پھر ایک نئے خیال کے زیرِ اثر میں نے ویرا سے پوچھا۔ "اگر آپ نے اس شخص نکولائی کو غور سے دیکھا ہو تو یہ بتائیے، کیا اس کی دائیں آنکھ کے قریب کسی زخم کا نشان بھی تھا؟"

"ہاں — بالکل تھا...۔" بڑھیا نے جواب دیا۔ "ایسا نشان جو چاقو کا ہو سکتا ہے۔"

اب کسی جرح کی ضرورت نہ تھی۔ ثابت ہو گیا کہ نکولائی افانسیوف کے پردے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں باکلانوف ہی تھا لیکن حیرت اس بات پر تھی کہ اُسے اپنا غلط نام ظاہر کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ یہ ایک اہم اور انتہائی پُراسرار انکشاف تھا کہ زیوی گن کی موت کے فوراً بعد باکلانوف، پانچ دیگر افراد کی معیت میں، زیوی گن کے گھر پہنچتا ہے اور تلاشی کی مہم میں شریک ہو کر زیوی گن اور اس کی بیوی کی ملکیتی میوزک کیسٹ قبضے میں لے لیتا ہے ... جہاں تک میں باکلانوف سے واقف تھا مجھے یاد نہیں کہ اُسے میوزک یا گانے بجانے سے کبھی دلچسپی رہی ہو، پھر اس نے زیوی گن اور اس کی بیوی کے کیسٹ کیوں چھینے؟ ہو سکتا ہے بعض کیسٹوں میں میوزک کے بجائے پیغامات ریکارڈ کیے گئے ہوں، اور آندرپوف کو انہی کیسٹوں کی ضرورت ہو... بہر حال، یہ ثابت ہو گیا کہ مادام نادیا پادلنیا، باکلانوف، کرباٹوف اور کرسانوف ایک ہی گروہ کے افراد ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے گہرا رابطہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جنرل زیوی گن نے ان سب کے بارے میں اپنی ذاتی ڈائریوں یا کاغذات کے اندر خفیہ نوعیت کے اندراج کر رکھے ہوں اور یہ تحریریں کسی بھی لمحے ان سب کے خلاف برزنیف استعمال کر سکتا ہو... یہ بہر حال طے ہے کہ کے جی بی اور اس ادارے سے باہر تمام ایسے ادارے جو کسی نہ کسی طرح کے جی بی کے دائرۂ کار میں شامل ہیں، برزنیف کے خلاف گہری سازشوں میں ملوّث ہیں اور جنرل زیوی گن ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا: لہٰذا انہوں نے نہ صرف زیوی گن کو راستے سے ہٹایا بلکہ اس کے ذاتی کاغذات اور کیسٹوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ کاغذات سے زیادہ اُن کیسٹوں کی اہمیت مجھ پر واضح ہو رہی تھی۔ قطعی ممکن تھا کہ زیوی گن، اپنے ذرائع کام میں لاتے ہوئے، سُسلوف اور آندروپوف کی وہ باتیں بھی ریکارڈ کرتا رہا ہو جو وہ برزنیف کی حکومت کا تختہ الٹنے کے سلسلے میں کرتے ہوں گے۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ برزنیف کو ان سازشوں سے زیوی گن ہی نے آگاہ کیا تھا، میں یہ بھی جان چکا تھا کہ برزنیف نے اپنے حریفوں پر نگاہ رکھنے کے لیے زیوی گن کو خصوصی ہدایات اور اختیارات بھی دیے تھے، اور یہی چیز زیوی گن کی بھیانک موت کا سبب بن گئی۔ آندروپو

سُسلوف کی نگرانی کے لیے زیوی گن نے اپنے آدمیوں کی ایک فوج ان کے گرد پھیلا دی تھی اگر میں کسی طرح زیوی گن کے اُن خفیہ ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر سکتا، جو آندروپوف اور سُسلوف کی نگرانی پر مقرر کیے گئے تھے تو بہت سے راز کھل سکتے تھے لیکن میرے پاس ان ایجنٹوں سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ذریعہ تو اس وقت ہوتا جب مجھے اُن کے کوڈ ناموں کا علم ہوتا کہ یہ کوڈ زیوی گن کے ذاتی کاغذوں اور ڈائریوں میں کہیں درج تھے ——— جنہیں حریف پہلی فرصت میں موقع پاتے ہی لے اڑے اور اب ان کاغذوں کا واپس ملنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟ کامریڈ شمرالوف"... ویرا پیٹر فانا نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے جو کچھ ہوا، اُسے نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہے ... برزنیف سے کہہ دو کہ اب وہ اپنی خیر منائے۔ آندروپوف کے جھکے پر پھیلی ہوئی خباثتیں اور سُسلوف کے دماغ میں رقص کرنے والی شیطانی اسکیمیں میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اُنہوں نے زیوی گن کو زہریلے ناگ بن کر ڈس لیا ہے اور اب برزنیف اُن سے بچ نہیں سکے گا۔"

"مادام! معاف فرمائیے، مجھے برزنیف سے کوئی دلچسپی ہے نہ اس کے حریفوں سے۔ میں صرف آپ کے شوہر کی دردناک موت کے اصل اسباب جاننے کی کوشش کر رہا ہوں، اور اگر جنرل زیوی گن نے خود کشی کا ارتکاب نہیں کیا، اُنہیں قتل کیا گیا ہے تو یہ آپ کا فرض ہے کہ میری مدد کریں تاکہ میں مجرموں کو قانون کے حوالے کر سکوں... مجھے اس سے بھی غرض نہیں کہ مجرم کتنے بااثر اور طاقتور ہیں، میں جاننا چاہتا ہوں اس کام میں میری جان کو بھی خطرہ لاحق ہے لیکن ان باتوں کے باوجود میں اپنا سرکاری فرض ادا کروں گا۔"

بڑھیا نے تعریفی نظروں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی: "میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں شمرالوف ... کاش ہمارے ہاں سب تم جیسے ہوتے ... لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے اور نہ کبھی ایسا ہوگا ... تم بے تکلفی سے جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو... کیا خبر یہ تمہاری پہلی اور آخری ملاقات ہو..."

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

"ایسا نہ کہیے مادام... ہم آئندہ بھی ملیں گے... کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ آپ کے شوہر کا انتقال اُنیس جنوری کو ہُوا ـ مجھے یہ بتائیے کہ ۱۸ جنوری کا دن آپ نے کیسے گزارا، اور اگر آپ اس سے بھی پہلے کے تین چار دنوں کے بارے میں کچھ بتا سکیں تو مجھے اپنی تفتیش میں بڑی مدد مل سکے گی... مرنے سے پہلے جنرل زیوی گن کی ذہنی اور جسمانی کیفیت کیسی تھی، وہ کسی فکر میں گم تھے یا معمول کے مطابق ہشاش بشاش نظر آتے تھے"؟

ویرا بیٹرا فاتا ایک منٹ تک چھت پر نگاہیں جمائے کچھ سوچتی رہی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں بیک وقت اضطراب اور خوف کے سائے اُبھر رہے تھے اور خشک ہونٹوں کی خفیف سی جنبش یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ کچھ کہنے کے لیے بے قرار ہے۔ مگر نامعلوم وجوہ کے باعث کہہ نہیں سکتی... آخر اس نے دھیمی آواز میں یوں کہنا شروع کیا جیسے مجھ سے نہیں، آپنے آپ سے مخاطب ہو: "شمرالیوف! یہ ایک لمبی داستان ہے... سوچتی ہوں کیا کہوں اور کیا نہ کہوں... تمہیں بس اتنا ہی علم ہے کہ زیوی گن میرا شوہر تھا۔ اور میں دنیا کی نظروں میں اُس کی بیوی، اور شاید تم یہ بھی سمجھتے ہوگے کہ دنیا کے کام دھندوں سے فرصت پا کر میرا شوہر روزانہ گھر آتا ہوگا اور گھر کے معاملات و مسائل اور اپنی اولاد کے بارے میں باتیں کرتا ہوگا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا۔ بعض اوقات ہفتوں کیا مہینوں اس کی صورت دیکھنے میں نہ آتی اور جب کبھی وہ بھولے بھٹکے گھر میں آتا، مجھ سے بات تک نہ کرتا تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا شراب پیتا یا سو جاتا۔ کھانا وہ عموماً گھر سے باہر ہی کھانے کا عادی تھا۔ برسوں ہو گئے، اس نے کبھی مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ ویرا تم کیسی ہو، تمہارا گزارا کیونکر ہوتا ہے۔ دراصل اُس نے اپنے خاص مشاغل کے لیے کشا لُواسٹریٹ میں ایک الگ اپارٹمنٹ لے رکھا تھا۔ اُس کی زیبائش اور آرائش پر اس نے بے اندازہ دولت صرف کی تھی۔ میں ایک دو بار اس اپارٹمنٹ میں اپنے شوہر کو دیکھنے گئی تھی اور پہلی بار مجھے احساس ہُوا کہ زیوی گن جن افراد میں پھنس گیا ہے وہ اچھے لوگ نہیں ہیں... کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے اُسے جو تنخواہ اور الاؤنس وغیرہ ملتے تھے، وہ اس اپارٹمنٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

...ضروریات کے لیے قطعی ناکافی تھے۔ اُس میں سینکڑوں ایک سے ایک قیمتی چیزیں ...تھیں....

...ظاہر ہے یہ سب شاہانہ انداز وہ اپنے سرکاری معاوضے سے پورے نہیں کر رہا ...ے جوا کھیلنے کی لت بھی پڑ چکی تھی۔ میں نے سُنا کہ ایک ایک رات میں لاکھوں امریکی ...کی ہار جیت اس کے اپارٹمنٹ پر ہوتی تھی۔ ہر نوع کی عیاشی اور بدمعاشی کے سامان اس ...پارٹمنٹ میں فراہم کیے گئے تھے، اور یہ سب کچھ برزنیف کے علم سے باہر نہ تھا۔ دراصل ...طرح وہ ان افراد سے آگاہ رہتا تھا جو آندرو پوف اور سُسلوف کے اشاروں پر ...تے تھے۔ جوئے، شراب اور نت نئی فاحشہ عورتوں سے تعلقات بڑھانے کے لیے زیوی گن ...کشا لُواسٹریٹ والا اپارٹمنٹ ہر قسم کے افراد کی بہترین تفریح گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ...پناہ گاہ تھا جہاں پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا تھا۔ زیوی گن جو نسٹھ برس کا تھا۔ مگر اس کی ...ت بہت اچھی تھی۔ جبکہ میں اُس سے صرف دو سال چھوٹی ہوں، اور تم میری حالت ...رہے ہو کہ باسٹھ برس کے بجائے میں ستر اسّی برس کی خوفناک صورت شکل والی بڑھیا نظر ...تی ہوں...."

"مادام، آپ کا شوہر کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین اور برزنیف کا خاص آدمی تھا۔ اس ...منصب کی اہمیت اور نزاکت سب پر واضح ہے۔ کے جی بی کی کارروائیاں کسی سے ...ڈھکی چھپی نہیں رہتیں۔ آپ کے اندازِ بیان سے صرف اتنا ہی پتا چلتا ہے کہ زیوی گن ...شراب پینے اور جوا کھیلنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتا تھا۔ کیا یہ تاثر صحیح ہے"؟

"میں نے اُس کی شخصیت کا صرف ایک ہی رخ تمہیں بتایا۔" بڑھیا نے فوراً کہا۔ ...بات نہیں تھی... جب کام کرنے اور اپنے فرائض ادا کرنے کا وقت آتا تو زیوی گن سے ...مستعد اور چاق و چوبند شخص کوئی اور نہ تھا۔ افغانستان میں جب ہم نے اپنی فوجیں ...داخل کیں اور اس کا جیسا سخت ردِّ عمل پوری دنیا میں ہُوا۔ اگرچہ وہ خلافِ توقع نہ ...تھا، تاہم کے جی بی کے کندھوں پر زبردست ذمّہ داریاں آن پڑیں۔ اس کے بعد ...پولینڈ میں گڑبڑ... پھر سخاروف کا معاملہ... وغیرہ وغیرہ یکے بعد دیگرے ایسے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حالات و واقعات رونما ہوتے گئے جن کے باعث زیوی گن ساری عیاری بھول گیا۔ اُسے فی الواقع پچھلے تین چار برسوں میں سر کھجانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ ملک کے جی بی کے کارکنوں کی نگرانی کے ساتھ اندرونِ ملک، برزنیف کے خلاف نئی سازشوں پر بھی زیوی گن ہی کو نگاہ رکھنی پڑتی تھی۔ اس لیے کہ کے جی بی میں زیوی گن کو چھوڑ کر ایک فرد بھی برزنیف کا حامی نہ تھا۔ گویا میرے شوہر کو بیک وقت کئی محاذوں پر لڑنا پڑ رہا تھا اور ظاہر ہے وہ روز بروز چڑچڑا اور زندگی سے بیزار ہوتا چلا گیا۔ اس کے فولادی اعصاب رفتہ رفتہ موم بن گئے۔ پہلے کبھی کبھار وہ گھر آجاتا، لیکن اب وہ ادھر کا رخ کرنا ہی بھول گیا تھا۔ میں اُسے دیکھنے کشتالوا سٹریٹ چلی جاتی، مگر وہ مجھ سے بات نہ کرتا ... آخری دنوں میں اُس کی جسمانی حالت نہایت دِگرگوں تھی۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا... وہ ۱۹۳۹ء سے کے جی بی کے لیے کام کر رہا تھا اور اس نے اپنی زندگی کے آخری ۳۵ برس اس ادارے میں بسر کر دیے تھے۔ اس کے بے شمار کارنامے ایسے ہیں جو کے جی بی کی خفیہ فائلوں میں دفن ہیں۔ حد یہ ہے کہ اس نے اپنی جان بھی کے جی بی پر نثار کر دی۔"

ویرا پیٹروفانا کی آواز ایک بار پھر بھرّا گئی اور پھر اس کی مرجھائی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

"کیا نتیجہ نکلا اس طویل خدمت اور جان کی قربانی پیش کرنے کا؟" اس نے یک لخت بپھری ہوئی شیرنی کی طرح یہ سوال مجھ سے کیا۔ "یہی کہ اُسے خودکشی پر مجبور کر دیا گیا... اُس پر طرح طرح کے بے بنیاد اور گھناؤنے الزامات لگائے گئے... اس کے خلاف جھوٹی سچی خبریں وضع کی گئیں۔ برزنیف کے کان بھرے گئے۔"

"گویا زیوی گن سے آپ کی ملاقات اُنتیس جنوری کو ہوئی نہ اٹھارہ جنوری کو؟" میں نے کہا۔ "آخری مرتبہ آپ نے کب اُسے دیکھا؟"

"یہ مَیں نے کب کہا کہ اٹھارہ یا اُنتیس جنوری کو میری اس کی ملاقات نہیں ہوئی؟" بڑھیا نے جواب دیا۔ "حقیقت یہ ہے کہ مَیں نے اُسے اٹھارہ اور انیس دونوں دن دیکھا۔ ہم ان تاریخوں سے کوئی تین چار دن پہلے تک اُسے دیکھے ہوئے کئی ہفتے گزر چکے تھے اور مَیں سوچ رہی تھی کہ کشتالوا سٹریٹ اپارٹمنٹ میں جا کر اُسے ایک نظر دیکھ آؤں لیکن اٹھارہ جنوری کی شب وہ اچانک یہاں آگیا ... اس کی ظاہری حالت نہایت خستہ اور خراب تھی ... جیسے برسوں کا بیمار ہو... خلافِ توقع اس نے مجھ سے چند باتیں بھی کیں، اپنے لڑکے اور لڑکی کے بارے میں پوچھا کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہیں ... میں نے اُسے بتایا کہ سب کچھ ٹھیک ہے اور یہ کہ اُسے فکر کرنے کی ضرورت نہیں... میں نے اُس سے پوچھا کہ کھانا تیار کر دوں۔ اُس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے اور اب سونا چاہتا ہے ... چنانچہ وہ اپنے کمرے میں جا کر سو گیا... اگلے روز یعنی ۱۹ جنوری کی صبح جب وہ بیدار ہو کر کمرے سے باہر آیا تو کسی قدر بہتر دکھائی دیا۔ اُس نے خود کہا کہ وہ ناشتہ نہیں کرے گا ... مَیں نے جلدی سے ناشتہ تیار کیا۔ کھانے کی میز پر بیٹھا وہ گہری سوچ میں گم رہا۔ اُس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور ناشتہ کرتے ہی چلا گیا۔ بس اس کے بعد مَیں نے اُسے زندہ نہیں دیکھا ..."

"مادام آپ اپنے حافظے پر زور دے کر بتائیں کہ زیوی گن نے کوئی خاص بات آپ سے کہی ہو یا کسی کا ذکر کیا ہو۔"

"نہیں... وہ رات کو آیا اور آتے ہی سو گیا۔ صبح مَیں نے اُس کے لیے ناشتہ بنایا۔ وہ اس وقت بھی چُپ رہا... اُس نے کوئی بات نہیں کی۔"

"جب وہ یہاں سے نکلا تو آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ کہاں گیا ہوگا؟"

"کچھ اندازہ نہیں ۔ ممکن ہے وہ کشتالوا سٹریٹ والے اپارٹمنٹ میں گیا ہو یا کہیں اور..."

"اُس کے جانے کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟"

"مَیں حسبِ معمول سینما چلی گئی۔" اُس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ میرے اس جواب پر مجھے حیرت ہوئی .... اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" بڑھیا بول پڑی۔ "مَیں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ پچھلے کئی برسوں سے میں اس فلیٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں اکیلی رہ رہی ہوں۔ بچے میرے ساتھ نہیں رہتے اور زیوی گن مہینے دو مہینے میں ایک آدھ بار مہمانوں کی طرح آتا اور چلا جاتا تھا... تب ایک بوڑھی عورت کیا کرتی ہے۔ میں نے صبح کے وقت روزانہ فلم دیکھنا اپنا معمول بنا لیا — لنچ میں ہمیشہ گھر سے باہر سینما ہی میں لیتی ہوں۔ میرے گھر کے قریب ہی ایک سینما ہاؤس ہے۔ جہاں ٹھیک دس بجے صبح روزانہ نئی فلم دکھائی جاتی ہے... کبھی کبھی میں زیادہ دور بھی چلی جاتی ہوں یعنی زر... سینما کی طرف۔"

"۱۹ جنوری کی صبح آپ نے کونسی فلم دیکھی، اس کا نام کیا ہے؟"

"ہاں — وہ اچھی مزاحیہ فلم تھی — ایک مکینک کی بیوی کے بارے میں۔"

"اور اسی روز چند گھنٹوں بعد آپ کو اطلاع ملی کہ زیوی گن نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کو ہلاک کر لیا۔"

"ہاں — پہلے تو مجھے اس اطلاع پر یقین نہیں آیا... زیوی گن ایسا آدمی ہرگز نہیں تھا جو یوں خودکشی کرتا، پھر میں نے سوچا کہ زندگی کے آخری دنوں میں اس کی ذہنی کیفیت شاید نارمل نہیں رہی تھی۔ اس لیے ممکن ہے وہ یہ حرکت کر گزرا ہو..."

"گویا آپ کی رائے میں زیوی گن ایسی حالت میں تھا کہ وہ خود کو شوٹ کر سکتا تھا"

"یوں کہو کہ حالات و واقعات نے اُسے ایسی حالت تک پہنچا دیا تھا جہاں اس کے سامنے خودکشی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا... سوویت یونین میں اکثر بڑے بڑے لوگ جو نازک مناصب پر فائز ہوں، اکثر خودکشی کیا کرتے ہیں... اس ضمن میں بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں..."

"آپ کی معلومات حیرت انگیز ہیں مادام"۔ میں نے کہا۔ "کیا آپ ایک دو مثالیں دے سکیں گی؟"

"میں تمہیں تازہ مثال دیتی ہوں... برزنیف نے جنرل دِٹیا پوپُتین کو حکم دیا تھا کہ افغانستان سے حفیظ اللہ امین کو ہر صورت میں زندہ پکڑ کر ماسکو لاؤ... سوویت کی گزشتہ تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ اس نوعیت کے کٹھن کام کے جی بی کے بجائے ایم وی ڈی کے سپرد کیے گئے۔ جنرل پوپُتین — ایم وی ڈی کا چیئرمین تھا۔ اس نہ... بیدار مغز شخص کہ اس کے بارے میں عام طور پر مشہور تھا کہ نپولین بونا پارٹ (کی طرح) جنرل پوپُتین کی لغت میں بھی ناممکن کا لفظ ہے ہی نہیں۔ برزنیف کے اس حکم پر زیوی گن کو خاصا تعجب بھی ہوا کہ کے جی بی کے تمام تجربات کو نظر انداز کرتے ہوئے حفیظ اللہ امین کو زندہ حیثیت میں کابل سے کریملن تک پہنچانے کا فریضہ ایم وی ڈی کو (سونپا) گیا۔ اس نے خود برزنیف کو بتایا کہ پوپُتین اپنی رسوائے زمانہ عیاری اور مکاری کے باوجود یہ کام سرانجام نہیں دے سکے گا، اس لیے یہ کام کے جی بی کے کسی ایجنٹ (کو سونپا) جائے مگر برزنیف نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا..."

"آپ بار بار کہہ رہی ہیں کہ برزنیف نے امین کو کابل سے زندہ ماسکو تک لانے (کا حکم) دیا تھا" میں نے ویرا پیٹروفانا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس لفظ 'زندہ' سے آپ (کی مراد) کیا ہے؟ کیا حفیظ اللہ امین کو ماسکو لانا محال ہو رہا تھا یا وہ برزنیف سے ملنے (آ)نا نہیں چاہتا تھا؟"

بڑھیا بے اختیار ہنس پڑی: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں کامریڈ (...) بہرحال میں تمہیں بتاتی ہوں۔ افغانستان میں جب وہاں کے لوگوں نے (سوو)یت یونین کے خلاف نفرت آمیز مظاہروں کا آغاز کیا اور حفیظ اللہ امین کے لیے (مظ)اہروں پر قابو پانا ممکن نہ رہا تب جنرل زیوی گن نے برزنیف کو مشورہ دیا کہ اگر اس (وقت) امین کی مدد نہ کی گئی تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ سوویت یونین پر لازم (ہے کہ) افغان حکومت کی مدد کرے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امین (کو ما)سکو لایا جائے اور اُس سے اس مضمون کی درخواست پر دستخط کرائے جائیں کہ (افغا)نستان میں گڑبڑ ختم کرنے کے لیے سوویت یونین اپنے دوست افغانستان کی مدد (اس طر)ح کر سکتا ہے کہ مسلح سوویت فوجی دستے وہاں داخل کر دیئے جائیں۔ یوں افغانستان (میں) فوجی مداخلت کا جواز حاصل ہو جائے گا اور یہ کارروائی دنیا کا منہ بند کرنے کے لیے (کافی) ہے۔ ورنہ اقوام متحدہ کا ادارہ اس مسئلے پر لے دے کر سکتا ہے....

(زی)وی گن کا کہنا تھا کہ جب تک سوویت یونین اپنے فوجی دستے افغانستان نہ بھیجے گا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس وقت تک اُمین خطروں میں گھِرا رہے گا اور اسے بہرحال بچانا اہمیت کا ...
چنانچہ پولٹ بیورد کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہُوا اور جب برزنیف نے ...
میں زیوی گن کے مشورے کا ذکر کیا تب سُسلوف اچانک اپنی نشست سے
اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اس نے پُرزور الفاظ میں اعلان کیا کہ سوویت کسی اُمین کا محتاج نہیں
اور ہم جب چاہیں کسی درخواست کے بغیر افغانستان پر قبضہ کر سکتے ہیں، اور یہ قبضہ ...
تاخیر کے بغیر کرنا چاہیے۔ افغانستان میں جو لوگ کمونسٹوں کی مزاحمت میں پیش پیش ہیں
انہیں فوری طور پر ختم کر دینا چاہیے اور یہ کام افغان کمیونسٹ پارٹی بڑی آسانی سے
کر سکتی ہے ....

" اگر پارٹی کو مسلّح افراد کی ضرورت پڑے گی تو یہ افراد کسی بھی لمحے افغانستان روانہ
کیے جا سکتے ہیں۔ پولٹ بیورو میں سُسلوف کے علاوہ آندروپوف دوسرا شخص تھا جس
نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان پر قبضے کا اس سے بہتر موقع سوویت
یونین کو نہیں مل سکے گا اور زیوی گن کی تجویز پر عمل کرنا محض وقت ضائع کرنے کے
مترادف ہے۔ اس موقع پر خاصی گرما گرم بحث ہوئی۔ آخر برزنیف نے فیصلہ کیا کہ جنرل
زیوی گن کو پولٹ بیورو کے اس خصوصی اجلاس میں بلا کر اس کے دلائل بھی مخالفین کو
سنوائے جائیں ....

" زیوی گن نے اجلاس میں کہا کہ افغانستان پر اگر قبضہ کرنا مقصود تھا تو اب اس
کا مناسب وقت گزر چکا ہے۔ یہ کام تو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ اس وقت صورتِحال
دوسری ہے اور سوویت یونین کی افغانستان میں کسی معقول جواز کے بغیر مداخلت سنگین
نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ یہ نتائج مستقبل قریب میں سوویت یونین کے لیے مفید ثابت
نہیں ہوں گے، اور اگر ایک بار ہم افغانستان میں پھنس گئے تو اس گہری دلدل سے نکلنا
آسان نہ ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ افغانستان دوسرا ویت نام بن جائے۔ ان تمام مشکلات
سے محفوظ رہنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ افغان حکمران کو بہلا پھسلا کر یا زبردستی جس
طرح حالات اجازت دیں، اکر ملین لایا جائے اور وہ ہم سے مدد کی تحریری درخواست

... سُسلوف نے نہایت حقارت آمیز لہجے میں زیوی گن سے کہا، معلوم ہوتا ہے
... میں بُزدل لوگ ضرورت سے زیادہ جمع ہو گئے ہیں اور یہ ادارہ روز بروز
... ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ افغانستان کا معاملہ ایم وی ڈی کے
... کر دیا جائے۔ ایم وی ڈی میں جنرل پیوٹین جیسے بہادر اور ہوشمند لوگ موجود
... جو زیادہ اچھی کارکردگی دکھانے کے اہل ہیں ....

" پولٹ بیورو کے ارکان کی اکثریت نے اس تجویز پر صاد کیا اور امین کو کابل
... میلن لانے کا فریضہ جنرل پیوٹین کو سونپ دیا گیا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ رات
... کی میں افغانستان کے حکمران کی سرکاری رہائش پر اچانک حملہ کیا جائے، تمام
... پہرے داروں کو موت کے گھاٹ اُتار کر امین کو زندہ پکڑ لیا جائے۔ اُسے
... ماسکو لانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ امین سے وہیں کابل میں تحریری
... درخواست وصول کر لی جائے جس میں سوویت یونین سے مسلّح فوجی دستے افغانستان
... بھیجنے کی اپیل کی گئی ہو ....

" جنرل پیوٹین نے بڑی سرعت سے اس مہم کی جزئیات اور تفصیلات طے کیں
... ایک شب افغانستان میں صدارتی محل پر حملہ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ افغان گارڈ
... سرنگوں ہو جائیں گے اور سوویت فوجیوں کو امین تک پہنچنے میں کوئی دقّت نہ
... مگر یہ خیال خام نکلا۔ امین کے مسلح باڈی گارڈوں نے سخت مقابلہ اور مزاحمت
... تاہم ایک ایک کر کے وہ سب مارے گئے۔ صدارتی محل میں خونریز جنگ جاری
... اور جنرل پیوٹین کو اندازہ نہ تھا کہ یہ مہم کس قدر مہنگی پڑے گی۔ اُس سے ایک
... غلطی یہ ہوئی کہ اس نے حملہ آور فوجی دستوں کو امین کی شناخت نہیں کرائی تھی۔ اس
... کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک سوویت فوجی نے امین پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ امین کے
... ٹکڑے ہو گئے اور سارا آپریشن اکارت گیا۔ جنرل پیوٹین کے حواس گم ہو گئے۔ یہ بات
... کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ امین یوں مارا جائے گا۔ اُسے تو بہرصورت زندہ رکھنا
... دنیا کی آنکھوں میں زیادہ دیر دھول نہیں جھونکی جا سکتی تھی۔ ایک غیر ملکی سربراہ کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رہائش گاہ پر یوں حملہ کرنا ہی قابلِ مذمّت تھا کہ اس سربراہ کا ہلاک ہو جانا
برپا کرنے کا سبب بن جاتا پوٹمین کو خوب احساس تھا کہ اس ناکامی پر شسلوف
کا کیا حشر کرے گا۔ اُسے اگر زندہ چھوڑ دیا جاتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ
بقیہ دن کسی جیل میں کٹ جاتے یا اس سے موت کے آخری لمحے تک
کانوں میں جانوروں کی طرح مشقت لی جاتی اور یہ دونوں باتیں جنرل
منظور نہ تھیں، لہٰذا پوٹمین کے بجائے اس کی لاش ہی شسلوف کے سامنے
لائی گئی اور اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ وہ صرف پولٹ بیورو کے سامنے
ذلیل و خوار ہوا تھا۔ بلکہ برزنیف کی طنزیہ مسکراہٹ نے شسلوف کی ذہنی اور جسمانی
دنیا بھی تہ و بالا کر دی۔ اب اس کے سامنے انتقام کے شعلے بجھانے کا واحد طریقہ
کہ جنرل زیوی گن کا خاتمہ کرے، سو اس نے اس کی پلاننگ شروع کر دی۔"

میں مبہوت ہو کر اس باسٹھ سالہ بڑھیا کی ہوش رُبا اور روح فرسا باتیں سُن رہا

"یہ بتائیے مادام، کربانوف اور کرسانوف کو آخر آپ کے میوزک کیسٹوں
اتنی دلچسپی کیوں تھی؟ کیا انہیں شبہ تھا کہ ان کیسٹوں میں بعض ایسے ہیں جن کے
خفیہ پیغامات ریکارڈ کیے گئے ہیں؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں ... یہ بات تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو میرے گھر سے
کا بڑا ذخیرہ اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ کو کچھ علم ضرور ہے۔ یہ اور بات کہ بتانا نہیں چاہتیں"
مَیں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر تمہارا یہ خیال ہے تو صحیح ہو گا۔" اس نے جھلّا کر جواب دیا۔ پھر چند لمحے
رہنے کے بعد کہنے لگی "سنو کامریڈ! تم ابھی بچے ہو۔ تمہارے یہ حربے مجھ پر کارگر
ہو سکتے۔ اب تم جاؤ اور جا کر اپنے آقا برزنیف سے کہہ دو کہ مجھے اپنے شوہر کی خود
یا قتل کی چھان بین سے کوئی واسطہ ہے نہ دلچسپی۔ زیوی گن کی موت کے بعد بھی برزنیف
اس سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے خودکشی

تاہم برزنیف اسے قتل کی واردات قرار دینے کا خواہش مند ہے تاکہ زیوی گن کی لاش
کے ذریعے آندروپوف یا شسلوف کو نشانہ بنا سکے۔ میرے نزدیک یہ سب ایک
ہی تھیلی کے چٹّے بٹّے ہیں۔ بلکہ ان کے گروہ میں گورباشوف کرلینکو اور گریشن جیسے
لوگ تو ایسے زہریلے ناگ ہیں جن کے کاٹے کا کوئی منتر ہی نہیں۔ یہ تمام افراد زیوی گن
کے دشمن تھے ... مَیں آندروپوف اور شسلوف سے شدید نفرت کرتی ہوں اور برزنیف
سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ محض اپنے اقتدار کو طول دینے اور اپنے حریفوں
کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ ڈراما رچا رہا ہے اور مَیں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ برزنیف زیادہ
دیر اقتدار پر متمکن رہے۔ اس کا تختہ بہرحال اُلٹ دینا چاہیے ..."

میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ بڑھیا نے دفعتہً اپنا اصل روپ مجھے دکھا دیا تھا۔

"مَیں آپ کا شکر گزار ہوں مادام ... اور جونہی مجھے موقع ملا، میں کامریڈ برزنیف
تک آپ کا یہ پیغام پہنچا دوں گا لیکن چلتے چلتے آخری سوال اور کرنا چاہتا ہوں، امید
ہے آپ اس کا جواب بھی دیں گی۔ یہ بتائیے، آپ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ نمبر دو میں کس
لیے تشریف لے گئی تھیں؟"

کوشش کے باوجود میں اپنے لہجے کا طنز چھپا نہیں سکا۔ اس سوال پر بڑھیا چونک پڑی
اور ایک ثانیے کے لیے اس کی نیلی آنکھوں میں روشنی کچھ اور کم ہو گئی۔ وہ بھی اُٹھ کھڑی
ہوئی: "ہاں ... مَیں گئی تھی۔ تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھنے والے؟"

"آپ جانتی ہیں مجھے حکومت نے زیوی گن کی موت کے بارے میں تحقیقات کے
لیے وسیع اختیارات دیے ہیں ..." مَیں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔
"میں چاہوں تو اسی وقت آپ کو گرفتار بھی کر سکتا ہوں اور کوئی آپ کی ضمانت دینے
والا بھی نہ ہو گا۔"

"مَیں وہاں اپنے شوہر کی لاش دیکھنے گئی تھی ..." اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور آپ وہاں سے اُن کی جیکٹ بھی لے آئیں۔ وہ جیکٹ کہاں ہے؟"

"وہ تو مَیں نے جلا دی تھی۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ "اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو بڑے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

شوق سے گھر کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

"مجھے آپ کی بات پر یقین ہے مادام۔ یہ بتائیے کہ آپ کے شوہر کی وہ جیکٹ صحیح سلامت تھی یا کسی تیز دھار آلے سے چاک کی گئی تھی؟"

"جیکٹ بالکل درست تھی کہیں سے پھٹی ہوئی تھی نہ اس پر کوئی نشان تھا۔"

ظاہر ہے بڑھیا قطعی غلط بیانی سے کام لے رہی تھی میں نے کہا: "لیکن مجھے انسپکٹر بوڑ کے ایک ذمے دار شخص نے بتایا کہ زیوی گن کی جیکٹ بری طرح پھٹی ہوئی تھی اور اس پر خون جما ہوا تھا۔ ایسا اندازہ کیا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے زیوی کی کسی آدمی سے دھینگا مشتی ہوئی۔ زیوی گن جان بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی دوران زیوی گن نے اپنے ریوالور سے حملہ آوروں پر فائر بھی کیے... اس کے بعد اچانک اس نے وہی ریوالور اپنی کنپٹی پر رکھا اور موت کی آغوش میں چلا گیا... کیا یہ کہانی آپ کی عقل میں آتی ہے مادام؟"

وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوتے تھے۔ اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ میں نے دیکھا کہ لوہا گرم ہے، اس لیے آخری وار کیا: "مادام اگر تفتیش کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کے شوہر کو بے دردی سے قتل کیا گیا ہے تب بھی آپ قانون سے تعاون کرنے سے انکار کریں گی؟"

وہ اب بھی چپ رہی۔ ہم دونوں چند لمحے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ... پھر میں فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

فضا میں ناقابلِ برداشت ٹھنڈک تھی اور برف باری کا سلسلہ ایک منٹ کے لیے بھی بند نہیں ہوا تھا۔ وولگا اگر اندر سے گرم نہ ہوتی تو یقیناً میرے اور شاشا روشوف کی ہڈیاں تک سردی سے گل جاتیں۔ جب میں کار میں بیٹھ گیا اور روشوف نے انجن اسٹارٹ کیا تو اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے ویرا پلیٹروفانا کی صورت گھوم رہی تھی۔ کس قدر چالاک اور ہوشیار بڑھیا سے پالا پڑا تھا اور کس بے خوفی سے وہ برزنیف اور آندروپوف کو گالیاں دے رہی تھی۔

"کہاں چلنا ہے کامریڈ؟" میرے کانوں میں روشوف کی آواز آئی۔

"قبرستان کی طرف چلو..." میں نے جواب دیا۔

"جناب، کیا آپ کچھ جلدی نہیں جا رہے، قبرستان کی طرف؟" روشوف نے یہ بات مذاق سمجھ کر جواب دیا۔ مگر اس وقت میں اس مذاق کو بھی سنجیدگی سمجھا۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا، دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

"نہیں... ہم بالکل صحیح وقت پر قبرستان جا رہے ہیں۔ میں نے گریڈس سے کہا تھا کہ ہم ٹھیک ساڑھے دس بجے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب... اس کا مطلب ہے آپ قطعی سیریس ہیں کامریڈ"... روشوف نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بھی بتا دیجیے کون سا قبرستان آپ کی منزل ہے؟ ویسے یہ آپ ہی کا حوصلہ ہے کہ اس وقت قبرستان جا رہے ہیں۔"

"میں ایک لاش دیکھنے قبرستان جا رہا ہوں اور وہ لاش غیر معمولی شخصیت کی ہے اس لیے اہم قومی شخصیتوں کے قبرستان کی طرف چل پڑو..."

روشوف نے گہرا سانس لیا اور کار اس سڑک پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ جدھر نالنگولسکی کا مشہور قبرستان آباد تھا... دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے کہ وولگا قبرستان کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ پھر اچانک تاریکی میں چار پانچ انسانی سائے سے رینگ کر قریب آ گئے۔ اُن کے آگے بورس گریڈس چل رہا تھا۔ انھوں نے بھاری اوورکوٹ پہن رکھے تھے۔

"کیا سب سامان تیار ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں قبر کھودنے والے موجود ہیں اور میں اپنی مدد کے لیے بھی ایک شخص کو لے آیا ہوں۔" گریڈس نے جواب دیا۔

"اگر کسی نے کوئی ہنگامہ وغیرہ کیا تو اس کا کیا علاج ہے؟"

"فکر نہ کرو... ہم سب مسلح ہیں... لیکن قبرستان کے اندر جانے کے لیے بہرحال ہمیں ڈائریکٹر سے اجازت لینا ہوگی۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قبرستان کے ڈائریکٹر کا مکان قریب ہی تھا اور اس کے ایک بیرونی کمرے کی کھڑکی سے روشنی کی کرنیں جھانک رہی تھیں۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا اور بظاہر کسی مداخلت کا امکان نہ تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ ڈائریکٹر نے اگر شرافت کا ثبوت دیا اور ہمارے کام میں مزاحمت نہ کی تو اُسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں میں اپنے وسیع اختیارات استعمال کرنے میں بالکل آزاد تھا۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو..." میں نے گریڈس سے کہا۔ "میں اکیلا جاتا ہوں اور ڈائریکٹر کو ساتھ لے کر آؤں گا تاکہ وہ قبر کی نشان دہی کر سکے... اگر مجھے باہر آنے میں دیر لگے تو تم بعد میں آسکتے ہو...."

یہ ہدایت دے کر میں اُس مکان کی طرف چلنے لگا جو قبرستان کے مین گیٹ سے نصف فرلانگ دور ہوگا۔ نزدیک گیا تو کسی کتے نے نعرہ لگایا۔ میں رُک گیا۔ کتا مسلسل بھونکتا رہا... پھر کسی آدمی کی کرخت آواز سنائی دی... وہ کتے کو ڈانٹ رہا تھا۔ مکان کے دروازے پر بڑی سی تختی لگی تھی۔ شیشے کی اُس تختی کے عقب میں ننھا سا بلب روشن تھا اور جلی سرخ حروف میں لکھا تھا: "ڈوپلاٹوف ... ڈائریکٹر قبرستان..." میرا خیال تھا دروازہ اندر سے لاک ہوگا۔ مگر آہستہ سے دھکا دیا تو وہ کھل گیا — میں نے خود کو ایک تنگ سی راہداری میں پایا جس پر دبیز میٹ بچھا ہوا تھا۔ راہداری کی چھت میں بھی بلب روشن تھا۔ دائیں جانب پہلے ہی کمرے کے دروازے کی درز میں روشنی کی کرنیں باہر آ رہی تھیں۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے کسی کے غرّانے کی آواز آئی: "کون ہے؟" میں نے کوئی جواب نہ دیا اور دوبارہ دستک دی۔ ایک لمحے کے بعد دروازہ کھلا اور طویل قامت کا نہایت لحیم شحیم آدمی شب خوابی کا لباس پہنے نظر آیا۔

"کون ہو تم اور یوں آدھی رات کو یہاں آنے سے کیا غرض ہے؟" وہ پھر غرّایا۔

"معاف فرمایئے... کیا آپ ہی کامریڈ ڈوپلاٹوف ہیں؟"

"ہاں، وہ تو میں ہوں۔ لیکن تم کون بلا ہو؟" اس نے ناراض ہو کر کہا۔ "کیا یہ

ملاقات کا وقت ہے؟"

"جی نہیں ... بغیر اطلاع آنے کی معافی چاہتا ہوں..." میں نے کہا۔ "مجھے ایک اہم سرکاری معاملے پر آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

اُس نے اوپر سے نیچے تک میرا جائزہ لیا۔ پھر ایک طرف ہٹ کر بولا: "آؤ، اندر آجاؤ۔ باہر بڑی ٹھنڈ ہے۔"

"شکریہ —" میں نے کہا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔

"اب بولو، کیا کہنا ہے تمہیں؟" اُس نے مجھے بیٹھنے کے لیے بھی نہ کہا اور خود اپنی کرسی پر براجمان ہو کر رعونت سے مخاطب ہوا: "پہلے اپنے شناختی کاغذات دکھاؤ!" میں نے شناختی کاغذات پیش کر دیئے اور آنے کا مقصد بتایا۔ وہ ایک دم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"اس وقت قبر کھود کر لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی..." اس نے مشتعل ہو کر کہا اور اس کا ہاتھ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اٹھا۔ مگر میں نے فوراً جیب سے ریوالور نکال لیا۔ "اگر تم نے مزید کوئی حرکت کی تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا، کامریڈ ڈوپلاٹوف... تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ قبرستان چل کر جنرل زلوی گن کی قبر کی نشان دہی کرنا ہوگی۔"

قبرستان میں گھپ اندھیرا تھا، برف باری جاری تھی... ٹارچوں کی روشنی میں زلوی گن کی قبر کھودی گئی اور لکڑی کا تابوت باہر نکالا گیا — تابوت کا ڈھکنا کھولا گیا تو میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہوگئیں۔ گریڈس نے سب سے پہلے جھک کر تابوت میں دیکھا اور تحیّر آمیز ہلکی سی چیخ اُس کے حلق سے نکل گئی۔ اس کے اشارے پر ہمارے ساتھیوں نے تابوت کے اندر بیک وقت چار ٹارچوں کی روشنیاں پھینکیں۔ میں دو قدم آگے بڑھا، برف اور مٹی کے ڈھیر پر بمشکل کھڑے ہو کر میں نے بھی تابوت میں جھانکا۔

اس کے اندر کسی جنرل زلوی گن کی لاش نہ تھی... تابوت خالی پڑا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تابوت خالی ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اس میں سے زیوی گن کی لاش نکالی جا چکی ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ڈوبلاٹوف کی غلط نشاندہی پر ہم نے جسے جنرل زیوی گن کی قبر سمجھا، وہ کسی اور کی قبر ہو، تاہم یہ سوال اپنی جگہ برقرار تھا کہ اگر یہ قبر زیوی گن کی بجائے کسی اور بدبخت مُردے کی ہے تب وہ تابوت سے نکل کر کہاں گیا؟ آنِ واحد میں اس قسم کے کئی شبہات میرے ذہن پر وارد ہوئے اور اُڑ گئے۔ بورس گریڈس کے آدمیوں نے ڈوبلاٹوف کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس تمام کارروائی کے دوران وہ چپ چاپ کھڑا رہا جیسے اس کا کوئی تعلق ہم سے نہ ہو اور محض تماشائی کے طور پر وہاں آن پہنچا ہو۔

"لاش کہاں ہے؟ کامریڈ ڈوبلاٹوف!" میں نے مدھم آواز میں اُس سے پوچھا۔

اس نے بے نیازی سے شانے اُچکا دیے اور جواب میں کچھ نہ کہا۔ میں نے اپنا سوال دُہرایا اور اس بار لہجہ فطری طور پر غضبناک تھا۔

"بہتر ہے اپنی زبان فوراً کھول دو۔۔۔ ورنہ مجھے یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ میں تمہیں مار کر اس تابوت میں بند کر دوں۔"

ڈوبلاٹوف خاموش ہی رہا۔۔۔ قبرستان میں گہرا سناٹا طاری تھا۔۔۔ ہر طرف برف ہی برف تھی یا ہولناک اندھیرا۔۔۔ سردی اتنی زیادہ کہ گرم کپڑے اور بھاری اوورکوٹ پہننے کے باوجود دانت سے دانت بج رہے تھے۔ میں نے بورس گریڈس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، بورس کے ہونٹوں پر نہایت سفاکانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا:

"میرا خیال ہے زیوی گن کی قبر یہی ہے اور ہمارے آنے سے کچھ دیر پہلے اس کی لاش تابوت سے نکالی گئی ہے۔"

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں کامریڈ!۔۔۔ ہمیں واپس بھی جانا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں دس تک گنتا ہوں۔۔۔ اس دوران کامریڈ ڈائریکٹر ڈوبلاٹوف زبان کھول دیں تو ان کی زندگی بڑھ جائے گی ورنہ۔۔۔ دوسری صورت میں انہیں آپ کے فیصلے کے مطابق اس خالی تابوت کا پیٹ بھرنا پڑے گا۔"

اور اس کے ساتھ ہی بورس نے گنتی شروع کر دی۔۔۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔

"کیا آپ لوگ بالکل ہی پاگل ہو چکے ہیں؟" ڈوبلاٹوف اچانک چلّایا۔۔۔ "یوں آدھی رات کے وقت۔۔۔"

"پانچ۔۔۔ چھ۔۔۔ سات۔۔۔" بورس گریڈس نے چند سیکنڈ کے وقفے سے گنتی جاری رکھی اور پھر بورس کے ساتھ آنے والوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رُخ ڈوبلاٹوف کی طرف پھیر دیا۔

"آٹھ۔۔۔ نو۔۔۔" بورس نے بلند آواز سے کہا۔

"ٹھہرو۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ میں بتاتا ہوں۔۔۔" ڈوبلاٹوف نے ہانپتے ہوئے کہا۔

ٹارچوں کی تیز روشنیاں اُس کے پھولے ہوئے چہرے پر مرکوز تھیں اور میں نے دیکھا اس بے پناہ ٹھنڈ میں بھی ڈوبلاٹوف کی پیشانی اور منہ پسینے سے تر ہو چکے تھے۔

"بولو۔۔۔ لاش کہاں ہے؟" بورس نے ڈپٹ کر کہا۔ "تمہارے پاس صرف ایک منٹ رہ گیا ہے۔۔۔ صرف ایک منٹ۔"

"بتاتا ہوں۔۔۔ بتا تو رہا ہوں۔۔۔" ڈوبلاٹوف باقاعدہ ہانپ رہا تھا۔۔۔ "بتاتا ہوں۔۔۔ یہ ریوالور پرے ہٹا لو۔"

بورس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔۔۔ انہوں نے ڈوبلاٹوف پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور ریوالور بھی ہٹا لیے۔

"زیوی گن کی لاش سردخانے میں لے جائی گئی ہے۔" ڈوبلاٹوف نے انکشاف کیا۔

"سردخانے میں!" میں نے کہا۔ "کون سے سردخانے میں؟"

"یہیں۔۔۔ قبرستان کے سردخانے میں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔۔۔ مہربانی کر کے ہمیں سردخانے تک لے چلو۔" بورس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔" ڈوبلاٹوف کی آواز میں اب ٹھہراؤ آچکا تھا۔۔۔ یہ کہہ کر اس نے آدمیوں کا گھیرا توڑا اور اپنے مکان کی طرف چل پڑا مگر بورس نے اُسے روکا۔۔۔ "ٹھہرو۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں... سچ ہے... زیوی گن کی لاش میرے مکان کے پچھواڑے، سرد خانے میں موجود ہے۔"

"اور تم ہمیں وہاں لے جانا چاہتے ہو؟" بورس نے پوچھا۔ ڈوپلاٹوف نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کروں۔ بورس نے اچھل کر ڈوپلاٹوف کے جبڑے پر زوردار گھونسا جڑ دیا۔ ڈوپلاٹوف اس حملے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا مگر فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا... اس کے منہ سے خون کی پتلی سی دھار ابل رہی تھی۔ شاید بورس کے گھونسے نے اس کا کوئی دانت اپنی جگہ سے ہلا دیا تھا۔ بورس کے حلق سے مغلظات کا طوفان نمودار ہوا۔

"کُتّے کی اولاد۔ مجھ سے مذاق کرتا ہے... معلوم ہوتا ہے تیری موت آ ہی گئی ہے۔"

اُس نے تابڑ توڑ تین چار گھونسے ڈوپلاٹوف پر برسا دیے۔ ڈوپلاٹوف بُری طرح چیخ رہا تھا:

"مجھے مت مارو... میں سچ کہہ رہا ہوں... زیوی گن کی لاش سرد خانے میں... ڈیپ فریزر نمبر تین کے اندر پڑی ہے... اگر یقین نہیں آتا تو ایک آدمی وہاں جائے اور اپنا اطمینان کر لے..."

"سرد خانہ مقفّل ہوتا ہے... اس کی کنجیاں کہاں ہیں؟" بورس نے پوچھا:

"سرد خانے کی کنجیاں میرے آفس کے میز کی دائیں جانب والی دراز میں پڑی ہے۔"

"بہت خوب..." بورس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "کامریڈ، اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "اس بدمعاش کے کپڑے اتار دو!"

انہوں نے آناً فاناً ڈوپلاٹوف کا جسم کپڑوں سے بے نیاز کر دیا

"میرا خیال ہے ہم اس بے وقوف پر اپنے کارتوس ضائع نہ کریں۔" بورس نے

ے کہا۔ "اسے ایسی حالت میں زیوی گن کے خالی تابوت میں بند کر کے دفنا دیتے ہیں۔ ینٹ کے اندر یہ خود برف کے تودے میں تبدیل ہو جائے گا۔"

"اس سے بہتر طریقہ کوئی اور ممکن نہیں..." میں نے تائید کی... "ویسے بھی اس ے سناٹے میں فائر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ آواز دُور دُور تک جائے گی۔ زیوی گن تابوت خاصا آرام دہ نظر آتا ہے... کامریڈ ڈوپلاٹوف کو اس میں کوئی تکلیف محسوس ہوگی۔"

ہمیں یقین تھا کہ اس ظالم ٹھنڈ میں کسی شخص کو زیادہ دیر برہنہ رکھنا اُسے ت کی نیند سُلا دینے کے مترادف ہوگا، مگر ڈوپلاٹوف جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا اس پر کوئی خاص اثر پڑتا معلوم نہیں ہوتا تھا، سوائے اس کے کہ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"تمہارے مکان میں یا مکان سے باہر کتنے کُتّے گھومتے ہیں؟" بورس نے اس سے ریافت کیا:

"صرف ایک، اور وہ بھی خطرناک نہیں... چھوٹا سا پالتو کُتّا ہے... تم اسے دیکھ چکے ہو۔"

بورس نے ایک لحظہ اس خطرناک صورتِ حال پر غور کیا: "ہم یہ بھی کر گزرتے ہیں۔ ہم میں سے ایک آدمی سرد خانے میں جا کر دیکھے گا کہ زیوی گن کی لاش وہاں موجود ہے یا نہیں۔ اگر لاش مل گئی تب تمہاری جان بچ جائے گی اور کوئی دھوکا ہوا تو یقین رکھو کہ تم اگلے دن کا سورج نہیں دیکھ پاؤ گے۔ اب یہ بتاؤ تمہارے مکان میں اس وقت کتنے افراد موجود ہیں۔"

"میری بیوی... اور... اور... میرے بیٹے۔" "بیٹے کتنے بڑے ہیں؟"

"ابھی چھوٹے ہی ہیں، چھٹیوں میں ہم سے ملنے آئے ہیں۔"

بورس مسکرایا... شاید کوئی نئی بات اُس کے ذہن میں آ گئی تھی۔ "کامریڈ ڈوپلاٹوف تم شاید مجھے نہیں جانتے... مگر میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں... تم وہی نہیں جس کا باپ کسی زمانے میں اسٹالن کے باڈی گارڈز میں شامل تھا اور جس نے بعد ازاں کامریڈ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خروشیف اور مارشل بلگانن کو اسٹالن کی ذاتی مصروفیات و مشاغل کے بارے میں رپورٹیں پہنچاتیں؟"

ڈوپلاٹوف کا خون آلود زخمی منہ حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات کا عکاس بن کر رہ گیا۔

"اور اس کے بعد تمہیں خروشیف سے غداری کے صلے میں اس قبرستان کا ڈائریکٹر بنایا گیا"؟

ڈوپلاٹوف، ننگ دھڑنگ کھڑا، خاموشی سے بورس کی صورت تک رہا تھا۔

"اور مزید یہ کہ پچھلے برس ہی تمہاری بیوی فوت ہوئی وہ بانجھ تھی... اس کے بعد تم نے دوسری شادی نہیں کی۔ اور میں پوچھتا ہوں تمہارے یہ نام نہاد دو بیٹے کہاں سے پیدا ہو گئے؟"

ڈوپلاٹوف کے پاس ان سوالوں کا جواب ہوتا تو وہ ضرور بولتا۔ لیکن وہ بے جان بت کی طرح چپ چاپ تھا۔ بورس نے گہرا سانس لیا اور مجھ سے کہنے لگا: "میرا خیال ہے ہمیں پہلے اس شخص کا ٹنٹا ختم کر دینا چاہیے... وہ تو اتفاق سے مجھے یہ سب باتیں یاد آ گئیں ورنہ اس کتے نے ہمیں دھوکا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ عین ممکن ہے کہ سردخانے کے محافظ، اس کے کسی خفیہ اشارے پر ہمیں گولیوں سے بھون ڈالتے... بہرحال... اب مجھے دس تک دوبارہ گنتی گننے کی ضرورت نہیں۔"

"ساتھیو! اس بدمعاش کو تابوت کی طرف ہانک دو۔" اُس نے حکم دیا۔ میں اپنی جگہ دم بخود تھا۔ اگرچہ اس مہم کی کمان میرے ہاتھ میں تھی لیکن بورس گریدلس نے کہہ دیا: "کامریڈ شمرایوف! اگر اس وقت ہم نے اس شخص کو زندہ چھوڑ دیا، سخت گھاٹے میں رہیں گے۔"

دفعتہً کچھ فاصلے پر روشنی سی نمودار ہوئی۔ شاید کسی نے ٹارچ استعمال کی تھی۔ پھر ایک مردانہ آواز گونجی:

"کامریڈ ڈوپلاٹوف... ! آپ کدھر ہیں؟"

"کون ہے یہ؟" بورس نے پوچھا۔

"یہ قبرستان کے چوکیداروں میں سے ایک ہے۔" ڈوپلاٹوف نے جواب دیا۔

"اسے کہہ دو کہ تم یہاں ہو اور بخیر و عافیت ہو..." بورس نے کہا۔

"یہ بات میں کیسے کہہ دوں جبکہ میری جان سخت خطرے میں ہے..."

"کامریڈ ڈوپلاٹوف!... کیا آپ قبرستان میں ہیں؟" آواز دوبارہ گونجی اور ٹارچ کی روشنی لحظہ بہ لحظہ قریب آنے لگی۔

بورس نے چلا کر کہا: "وہیں رک جاؤ... کامریڈ ڈوپلاٹوف ایک ضروری کام کر رہے ہیں... آگے مت آنا۔"

میں اس کی ہوشیاری پر حیران رہ گیا۔ دراصل وہ چوکیدار کو روکنے کے بجائے اکسا رہا تھا کہ وہ تیزی سے نزدیک آ جائے، اور ایسا ہی ہوا... چند منٹ بعد طویل قامت آدمی ٹارچ تھامے، درختوں کے مابین بنی ہوئی چھوٹی سی پگڈنڈی پر نظر آیا۔ ہم نے اپنی اپنی ٹارچیں بجھا دیں۔ یکایک ڈوپلاٹوف نے موقع پا کر چھلانگ لگائی اور اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ اُسی وقت بورس کے ساتھی حرکت میں آئے اور ان کے ریوالوروں نے شعلے اُگلنے شروع کر دیئے۔ ڈوپلاٹوف کا کام واقعی پورا ہو چکا تھا۔ وہ زیادہ دور نہ جا سکا اور ایک درخت سے ٹکرا کر گر پڑا۔ چوکیدار اب اتنا قریب آ چکا تھا کہ اُسے بھی واپس بھاگنے کی مہلت نہ ملی۔ ہمارا خیال تھا وہ مسلح ہو گا مگر اس کے پاس ٹارچ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"کون لوگ ہیں آپ، اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟" اس نے باری باری ہم سب کو گھور کر دیکھا۔

"یہ تمہیں تھوڑی دیر میں معلوم ہو جائے گا۔" میں نے اُسے دھمکاتے ہوئے کہا "لیزی گن کی لاش کس نے قبر سے نکالی اور اب وہ کہاں ہے؟ ہم کے جی بی کے آدمی ہیں... کامریڈ ڈوپلاٹوف نے ہمارے ساتھ چالاکی کرنے کی کوشش کی۔ اس کا انجام تمہارے سامنے ہے... تم دیکھ سکتے ہو کہ اُسے ہم نے ہلاک کر دیا ہے... اگر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تم اپنا یہ حشر نہیں چاہتے تو جو کچھ ہم پوچھیں اُس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔"

چوکیدار حواس باختہ ہو چکا تھا۔ ٹارچوں کی روشنی میں اس کی نظریں مادر زاد برہنہ ڈوبلاٹوف کی خون میں نہائی لاش پر پڑی تھیں۔ دہشت سے اس کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔ بورس نے اُسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔

"زیوی گن کی لاش کہاں ہے"؟ اس نے تحکمانہ انداز میں چوکیدار سے پوچھا۔

"زیوی گن کی لاش ..." اس نے آہستہ سے کہا۔ "جنرل زیوی گن ... وہی جنہوں نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کی تھی"؟

"ہاں ہاں وہی ... اُسے اِسی قبرستان میں دفنایا گیا۔ اب ہم نے اس کی قبر کھودی ہے ... لاش کا معائنہ کرنے کے لیے ... مگر تابوت خالی پڑا ہے ... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیوی گن کی لاش تابوت سے نکال کر کہیں چھپا دی گئی ہے ڈوبلاٹوف کا بیان تھا کہ لاش قبرستان کے سردخانے میں پڑی ہے ... کیا یہ درست ہے"؟

چوکیدار نے نفی میں گردن ہلائی ... وہ اس قدر خوف زدہ تھا کہ اس کے مُنہ سے کوئی لفظ تک نہیں نکل رہا تھا۔

"دیکھو، سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو ..." میں نے کہا۔ "ڈرو نہیں ... ہم تمھیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"سردخانے میں اس وقت کوئی لاش نہیں جناب ..." چوکیدار نے کہا۔ "کامریڈ ڈوبلاٹوف نے غلط بات بتائی۔"

اب حیران ہونے کی باری ہماری تھی۔ بورس نے میری اور میں نے اُس کی طرف تعجب سے دیکھا۔

"لیکن زیوی گن کی قبر سے یہ تابوت خالی کیوں برآمد ہوا"؟ بورس نے تیز آواز میں پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ لوگ ..."؟ چوکیدار کی آواز لرز رہی تھی ... "کون سی

...تھی آپ نے"؟

...ے کھدی ہوئی قبر کے پاس لے گئے۔ چوکیدار نے دوبارہ نفی میں گردن ہلائی۔

"...جنرل زیوی گن کی نہیں ہے جناب"!

"...یا"؟ بیک وقت ہم دونوں کے منہ سے یہ لفظ نکل گیا۔ "یہاں زیوی گن ...نہیں گیا تھا"؟

"...ستان تو یہی ہے جناب، جہاں بڑے بڑے لوگوں کو لایا جاتا ہے۔" چوکیدار ...جنرل زیوی گن کو میرے سامنے دفن کیا گیا تھا مگر یہ قبر ان کی نہیں ... یہاں تو ...کو دفنایا گیا تھا ... یہ کارروائی بھی دو تین دن پہلے ہی ہوئی ہے ... بھلا ...اس شخص کا۔ ٹھہریے، مَیں یاد کر کے بتاتا ہوں۔"

...اپنے ذہن پر زور دینے لگا اور مَیں یہ سوچنے میں مصروف ہو گیا کہ اس قبر ...دفنایا گیا ہو گا۔

"...آ گیا ... ہاں ... کرنل وٹیلوف ... یہی نام بتایا گیا تھا۔" چوکیدار کی آواز ...کانوں میں کہیں بہت دور سے آ رہی تھی ۔ کرنل وٹیلوف یہاں دفنایا گیا ...مَیں اس کے جنازے میں بوجوہ شریک نہیں ہو سکا، تاہم میرے لیے ...ن سخت تعجب کا باعث تھا کہ کرنل وٹیلوف کی لاش اس قبرستان میں دفنائی ...لیکن سوال یہ تھا کہ اگر چوکیدار صحیح کہہ رہا ہے تب کرنل کی لاش کہاں ...گئی۔

...بورس گریڈس کے زرخیز ذہن میں بھی یہی سوالات اُبھر رہے تھے۔ دفعتہً ...کر کان میں کہا:

"...ہے بعض لوگوں کو جنرل زیوی گن کی لاش میں دلچسپی رہی ہو اور انہوں نے ...وٹیلوف کی قبر کھود کر لاش نکال لی ہو ... شاید انہیں بعد میں اپنی حماقت کا پتہ ...ر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُنہیں واقعی وٹیلوف کی لاش ہی درکار ہو ..."

...بحث کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں تھا، چنانچہ براہِ راست چوکیدار سے

پوچھا گیا کیا اُسے علم ہے کہ زیوی گن کی قبر کس جگہ ہے"۔ اس نے اس مرتبہ اثبات میں
گردن ہلائی: "آیئے جناب، میرے ساتھ... میں بتاتا ہوں۔۔"

اور پھر وہ قبرستان کے شمالی جانب چل دیا... شدید ٹھنڈ اور بے پناہ تاریکی
ہم چھ آدمی، سایوں کی مانند، خاموشی سے اُس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے... کامریڈ
ڈوپلا ٹوف کی برہنہ لاش ہم نے وہیں پڑی رہنے دی... اُسے ٹھکانے لگانا
ہمارا کام نہیں تھا۔

ایک بار پھر ہمیں اُنہی جاں گداز اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا جن سے تھوڑی
دیر پہلے گزر رہے تھے، یعنی ایک اور قبر کھودی جا رہی تھی۔ آسمان سے برف دوبارہ گرنے
لگی تھی۔ لیکن بورس کے ساتھ آنے والے چاروں جوان بھی فولاد کے بنے ہوئے معلوم
ہوتے تھے۔ انہوں نے پندرہ منٹ کے اندر اندر قبر کھود ڈالی۔ لکڑی کا بنا ہوا نہایت
اور بنیا تابوت کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ اس پر ٹھونکی گئی آہنی میخیں، پلاس کی مدد سے اکھاڑ لی
گئیں۔ بورس نے بڑھ کر ڈھکنا اٹھایا اور بیک وقت کئی ٹارچوں کی تیز روشنی
تابوت پر پڑیں۔

"ہاں... وہ اس کے اندر موجود ہے..." بورس کی آواز میرے کان میں آئی۔
اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ تابوت احتیاط سے نکال کر باہر رکھ دیں جب
قبر سے باہر رکھ دیا گیا تب میں نے بھی ایک نظر جنرل زیوی گن پر ڈالی۔ یہ دیکھ کر
حیرت ہوئی کہ اسے دفن ہوئے اڑتالیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ مگر اس کا چہرہ
طرح تر و تازہ تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ جیسے گہری نیند میں ہو: البتہ اس کی گردن ایک
ڈھلکی ہوئی تھی اور اس کے نیچے فوم کا بنا ہوا چھوٹا سا تکیہ لگا تھا۔

چوکیدار کی رہنمائی میں ہم وہ تابوت اُٹھا کر کامریڈ ڈوپلا ٹوف کے دفتر میں لے
سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس احمق نے اتنی غلط بیانی سے کیوں کام لیا ۔ مکان میں
شخص نہ تھا، البتہ ڈوپلا ٹوف کا پالتو کتا جسے شاید چوکیدار نے زنجیر سے باندھ
بے تابی سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی بھونکنا

 Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لیکن چوکیدار نے اسے پچکارا تو خاموش ہو گیا۔ ڈوپلا ٹوف کے دفتر میں پہنچ
کر ہم نے تابوت میں سے زیوی گن کی لاش نکالی اور اُسے میز پر احتیاط سے لٹا دیا۔
اس کا بدن برف کی طرح یخ تھا جیسے قبر میں سے نہیں، تازہ تازہ ریفریجریٹر میں سے
نکالا گیا ہو۔ بورس نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ چوکیدار پر نگاہ رکھیں اور مکان
کے باہر جا کر اس امر کا جائزہ بھی لیتے رہیں کہ وہاں کوئی مشکوک آدمی تو موجود نہیں۔
جب وہ لوگ کمرے سے باہر چلے گئے تب بورس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔
پھر اس نے اپنے بھاری کوٹ کی مختلف جیبوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر چمک دار اور
تیز دھار چھوٹی بڑی، پتلی لمبی چھریاں برآمد کیں۔ میں نے حیرت سے کہا:
"کیا تم اس بدبخت آدمی کا نیا پوسٹ مارٹم کرنے کی تیاری کر رہے ہو؟"
"نہیں... اب اس بے چارے میں رکھا ہی کیا ہے جس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے؟"
اس نے جواب دیا اور یہ کہہ کر اس نے زیوی گن کا سر ایک طرف موڑ دیا۔ کنپٹی کا وہ حصہ
میری نظروں کے سامنے آ گیا جہاں سے پستول کی گولی اُس کے دماغ میں داخل ہوئی
تھی۔ میں نے دیکھا کھوپڑی کاٹی گئی تھی، اور اُسے بعد ازاں موٹے دھاگے کے ذریعے
دوبارہ اپنی جگہ پر جوڑ لگا کر سی دیا گیا تھا۔ بورس نے ماہرِ فن سرجن کی طرح پلک جھپکنے میں
وہ ٹانکے توڑ دیے اور کھوپڑی کا اوپری خول اتار کر الگ رکھ دیا۔ یہ منظر ایسا کریہہ
اور ہیبت ناک تھا کہ میں دیکھ نہیں سکتا تھا، چنانچہ میں نے منہ پھیر لینا ہی مناسب سمجھا۔
جب میں نے گردن موڑی، بورس ہنس دیا۔
"میں تمہیں یہی چیز تو دکھانا چاہتا ہوں، اور تم اسے دیکھنا نہیں چاہتے۔" وہ بولا۔
"اگر تم ڈر رہے ہو تو میں اسے بند کر دوں؟"
دل کڑا کر کے میں نے زیوی گن کی کھوپڑی پر نگاہ ڈالی۔ اس کا بھیجا میرے سامنے
تھا۔ بھورا اور کہیں کہیں گلابی رنگ کا بھیجا ۔ میرا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا اور
بڑی مشکل سے اُبکائی روکنے میں کامیاب ہوا۔ ریوالور کی گولی زیوی گن کی کھوپڑی
کے بیچ میں گھس گئی تھی، کیونکہ ایک مقام پر بھیجے کے ریشے اور ننھی ننھی سرخ رگیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بُری طرح زخمی تھیں۔ بورس نے یہی ہولناک تماشا دکھانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی
انگلیاں زیوی گن کی کھوپڑی میں گھسیڑ دیں اور پورے کا پورا مغز نکال کر میز پر پڑے
ایک کاغذ کی زینت بنا دیا۔

"یار بس کرو..." میں نے سخت بیزاری سے کہا۔ "تم ڈاکٹر ہو... تمہارا دن رات کا
مشغلہ یہی ہے... تم ان چیزوں کو دیکھنے کے عادی ہو، مگر میرے لیے یہ ناقابل
برداشت ہے۔"

"ہاں ہاں... وہ تو میں خوب جانتا ہوں... لیکن میں نے سوچا تم بھی کیا یاد کرو گے
کامریڈ شمرابوف... میں دراصل دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دینا چاہتا تھا۔
تم دیکھ رہے ہو اس مغز پر گولی نے کیا اثر چھوڑا ہے... اب مہربانی کر کے
گولی دو تاکہ میں آخری امتحان بھی کر لوں۔"

میں نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر کارتوس نکالا اور بورس کو
دے دیا۔ اس نے یہ کارتوس زیوی گن کی کنپٹی کے خول کے اندر رکھا۔
- - - - - - - وہ نہایت آسانی سے کنپٹی کے خول میں
گیا۔ اس کے لیے بورس کو زیادہ کاوش نہیں کرنی پڑی۔ یوں محسوس ہوا جیسے
کارتوس اسی کے لیے بنایا گیا تھا۔

"کامریڈ، دیکھ لو... اور خود فیصلہ کرو کہ سوروکن کی رپورٹ صحیح ہے یا اب
کچھ تمہارے سامنے ہے، وہ درست ہے۔" بورس نے کارتوس کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔ "سوروکن نے اپنی رپورٹ میں درج کیا ہے کہ زیوی گن کے دماغ کے
اس پر نہیں پائے گئے، جب کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ وہی کارتوس ہے جو
کے ریوالور میں موجود تھا اور اسی کے باعث وہ ہلاک ہوا... اب اس معاملے
دو ہی صورتیں ممکن ہیں... پہلی یہ کہ سوروکن کی رپورٹ غلط ہے... یا
کارتوس نہیں جو زیوی گن کے ریوالور سے نکلا... بہرحال، میں سوروکن
نہیں کروں گا... اُس کی رپورٹ اپنی جگہ صحیح ہو سکتی ہے... مجھے اس کا

زیادہ شک ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ سوروکن نے زیوی گن کے خون کے گروپ سے ان
دھبوں کا بھی مقابلہ کیا جو اس کارتوس پر پائے گئے تھے؟"

میں نے انکار میں گردن ہلائی: "اس بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے
... میرا اندازہ ہے ایسا نہیں کیا گیا۔"

"بے وقوف... پاگل..." بورس نے سوروکن اور دیگر ڈاکٹروں کو گالیاں
دینا شروع کر دیں۔ "ان احمقوں کو اتنا بھی احساس نہیں کہ کم از کم خون کا جائزہ ہی
لے لیں۔ اس طرح سارا معاملہ صاف ہو سکتا تھا... خیر چھوڑو اسے... یہ بتاؤ کہ اب
زیوی گن کا کیا کریں۔ اس لاش میں سے کچھ اور دیکھنا بھالنا پسند کرو تو میں تیار ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور کارتوس، واپس جیب میں ڈال لیا۔ اُس
لمحے میرا ذہن تیزی سے اُن سارے واقعات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھا جو
گزشتہ چند روز میں سامنے آئے تھے۔ بورس کے اس جملے نے مجھے سخت مخمصے میں
ڈال دیا تھا کہ سوروکن نے کارتوس پر خون کے دھبوں اور زیوی گن کے بلڈ گروپ
کا مائکروسکوپک جائزہ کیوں نہیں لیا۔ کیا وہ ایسا کرنا بھول گیا تھا یا اس نے دانستہ
اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی؟

بورس نے زیوی گن کی لاش پر چڑھائے گئے کپڑے اتار کر ایک طرف رکھ
دیے اور ایک بار پھر مجھے سینے کے اندر سانس اٹکتا ہوا لگا۔ زیوی گن کی ٹھوڑی کے
نیچے سے ناف تک گہری لکیر نظر آ رہی تھی۔ یہ لکیر اس نشتر کی تھی جس سے زیوی گن
کا پیٹ، پوسٹ مارٹم کے لیے چاک ہوا تھا۔ اُسے بعد میں صرف تین ٹانکے لگا کر معمولی
طریق سے جوڑ دیا گیا تھا۔

"کیا تمہیں زیوی گن کے بدن پر پوسٹ مارٹم کے علاوہ کوئی اور زخم بھی دکھائی
دیتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی دیکھے لیتے ہیں... یہ کہہ کر اس نے لاش کا اوپر سے نیچے تک بغور جائزہ
لیتے ہوئے کہا: "سامنے والے حصے میں بظاہر کوئی زخم نظر نہیں آتا... اب اسے اُلٹا کر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بھی دیکھنا چاہیئے ..."جونہی اس نے لاش کو اُلٹا کیا، مَیں دہشت زدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا. زیوی گن کی پیٹھ پر بھی زخموں کے واضح نشانات نظر آ رہے تھے، لیکن ان زخموں کا کوئی تعلق پوسٹ مارٹم سے نہیں ہو سکتا تھا. ان زخموں سے زیادہ میری توجہ اُن گہرے نیلے نشانوں پر جا رُکی جو زیوی گن کی دونوں کلائیوں اور پھر کہنیوں کے قریب اُبھرے ہوئے تھے. بورس نے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے خودکشی سے پہلے زیوی گن کی کلائیاں کسی آدمی یا آدمیوں نے پکڑ لی تھیں. یہ نشان بتاتے ہیں کہ زیوی گن کو پکڑنے والا یہ ایک آدمی یا کئی آدمی بہت طاقتور تھے. زیوی گن نے شاید ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں اس کی جیکٹ پھٹ گئی."

"لیکن سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر تمانوف نے اپنی رپورٹ میں ان نشانوں کا ذکر کیوں نہیں کیا."

بورس گمبڈس طنزیہ انداز میں مسکرایا: "اس لیے کہ ڈاکٹر تمانوف نہایت بزدل شخص ہے... ہو سکتا ہے اُسے خوف ہو کہ اگر وہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں حقائق ظاہر کرے گا تو اُسے نقصان پہنچ جائے گا... تاہم ایک نظریہ اور بھی قائم کیا جا سکتا

"وہ نظریہ کیا ہے؟" میں نے مضطرب ہو کر پوچھا.

"وہ یہ کہ زیوی گن کو مرے ہوئے خاصی دیر ہو چکی ہے. اس کی کلائیوں اور کہنیوں پر گرفت کے یہ نشانات پوسٹ مارٹم کے وقت موجودہ شکل میں نمایاں نہیں ہوئے ہوں گے... لہٰذا ڈاکٹر تمانوف ان کا کوئی نوٹس نہیں لے سکا... ویسے بھی ان کا اول کام پوسٹ مارٹم کر کے جلد از جلد رپورٹ تیار کر دینا تھا. اس امر کا سراغ لگانا نہیں تھا کہ زیوی گن نے واقعی خودکشی ہے یا اُسے قتل کیا گیا ہے."

ایک بار پھر میں نے فورنسک انسٹی ٹیوٹ کا رُخ کیا. سوروکن مجھے دیکھ کر کچھ زیادہ خوش نہیں ہوا. اس کی آنکھیں سُرخ اور کسی قدر سوجی ہوئی تھیں جیسے رات بھر کا جاگا ہوا ہو... میں نے اُسے پریشان کرنے پر معذرت کی کہ اتوار کے دن بھی اُسے تنگ کیا جا رہا ہے. سوروکن خاموشی سے مجھے گھورتا رہا، پھر سخت آواز میں بولا:

"کہو، اب کیا تکلیف ہے؟ کس لیے آئے ہو؟"

"صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ جس کارتوس کا تم نے معائنہ کیا تھا اور جس پر خون کے ف سے دھبے پائے گئے تھے، کیا تم نے ان خونی دھبوں کا مقابلہ زیوی گن کے سے کیا تھا؟"

"نہیں... میں نے ایسا نہیں کیا... اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی... سنو، انی خون کے چار گروپ ہوتے ہیں. فرض کرو یہ گولی زیوی گن کی کھوپڑی کے بجائے ارے جسم سے برآمد ہوتی اور میں اس پر لگے خون کا مقابلہ تمہارے خون سے کرتا بھی یہ اس بات کا ثبوت نہ ہوتا کہ تمہیں اس گولی کے ذریعے قتل کیا گیا ہے. انسانوں کے خون گروپ آپس میں مل جاتے ہیں. کیا یہ ممکن نہیں کہ جو گروپ وی گن کا ہو، وہی میرا یا تمہارا بھی ہو؟ قطعی ممکن ہے... لیکن جہاں تک انسانی اغ کے ریشوں اور خلیوں کا تعلق ہے، ان میں خون کی نسبت فرق ہمیشہ الگ الگ تا ہے. یعنی انسان کے دماغی خلیے یا ریشے کبھی دوسرے انسان کے دماغی خلیوں ریشوں سے نہیں ملتے، چنانچہ میری تمام توجہ اس امتحان پر مرکوز رہی کہ اس کارتوس یوی گن کے دماغی ریشوں کا سراغ لگاؤں... اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ں کہ جس کارتوس کا میں نے معائنہ کیا، وہ زیوی گن کی کھوپڑی سے برآمد نہیں ہوا."

"اس کے باوجود میں تم سے اس کارتوس کا دوبارہ معائنہ کرنے کی درخواست وں گا..." میرا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا. "مہربانی کر کے مجھے کل تک ؤ کہ اس پر خون کے دھبے موجود ہیں یا نہیں، اگر موجود ہیں تو اس خون کا گروپ ہے... میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ زیوی گن کے خون کا گروپ کون سا تھا. کل دوپہر تک تمہاری طرف سے نئی رپورٹ مجھے نہ ملی تو نتائج کی ذمہ داری پر ہو گی."

شاید میری آواز کچھ زیادہ ہی بلند ہو گئی تھی کہ سوروکن کی بیوی ایک دم وازہ کھول کر اندر آ گئی. ایک لحظے کے لئے شک گزرا کہ غالباً کمرے کے باہر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

راہداری میں دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی۔ میری بگڑی صورت اور مشتعل لہجہ اس کے لیے تعجب کا باعث تھا۔ "کیا بات ہے؟ شمرایوف! تم بہت پریشان دکھائی دے رہے ہو... خیر تو ہے؟"

"فی الحال خیر ہی سمجھو..." میں نے کہا۔ "لیکن یہ سن لو کہ اگر کل دوپہر تک تمہارے شوہر نے اس کارتوس کے بارے میں صحیح صحیح رپورٹ پیش نہ کی تو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس شخص کا میں کیا حشر کروں۔"

سوروکن پہلے تو منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھتا رہا... اُسے مجھ سے غالباً اس تلخ لب و لہجے کی توقع نہ تھی۔ پھر وہ اُٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا: "کامریڈ! تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے... سنو، میں نے زیوی گن کے معاملے میں جو کچھ کیا، وہ پوری دیانتداری اور جذبۂ فرض شناسی کے تحت کیا۔ ممکن ہے رپورٹ مرتب کرنے یا زیوی گن کی چیزوں کا معائنہ کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہو۔ مگر یہ الزام کہ میں نے جان بوجھ کر حقائق پوشیدہ رکھے سراسر ناانصافی ہے... میرا آج تک کا ریکارڈ تم دیکھ سکتے ہو... اس میں کسی جگہ کہیں کوئی داغ تمہیں دکھائی نہیں دے گا... تمہیں کیا خبر کہ اس ادارے کے در و دیوار میں دن رات قیدیوں کی طرح رہ کر، ہم لوگ کیا محسوس کرتے ہیں۔ تم میری حالت دیکھ رہے ہو... کیا تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے؟ پچھلی شب آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی... ایک لمحہ آرام کا نہیں مل سکا... یہ دیکھو میری میز پر فائلوں کا انبار لگا ہے۔ ملک میں ڈکیتیوں، چوریوں، قتل اور عورتوں کے بالجبر اغوا اور آبروریزی کے واقعات روزمرّہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہاں انسٹیٹیوٹ میں ہم گنتی کے لوگ ہیں... کیا کیا کریں؟ پہلے ہی کیا کم آفتیں تھیں کہ تم اس بدمعاش زیوی گن کا قضیہ لے کر نمودار ہو گئے... مجھے ہمیشہ یہ شخص زہر لگا ہے... اس کے کارنامے اتنے شرمناک ہیں کہ سوچتے ہوئے بھی حیا آتی ہے۔"

سوروکن کی تقریر ابھی جاری تھی کہ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ دروازے پر ایک

کر میں نے سوروکن کی بیوی کو ایک نظر دیکھا۔ بے چاری عورت بڑی مشکل سے آنسو اور سسکیاں ضبط کیے ہوئے تھی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

"شمرایوف... ذرا ٹھہرو..." میں نے اپنے عقب میں مسز سوروکن کی بھرائی ہوئی سُنی، پلٹ کر دیکھا تو وہ آستین سے آنسو پونچھتی چلی آ رہی تھی: "معاف کرنا... ے شوہر اس وقت اپنے حواس میں نہیں... انہوں نے جو کچھ کہا، اُسے بھول جانا... سے کچھ مت کہنا ورنہ ہم لوگوں پر جانے کیسی کیسی آفتیں ٹوٹ پڑیں گی... شاید یں معلوم نہیں کہ اب ماسکو کی کوئی سڑک، کوئی گلی کے جی بی کے بے رحم آدمیوں خالی نہیں ہوتی... ریڈ سکوائر اور مقبرہ لینن کے سوا ہر جگہ آندروپوف اور شولوخوف خونخوار جاسوس غرّاتے پھرتے ہیں۔ راتوں کو گھروں سے لوگوں کا نکلنا محال ہو ہے۔ اُن کے مقابلے کے لیے برزنیف نے بھی کنٹیمر ڈویژن کا ماسکو شہر میں منتقل ہونے کے احکام جاری کئے ہیں... دیکھنا اب کیا ہوتا ہے۔ کوئی خوش قسمت گا جو اپنی عزّت محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو۔"

میں بھنّا کر رہ گیا... اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ ماسکو میں کسی کو کسی سے شکایت نہیں۔ ہر شخص مزے میں ہے... نجی اداروں میں ڈاکٹر اور دوسرا کر رہا ہے۔ انہیں جو سہولتیں میسّر ہیں، عام آدمی سوویت یونین میں اُن کا بھی نہیں کر سکتا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ایک سہانے سپنے کی مانند ہے حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتا۔ میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

میں جانتا ہوں، لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں بھی مجبور اور بے بس شخص ہوں۔ رکن سے کہنا اگر مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو وہ بھول جائے... اس سے رتوس پر خون کے دھبّوں کا اچھی طرح معائنہ کرے اور دیکھے کہ یہ خون ان کا ہے یا کسی اور کا..."

تم فکر مت کرو، شمرایوف! میں سوروکن کو سمجھا دوں گی... اس کے علاوہ رے ہاں جو بیالوجسٹ کام کر رہے ہیں وہ بھی اس معاملے میں اپنی رائے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے آگاہ کر دیں گے دوپہر تک بہرحال رپورٹ تیار ملے گی"۔

"بہت بہت شکریہ ... اچھا، اب میں چلتا ہوں۔"

مسز سوروکن نے راہداری میں ادھر اُدھر دیکھا۔ اُس وقت وہاں کوئی نہ تھا اُس نے جلدی سے اپنے کپڑوں میں چھپا ہوا ایک کاغذ نکالا اور میری طرف بڑھا اسے سنبھال کر رکھو شمرایوف ... شاید تمہارے کام آسکے۔"

میں نے کاغذ اُس سے لے کر، دیکھے بغیر جیب میں ڈال لیا: "اس میں کیا لکھا"

"جنرل زیلوی گن کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اور اس کی ذاتی اشیائے کے لیبارٹری معا کے بعد ہمارے ماہرین نے آپس میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا، میں نے اپنے حافظے کی مدد سے اس کی ایک رپورٹ مرتب کی ہے۔ بس اسی کا خلاصہ اس کاغذ پر در ہے۔ میرا خیال ہے اس میں چند باتیں ضرور ایسی ہیں جو اس کیس کی چھان بین میں تمہاری مدد کر سکتی ہیں۔ پڑھنے کے بعد یہ کاغذ ضائع کر دو تو مجھ پر بڑا احسان ہو اور اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ کہوں یا پوچھوں، وہ مڑی اور تیز تیز چل سوروکن کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

دن کے بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب میں میٹرو اسٹیشن سے ہوتا ہوا پراسیکیوٹر آفس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا اسٹیشن کے ارد گرد اور ادھر سے گزرنے والی تمام سڑکوں پر ملیٹیاٹن کے گارڈ، محافظ کتوں کو لئے موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہو کہ سوروکن کی بیوی درست کہتی تھی ... پراسیکیوٹر آفس میں حسب معمول سکون باکلانوف کے آفس کا دروازہ بند تھا۔ استقبالیہ کے انچارج زیلنسکی نے مجھے دیکھ مسکرایا اور میرے کمرے کی کنجی نکال کر سامنے رکھ دی۔ زیلنسکی کی مسکراہٹ بے معنی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ بہت کچھ دن رات دیکھتا لیکن اُسے صرف مسکرانے کی اجازت ہے ___ بولنے کی نہیں، مگر یہ زیلنسکی کا فن کہ وہ مسکرانے کے بے شمار طریقے جانتا ہے۔ ادھر کے راز اُدھر پہنچا دیتا ہے۔

"کیا بات ہے زیلنسکی، آج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی دانت نکال رہے ہو؟"

وہ حسبِ عادت مسکرایا اور اس کی نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لینے لگیں۔ میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتفاق سے اس وقت استقبالیہ میں میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا فرد نہ تھا، چاروں طرف دیکھ کر تسلی کرنے کے باوجود زیلنسکی زبان کھولتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا، کوئی زبردست راز اس کے پیٹ میں رقص کر رہا ہے۔

"بولو یار ... کیا قصہ ہے ... بتاتے کیوں نہیں؟" میں نے اُسے اکسایا۔

"کامریڈ باکلانوف کئی بار آپ کے بارے میں پوچھ چکے ہیں۔" اس نے رک کر کہا۔ میں چوکنا ہو گیا۔

"کامریڈ باکلانوف ... کیا کوئی کام ہے انہیں مجھ سے؟"

"یہ بات تو انہوں نے مجھے نہیں بتائی ..." زیلنسکی نے کہا "ابھی ابھی وہ اپنے کمرے میں موجود تھے ... شاید تھوڑی دیر بعد پھر آئیں"۔

"ٹھیک ہے ... میں اوپر، اپنے آفس میں بیٹھا ہوں باکلانوف آئیں تو انہیں بتا دینا۔"

اپنے آفس کی طرف اوپر جاتے ہوئے، میرے اندر دھکڑ پکڑ شروع ہو گئی۔ باکلانوف مجھ سے ملنے کے لیے کیوں بے قرار ہے؟ یقیناً کوئی اہم معاملہ ہے ... باکلانوف کا خیال آتے ہی میرے ذہن میں فوراً مادام نادیا میلنیا پاولنیا عورت گھومنے لگی ___ ہو سکتا ہے اس خطرناک عورت نے نیا چکر چلایا ہو ... یہ ہو چکا تھا کہ باکلانوف اسی عورت کے لیے کام کر رہا ہے ... نادیا اور باکلانوف میں جس نوعیت کے مراسم استوار تھے، اُن سے یہ جاننے میں دقت نہیں ہوتی تھی نیا پلان یہ لوگ میرے خلاف ترتیب دے رہے ہوں گے۔

اپنے آفس جا کر میں نے جیب سے وہ کاغذ نکالا جو سوروکن کی بیوی نے چپکے سے میرے حوالے کیا تھا۔ اس پر چند سطریں لکھی تھیں: "کامریڈ شمرایوف ... باکلانوف نے ہمیں جنرل زیلوی گن کی ایک ذاتی ڈائری اور بریف کیس، کھیل

سے متعلق چند کاغذات لیبارٹری جائزے کے لیے دیے تھے۔ ان کاغذوں اور ڈائری میں جو اہم اندراجات مجھے نظر آئے، وہ آپ کی معلومات کے لیے پیش کر رہا ہوں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ چند مہینوں میں زیوی گن جن لوگوں کو اپنے اپارٹمنٹ میں بلا کر جوا کھیلتا رہا ہے ان میں بعض نام یہ ہیں :

۱۔ کامریڈ الیکسی شیایوف ... چیئرمین سنٹرل ٹریڈ یونین کونسل۔

۲۔ شیباکوف۔ منسٹر آف فشریز۔

۳۔ اسٹیٹ سرکس کا ایک شخص جس کا نام کولبواٹوف ہے (یہ نام متعدد مرتبہ زیوی گن کے کاغذات میں آیا ہے)

"ان تین خصوصی ناموں کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کے نام، جوئے کے کاغذوں میں جابجا زیوی گن نے اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ ان میں وہ نام جن کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ ہیں :

بورس — سینڈرو — سونیا۔

"زیوی گن کی نوٹ بک میں بعض صفحوں پر کئی شخصیتوں کے بارے میں ایک ایک اور دو دو جملے بھی درج ہیں۔

"مثلاً : ایم ایم مسلوف ... حرامزادہ ہے ... شراب کے نشے میں دھت ہو کر ایک کو گالیاں دینا اس کی عادت ہے ... میں کسی روز اسے مار بیٹھوں گا۔"

"میرا خیال ہے ایم ایم مسلوف، کامریڈ مسلوف کا بیٹا ہے۔"

"ایک اور شخص کولاکوف کا نام بھی اس نوٹ بک میں درج ہے۔ اس کے بارے میں زیوی گن نے لکھا ہے :

"یہ بھی اول درجے کا بدمعاش اور دھوکے باز ہے ... جوئے میں اس کی مہارت البتہ مجھے تسلیم ہے۔"

"اس شخص کولاکوف کے گھر کا نمبر بھی زیوی گن نے درج کیا مگر بعد ازاں اسے بری طرح قلم زد کیا ہے کہ کوشش کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا یہ نمبر کیا ہے

کولاکوف کے نام کے آگے ایک اور شخص کا نام لکھا گیا ہے ... گیوی منگاڈزے اس نام کے آگے زیوی گن نے متعدد بار سوالیہ نشان بنایا ہے۔"

یہاں پہنچ کر سوروکن کی بیوی کی تحریر ختم ہو جاتی ہے۔ میں نے کئی بار اس ٹے سے کاغذ پر درج یہ سطریں پڑھیں اور فیصلہ کیا کہ یہ پرزہ کاغذ اس تمام لے کی تفتیش میں سب سے اہم اور کارآمد ثابت ہو سکتا ہے ... میز پر رکھا ون ریسیور اٹھایا اور ماسکو سی آئی ڈی کا نمبر ڈائل کیا۔ جواب میں آپریٹر خاتون کی دلکش آواز یں نے پوچھا میجر آکیوپیان کہاں ہیں۔ خاتون نے بتایا کہ میجر آکیوپیان سے رابطہ نہیں ہو تا۔ ان کی جگہ میجر پوگوروف موجود ہیں۔ میجر پوگوروف نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ ڈیوٹی آفیسر ہے اور میجر آکیوپیان، ایم وی آئی سنٹرل فائل سیکشن میں کسی کام سے گئے ہیں۔ یں نے اپنے بارے میں بتایا تو اس نے فوراً میرا رابطہ میجر آکیوپیان کی سیکرٹری میکرا یرا سے کرا دیا۔ میکرا کی آواز کان میں آئی تو اس کا حسین و جمیل سراپا نگاہوں میں ر گیا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی تھی اور ایک زمانے میں وہ کرنل وٹیلوف کی سیکرٹری ے فرائض انجام دیا کرتی تھی: "کامریڈ شمرایوف! کیا آپ ہیں؟ میجر آکیوپیان اس ت بعض فائلوں کی ورق گردانی میں مصروف ہیں ... جی ہاں، اسی زیوی گن یس کے سلسلے میں ... اگر اس وقت آپ فرصت میں ہیں تو فوراً یہاں چلے آئیے۔"

"بہت جی چاہتا ہے تمہیں دیکھنے کو" میں نے ہنس کر کہا۔ "مگر اس وقت مرنے کی بھی ت نہیں ... یہ زیوی گن کم بخت خود تو مر گیا اور ہمیں مصیبت میں ڈال گیا۔ ذرا ابطہ کر کے آکیوپیان سے کہیں میری بات سن لیں ... بس ایک منٹ سے زیادہ یں لوں گا۔"

چند لمحے بعد میجر آکیوپیان کی بھاری آواز کان میں گونجی :

"شمرایوف ... خیر تو ہے؟"

"ہاں ... خیریت ہی سمجھو ... کیا بہت زیادہ مصروف ہو؟"

"نہیں ... کچھ زیادہ نہیں ... زیوی گن کیس میں پرانی معلومات کی ضرورت پیش

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آتی تھی ... بس وہی تلاش کر رہا ہوں۔"

بہت خوب ... اچھا ایک زحمت دیتا ہوں ... مجھے تین آدمیوں کے بارے میں کچھ باتیں معلوم کرنی ہیں ... ان کا تعلق بھی زیروی گن سے رہا ہے۔"

"ہاں ہاں ... اُن کے نام مجھے بتاؤ .. میں ان کی فائلیں بھی دیکھے لیتا ہوں ... بشرطیکہ فائلوں میں موجود ہوئے۔"

"سنو .. اُن میں سے ایک کا نام ہے کولیوالٹوف ... دوسرے امنیا شیولی اور تیسرا گیوی منگاڈیز ہے۔"

میجر آکپویان چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد اچانک بول پڑا: "کامریڈ شہزاد! میرا خیال ہے پہلے دو آدمیوں کی بعض باتیں میں تمہیں ان کی فائلیں دیکھے بغیر ہی بتا سکتا ہوں، البتہ تیسرے کے بارے میں کچھ دیر لگے گی۔"

"فی الحال ان دو ہی کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا "تمہارے حافظے کی داد پیشگی دے دیتا ہوں۔"

"شکریہ!" وہ ہنسا۔ "کولیوالٹوف سٹیٹ سرکس کا ڈائریکٹر ہے۔ نہایت عیاش طبع آدمی۔ جوئے اور شراب نوشی کی بے انتہا لت رکھنے والا ... اس کے ظاہر اور خفیہ جرائم کی فہرست خاصی طویل ہے ... بارسوخ بھی بہت ہے۔ شاید اسی لیے اب تک قانون کی گرفت سے آزاد پھر رہا ہے ... دوسرا شخص امنیا شیولی بھی اسی کینڈے کا ہے۔ عادتوں کے اعتبار سے اس میں اور کولیوالٹوف میں کوئی خاص فرق نہیں ... دونوں آپس میں گہرے دوست اور راز دار بھی ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہ شخص امنیا شیولی کرتا کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایسے لوگ کچھ نہیں کیا کرتے اور بہت کچھ کرتے ہیں۔" میجر آکپویان نے جواب دیا۔ "آج کل جارجیا میں وزیر مالیات ہے ـــ وزیر مالیات ـــ گویا پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ امنیا شیولی اس قدر بڑے منصب پر فائز ہے۔"

"میجر ... براہ کرم اس وزیر مالیات کے بارے میں مجھے مزید بتاؤ۔"

"وہ تو اس کی فائلیں دیکھ کر ہی بتایا جا سکتا ہے ... اسی لیے تو کہتا ہوں کہ یہاں آ کر خود ہی دیکھ لو۔"

"اب تو آنا ہی پڑے گا۔" میں نے کہا۔ "بہر حال، اس تیسرے آدمی گیوی منگاڈیز کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"میں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سُنا۔" آکپویان نے کہا۔ "تاہم یہ اندازہ کرنے میں مشکل نہیں کہ یہ بھی پہلے جیسے دو آدمیوں کے ہم پلہ ہی ہو گا ... آخر زیروی گن کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ کوئی معمولی افراد تو نہیں ہوں گے!"

"ذرا دیکھ کر بتاؤ کہ گیوی منگاڈیز کے بارے میں کہاں سے تفصیلات مل سکتی ہیں۔"

"کمپیوٹر سے مدد لیتا ہوں ..." آکپویان نے کہا۔ "کمپیوٹر کے سینے میں ایسے ہزاروں افراد سے متعلق ہر طرح کی معلومات درج ہیں ... اب لگے ہاتھوں یہ بتا دو کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ تم کسی اور شخص کے بارے میں کچھ پوچھنا تو نہیں چاہتے۔"

"نہیں ... فی الحال انہی لوگوں کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دو۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سورکن کی بیوی نے زیروی گن کی ذاتی نوٹ بک میں سے چند مختصر اور مشکوک [illegible] دیے تھے۔ مثلاً "سوینا، بورس اور سینڈرو وغیرہ۔ لیکن میں نے اُن کے متعلق آکپویان سے مصلحتاً کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ یوں بھی اس قسم کی باتیں ٹیلیفون پر نہ کہی جاتی ہیں اور نہ پوچھی جاتی ہیں۔ سوویت یونین میں سرکاری اہل کار دن خصوصاً کے جی بی اور ملیشیا وغیرہ کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کا فون چوبیس گھنٹے ٹیپ کرتے رہتے ہیں، لہٰذا ٹیلیفون کا نظام صرف عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی میرے ذہن میں تھا کہ زیروی گن کی یہ ذاتی نوٹ بک

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

باکلانوف کی نظر سے بھی گزر چکی ہے اور عین ممکن ہے کہ اس نے ان تمام افراد کے نام پہلے ہی سے کاغذ پر درج کر لیے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کئی افراد اب تک گرفتار ہو کر کسی حوالات یا جیل خانے میں آرام کر رہے ہوں ۔ مجھے خدشہ تھا کہ کامریڈ شیباکوف آف فشریز، کامریڈ کولیوالٹوف اور جارجیا کے منسٹر آف فنانس کامریڈ امنیا شیلوی کو باکلانوف نے کبھی آزاد نہیں چھوڑا ہوگا۔

پھر یک یاد آیا کہ خود ہمارے ہاں بھی اس قسم کے افراد کا ریکارڈ موجود ہے۔ خاص طور پر ان کا جو کسی نہ کسی شکل میں پراسیکیوٹر آفس کے دائرہ کار میں شامل رہے ہوں، چنانچہ میں نے اس ریکارڈ کی چھان بین کا ارادہ کر لیا۔ ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۸ء کا درمیانی عرصہ بہت سے سیاسی اور غیر سیاسی حوادث پر مشتمل تھا۔ اس لیے میں نے ریکارڈ دیکھنے کی ابتدا اس زمانے سے کی۔ ۷۶ء اور ۷۷ء کی تمام فائلیں دیکھ ڈالیں کچھ نہیں ملا۔ ان میں کولاکوف کی موت کا کہیں ذکر نہ تھا اور نہ سسلوف یا زیوی گن کے بارے میں ایسی معلومات درج تھیں جن سے مجھے کچھ مدد مل سکتی۔ مایوس ہو کر میں نے یہ فائلیں ایک طرف رکھ دیں اور ۱۹۷۸ء کی فائل اٹھائی۔ شروع سے آخر تک اس کی ورق گردانی بھی کی مگر بے سود۔ معلوم ہوا کہ تین سال کی اس مدت میں پراسیکیوٹر آفس کے لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ بے خیالی میں ایک بار پھر میں نے ۱۹۷۶ء کے واقعات کی فائل اٹھالی۔ اسے یوں ہی درمیان سے کھولا۔ ہر صفحے کے اوپر سرخ رنگ میں کیس نمبر، تاریخ سمیت درج کیا گیا تھا۔ میرے سامنے جو صفحہ آیا، نگاہیں اسی پر جم کر رہ گئیں۔ حیرت ہوئی کہ پہلے یہ صفحہ میری نظروں سے اوجھل کیوں رہا۔ مئی ۱۹۷۶ء میں ماسکو کے ہوٹل روسیا میں آگ لگنے کا واقعہ رونما ہوا تھا اور اس کی تفتیش ہمارے محکمے کے اسپیشل انویسٹی گیٹر تارس وینڈبلوفسکی کے سپرد کی گئی تھی۔ یہ آگ اتنی خوفناک تھی کہ اس نے عالیشان ہوٹل کا مغربی حصہ تقریباً راکھ کر دیا تھا۔ اس تفتیش کا کیس نمبر ایس ایل ۴۵ ۔ ۷۶ء تھا۔ مجھے یاد آیا کہ تارس نے اس سانحے کی تحقیق کے سلسلے میں عجیب و غریب رپورٹ لکھی تھی۔ اس رپورٹ میں بعض ایسے

افراد کا ذکر کیا تھا جو پیشہ ور قاتل تھے۔ فائل میں اس رپورٹ کی پوری نقل موجود نہ تھی۔ میں نے دوسری الماری کھولی اور کیس نمبر ۴۵ ایس ایل کی مکمل رپورٹ تلاش کرنے لگا۔ مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ کیس نمبر ۴۴ اور ۴۶ دونوں کی فائلیں موجود ہیں لیکن کیس نمبر ۴۵ کی فائل غائب کر دی گئی ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا تھا کہ کسی نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے، یہ اہم فائل پہلے ہی یہاں سے نکال لی تھی۔

میرا دھیان فوراً باکلانوف کی طرف گیا۔ یہ حرکت اسی کی ہو سکتی ہے ... مجھے غصہ بہت آیا، لیکن ایسے غصے کا اس وقت کوئی فائدہ نہ تھا۔ میں نے سوچا تارس وینڈبلوفسکی تو ابھی زندہ سلامت ہے اور اتفاق سے مجھے اس کے گھر کا پتہ بھی یاد ہے۔ اس کے پاس یقیناً ایسے تمام کیسوں کی رپورٹیں موجود ہوں گی جن کی وہ محکمانہ تحقیقات کر چکا ہے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک شخص اندر آیا۔ ... "کیا آپ ہی کامریڈ شمرابوف ہیں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور دستور کے مطابق اس کے مطالبے سے پہلے ہی اپنا سرکاری شناختی کارڈ اس کے سامنے کر دیا۔ اس نے کارڈ غور سے دیکھا، مسکرایا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ "میجر آکیوبان نے آپ کے لیے دیا ہے جناب! ... آپ انہیں فون پر اطلاع دے دیں کہ لفافہ آپ تک پہنچ گیا۔"

"شکریہ! ۔ تم جا سکتے ہو ... میں میجر کو اطلاع دے دوں گا۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے لفافے پر نگاہ ڈالی، اور سرخ حروف میں "انتہائی ضروری" کے الفاظ درج تھے اور نیچے، باریک سیاہ حروف میں لکھا تھا: کامریڈ آئی آئی شمرابوف کے لیے ۔ میجر آکیوبان، تھرڈ سیکشن، ماسکو کریمنل انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے ۔ میں نے لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ٹائپ شدہ لمبا کاغذ برآمد ہوا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

"یو ایس ایس آر کی سرزمین پر اب تک رجسٹر کیے گئے ان تمام مجرموں، قاتلوں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور بدمعاشوں کے ریکارڈ کے ذریعے یہ رپورٹ مرتب کی گئی ہے جن کے بارے میں ایم وی ڈی کمپیوٹنگ سنٹر نے تفصیلی معلومات جمع کی ہیں۔ کمپیوٹر سلیکشن کے بعد کم از کم چھ ایسے افراد کے نام سامنے آتے ہیں جو انیس جنوری ۱۹۸۲ء کے دن ماسکو میں 'بنفسِ نفیس' موجود تھے اور جن پر یہ شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن کی خودکشی یا قتل کی واردات میں کسی نہ کسی نوعیت سے ذمّے دار پائے جا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر سلیکشن نے ابتدا میں ایسے ۴۶ افراد کی فہرست تیار کی تھی جو اسی مذکورہ بالا تاریخ کو ماسکو میں دیکھے گئے اور جن میں ہر فرد اس پوزیشن میں تھا کہ جنرل زیوی گن کو موت کے گھاٹ اتار سکے، تاہم ان کا کمپیوٹر کی مدد سے جائزہ لینے کے بعد مزید سلیکشن کی گئی اور اس طرح چھ افراد منتخب کیے گئے ہیں۔ ان کے بارے میں مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں۔ تفصیلات کے لیے ایم وی ڈی کے کمپیوٹنگ سنٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ پھر واضح کر دیا جائے کہ یہ وہ چھ افراد ہیں جو ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن ماسکو میں موجود تھے اور ۱۶ اے کتالو اسٹریٹ کے پاس بھی ان کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ سپانووچ کوسی چنکو — ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوا — ماہرِ فن نقب زن ہے چار مرتبہ کا سزا یافتہ — اس سال جنوری کے مہینے میں کیمپ نمبر ۱۲ سے لمبی سزا بھگتنے کے بعد رہا ہوا۔ رہا ہونے کے بعد سے اب تک اپنے اُس مکان پر نہیں دیکھا گیا جس کا پتہ سرکاری کاغذات میں درج ہے۔ پتہ یہ ہے: ۱۸ — چیبالوف سٹریٹ پولٹاوا — مقفّل دروازے بڑی چابک دستی سے یوں کھولتا ہے کہ ذرا سا بھی نشان نہیں چھوڑتا — مختلف اقسام کا اسلحہ استعمال کرنے کا فن بھی جانتا ہے — نہایت خطرناک، چالاک اور مجرمانہ ذہن کا مالک ہے۔

۲۔ اسرائیلووچ باش — ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوا۔ اس کے کئی عرف ہیں؛ مثلاً "ڈائنہ بلیک" اور "حکم کا یکّہ" وغیرہ۔ اس کا مستقل پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس وقت کہاں ہوگا اس بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا — جوئے کا شوقین ہی نہیں، حد درجہ

…ہرِ فن بھی ہے — تاش کے پتے اس کی انگلیوں کے اشارے پر بنتے اور بگڑتے …یں۔ خاص طور پر پریفریئنس کھیل میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ عموماً بڑے بڑے …وگوں کے ساتھ کھیلتا ہے — دوسری جنگِ عظیم میں جنوب مغربی محاذ پر جرمنوں …ے خلاف اس نے لڑائی میں حصہ بھی لیا اور وہیں اس کی پہلی بار ملاقات زیوی گن …ے ہوئی جو اس وقت سٹیٹ سکیورٹی کے شعبے میں کیپٹن کے عہدے پر فائز …تھا۔ باش کے بارے میں یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ وہ دنیا کی کئی زبانیں روانی سے …ل سکتا ہے۔ مثلاً جرمن، فرنچ اور انگلش — محاذِ جنگ پر ایک مرتبہ اس …ے جرمن افسروں سے گفتگو کے دوران ترجمانی کے فرائض بھی سرانجام دیے تھے۔ …ے کی محفلوں میں اکثر بے ایمانی اور دھاندلی کرتے ہوئے پکڑا جا چکا ہے، مگر …ج تک کسی واردات میں سزا نہیں پا سکا۔

…۔ مارگریٹا ایگزنڈرووفنا گوبیٹار — ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئی جرائم پیشہ عورتوں میں …ن کا نام سرِفہرست ہے۔ اس کے عرف بہت سے ہیں مثلاً: ریٹا — نچ — کریزی۔ …وانی میں عصمت فروشی کا دھندا اختیار کیا۔ مجرموں سے ملنا جلنا بہت تھا۔ سمگلنگ …ے کاروبار میں بھی بہت ملوث رہی — دو مرتبہ سزا یافتہ ہے … کسی ذہنی مرض میں مبتلا …ہو کر قصبہ سارا ٹوف کے پاگل خانے میں بھی رہ چکی ہے۔ اس سال ۲ جنوری کو سزا …بھگت کر رہا ہوئی — اِن دنوں اس کی مستقل رہائش کا کسی کو علم نہیں۔ ۱۹۶۳ء …میں جبکہ جنرل زیوی گن، آذربائیجان کے جی پی کا چیئرمین تھا، مارگریٹا ان دنوں باکو میرین …ہوٹل کے ایک ریستوران میں ویٹرس بن کر کام کرتی رہی۔ لیکن حقیقت میں وہ کے جی بی …کی مخبر تھی اور زیوی گن سے اُس کے ناجائز مراسم استوار ہو چکے تھے۔ ۱۹۶۴ء میں …مارگریٹا نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اس کا نام زیوی گن کے نام پر 'سائمن' رکھ دیا، تاہم …بچے کی پیدائش کے سرٹیفکیٹ پر اس کے باپ کا نام درج نہیں کیا گیا۔

… ایلکسی ایگوروِوچ ورنکوف عرف گورچاگن — ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوا۔ جرائم کی …دنیا کا رسوا ترین شخص ہے — پیشہ ور قاتل — ڈکیتیوں میں بھی حصہ لیتا رہا…

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کم ازکم تین مرتبہ کا سزا یافتہ ہے۔ آخری بار ۱۹۷۹ء میں ایک قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا — عدالت نے اُسے موت کی سزا دی۔ مگر زبردست اثرورسوخ کے باعث موت کی سزا، پندرہ سال قید میں بدل دی گئی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء کی شب جیل کے ہسپتال سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اسے تلاش کرنے اور پکڑنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ اسی سال، ۷ جنوری کو اس شخص نے ماٹیلا کے ایک سینئر افسر لیفٹیننٹ اے ایم اگناٹوف کو نہایت بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارا۔ لیفٹیننٹ اگناٹوف اُس وقت سرکاری ڈیوٹی پر تھا۔ مجرم نے اگناٹوف کی وردی بھی اُتار لی اور اس کے سرکاری ریوالور پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس بہیمانہ واردات کے باوجود مجرم گرفتار نہیں کیا جا سکا۔ ۱۲ جنوری کو اس نے ماسکو کی مشہور و معروف دُکان 'آگت جیولرز' پر ڈاکہ ڈالا اور بیش قیمت ہیرے اور سونے کے زیور لُوٹ لے گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے یہ ڈاکہ مقتول لیفٹیننٹ اے ایم اگناٹوف کی سرکاری وردی پہن کر ڈالا۔ ماسکو سی آئی ڈی فرسٹ سیکشن کے اہل کاروں نے ورمکوف کو پکڑنے کی زبردست جدوجُہد کی۔ لیکن اس واردات کے بعد وہ ایسا غائب ہُوا جیسے زمین نگل گئی ہو۔ لیفٹیننٹ جنرل اے وولکوف جو کریمنل انوسٹی گیشن کے مین ڈائریکٹوریٹ کے سربراہ ہیں۔ اس وحشی قاتل اور ڈاکو کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں اور وزارتِ داخلہ کے افراد بھی اِس کام میں سی آئی ڈی کی مدد کر رہے ہیں۔

۵۔ اساکووچ فیبی سووِش — ۱۹۰۷ء میں پیدا ہُوا — سوویت آرمی کا سابق کرنل ہے۔ اس کے بیٹے میخائل کو صیہونی پروپیگنڈے کے جرم میں عمر قید کی سزا دی گئی تھی۔ وہ ۷ جنوری کو قید کی حالت میں مر گیا۔ میخائل کو سزا دلوانے میں کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن کا بڑا ہاتھ تھا، چنانچہ باور کیا جاتا ہے کہ سابق کرنل فیبی سووِش نے اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا۔ فیبی سووش کے پڑوسیوں اور خود اُس کی بیوی کا بیان ہے کہ اکثر و بیشتر جنرل زیوی کو قتل کرنے کی باتیں کرتا تھا۔ اس کے پاس جرمن ساخت کا ایک پستول بھی تھا۔ وہ عموماً اس سے نشانے

...شق پختہ کرتا رہتا تھا۔ جس روز اُسے اپنے بیٹے کے مرنے کی خبر ملی، اس سے ...روز بعد ہی وہ گھر سے غائب ہوگیا۔ بعد ازاں اُسے ماسکو میں کشالوا سٹریٹ ...آس پاس بھی گھومتے دیکھا گیا۔

... یہ ایک نامعلوم نقب زن ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں اس نامعلوم مجرم نے ...کو کے تقریباً ایک سو بیس گھروں میں نقب زنی اور چوری کی وارداتیں کی ہیں۔ ...رم عموماً اعلیٰ فوجی اور سول ملازموں کے مکانوں میں وارداتیں کرنے کا عادی ... کیونکہ انہی گھروں سے اس کے ہاتھ قیمتی اشیاء لگتی ہیں۔ ٹی وی اور فلم آرٹسٹ ...اس سے محفوظ نہیں۔

اِن افراد کی سابقہ مجرمانہ ہسٹری سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ زیوی گن کے ...کے پیچھے انہی میں سے کسی ایک یا کئی لوگوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ...، کہ وہ با اثر افراد جو زیوی گن کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہوں۔ ان مجرموں اور ...وں کی خدمات، اس مقصد کے لیے، حاصل کر سکتے ہیں۔ بہرکیف، ان مذکورہ ...چھ مجرموں کے بارے میں پورے ملک کے اندر متعلقہ اداروں کو آگاہ اور خبردار ...جا چکا ہے اور توقع ہے کہ جلد یا بدیر ان کی گرفتاریاں عمل میں آجائیں گی بشرطیکہ ...ک سرحدیں عبور نہ کر گئے ہوں جس کا امکان ہر وقت موجود ہے۔ تمام بندرگاہوں ...ہوائی اڈوں اور ریلوے اسٹیشنوں پر سفید کپڑوں میں آدمی تعینات کیے جا چکے ہیں ...مشکوک آدمی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے۔ ان کے علاوہ مجرموں کے ...داروں کی نگرانی بھی خفیہ طور پر کی جا رہی ہے اور جہاں جہاں ان کی ممکنہ ...گاہیں علم میں آئی ہیں، اُن پر بھی سرکاری اہل کاروں کی نظر ہے۔

دفعتہً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے رسیور اُٹھایا :

"کیا آپ کامریڈ شمرایوف ہیں ؟"

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

"جناب! میں کیپٹن لاسکن ہوں۔ ایم وی ڈی کمپیوٹنگ سنٹر سے میرا تعلق ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میجر آکیویان کی ہدایت کے مطابق آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ پہلے نمبر کے ایک شخص کو سی چنکو کا سراغ مل گیا ہے، وہ پولٹاواہی میں ہے۔ اُس کے بارے میں اس قسم کی شہادتیں ملی ہیں کہ وہ ۳ جنوری سے وہیں ہے، کہیں نہیں گیا... دوسری اطلاع یہ ہے کہ گیوی منگاڈیز کے بارے میں ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون ہے۔ تیسری خبر یہ ہے کہ کمپیوٹر کے نظام میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے... اور یہ صحیح کام نہیں کر رہا... تعجب ہے کہ اس سے پہلے یہ نظام کبھی خراب نہیں ہوا تھا۔ بہرکیف، مکینک صاحبان بلائے گئے ہیں اور وہ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... اور ان کا کہنا ہے کہ دو اڑھائی گھنٹے کے اندر اندر اسے چالو کر دیں گے۔"

میں نے کیپٹن لاسکن کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد میرے آفس کے ڈیوٹی آفیسر نے فون کیا:

"کامریڈ... ایک خاتون فوری طور پر آپ سے بات کرنے کی خواہش مند ہیں۔ انہوں نے اپنا نام پروفیسر اوسی پووا بتایا ہے اور وہ ماسکو یونیورسٹی میں کام کرتی ہیں۔"

ایک ثانیے کے بعد پروفیسر اوسی پووا کی گھبرائی ہوئی آواز میرے کان میں آئی۔ "سنیے جناب! آپ لوگ کیا کر رہے ہیں... آپ کے محکمے کا ایک پاگل شخص ہمارے علاقے میں صبح سے دھاوا بولے ہوئے ہے... کسی کو کہیں آنے جانے نہیں دیتا... اُس نے لوگوں کو گھروں میں قید کر رکھا ہے... آخر یہ تماشا کب تک جاری رہے گا؟ کیا ہم لوگوں کی کوئی وقعت آپ کی نظر میں نہیں؟"

"محترم خاتون... میں سمجھا نہیں آپ کس محکمے اور کس شخص کا ذکر کر رہی ہیں۔ ذرا وضاحت کیجئے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ لوگ خود بے خبر ہیں۔" مادام اوسی پاوا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہ شخص اپنا نام شیئنی چینی بتاتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ وہ چیف پبلک پراسیکیوٹر کے آفس میں سپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہے... یہ شخص اس وقت نمبر ۱۱

...واسٹریٹ میں موجود ہے اور اس نے خاصا خوف و ہراس پھیلایا ہے۔ وہ جس انداز ...وں سے پوچھ گچھ کر رہا ہے، اُس سے ہر فرد کو یہ یقین ہونے لگا ہے کہ بس وہی ...ن کا قاتل ہے... اس نے اس سٹریٹ میں رہنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ...باندھ کر کھڑے ہو جائیں اور ایک ایک کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہوتے ...ں... میرے فلیٹ سے باہر کوئی نصف میل لمبی قطار لگ چکی ہے اور اس ...ب سے میری باری تین گھنٹے سے پہلے نہیں آ سکتی۔"

"مادام، مجھے افسوس ہے آپ کو اتنی زحمت برداشت کرنا پڑی۔" میں نے کہا۔ ...پ تھوڑی دیر صبر کر لیجیے، میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں... وہ شخص واقعی ہمارے ...ے کا سپیشل انوسٹی گیٹر ہے اور جو کچھ کر رہا ہے، وہ اس کے محکمانہ فرائض میں شامل ہے۔"

میں نے فون تو بند کر دیا لیکن اس شخص شیئنی چینی پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ اُس سے ...ا کم بخت نے کہا تھا کہ وہ کشالوا سٹریٹ جا کر لوگوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دے؟

دس منٹ بعد میں نے خود کو کشالوا سٹریٹ کے باہر پایا۔ ایک نکڑ پر تین چار مسلح ...ڈ مستعد کھڑے تھے اور باہر سے کسی ایسے فرد کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی جو یہاں ...م پذیر نہ ہو۔ اسی طرح دوسرے نکڑ پر بھی پہرے دار تعینات کیے گئے تھے۔ یہاں ...ے کیپٹن کوپائی لوف بھی نظر آیا جو ان مسلح گارڈوں کا افسر تھا۔ کیپٹن کو بہت سے افراد ...یرے کھڑے تھے اور وہ میز پر بڑا سا نقشہ پھیلائے بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا یہ ...نقشہ کشالوا سٹریٹ میں بنے ہوئے اپارٹمنٹس کا ہے۔ وہ باری باری ہر ایک سے پوچھتا۔ ...کس اپارٹمنٹ میں رہتے ہو؟ تیس نمبر میں؟ کیا انوسٹی گیٹر نے تمہارا بیان لیا ہے؟ ...ں؟ تب مہربانی کر کے قطار میں کھڑے ہو جاؤ... جی نہیں... جب تک انوسٹی گیٹر ...کا اطمینان نہیں کر لیتا، یہاں سے کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی... مجبوری ...ہے جناب... معاملہ ہی ایسا ہے۔"

لوگ اس طریقِ کار پر جھنجھلا رہے تھے اور پبلک پراسیکیوٹر آفس کے سپیشل ...ٹی گیٹر کو گالیاں پڑ رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا اگر انہیں پتہ چل گیا کہ میرا تعلق

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بھی اسی محکمے سے ہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ سب کے سب مجھی پر پل پڑیں۔ یکایک اس نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور کرخت لہجے میں بولا: "کامریڈ! تم کون ہو اور کس اپارٹمنٹ میں تمہاری رہائش ہے؟ مہربانی کر کے اپنے کاغذات دکھاؤ۔"

میں نے اُسے جواب دینے کے بجائے براہِ راست عوام سے مخاطب ہونا زیادہ مناسب سمجھا: چنانچہ میں نے بلند آواز میں کہا:

"خواتین و حضرات! آپ کو جو تکلیف ہوئی، اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ پارٹی ڈسپلن برقرار رکھیں گے... کتشالو سٹریٹ میں ایک بھیانک سانحہ رونما ہو چکا ہے اور ابتدائی تحقیق کے مطابق اس میں بعض غیر ملکی جاسوس ایجنسیاں اور تخریب کار شامل ہیں۔ کتشالو اسٹریٹ میں رہنے والے ہر فرد سے چند سوالات دریافت کیے جائیں گے۔ ممکن ہے کوئی ایسی قیمتی گواہی مل جائے جو اس سانحے کے اصل ذمہ داروں کا سراغ لگانے میں مدد ملے۔ آپ سب واقف ہی ہوں گے کہ کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن ۱۹ جنوری کو اپنے اپارٹمنٹ میں مُردہ پائے گئے تھے۔"

روسی عوام کی نفسیات یہ ہے کہ جونہی ان کے سامنے غیر ملکی ایجنٹوں اور جاسوسوں کا ذکر کیا جاتا ہے یہ موم کی ناک بن جاتے ہیں۔ غیر ملکی جاسوسوں کا ذکر آتے ہی بھنبھناتے ہوئے لوگ خاموش ہو گئے۔ اُن کے چہرے اُترنے لگے اور پھر سرگوشیوں میں باتیں ہونے لگیں۔ کسی نے مجھ سے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہ کی کہ میں کون ہوں؛ البتہ قطار میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نکل کر میری طرف آیا اور کہنے لگا:

"کامریڈ! میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں، کہو کیا بات ہے؟" میں نے اُسے نزدیک بُلا لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، کیپٹن کوپانی توف تلملا کر اپنی جگہ اُٹھ کھڑا ہوا اور مجھ سے بولا: "کامریڈ! آپ کون ہیں، اور لوگوں سے یہ بات کہنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟"

میں نے قہر آلود نظروں سے اُسے گھورا اور ڈپٹ کر کہا: "میرا نام شمرالوف ہے!

مجھے کامریڈ برزنیف نے اس کیس کی تفتیش پر اپنے ذاتی حکم کے ذریعے مامور کیا ہے، اور اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کس کی اجازت سے بیٹھے ہو۔"

کیپٹن کوپانی توف کا سرخ چہرہ یک دم ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔

"مجھے کامریڈ شیبنی چیپنی نے یہاں متعین کیا ہے۔"

"اور کامریڈ شیبنی چیپنی اس وقت کہاں ہیں؟"

"وہ اپارٹمنٹ نمبر ۲۴ میں چوتھے فلور میں ہیں، جناب!"

"بہت خوب! میں اُن سے ابھی ملتا ہوں۔ پہلے ان صاحب سے بات کر لوں۔"

کیپٹن نے ایڑیاں بجا کر مجھے سیلوٹ کیا اور بیٹھنے کے لیے کرسی خالی کر دی۔ میں نے عمر رسیدہ شخص کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ تفصیل سے بتائیے"۔

آپ وہ کارنر والا اپارٹمنٹ دیکھ رہے ہیں" اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا... اس کے بالکل سامنے ساتویں فلور کی تیسری کھڑکی آپ کو نظر آئے گی... اس میں ایک بڑھیا اکثر بیٹھا کرتی ہے۔ میں اُسے چوبیس گھنٹوں میں سے اٹھارہ گھنٹے اسی کھڑکی میں بیٹھے دیکھتا ہوں۔ وہ کتشالو اسٹریٹ میں آنے جانے والے اور ہر مشکوک آدمی پر نگاہ رکھتی ہے۔

"اور آپ خود کہاں رہتے ہیں؟ کامریڈ!" میں نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"میرا اپارٹمنٹ اس کھڑکی کے سامنے ہے۔"

"ٹھیک ہے... ہم اس خاتون سے ضرور پوچھیں گے۔ اس اطلاع کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ... اب آپ جا سکتے ہیں۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے ہجوم پر سرسری نگاہ ڈالی۔ سب لوگ خاموش تھے اور اُن کے اُترے ہوئے چہروں سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ وہ اپنے اپنے طور پر کس خیال میں گم ہیں۔ یکایک ایک موٹی تازی، مگر خوبصورت عورت، ہجوم کے اندر سے راستہ بناتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔ میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ وہ سوویت روس کی نامور فلمی اور سٹیج اداکارہ روزا ایرا موراتا تھی۔

"مَیں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہُوں ..." اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "۱۸ جنوری کے دن میرے اپارٹمنٹ میں ڈاکہ ڈالا گیا تھا۔ اس وقت مَیں اپنے گھر میں نہ تھی، کوئی بھی نہ تھا ... مَیں ہمیشہ اپارٹمنٹ کا دروازہ مقفل کر کے جاتی ہوں۔ واپس آئی تو دروازہ کُھلا پڑا تھا اور اندر ہر کمرے کا سامان بُری طرح اُلٹ پلٹ دیا گیا تھا۔ میرے تین چار فر کوٹ، سوٹ کی انگوٹھیاں اور ہیروں کا ایک نکلس غائب تھے۔ میں نے ملیشیا والوں کو فون پر اس واردات کے بارے میں بتایا مگر انھوں نے آج تک کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس سے پہلے اس علاقے میں کم از کم نقب زنی اور چوری کی آٹھ وارداتیں ہو چکی ہیں اور سب دن کے اُجالے میں کی گئیں۔ آپ کو یہ سن حیرت ہوگی کامریڈ کہ ملیشیا والوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور انھوں نے ایک کیس بھی رجسٹر نہیں کیا ... کیا ان لوگوں نے چوروں اور ڈاکوؤں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے؟ یا یہ لوگ خود ان چوروں سے ملے ہوئے ہیں؟ میں پوچھتی ہوں یہاں کوئی قانون ہے یا نہیں؟"

"مادام، مجھے ذاتی طور پر افسوس ہے کہ ایسی وارداتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ یقین کیجیے یہ سب کارروائیاں غیر ملکی ایجنٹ اور جاسوس کر رہے ہیں تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پھیل سکے جہاں تک ملیشیا کا تعلق ہے۔ انھوں نے تمام کیس رجسٹر کیے ہوں گے۔ ان وارداتوں کا اصل سبب یہی ہے کہ لوگ اپنے گھروں کی حفاظت سے غافل رہتے ہیں۔ عین ممکن ہے باہر جاتے وقت آپ اپنا دروازہ مقفل کرنا بھول گئی ہوں اور ..."

میرا جملہ ابھی نامکمل تھا کہ ایک مسلح گارڈ تیز تیز چلتا ہُوا کیپٹن کو پاتی لوف کے نزدیک آیا اس کے کان میں کچھ کہا۔ کیپٹن کا چہرہ ایک بار پھر متغیر ہُوا ۔ اُس نے ہونٹ بھینچ لیے اور آہستہ سے کہا "تمھیں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں ... غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں ... آپ خود چل کر دیکھ سکتے ہیں۔"

کیپٹن نے میری طرف دیکھا، جبکہ میری نظریں اُسی پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور مدھم آواز میں بولا :

"کامریڈ، ذرا ایک جانب آیئے ... آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا ہے۔"

مَیں اُٹھ کر ایک جانب چلا گیا "کیا بات ہے؟ تم پریشان نظر آتے ہو!"

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے جناب!" اس نے رُک رُک کر کہنا شروع کیا۔ "کامریڈ شینی چینی جس کمرے میں موجود تھے، وہاں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے ... ایک گارڈ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب وہ کمرے کے اندر داخل ہُوا تو ایک بھیانک منظر اس کے سامنے تھا۔"

میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تاہم مَیں نے خود پر قابو پا کر پوچھا "بھیانک منظر! مَیں سمجھا نہیں، کھل کر بتاؤ۔"

"وہ ... جناب ... بات یہ ہے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں ... کامریڈ شینی چینی نے خود کہا تھا کہ اُنھیں اس کمرے میں چھوڑ دیا جائے ... پھر سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو گیا ... اُنھیں کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا ہے ... جناب ... کامریڈ کی لاش خون میں نہائی پڑی ہے۔"

ایک ثانیے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے میرے کانوں میں پگھلا ہُوا سیسہ اُتر رہا ہو ... مَیں مبہوت ہو کر اس کی صورت تک رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اس علاقے کی پوری ناکہ بندی کر دینی چاہیے۔" کیپٹن کہہ رہا تھا۔ "قاتل ابھی یہیں ہو گا ... ذرا کوشش کر لی جائے تو اس کا بچ نکلنا ممکن نہ ہو گا۔"

مَیں غیر شعوری طور پر ہنس دیا۔ "اتنے لوگوں میں ایک قاتل کو تلاش کرنا قطعاً غیر ممکن ہے کیپٹن۔" میں نے کہا۔ "اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قاتل مرد ہے یا عورت۔ آؤ وہاں چل کر دیکھتے ہیں کامریڈ شینی چینی کس حال میں ہے۔"

شینی چینی اچھے حال میں نہیں تھا۔ کسی نے اُس کی گردن پر تیز دھار آلے کے ساتھ پُوری قوت سے وار کیا تھا۔ اُس کی گردن تقریباً تن سے جُدا ہو چکی تھی اور بقیہ جسم سُرخ خون کے تالاب میں ڈوبا پڑا تھا ۔ خون ۔ جو کچھ دیر پہلے یقیناً سُرخ اور گرم ہو گا ۔ اب جم کر سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔

کستا لوسٹریٹ کے اپارٹمنٹ نمبر چوبیس کے چوتھے فلور پر سپیشل انویسٹی گیٹر کا مرید شیئنی چینی کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ کٹی ہوئی گردن سے فوارے کی طرح اُبلنے والا گاڑھا گاڑھا سُرخ خون شیئنی چینی کے چہرے پر جم کر سیاہ پڑ چکا تھا... ایک لمحے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے میرے سامنے شیئنی چینی کی، نہیں کرنل ویٹلوف کی لاش پڑی ہو... اُسے بھی اسی بھیانک اور سفاکانہ انداز میں قتل کیا گیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویٹلوف کی گردن، تن سے الگ نہیں ہو سکی تھی جبکہ شیئنی چینی کی گردن ایک باریک سے تسمے کے باعث جسم سے ابھی تک جڑی ہوئی تھی۔ تاہم اس میں شبہ نہیں تھا کہ جس شخص نے بھی شیئنی چینی پر تیز دھار آلے سے وار کیا۔ وہ بہت مضبوط بازو رکھتا ہوگا۔ یہ کام کسی نحیف و نزار آدمی یا عورت کا ہرگز نہیں تھا۔ سرسری معائنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ قاتل نے عقب سے وار کیا اور اس کا ہاتھ اس قدر چا تلا تھا کہ اُسے دوسرا وار کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہوگی۔ میں نے گہرا سانس لیا اور مڑ کر دیکھا میرے عین پیچھے کیپٹن کو پانی لوف اور اس کے عقب میں ایک مسلح گارڈ، پتھر کے بے جان مجسّموں کے مانند بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ میرے کانوں میں نیچے سڑک پر لوگوں کے بولنے کی مدھم آوازیں آرہی تھیں۔ ابھی کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے اور انہیں کچھ بتانے کا فائدہ بھی نہ تھا۔

میں نے کیپٹن اور اُس گارڈ کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود فرسٹ فلور پر واپس آگیا۔ لوگوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے چہرے سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہ ہونے دوں لیکن میں اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ جب میں نے بولنا شروع کیا تو میری آواز بُری طرح کانپ رہی تھی۔

”خواتین و حضرات! آپ کو یہاں آکر زحمت ہوئی، اس کے لیے میں اپنے محکمے کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔ دراصل حالات ہی ایسے تھے کہ آپ لوگوں سے پوچھ گچھ بے حد ضروری تھی... بہرحال... اب آپ جا سکتے ہیں... جو بات ہمیں معلوم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

...ی تھی، وہ معلوم ہو چکی ہے...“

...لوگ آہستہ آہستہ چہ میگوئیاں کرتے منتشر ہونے لگے۔ شیئنی چینی کے ہولناک ...نے میرا ذہن بُری طرح ماؤف کر ڈالا تھا۔ ہو سکتا ہے قاتل اس کے بجائے مجھے ...کرنا چاہتے ہوں اور انہوں نے شیئنی چینی کو سٹرایوف سمجھ کر موت کے گھاٹ ...ار دیا ہو۔ پیشہ ور قاتل اس قسم کی غلطیاں اکثر کرتے ہیں... ورنہ شیئنی ...قتل کرنے کی اُن کے پاس کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ اُسے میرے ساتھ کام میں شریک ...ئے دیر ہی کتنی ہوئی تھی! اور پھر اس سے پیشتر بار ہا قاتلانہ حملے مجھ پر کئے گئے ...اور میں ہی ان قاتلوں کا اصل ہدف تھا، مگر میں ابھی تک سانس لے رہا تھا اور ...رے بجائے کتنے ہی افراد کی جانیں ضائع ہو چکی تھیں... لیکن... میں کب تک ...خطرہ سکتا ہوں؟ ممکن ہے کہ آئندہ جو شخص قتل ہو، وہ میں خود ہوں۔

میرے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ جو کام مجھے سونپا گیا ہے، اُس سے ...کو الگ کر لوں یا جلد از جلد مجرموں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر دوں... خود الگ ...نے کا کوئی سوال ہی نہ تھا کہ جب تک برزنیف زندہ تھا، زیوی گن کے قتل یا خودکشی ...کی چھان بین مجھی کو کرنی تھی۔ روایت یہ تھی کہ جب کوئی کام کسی شخص کے سپرد کر دیا جائے ...تو اسے اختتام تک واپس نہیں لیا جاتا، خواہ کام کرنے والے کی جان جاتی رہے مجھے ...ہر صورت اپنا فرض ادا کرنا تھا کہ میری اپنی زندگی خود میری نہ تھی بلکہ ریاست اس کی ...مالک تھی... اس ضمن میں کسی سے کچھ کہنا سننا عبث تھا۔

میں نے فرسٹ فلور کے ایک اپارٹمنٹ میں جا کر ریکنکوف کو فون کیا۔ وہ اس وقت ...پنے گھر پر آرام کر رہا تھا۔ جب فون پر آیا اور اس کی آواز میرے کان میں آئی تو میں نے ...محسوس کیا کہ وہ سخت بیزار ہے۔ ویسے بھی میں نے اُسے زیوی گن کیس کی نئی تفتیش کے ...ہر لمحہ واقعات سے آگاہ کرنا چھوڑ دیا تھا اور وہ خود بھی میرے معاملات میں ٹانگ ...اڑانے سے پرہیز کرتا تھا۔ شاید ریکنکوف کے ذہن پر یہ وہم شدت سے سوار ہو گیا تھا ...کہ اگر میں اس کیس کی چھان بین کرنے اور برزنیف کو خوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مجھے چیف پبلک پراسیکیوٹر کے منصب پر فائز کر دے گا اور یوں ریکنکوف کو یا تو بزورِ مجھ سے الگ ہونا پڑے گا یا اس کی خدمات کسی اور محکمے کے سپرد کر دی جائیں گی۔ اگر میرے خدشے درست ہیں تب یہ ایک یقینی بات تھی کہ وہ مجھے کامیاب دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا اور اندر خانے اس کی کوشش یہی رہی ہو گی کہ میں ناکام ہو جاؤں اور ابھی تک میں ناکام تھا۔

"کامریڈ شمرالیوف ... یہ تم ہو؟" اس نے یوں کہا جیسے اُسے میری آواز پہچاننے میں دقت ہو رہی ہو۔

"جی ہاں ... یہ میں ہوں ... شمرالیوف ... آپ حیران ہیں کہ میں ابھی تک زندہ و سلامت ہوں ..."

"کیا بکواس کرتے ہو"؟ وہ ایک دم بھڑک گیا۔ "اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ میں جانتا ہوں تم زندہ سلامت ہو اور بہت دیر زندہ سلامت رہو گے، البتہ میری خیر نظر نہیں آتی ..."

"کیوں؟ کیا ہوا؟ میری معلومات یہ ہیں کہ آپ اپنے گھر میں ہر طرح خوش و خرم اور بخیر و عافیت ہیں۔"

"تم باز نہیں آؤ گے، شمرالیوف ..." اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ "کہو، کوئی نئی خبر؟"

"جی ہاں ــ نئی خبر سنانے کے لیے ہی تو میں نے فون کیا ہے ... آپ کو یاد ہو گا کہ ہمارے محکمے میں میری طرح ایک شخص جس کا نام شینی چینی تھا، سپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔"

"کام کرتا تھا کیا معنی؟ وہ اب بھی کام کرتا ہے۔"

"جی نہیں ــ کام کرتا تھا، اور اب نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا اُسے؟ تم نے تو خود برزنیف سے کہہ کر شینی چینی کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"بے شک آپ صحیح کہتے ہیں کامریڈ ریکنکوف ..." میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے

کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے شینی چینی، کشتالو سٹریٹ کے اپارٹمنٹ نمبر چوبیس میں انتہائی سنگدلی سے قتل کر دیا گیا ہے ... اپارٹمنٹ چوبیس چوتھے فلور پر ہے ... قاتل یا قاتلوں نے تیز دھار آلے سے اُس کی گردن اُس کے تن سے تقریباً الگ کر دی ہے ... بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے کرنل وٹیلوف کو ہلاک کیا تھا ... میرا خیال ہے مرتے وقت شینی چینی کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی ہو گی ..."

ریکنکوف کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید اس خبر سے اُس کے دل کی دھڑکن رُک گئی تھی۔

"ہیلو ... کامریڈ ریکنکوف ... آپ کے ہوش و حواس سلامت ہیں۔" میں نے کہا۔ "کیا یہ خوشی کی بات نہیں کہ ہمارے محکمے میں سپیشل انوسٹی گیٹر جگہ خالی کر رہے ہیں۔ اور نئے باصلاحیت افراد کے لیے نوکریاں نکل رہی ہیں؟"

"ہاں ــ کامریڈ شمرالیوف ... تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔" ریکنکوف نے آہستہ سے کہا۔ "کیا تم نے شینی چینی کو کشتالو سٹریٹ بھیجا تھا؟"

"جی نہیں ــ وہ مجھے بتائے بغیر وہاں گیا اور بطور خود اس علاقے میں رہنے والوں سے زیوی گن کی موت کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگا ــ شاید وہ برزنیف پر یہ ثابت کرنے کی فکر میں تھا کہ تفتیش کا کام اتنا مشکل نہیں جتنا شمرالیوف نے بنا دیا ہے۔"

"احمق ... نالائق ..." ریکنکوف نے جھلا کر کہا۔

"کیا یہ خطابات آپ مجھے عطا کر رہے ہیں؟ جناب!" میں نے پوچھا۔

"تمہیں نہیں، اس بے وقوف کو دے رہا ہوں جو خواہ مخواہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ... بہرحال ... یہ بتاؤ کہ میرے لیے کیا حکم ہے۔ کیا شینی چینی کی لاش ابھی تک وہیں پڑی ہے؟"

"میرا خیال ہے ابھی تک وہیں ہونی چاہیئے۔ فی الحال میں نے ایک شخص کیپٹن کوپائی لوسف کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ شینی چینی کی نگرانی کرتا رہے۔ مزید کارروائی آپ خود کریں کیونکہ مجھے دنیا میں اور بہت سے ضروری کام ہیں، اور میں چاہتا ہوں قتل

ہونے سے پہلے پہلے یہ کام مکمل کر جاؤں۔"

"میں تمہاری کامیابی کا خواہشمند ہوں، کامریڈ شمرایوف... میں ابھی سرکاری طور پر ملیشیا اور ماسکو انٹیلی جنس کو شینی چینی کے بارے میں آگاہ کر رہا ہوں... یہ بتاؤ اپارٹمنٹ نمبر چوبیس میں کون رہتا ہے۔

"مجھے اس کے سوا کچھ خبر نہیں کہ شینی چینی وہاں قتل ہوا ہے۔ یہ جاننا دوسروں کا کام ہے کہ اس اپارٹمنٹ میں کون ہے۔ میرا تعلق صرف زبوی گن کیس سے ہے، اور فی الحال مجھے توقع نہیں کہ شینی چینی کا قاتل پکڑا جائے گا۔ خود سوچیے، کیا ملیشیا اور انٹیلی جنس والوں نے بینا، وٹیلوف اور جنرل زاروف وغیرہ کے قاتلوں کو پکڑ لیا ہے؟"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے... تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ جب تک ملیشیا کے لوگ وہاں نہ پہنچیں، اس جگہ کسی کو نہ جانے دو جہاں شینی چینی کی لاش پڑی ہے... بعض اوقات غیر ضروری افراد کی مداخلت سے اہم شہادتیں اور سراغ ضائع ہو جاتے ہیں۔"

"جی ہاں — اتفاق سے یہ کارآمد باتیں مجھے معلوم ہیں اور میں نے ان شہادتوں کی حفاظت کے لیے کیپٹن کوپائی لوف کو وہیں ٹھہرنے کی ہدایت کر دی ہے، اور اس کے ساتھ ایک مسلح گارڈ بھی وہاں تعینات ہے۔"

"بہت خوب... خاصے مستعد ہو تم، کامریڈ شمرایوف۔" ریکنکوف نے کہا۔ اُس کے لہجے میں چھپا ہُوا طنز اتنا گہرا تھا کہ میں تلملا گیا۔

"یہ شخص کیپٹن کوپائی لوف کون ہے —؟ تم اسے جانتے ہو؟"

اس سوال پر ایک ثانیے کے لیے میرے بدن میں گردش کرتا ہُوا خون تھم گیا۔ کیپٹن کوپائی لوف کون ہے؟ میں اسے سرسری سا پہچانتا تھا... شاید پہلے بھی ایک یا دو بار اُسے کہیں دیکھا تھا۔ لیکن مجھے صحیح طور پر علم نہ تھا کہ اس کا تعلق کس محکمے سے ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ ماسکو انٹیلی جنس کا آدمی ہے اور تھرڈ سیکشن میں کام کرتا ہے... اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آدمی ہو... ایسا آدمی جس کا تعلق ملیشیا سے ہو نہ انٹیلی جنس سے، اور وہ کے جی بی کے لیے کام کر رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ وہ کشالو سٹریٹ،

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا کیا اُسے شینی چینی نے بُلوایا تھا؟ ... مگر شینی چینی اُسے بُلوا نہیں سکتا تھا کے پاس ایسے اختیارات نہیں تھے ... مجھے یاد آیا کہ جب میں آفس میں موجود ڈیوٹی آفیسر نے بتایا تھا کہ ایک خاتون، فون پر کچھ کہنا چاہتی ہیں اور اُس عورت نام پروفیسر اوسی پووا بتایا تھا۔ ماسکو یونیورسٹی کی پروفیسر اوسی پووا، اور اسی عورت کی تھی کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کا ایک شخص کشالو سٹریٹ میں لوگوں سے پوچھ ہے ... اور جب میں وہاں پہنچا تھا تو میں نے کشالو سٹریٹ میں کئی مسلح گارڈوں اُس شخص کیپٹن کوپائی لوف کو بھی موجود پایا۔ وہ ملیشیا کی وردی پہنے ہوئے وردی کا کیا ہے، یہ وردی تو ہر شخص پہن سکتا ہے... سوویت یونین میں اکثر افراد سرکاری وردیاں پہن کر ہی بڑی بڑی وارداتیں کرتے ہیں اور ہمیشہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک نمایاں وجہ یہ ہے کہ عوام، سرکاری وردیوں سے زدہ رہتے ہیں اور یہ جاننے کے باوجود کہ سرکاری وردی کے اندر کوئی قاتل یا چھپا ہُوا ہے، وہ اس کا احتساب کرنے کی جرأت نہیں کرتے اور اسے واردات آسانی سے فرار ہو جانے کا موقع دے دیتے ہیں۔

ہیلو... ہیلو... کامریڈ شمرایوف... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا..." کہہ رہا تھا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں کہ جس شخص کیپٹن کوپائی لوف کا ذکر تم ہے، وہ کون ہے اور کس شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔"

مجھے میں اس سے واقف نہیں، صرف دور سے ایک مرتبہ اُسے دیکھنے کا ہُوا ہے... مجھے یہ بھی علم نہیں کہ کیپٹن کوپائی لوف کو کس نے کشالو سٹریٹ کیا... ہو سکتا ہے شینی چینی نے اس کی خدمات کسی طرح حاصل کی ہوں میں وہاں پہنچا تو کیپٹن کوپائی لوف اور تین چار مسلح گارڈ پہلے سے موجود ان لوگوں نے دونوں طرف سے کشالو سٹریٹ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ کیپٹن بتایا کہ کامریڈ شینی چینی اپارٹمنٹ چوبیس میں باری باری ہر فرد کو طلب انٹروگیشن کر رہے ہیں اور انہوں نے حکم جاری کیا ہے کہ جب تک ہر فرد

سے ضروری پُوچھ گچھ نہیں کر لی جاتی کسی کو کشا لوسٹریٹ سے باہر جانے کی اجازت
نہیں۔ ابھی میں بپھرے ہوئے لوگوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر
تھا کہ ایک گارڈ نے آن کر کیپٹن کو پائی لوف کے کان میں کھسر پھسر کی اور پھر کیپٹن نے
مجھے بتایا کہ کامریڈ شینی چینی کو کسی نے قتل کر دیا ہے ۔ ۔ ۔"

"اور تم اسی کیپٹن کو لاش کی نگرانی سونپ کر مجھے فون کر رہے ہو؟" ریکلون نے پوچھا۔

"ظاہر ہے مجھے آپ ہی کو اطلاع دینی چاہیے تھی"

"مجھے اطلاع مل گئی۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو ۔ ۔ فوراً اپارٹمنٹ نمبر چوبیس (
خبر لو ۔ ۔ ۔ مجھے یہ سارا معاملہ مشکوک نظر آتا ہے ۔ ۔ ۔"

اور معاملہ واقعی مشکوک تھا۔ فون بند کر کے میں لفٹ میں سوار ہوا اور چوتھ
فلور پر پہنچ کر جب اپارٹمنٹ نمبر چوبیس میں داخل ہوا تو وہاں ہر شے پہلے کی طر
موجود تھی، شینی چینی کی کٹی ہوئی گردن سے اُبل اُبل کر گرنے والا خون اچھی طرح
جم چکا تھا۔ لیکن شینی چینی کی لاش وہاں نہیں تھی۔ کیپٹن کو پائی لوف اور مسلح گارڈز
نظر نہیں آرہے تھے۔

کمرے کے اندر سے لاش گھسیٹ کر بیرونی برآمدے تک لائی گئی تھی کہ دروا
کے آس پاس اور پھر برآمدے میں خون کے بڑے بڑے دھبے چمک رہے تھے
میں نے لفٹ تک ساری جگہ کا جائزہ لیا۔ لفٹ کے اندر فرش پر بھی خون لگ
تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شینی چینی کی لاش کمرے سے نکال کر لفٹ تک لا
گئی ۔ ۔ ۔ مگر یہ ناممکن تھا، ابھی بہت سے افراد فرسٹ فلور پر چل پھر رہے
باہر، سٹریٹ میں بھی لوگ موجود تھے ۔ ۔ ۔ ان سب کی نظروں سے چُھپا کر ایک لا
لاش کو کہیں نہیں لے جایا سکتا تھا۔ لیکن اس حقیقت کو جھٹلانا بھی آسان نہ
کہ لاش پُراسرار طور پر غائب ہو چکی تھی، اور لاش غائب کرنے کا کام کیپٹن کو پا
اور اس کے ساتھی مسلح گارڈز کے سوا اور کون کر سکتا تھا؟ ابھی میں ج

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوا اس صورتِ حال پر غور کر ہی رہا تھا کہ لفٹ کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور
ترنے لگی چند لمحوں بعد جب لفٹ واپس آئی تو اس میں سے جو شخص سب سے
ہوا، وہ ماسکو سی آئی ڈی تھرڈ سیکشن کا افسر میجر آکپویان تھا اور اس کے
ں ایک دوسرا آدمی تھا جس کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ میجر پوپر گولوف ہے
ھی اسی سیکشن سے تعلق رکھتا ہے۔

یجر آکپویان اور میجر پوپر گولوف شینی چینی کے قتل کی تحقیقات کرنے نہیں آئے
صرف یہ بتانے آئے تھے کہ ملیٹیا کے لوگ اس قتل کی اپنے طور پر تحقیق و
کریں گے اور ہمارا کام اتنا ہے کہ جب ملیٹیا والے آجائیں تو انہیں وہ معلومات
یں جو اس کیس کی چھان بین کے لیے اہم اور ضروری ہوں۔

لیٹیا والوں کے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ماسکو زکن ملیٹیا ہیڈکوارٹر کا
لیفٹیننٹ جنرل اے وولکوف بنفسِ نفیس دس منٹ کے اندر اندر وہاں
اس کے ساتھ کرنل وی گلیزولوف بھی تھا۔ میں ان دونوں کو خوب پہچانتا تھا۔
مجھے نہیں جانتے تھے۔ جنرل اے وولکوف کو میں نے اس اندوہ ناک سانحے
یلات سے آگاہ کیا اور آخر میں رسماً کہہ دیا کہ کسی بھی مرحلے پر اگر وہ مناسب
مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ جنرل اے وولکوف وہاں تنہا نہیں آیا تھا، اس
ملیٹیا کا پورا ڈویژن بھی تھا جس نے کشا لوسٹریٹ کی ایک بار پھر ناکہ بندی
ور ہر اپارٹمنٹ میں رہنے والوں کو نوٹس دے دیا کہ وہ جنرل کی اجازت کے
قدم نہیں رکھیں گے اور اگر کسی فرد نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو نتائج کا
ار وہ خود ہوگا۔

جب میں اپنے آفس میں واپس آیا تو میجر آکپویان اور میجر پوپر گولوف میرے
ے کرسیوں پر بیٹھتے ہی میجر آکپویان نے اپنی جیب سے ایک سر بمہر لفافہ نکالا اور
سامنے رکھ دیا۔

ح بارہ بج کر سترہ منٹ پر میں نے پوٹما رحیم کا لونی سے میجر سی بی سلواتوف کا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ اہم پیغام وصول کیا ہے۔"

"مَیں نے لفافے کی مہریں توڑیں اور اندر سے جلی حروف میں ٹائپ کیا ہُوا یہ پیغام برآمد ہُوا:

"ارجنٹ اینڈ ٹاپ سیکرٹ۔ آپ نے ایک جرائم پیشہ شخص اور جیل سے فرار ہونے والے قیدی مسمّی الیکسی ایگورووچ ورنکوف عرف کورچاگن کے بارے میں ضروری معلومات طلب کی تھیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ معلومات حاضر کی جا رہی ہیں۔ یہ شخص پیشہ ور قاتل اور ڈکیت ہے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء اور یکم جنوری ۱۹۸۲ء کی درمیانی رات جیل ہسپتال سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہُوا ـــــ ۲۲ جنوری کو پراودا اخبار میں کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن کی موت کی خبر چھپی تھی۔ یہ خبر کورچاگن کے ایک دوست اور پڑوسی نے اخبار میں پڑھی۔ اس کا نام سُرویوف عرف بالڈی ہے۔ بالڈی نے زیوی گن کی موت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ خودکشی نہیں، قتل کی واردات ہوگی۔ کیونکہ بالڈی نے بارہا کورچاگن کو یہ کہتے سُنا تھا کہ جب بھی اُسے موقع ملا وہ زیوی گن کو قتل کر دے گا۔ کورچاگن یہ بھی کہا کرتا تھا کہ ۱۹۴۳ء میں دوسری جنگِ عظیم کے دوران کسی بات پر مشتعل ہو کر زیوی گن نے اس کے باپ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اُس زمانے میں کورچاگن دس سال کا بچہ تھا۔ چنانچہ اسے باپ کی ہلاکت کے بعد کسی یتیم خانے میں داخل کرا دیا گیا جہاں اس نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور بچپن ہی سے اُس کے ذہن میں یہ عزم پرورش پاتا رہا کہ اسے بہر حال اپنے باپ کے قاتل زیوی گن سے انتقام لینا ہے۔ جب وہ یتیم خانے سے جوان ہو کر نکلا تو اس کا میل جول جرائم پیشہ افراد سے بڑھ گیا۔ اس نے ڈکیتی اور قتل کی متعدد وارداتیں کیں۔ تین بار کا سزا یافتہ بھی ہے۔ اُس کے بارے میں واضح شہادتیں ملی ہیں کہ وہ جنرل زیوی گن کو قتل کرنے کے منصوبے بنایا کرتا تھا اور کھلم کھلا کہتا تھا کہ جب تک وہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل نہیں کر دیتا، اُسے کسی کل چین نہیں پڑے گا۔ جیل ہسپتال سے فرار ہونے کے بعد ایک قتل اور ڈکیتی کی واردات بھی کی ہے

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ زیوی گن کے قتل میں اُسی کا ہاتھ ہے۔ مزید تفصیلات ملیٹیا کے سربراہ اور کریمنل انوسٹی گیشن مین ڈائریکٹوریٹ کے ڈائریکٹر جنرل اے وولکوف سے دریافت کی جا سکتی ہیں۔۔۔۔

"مسمّی الیکسی ایگورووچ عرف کورچاگن کی تلاش جاری ہے۔ تمام ریلوے اسٹیشنوں، ہوائی اڈوں، بینکوں اور پبلک مقامات پر اس مجرم کی تصویریں چسپاں کی جا چکی ہیں۔ ملیٹیا کے تمام تھانوں میں بھی اس شخص کا ریکارڈ موجود ہے ... تازہ ترین اطلاعات کے مطابق کورچاگن کی تصویریں بڑے بڑے جنرل سٹورز، ریستورانوں اور خاص خاص دکانوں پر بھی لگائی گئی ہیں اور عوام سے کہا گیا ہے کہ جونہی وہ اس شخص کو دیکھیں یا اس کے بارے میں کہیں سے کچھ سُنیں، کسی تاخیر کے بغیر قریبی ملیٹیا اسٹیشن کو اطلاع دیں۔۔۔۔

"۲۳ جنوری کو دوستر ابوکوف کے علاقے میں ایک دکان پر کام کرنے والی عورت نے قریبی ملیٹیا اسٹیشن پر آن کر بتایا کہ جس شخص کی تصویریں بینکوں، ریستورانوں [illegible] میں لگائی گئی ہیں، اُس حلیے کا ایک آدمی ۲ جنوری سے ۲۲ جنوری کے درمیانی عرصے میں اس کی دکان پر کئی بار مختلف چیزیں خریدنے آ چکا ہے۔ وہ زیادہ تر پارچین، برانڈی، روٹی اور مکھن وغیرہ خریدتا ہے۔ اس کی جیب کرنسی نوٹوں سے بھری رہتی ہیں اور ہر بار وہ بڑے بڑے نوٹوں کا بنڈل جیب سے نکالتا ہے۔ وہ شخص اُس علاقے کا رہنے والا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی دوسری جگہ سے یہاں آیا ہے اُس کے پاس سفید رنگ کی نئی وولگا کار ہے۔ وہ جب بھی مارکیٹ میں آتا ہے۔ اُسی کار میں آتا ہے۔ ایک دو بار اس سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے تو اس نے بتایا کہ وہ دستر ابوکوف کی مشہور جپسی عورت ماریوسایا شیونکو کا دوست ہے اور ان کے درمیان کاروباری تعلقات ہیں۔

"ماریوسایا شیونکو بدنامِ زمانہ عورت ہے ۔۔ بظاہر وہ لوگوں سے فیس لے کر قسمت کا حال بتایا کرتی ہے لیکن در پردہ وہ بردہ فروشی، اسمگلنگ، چوری اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نشہ آور چیزیں سپلائی کرنے کا دھندہ اس ہوشیاری اور چالاکی کرتی ہے کہ اسے آج تک پکڑا نہیں جا سکا۔ اس عورت کے پکڑے نہ جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے مراسم بہت اونچے حلقوں میں قائم ہیں۔ ان سرکردہ اور بڑے بڑے افراد کے ناموں کی فہرست خاصی طویل ہے جو وقتِ ضرورت فراہم کی جا سکتی ہے۔ ایک زمانے میں یہ عورت فوجی جنرلوں اور پولٹ بیورو کے ارکان کے پاس، اُن کی فرمائش کے مطابق، فاحشہ عورتیں بھجوایا کرتی تھی۔ کئی قمار خانے بھی اس کی نگرانی میں چلتے ہیں۔ بہت مالدار عورت ہے اور اکثر جرائم پیشہ افراد کو اس کے ہاں آسانی سے پناہ مل جاتی ہے۔"

دُکان پر کام کرنے والی عورت کے بیان پر مقامی انٹیلی جنس سیکشن فوراً حرکت میں آ گیا۔ چیف آفیسر کامریڈ فوزنسکی نے کورچاگن کی گرفتاری کے لیے اس دُکان کے آس پاس اپنے آدمی مقرر کر دیے، لیکن کورچاگن چوکنا ہو گیا اور ۲۲ جنوری کے بعد سے کسی کو وہاں دکھائی نہیں دیا۔ جپسی عورت شیونکو کے مکان کی نگرانی اور اس سے ملنے جُلنے والوں پر نگاہ بھی کڑی کر دی گئی۔ دُکان پر کام کرنے والی عورت نے کورچاگن کے پاس جس سفید وولگا کار کا ذکر کیا تھا، اس بارے میں چھان بین کی گئی۔ اس کار کا رجسٹریشن نمبر ایم کے آئی — ۱۲ — ۵۲ ہے اور یہ شیونکو کی ملکیت ہے۔ یہ کار اکثر اس عورت کے مکان کے قریب کھڑی رہتی، مگر اب وہاں موجود نہیں۔ اس کے غائب ہونے یا چوری کیے جانے کی کوئی رپورٹ شیونکو یا اس کے شوہر نے درج نہیں کرائی۔ جب بعض افراد کے ذریعے شیونکو سے پوچھا گیا کہ اس کی کار کہاں ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ وہ ایک دوست عارضی طور پر لے گیا ہے۔ کئی اور لوگوں نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ سفید وولگا کار کو استعمال کرنے والا شخص وہی ہے جو کئی وارداتوں کے سلسلے میں انٹیلی جنس اور ملیٹیا والوں کو مطلوب ہے۔

ان حالات میں ٹریفک سکواڈ کو مطلع کرنا لازمی ہو گیا کہ وہ مذکورہ بالا رجسٹریشن

...ر کی سفید وولگا کار جہاں دیکھیں فوراً اس کے بارے میں مرکزی ملیٹیا اسٹیشن
...و آگاہ کر دیں۔ شیونکو اور اس کے شوہر وکٹر کی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھی جا رہی ہے
...بعض نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس عورت سے میل ملاپ رکھنے والوں کی ایک
...ر فہرست بنائی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ماسکو میں شاید ہی کوئی ادیب، شاعر،
...صوّر، اداکار یا سائنسدان ایسا ہو گا جس کے تعلقات اس عورت سے نہ ہوں۔
...سے لچھے دار گفتگو کرنے میں کمال حاصل ہے۔ اعلیٰ درجے کی ماہر نفسیات بھی ہے۔
...شہور یہ کیا گیا ہے کہ بعض پُراسرار طاقتیں اس میں موجود ہیں جن کے باعث یہ غیب بینی
...طاق ہے، اور اس کی اکثر پیش گوئیاں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہیں۔
...بھی کہا جاتا ہے کہ بعض ناقابلِ علاج مریضوں کا روحانی اور جسمانی علاج معالجہ بھی اس
...کیا اور وہ سب کے سب صحت یاب ہو گئے۔ مردوں سے زیادہ اونچے حلقوں کی
...رتیں ماریوسا یا شیونکو کے دامِ سحر میں گرفتار ہیں۔ وزارتِ امورِ خارجہ کے جی بی
...رایم وی ڈی جیسے اہم اداروں سے متعلق افراد اس عورت کے پشت پناہ ہیں
...آج تک اُنھی کی بدولت یہ قانون کی گرفت میں آنے سے محفوظ رہی ہے۔
"گذشتہ روز اس کے مکان پر، دوپہر کے بعد، سترہ سرکردہ اور اہم شخصیتوں
...آمد ہوئی۔ اِن میں نمایاں حیثیت ماسکو کونسل کے ڈپٹی اور سٹی پراسیکیوٹر کامریڈ
...وف کی بیوی کو حاصل تھی۔ معلوم ہوا اس خاتون نے ماریوسا یا شیونکو سے چند
...ی ہیرے بھی خریدے۔ اس کے علاوہ فرکوٹ اور ایسی ہی دوسری بہت سی
...ل قیمت چیزیں یہ عورت فروخت کرتی ہے۔ یہ شبہہ عام ہے کہ ماریاسایا کے
...ل چوری کا مال خفیہ راستوں سے آتا ہے اور انھی سے نکل جاتا ہے۔ غیر ملکی سامان
...جاپانی گھڑیاں، کپڑا، کراکری اور سونے کے زیورات اور الیکٹرانک چیزیں کثرت
...ملا جاتی ہیں۔ جرائم کی زیرِ زمین دنیا سے اس عورت کے تعلقات مدتوں سے
...ہیں۔ نشہ آور دوائیں بھی اس کے اڈے تک پہنچتی ہیں اور گراں قیمت پر
...ثروت مندوں کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ جب سے یہ پتا چلا کہ کورچاگن اس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عورت کے مکان میں پناہ لیے ہوئے ہے۔ سی آئی ڈی نے ماریو سایا کا ٹیلی فون ٹیپ کیے جانے کا اہتمام کر دیا ہے اور دن رات اس کے گھر کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ آج ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ایک مشکوک ٹیلی فون کال ٹیپ کی گئی ہے۔ ٹیلی فون کرنے والے نے ماریو سایا کو اپنا نام الیکسی بتایا جو یقیناً کورچاگن ہی تھا۔ اس نے پوچھا کیا سب چیزیں تیار ہیں؟ ماریو سایا نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ وہ مطمئن رہے اُس نے جن چیزوں کا آرڈر دیا ہے۔ سب فراہم کر دی گئی ہیں اور وہ جب چاہے خود آن کر یا اپنے کسی آدمی کو ماریا سایا کے مکان پر بھیج کر حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سن کر الیکسی نے کہا کہ وہ چند گھنٹے بعد دوبارہ ٹیلی فون کر کے بتائے گا کہ ان اشیاء کے حصول کے لیے وہ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے عورت کو ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا کہ بعض لوگ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سی آئی ڈی والے اس کا فون ٹیپ کر رہے ہوں، لہٰذا اگر وہ چند گھنٹے بعد فون نہ کرے تو وہ کسی دوسرے ذریعے سے رابطہ استوار کرنے کی کوشش کرے گا تو ماریو سایا کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے اس پر عورت نے قہقہہ لگا کر کہا کہ الیکسی بہت بُزدل ہے اور اُسے بے خوف ہو کر ماریو سایا کے مکان پر آنا چاہیے۔ اُس کے تعلقات ہائی لیول پر ہیں اور کوئی اس کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ چاہے تو برزنیف اور آندروپوف جیسے لوگوں سے بھی اپنا کام نکلوا سکتی ہے۔

الیکسی کی ٹیلی فون کال کے بارے میں پتہ چلایا گیا کہ اس نے یہ کال کہاں کی تھی۔ معلوم ہوا کہ سوکول میٹرو اسٹیشن کا ایک ٹیلی فون بوتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس بوتھ کی نگرانی بھی کی جا رہی ہے۔ شاید مجرم دوبارہ فون کرنے آئے، تاہم اس کی توقع زیادہ نہیں۔

"تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ سفید وولگا کار نمبر ایم کے آئی ۱۲۔۵۲ کا سراغ مل گیا ہے۔ ابھی ابھی ایک ایجنٹ نے بتایا ہے کہ اس نمبر کی کار دوستراکوف کے علاقے میں کیوف ہائی وے کی طرف بے پناہ رفتار سے دوڑتی ہوئی دیکھی گئی ہے۔

اس کار کا تعاقب شروع کر دیا گیا ہے اور مجرم کو روکنے کی تدبیروں پر غور کیا جا رہا ہے... اس آپریشن کی نگرانی کے فرائض دوستراکوف آپریشنل ہیڈ کوارٹرز کے ایم وی ڈی چیف کرنل جی اولینک سرانجام دے رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ ڈسٹرکٹ سی آئی ڈی کے چیف کرنل وی یاکی مایان اور چیف سی آئی ڈی سیکشن ون، کرنل آرفوزنسکی اس آپریشن میں شریک ہیں۔"

یہ طویل اور انتہائی کارآمد رپورٹ پڑھ کر مجھے کچھ اطمینان سا ہوا کہ کامیابی کی منزل قریب سے قریب تر آ رہی ہے، اور اگر کورچاگن پکڑا جاتا ہے تو جنرل زیوی گن کی پُراسرار خودکشی یا قتل کے معاملات سے پردہ اُٹھانا بہت آسان ہو جائے گا۔ یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد گویا میرا کام صرف مختصر سی رپورٹ لکھ کر برزنیف کے حوالے کر دینا ہو گا۔ اس کے بعد لمبی چھٹی ــــ اس احساس کے ساتھ ہی میں خود بخود مسکرانے لگا۔

"آپ ہنس رہے ہیں کامریڈ شمرالوف... میجر آکیوبان نے آہستہ سے کہا تو میں چونک پڑا۔

"معافی چاہتا ہوں دوستو... میرا خیال ہے آپ لوگ میری جگہ ہوتے تو زور زور سے قہقہے لگاتے۔ زیوی گن کا قاتل بس ہمارے قبضے میں آیا ہی چاہتا ہے۔ جیسا کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، وہ بدبخت کورچاگن ہی زیوی گن کا قاتل تھا، اس نے پرانا بدلہ چکا ہی لیا... یہ شخص میجر جی بی سلیوانوف خاصا سمجھ دار اور قابل آدمی ہے اس نے بڑی محنت سے یہ رپورٹ مرتب کی ہے۔ ایسے محنتی لوگوں کو ماسکو میں ہونا چاہیے تھا، اُنہیں آخر ماسکو سے اتنی دُور کیوں بھیجا جاتا ہے؟ میں بہرحال میجر سلیوانوف کا شکر گزار ہوں۔ اس آدمی کی کاوشوں سے ہم اصل مجرم کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔"

میجر آکیوبان اور اس کے ساتھی پورگولوف نے اثبات میں گردنیں ہلائیں۔

دفعتاً میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون میں سے سُرخ ٹیلی فون کی گھنٹی چلا اُٹھی میں نے ریسیور کان سے لگایا، ایک نقرئی آواز آئی:

"کامریڈ شمرالوف؟ کیا آپ میرا پیغام وصول کرنے کے لیے تیار ہیں؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ہاں — بالکل تیار ہوں... براہِ کرم اپنی شناخت کرائیے۔"

وہ زور سے ہنسی — "آپ مجھے جانتے ہیں کامریڈ۔ مَیں پہلے آپ کے آنجہانی دوست کرنل ویٹلوف کی سیکرٹری تھی اور اب میجر آکپویان کے احکام کی تعمیل کرتی ہوں۔ کیا میجر آپ کے قریب ہی موجود ہیں؟"

"میں پہچان گیا تم کون ہو... مس میکراچیوا... بولو، کیا پیغام ہے؟ میجر آکپویان میرے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"دیکھئے، آپ خاموشی سے میری بات سُنیئے..." میکراچیوا نے کہا، "اس وقت میں ایک ایسی کار میں سے فون کر رہی ہوں جو سڑک کے کنارے کھڑی ہے... اور ممکن ہے ایسے لوگ بھی میری بات سن رہے ہوں جنہیں اس سارے معاملے سے زبردست دلچسپی لاحق ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ قلم اور کاغذ سنبھال لیجیے اور جو کچھ مَیں کوڈ ورڈ میں کہوں، اُسے درج کرتے جائیے... کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ کامریڈ شمرایوف!"

"مَیں نے کہا بات سمجھ رہا ہوں اور پوری طرح تیار ہوں۔"

میکراچیوا نے جو کچھ خفیہ الفاظ میں لکھوایا، اس کا مطلب سمجھ کر میرے بدن میں جھرجھری سی آ گئی۔ ماسکو میں چوری نقب زنی کی وارداتیں کرنے والوں کا کچھ سراغ ملا تھا اور ان میں وہ وارداتیں بھی شامل تھیں جو کتشالو سٹریٹ میں کی گئی تھیں۔ ایک مخبر نے اطلاع دی تھی کہ گورکی سٹریٹ کے ایک بڑے کیفے میں چوروں اور نقب زنوں کا ایک گروہ جاز موسیقاروں کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور اس وقت بھی اُس کے چند ارکان کیفے میں موجود ہیں۔ اگر انہیں گرفتار کر لیا جائے تو بہت سے راز عیاں ہو سکتے ہیں۔ ان مجرموں میں ایک شخص بورس موروزوف شامل ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہی گروہ کا سرغنہ بھی ہے۔

میں نے میکراچیوا سے کہا کہ وہ فوراً اس کار سے باہر نکلے اور چیف پبلک پراسیکیوٹر بلڈنگ میں آ جائے۔ بہتر ہے باقی باتیں آمنے سامنے بیٹھ کر ہو جائیں۔

میجر آکپویان اور میجر پورگولوف کو مَیں نے اس پیغام سے آگاہ کیا۔ اُن کے کان کھڑے ہوئے۔ آکپویان نے کہا وہ پہلے بھی اس شخص بورس موروزوف کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا ہوں لیکن بڑی کوشش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اگر یہ وہی شخص ہے تب اس گروہ کی گرفتاری سے بہت کچھ معلوم ہونے کی توقع باندھی جا سکتی ہے۔

میکراچیوا کو میرے آفس تک پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ ایک ایک لمحہ ہمارے لیے قیمتی تھا۔ طے پایا کہ ہم خود گورکی سٹریٹ میں واقع اس کیفے تک خاموشی سے جائیں اور مجرموں کو گرفتار کر لیں۔ اس ضمن میں اگر ملیشیا والوں کی مدد لی گئی تو معاملہ بگڑ بھی سکتا ہے اور عین ممکن ہے، مجرم فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔ مخبر نے یہ بھی بتایا تھا کہ بورس موروزوف ماسکو ہی میں اپنی ماں کے ساتھ قیام پذیر ہے اور اس عورت کا نام اگنیا سرجیوانا ہے۔ ایک موہوم سی اُمید کے سہارے مَیں نے ماسکو ٹیلی فون ڈائریکٹری اُٹھائی اور اگنیا سرجیوانا کا نمبر تلاش کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر میرے تعجّب کی انتہا نہ رہی کہ اس عورت کے نام پر ایک ٹیلیفون نصب تھا۔

"ہو سکتا ہے یہ کوئی اور عورت ہو اور اس کا تعلق بورس موروزوف سے نہ ہو۔" آکپویان نے کہا۔

"قطعی ممکن ہے، تاہم تحقیق کر لینے میں حرج ہی کیا ہے؟ اُسے فون کر کے پوچھ لیتے ہیں۔"

میکراچیوا نے نفی میں گردن ہلائی: "یہ طریقہ درست نہ ہوگا۔ اگر وہ عورت جرائم پیشہ گروہ سے تعلق رکھتی ہے تو بدک جائے گی اور شاید اپنے بیٹے کو فوراً خبردار کر دے۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب رہے گا کہ میں ایک فاحشہ لڑکی کا کردار ادا کرتے ہوئے اُسے گھر پر فون کروں اور بتاؤں کہ مَیں بورس کی دوست ہوں اور فوری طور پر ایک اہم خبر اس کے کانوں تک پہنچانا چاہتی ہوں۔ اس طرح وہ خود بتا دے گی کہ بورس کہاں ہے اور بورس سے اس کا کوئی واسطہ ہے یا نہیں۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"بہت خوب..." میں نے اس حسین وجمیل لڑکی کی ذہانت پر عش عش کرتے ہوئے کہا۔ "بس تو پھر وقت ضائع نہ کرو۔"

میکرا چیوا نے اگنیا سرجیوانا کے اپارٹمنٹ کا نمبر ڈائل کیا۔ میں نے اس فون سے ملحق دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ چند لمحے گھنٹی بجتی رہی جیسے اپارٹمنٹ میں کوئی جواب دینے والا موجود نہ ہو... پھر اچانک کسی نے ریسیور اٹھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ گفتگو ٹیپ بھی ہونے لگی۔

"ہیلو..." ایک بھرائی ہوئی زنانہ آواز سنائی دی۔ آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ بولنے والی کی عمر پچاس ساٹھ کے درمیان ہوگی۔ "ہیلو.. کیا بات ہے؟ کس سے ملنا ہے؟" — "آنٹی اگنیا سرجیوانا؟" میکرا چیوا نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ہاں — میں اگنیا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"گڈ ایوننگ آنٹی اگنیا.. میں میکرا چیوا بول رہی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھلکھلاتی۔ "آپ نے پہچانا مجھے؟"

چند سیکنڈ چپ رہنے کے بعد اگنیا نے کہا: "میکرا چیوا! مجھے یاد نہیں میں تم سے کبھی ملی ہوں..."

"اوہ، آنٹی... آپ بالکل نہیں سمجھ رہیں... اس وقت میں اپنا وہ نام نہیں بتا سکتی جس سے آپ آگاہ ہیں... معاملہ ہی کچھ ایسا ہے... اچھا یہ بتایئے، بورس گھر پر ہے؟"

"وہ گھر آتا ہی کب ہے!" بڑھیا ایک دم پھٹ پڑی۔ "ہفتوں ہو جاتے ہیں۔ اس کی صورت دیکھے ہوئے ابھی دو دن پہلے کھڑے کھڑے آیا تھا اور پھر چلا گیا۔ مجھے تو کچھ بتاتا ہی نہیں۔"

"ہاں آنٹی... آج کل یہ لوگ بہت مصروف ہیں... وہ، کیا نام اس عورت کا۔ اس وقت ذہن میں نہیں آرہا... بس وہ اسی کے چکر میں ہے... میں نے اسی کے بارے میں فون کیا تھا..."

"ارے وہی حرافہ ہوگی، لینا ایلونورا... بڑھیا نے چلا کر کہا "اور وہ حرامزادہ کوسٹا

ن کا بھائی... یہ دونوں ان دنوں بورس کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ نے تو جو مہینوں سے کوئی چیز میرے گھر میں آنے دی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو رہا ہے... تم کہاں سے بول رہی ہو... یہاں کیوں نہیں آجاتیں..."

"آنٹی... میں ضرور آؤں گی..." میکرا چیوا نے ہنس کر کہا۔ "تم سے ملے بہت دن ہو گئے... میں دراصل یہاں تھی ہی نہیں۔ ابھی چند روز پہلے کیمپ سے آئی ہوں۔ تم تو جانتی ہو ہم لوگوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے... ایک پاؤں گھر میں، دوسرا کیمپ میں۔"

"ہاں... ہاں... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے..." بڑھیا نے کہا: "بورس تو خبر نہیں کب آئے یا نہ آئے تمہیں کوئی ضروری بات کہنی ہے تو مجھ سے کہہ دو... میں اسے بتا دوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے آنٹی... مگر وقت بہت نازک ہے۔ بورس تک یہ پیغام فوری پہنچنا ضروری ہے... آپ سمجھتی ہیں نا... ذرا سی بے احتیاطی سارا کھیل بگاڑ دیتی ہے... بورس کا ایک پرانا دوست اس سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ بس اتنا بتا دیجیے کہ وہ اس وقت کہاں ملے گا۔"

"وہ اس وقت وہیں ہوگا... کیفے بلزارڈ میں... لینا ایلا نورا اور اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔"

"بہت بہت شکریہ آنٹی"... میکرا چیوا نے کہا۔ "مگر مجھے معلوم نہیں یہ کیفے بلزارڈ ہے کہاں؟"

"گورکی سٹریٹ میں... مشہور جگہ ہے... اور ہاں... تم مجھ سے ضرور ملنا۔"

"ضرور... ضرور..." میکرا چیوا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

جب ہم کیل کانٹے سے لیس ہو کر کیفے بلزارڈ کی طرف جا رہے تھے، اس وقت مجھے یاد آیا کہ مسٹر سوردکن نے جنرل زیوی گن کے ذاتی کاغذات اور ڈائری کی یادداشتوں کے بارے میں مجھے ایک کاغذ دیا تھا جو نام زیوی گن نے اپنی ڈائری میں جا بجا درج کیے تھے، ان میں ایک نام بورس کا بھی تھا۔ ہو سکتا ہے یہ شخص بورس مورو زوف ہی ہو...

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ جنوری کی انتہائی سرد مگر دل آویز شام تھی۔ گورکی سٹریٹ میں حسبِ معمول بڑی رونق تھی۔ دُکانیں کھلی تھیں۔ ریستوران اور شراب خانوں میں لوگوں کا رش تھا۔ سینماؤں اور تھیٹروں میں تماشائیوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی تھیں۔ کیفے بلزارڈ کے دروازے پر ہمیں دربان نے روک لیا۔

"کیا آپ نے اپنی میز پہلے سے مخصوص کرا رکھی ہے؟"

ہمارا جواب نفی میں تھا۔ دربان نے معذرت کرتے ہوئے کہا: "آپ لوگ اندر نہیں جا سکیں گے۔ یہاں کوئی میز خالی نہیں۔ آپ کو پہلے سے جگہ ریزرو کرانی چاہیے تھی۔"

میکرا چیوا نے اس سے کہا: "ہمیں یہ قاعدہ معلوم نہ تھا۔ اچھا یہ تو بتا دو کیا مشہور جاز موسیقار کوسٹایا اور بورس موروزوف آج کیفے میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں — وہ دونوں موجود ہیں اور عنقریب اُن کا پروگرام شروع ہونے والا ہے۔"

"کیا لینا ایلونورا بھی اُن کے ساتھ ہے؟"

دربان نے اثبات میں گردن ہلائی اور مسکرا کر کہا: "مادام لینا ایلونورا کے بغیر یہ گروپ مکمل نہیں ہوتا۔"

اس فضول گفتگو سے تنگ آ کر میں نے دربان کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"دیکھو، ہم یہاں کوئی ہنگامہ کرنا نہیں چاہتے۔ ایک سرکاری اہم معاملے میں اِن موسیقاروں سے پوچھ گچھ کرنے آئے ہیں۔ اگر تم اس کام میں مداخلت کرو گے تو نتائج کی ذمے داری تم پر ہو گی۔ اب ہمیں اندر جانے دو کسی آدمی سے کہو کہ وہ بورس لینا ایلونورا اور کوسٹایا وغیرہ کی شناخت کرا دے..."

دربان نے ایک نوجوان کو بلایا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ نوجوان نے ایک نظر ہمارا جائزہ لیا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے چل دیا۔ کیفے بلزارڈ کے بارے

ہیں نے پہلے بھی بہت کچھ سنا تھا۔ مگر یہاں آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ کیفے کے کئی ے تھے۔ نچلی منزل کے وسیع و عریض ہال میں سینکڑوں نوجوان لڑکیاں اور ے الگ الگ میزوں پر بیٹھے اپنے اپنے پسندیدہ مشروبات سے جی بہلا رہے ے۔ یہ سوویت روس کی نئی نسل کے نمائندے تھے۔ فضا میں تمباکو اور چرس لی جلی بدبو رچی ہوئی تھی۔ بے ہنگم قہقہوں اور شرمناک حرکتوں کا ایک فان بدتمیزی برپا تھا۔ اکثر نوجوان نشے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے اور یں اپنے تن بدن کی کچھ خبر نہ تھی۔

ہمارا رہبر دوسری منزل پر لے گیا۔ یہاں پہلے سے بھی زیادہ شرمناک مناظر دکھائی ے۔ ہر فرد اپنی دلچسپیوں میں یوں مگن اور مست تھا کہ اُسے کسی اور جانب توجہ دینے کا ش ہی نہ تھا۔ چنانچہ کسی نے ہم پر نگاہ نہ ڈالی، کسی کی آنکھوں میں ہمارے لیے کوئی وال نہ تھا اور نہ کوئی حیرت کا اظہار کر رہا تھا۔ مجھے اپنے حواس کی سلامتی پر شک رنے لگا۔ نوجوان نسل اس حد تک جا چکی ہے۔ اس کا مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ا۔ مگر اب سب کچھ میری نظروں کے سامنے تھا۔

یہ سب کے سب سولہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ ے کی فضا چرس کے گاڑھے سیاہ دھوئیں سے سخت بوجھل ہو رہی تھی اور وہ یوں س میں ہنسی مذاق کر رہے تھے جیسے دنیا کا کوئی غم اور کوئی فکر ان کے قریب بھی ھٹکا ہو۔ مین روم کے ایک جانب لمبی سی میز پر طرح طرح کی شرابیں، کیک، سوّر ے گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے اور نہ جانے کیا الم غلم چیزیں دھری تھیں۔ کمرے ے آخر میں لکڑی کے ایک وسیع و عریض چبوترے پر چند موسیقار بے ہنگم طرز پر جاز موسیقی کے ناگوار سر بکھیرنے میں مصروف تھے۔ وہ جس زور شور سے ڈھول ٹے اور مختلف ساز بجا رہے تھے، اُس انداز سے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ وہ سب ے سب موسیقار بھی نشے میں بُری طرح دھت ہیں۔ میرے لیے یہ بات حیران کن تی کہ انہوں نے امریکی کاؤبوائز کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ چند لمحوں کے لیے مجھے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یوں لگا جیسے میں شکاگو کے ریستوران میں آگیا ہوں۔

"وہ دائیں طرف جس نوجوان کو آپ ٹرمبون بجاتے دیکھ رہے ہیں، وہی کوسٹایا ہے...... ہمارے رہبر نے اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا..." اور اس کے بائیں جانب سٹیج پر جو لڑکی سبز بلاؤز پہنے رقص کر رہی ہے، وہ ایلونورا ہے۔"

"بہت خوب... میں نے کہا۔" مگر وہ شخص کدھر ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔ بورس موروزوف؟"

"وہ بھی موجود ہے جناب۔ سٹیج سے نیچے نگاہ ڈالیے، سب سے الگ تھلگ میز پر، شراب کی بوتلیں سجائے جو شخص آپ کو دکھائی دے رہا ہے، وہی بورس ہے"

"شکریہ... اب تم جا سکتے ہو... اور دیکھو، کسی کو ہمارے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں۔"

نوجوان نے گردن جھکا کر اقرار کیا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا اور پھر وہ واپس چلا گیا۔ میں نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ کوئی فرد بھی ہماری طرف متوجہ نہ تھا۔ میجر آکیوریان نے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "کیا خیال ہے کامریڈ... ان تینوں کو ساتھ لے چلیں؟"

"ہو سکتا ہے وہ مزاحمت کریں۔" پوگورف نے کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے ان کے پاس ہتھیار ہوں، ہمیں بہرحال ہر قسم کے ہنگامے اور مار پیٹ سے بچنا چاہیے۔ ایک صورت یہ ہے کہ ہم صبر سے موسیقی کا پروگرام ختم ہونے تک انتظار کریں جب یہ لوگ فارغ ہو جائیں تب کسی بہانے ان کو باہر لے چلیں اور ہتھکڑیاں ڈال د

"ہاں ــ یہ تجویز بھی اچھی ہے... لیکن کیا خبر ان کا پروگرام کب ختم ہو یا کبھی ختم نہ ہو... ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے؟"

"آپ لوگ بالکل فکر نہ کریں۔" میکرا چیوا نے ہنس کر کہا۔ "ان تینوں کی شناخت ہو چکی ہے... آپ حضرات ریستوران کے استقبالیہ کاؤنٹر پر جا کر میرا انتظار کریں۔ میں چند منٹ کے اندر اندر ان تینوں کو ساتھ لے کر آتی ہوں۔"

ہم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر میکرا چیوا کی طرف دیکھا۔ "تم اکیلی انہیں لے آؤ گی؟"

"جی ہاں ــ آپ دیکھتے جائیے ــ یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں... یقین نہ آئے تو ہلکا نمونہ دیکھ لیجیے۔"

اور اس سے پہلے کہ ہم میں سے کوئی اُسے روکتا، وہ سیدھی اُس جگہ گئی جہاں س موروزوف بیٹھا تھا۔ بورس نے اُسے نگاہ بھر کر دیکھا۔ میکرا چیوا نے جھک کر کے کان میں جانے کیا کہا کہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں رقص کرنے میں صروف ہو گئے۔

ہم تینوں، ریستوران کے استقبالیہ پر آن کر کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد میں دیکھا کہ میکرا چیوا، بورس کو سہارا دے کر ہماری طرف لا رہی ہے۔ بورس کے م بُری طرح لڑکھڑا رہے تھے۔ قریب آن کر اس نے بورس کو میری طرف دھکا دیتے ے کہا:

"کامریڈ شمرایوف... سنبھالیے اسے، میں لینا ایلونورا کو لے آؤں۔"

آدھ گھنٹے سے بھی کم وقت میں اس ذہین لڑکی نے کوسٹایا اور ایلونورا کو بھی ہمارے والے کر دیا اور لطف یہ کہ خود ان تینوں کو اپنی گرفتاری کا اس وقت پتہ چلا ب وہ ماسکو سی آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن میں آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کیے چکے تھے۔

ان تینوں سے سب کچھ اُگلوانے کے لیے ہمیں، تھرڈ ڈگری کا طریقہ استعمال نہیں رنا پڑا۔ لینا ایلونورا سے پوچھ گچھ کے دوران جو باتیں معلوم ہوئیں، وہ مکالموں صورت میں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

ایلونورا: جیسا کہ میں پہلے آپ لوگوں کو بتا چکی ہوں، دوستراکوف میں رہنے الی ایک عورت ماریو سایا شیونکو ہمارے گروہ کی لیڈر رہی ہے... ماسکو میں چوری ر نقب زنی کی جتنی وارداتیں ہوئیں، وہ سب ہم نے اسی عورت کے کہنے پر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی ہیں۔ وہی ہمیں بتاتی تھی کس علاقے میں کون کون لوگ رہتے اور کس کس کے اپارٹمنٹ سے کیسی کیسی قیمتی چیزیں ہاتھ لگ سکتی ہیں۔ ماریوسایا نے ہمیں بتایا کہ نمبر سولہ کشنا لوسٹریٹ میں بہت مالدار لوگ آباد ہیں۔ ان میں بعض یہودی گھرانے بھی شامل ہیں جن کے قبضے میں بے اندازہ دولت ہے۔ آج سے ایک سال پہلے ہی ہم اپنے طور پر اس سٹریٹ میں رہنے والے تمام افراد کی فہرست بنا چکے تھے۔ اُن دنوں بورس موروزوف اُس سپیشل سروس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتا تھا جو سمولنسکی سکوائر میں واقع ہے اور اسی ڈیپارٹمنٹ سے نامور افراد کو کھانے پینے کی اشیاء سپلائی کی جاتی تھیں۔ ان میں سرکاری افسر، مختلف محکموں کے ڈائریکٹر، فلم اور سٹیج کے اداکار، یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور سائنسدان وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ خود ڈیپارٹمنٹ پر چیزیں لینے نہیں آتے تھے بلکہ فون پر آرڈر دینے کے عادی تھے، چنانچہ ان لوگوں کو یہ چیزیں سپلائی کرنے کے لیے بورس کو ان کے گھروں پر جانا پڑتا اور یوں اُسے معلوم ہوا کہ اُن کے گھر بیش قیمت اشیاء سے بھرے پڑے ہیں۔ اُنھیں دُنیا جہان کی نعمتیں اور سہولتیں سرکاری طور پر فراہم کی جاتی تھیں جبکہ ایک عام کارکن ذرا ذرا سی چیز کے لیے ترستا رہتا اور اُسے مقررہ کوپنوں کے ذریعے محدود مقدار مکھن اور سبزیاں وغیرہ دی جاتی تھیں۔

میجر آکیوبان : ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تم لوگوں نے نمبر سولہ کشنا لوسٹریٹ کے اس اپارٹمنٹ میں بھی چوری کی تھی یا نہیں، جو کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین آنجہانی جنرل زیوی گن کے قبضے میں تھا؟

ایلونورا : میں وہی تو بتا رہی ہوں ... آپ صبر سے سنتے جایئے ... ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ بورس کو فون پر جب ان دولتمند لوگوں کی طرف سے مختلف چیزیں اُن کے گھروں پر سپلائی کرنے کا آرڈر ملتا تو اُسے اُن کے اندرونی حالات کا علم ہو۔ یہ لوگ بورس کو بتا دیتے کہ وہ کس وقت گھروں پر ملیں گے اور کس وقت نہیں ہوں گے، لہٰذا ایسے اوقات میں جب گھر خالی پڑے ہوں، ہمارے لیے وہاں

ُس کر اطمینان سے اپنا کام سرانجام دینا کچھ دشوار نہ تھا۔

میجر لوگوروف : تم نے پھر وہی ٹرٹر شروع کر دی؟ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی ں کہ لوگ گھروں میں ہوتے تھے یا نہیں۔ فی الحال یہ بتاؤ تم نے نمبر سولہ اے میں کیا دیکھا اگر تم سچ سچ بتا دو گی تو ہو سکتا ہے تمہاری سزا میں ہم لوگ کچھ کمی کرا سکیں۔ ورنہ تمھیں اور تمہارے ساتھیوں کو فائرنگ سکواڈ کے آگے کھڑا ہونے سے روک نہیں سکے گا۔

ایلونورا : بتاتی ہوں بتاتی ہوں۔ آ رہی ہوں اُسی طرف لیکن جب تک آپ لوگ ے حالات سے واقف نہ ہوں گے اس وقت تک اندازہ نہیں کر پائیں گے شنا لوسٹریٹ میں کیا کچھ ہو رہا تھا اور نمبر سولہ اے اپارٹمنٹ کے اندر دن رات ے مشاغل جاری تھے ... چونکہ ایسے گھروں سے ہمیں چوریوں میں بہت سہولت اور پکڑے جانے کا ذرا بھی امکان نہ تھا۔ اس لیے بورس نے سپیشل سروس ٹمنٹ کی ملازمت چھوڑ دی۔ اس ملازمت سے ایک ہفتے میں اُسے جو ت ملتی وہ بہت معمولی تھی جبکہ گھر میں چوری سے ہم ہزاروں روبل مالیت یزیں حاصل کر لیتے۔ یہ چوری کا مال ہم اس جیسی عورت ماریوسایا کے ہاتھ بیچ ڈالتے۔

اس موقع پر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یہ عورت محض وقت ضائع کر رہی تھی ں احمق بنا رہی تھی۔ میں نے کہا :

"دیکھو فضول بکواس مت کرو ... یہ بتاؤ کہ تم یا تمہارے ساتھیوں میں سے جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں گیا تھا؟ ہمیں صرف وہی واقعہ سناؤ اور وقت کرنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ ہم تمہیں اُلٹا لٹکا دیں گے۔"

"بس وہی سنا رہی ہوں۔" ایلونورا میرے تیور دیکھ کر سہم گئی۔

"ایک دن جیسی عورت ماریوسایا نے ہمیں ایک یہودی شخص کا پتہ دیا۔ یہ یہودی یونیورسٹی میں پڑھاتا ہے اور کشنا لوسٹریٹ میں قیام پذیر ہے ... یہ اب سے مہینہ بھر پہلے کا ذکر ہے ... بورس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پروفیسر کے اپارٹمنٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی نگرانی کروں اور جائزہ لوں کہ یہ شخص کب اپنے گھر سے جاتا ہے اور کس وقت واپس آتا ہے۔ چنانچہ میں نے یہودی پروفیسر کے گھر سے کچھ فاصلے پر ٹھہر کر اس کے آنے جانے کا وقت نوٹ کرنا شروع کر دیا۔ پروفیسر کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہی جاتی تھی شاید وہ بھی یونیورسٹی میں پڑھاتی ہو گی۔ پہلے دن کا واقعہ ہے... میں پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی نگرانی کر رہی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی ابھی گھر میں تھے کہ ایک سرکاری پروفیسر کے گھر کے عین سامنے آن کر رکی اور اس میں سے تین آدمی فوجی وردیاں پہنے باہر نکلے ان میں سے ایک کے جی بی کا جنرل تھا اور باقی دونوں کرنل یا میجر ہوں گے... وہ تینوں پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں چلے گئے۔ ان کی آمد کے ٹھیک آدھ گھنٹے بعد ایک اور شیکا گاڑی وہاں آئی اور اس میں سے جو آدمی باہر نکل کر پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھا، اس کی صورت دیکھ کر میں بدحواس ہو گئی..."

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تم اسے پہچانتی تھیں؟"

"اسے کون نہیں پہچانتا؟" ایلونور نے ہنس کر کہا۔ "وہ سوویت یونین کے سابق صدر کامریڈ پدگورنی تھے؟"

ہمارے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"کیا تمھیں یقین ہے کہ وہ کامریڈ پدگورنی ہی تھے؟"

"جی ہاں۔ میں انہیں اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ ایک دو بار انہیں پہلے بھی بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا..."

"خیر آگے چلو... پھر کیا ہوا؟" میجر آکپوریان نے کہا اور اب ہمارا اشتیاق پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔

"کامریڈ پدگورنی اور کے جی بی کے وہ تینوں بڑے افسر خاصی دیر تک وہاں پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں رہے اور پھر باری باری جس ترتیب سے آئے تھے ترتیب سے واپس چلے گئے۔"

"کیا تمہارے علاوہ کشتالو سٹریٹ کے کسی اور مرد، عورت نے بھی ان افراد کو پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں جاتے یا واپس آتے دیکھا؟"

"اس وقت بہت سے لوگ کشتالو سٹریٹ میں موجود تھے۔ ممکن ہے کسی نے ان لوگوں کو دیکھا ہو... بہرحال میں اپنی بات کر رہی ہوں۔ یقین کیجیے، میں سخت خوفزدہ تھی اور بعدازاں میں نے بورس سے کہا کہ ہمیں اس پروفیسر کے مکان میں داخل ہونے اور چوری کرنے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے کہ اس کے تعلقات بہت اونچے افراد سے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں، مگر اس نے میرا مشورہ ہنسی میں ٹال دیا اور بتایا کہ حبشی عورت نے پیغام بھیجا ہے پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں بڑا مال ہے۔ اور اگر ہم یہ مال اڑانے میں کامیاب ہو گئے تو برسوں بیٹھ کر کھائیں گے۔ میں نے اس اپارٹمنٹ کی نگرانی کا کام جاری رکھا، تاہم میرے لیے دسمبر کی زبردست ٹھنڈ میں کھلی سڑک پر گھنٹوں کھڑے رہنا بہت دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ لہٰذا میں نے ایک اور تدبیر پر عمل کیا۔ نمبر سولہ اے کشتالو سٹریٹ بلڈنگ کے عین سامنے والے اپارٹمنٹ میں ایک شخص تن تنہا رہتا تھا۔ میں نے سوچا اگر اس سے راہ و رسم پیدا کی جائے تو اس کے اپارٹمنٹ میں بیٹھ کر پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی نگرانی آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ یہ ادھیڑ عمر کا زندگی کی رونقوں سے بظاہر بیزار شخص تھا جو روزانہ مقررہ وقت پر اپنے گھر سے برآمد ہوتا اور جانے کہاں جایا کرتا تھا۔ شام کو سورج ڈوبنے سے چند منٹ پہلے وہ واپس آتا۔ پاس پڑوس والوں میں سے کسی کے ساتھ اس کی ملاقات نہ تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ بہت روکھا ہو گا اور ہو سکتا ہے مجھے گھاس نہ ڈالے، تاہم کوشش کر لینے میں ہرج کیا ہے....

"ایک دن میں نے بہت عمدہ لباس پہنا، میک اپ پر خاص توجہ دی اور ہاتھ میں نوٹ بک سنبھال کر اس شخص کے اپارٹمنٹ کی گھنٹی بجا دی۔ اس روز اتوار تھا اور یہ شخص شب خوابی کے کپڑے پہنے شاید آرام کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا اور میں بھی مسکرائی۔ اس نے پوچھا میں کون ہوں اور کیا چاہتی ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میرا تعلق سوشل سیکیورٹی ڈیپارٹمنٹ سے ہے اور میں نمبر سولہ اے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بلڈنگ میں رہنے والے تمام افراد سے چند سوالات کے جوابات حاصل کر رہی ہوں۔ اُس نے مجھے اپارٹمنٹ کے اندر آنے کی اجازت دی اور تھوڑی دیر بعد ہی میں نے اُسے نہایت بے تکلف کر لیا۔ معلوم ہُوا کہ وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہے۔ ۔ اور پیشے کے اعتبار سے انجینئر ہے۔۔۔۔

"چند روز بعد مَیں اُسے سینما میں یوں ملی جیسے اتّفاقیہ ملاقات ہوئی ہو۔ فلم دیکھ کر مَیں اس کے ساتھ ہی اُس کے اپارٹمنٹ میں چلی گئی اور ہم دونوں نے اکٹھے ہی کھانا کھایا اور میوزک وغیرہ سُنا۔ قصّہ مختصر یہ کہ انجینئر میرا دیوانہ ہوگیا اور اس نے مجھ سے شادی کی درخواست کر دی۔ مَیں نے کہا اتنی جلدی شادی ممکن نہیں البتہ مَیں اُس کے پاس آتی جاتی رہوں گی۔ یہ سارے معاملات آناً فاناً ہی طے پا گئے اور اس نے جذبات میں آن کر اپارٹمنٹ کی کنجیاں میرے حوالے کر دیں۔ جب وہ صبح اپنے کام پر چلا جاتا تو مَیں سارا دن وہاں کھڑکی میں بیٹھ کر یہودی پروفیسر کے اپارٹمنٹ پر نگاہ رکھتی۔ اتفاق سے اس بلڈنگ میں داخل ہونے کا راستہ بھی وہیں تھا اور مختلف اپارٹمنٹ کے مکین میری نظروں میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ اس دوران میں نے اعلیٰ درجے کی دُوربین بھی خرید لی تاکہ اپارٹمنٹ کے اندر تک اچھی طرح دیکھ سکوں۔ وہاں دن کے اوقات میں تو زیادہ نقل و حرکت نہیں ہوتی تھی کہ اکثر عورتیں اور ان کے شوہر اپنی اپنی نوکریوں پر چلے جاتے مگر شام ہوتے ہی اس بلڈنگ کی رونقوں میں اضافہ ہونے لگتا۔ آہستہ آہستہ مجھے پتہ چلا کہ ان اپارٹمنٹس میں طرح طرح کے کھیل کھیلے جا رہے ہیں اور بعض افراد کی سرگرمیاں نہایت عجیب اور پُراسرار ہیں۔ چونکہ اس علاقے میں رہنے والے اکثر فوجی افسر، کے جی بی کے آدمی، اداکار، سائنسدان اور بڑے محکموں کے ڈائریکٹر یا پروفیسر تھے۔ اس لیے ان لوگوں کے ہاں آمد و رفت بھی اسی قسم کے افراد کی تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ اس یہودی پروفیسر کی نوجوان بیوی حقیقت میں کوئی کام نہیں کرتی، بلکہ وہ تو میری طرح ہی ایک فاحشہ اور جسم فروش عورت ہے۔ صورت شکل کے معاملے میں بلاشبہ وہ ہزاروں میں ایک تھی اور اُسے قیمتی لباس پہننے کا ڈھنگ

تا تھا جب اس کا شوہر گھر سے باہر چلا جاتا تو اس عورت کے ملاقاتی آنے لگتے۔ ان میں ہر طرح کے لوگ شامل ہوتے۔ لیکن زیادہ تعداد کے جی بی کے افسروں کی تھی۔ پھر کچھ عرصے بعد میں نے دیکھا کہ اُن لوگوں کی آمد و رفت اچانک رُک گئی اور صرف ایک آدمی باقی رہ گیا جو ہر بُدھ اور ہر جُمعے کو باقاعدگی سے آتا۔ بقیہ دنوں میں یہ عورت زیادہ وقت گھر سے باہر شاپنگ وغیرہ کرنے میں کاٹتی۔ جمعرات کے روز وہ ماسکو کے مشہور ہیئر ڈریسرز 'سورسیریز' کی دکان پر جا کر اپنے بال سیٹ کراتی۔ مَیں کئی بار اس کے تعاقب میں اس دکان تک بھی گئی۔ وہ عموماً دس بجے سے بارہ بجے کے دوران یہاں پہنچتی اور بالآخر بورس نے فیصلہ کیا کہ اس اپارٹمنٹ میں چوری کرنے کا مناسب دن جمعرات اور وقت وہی ہے جب پروفیسر کی بیوی ہیئر ڈریسرز کی دکان پر ہوتی ہے۔"

ہم خاموشی سے ایلونورا کی داستان سُن رہے تھے۔ یکایک میجر آکیویان نے اُن سے پوچھا:

"کشالو سٹریٹ میں اور کون کون افراد ایسے رہتے ہیں جو عام طور پر جانے پہچانے ہوں؟"

"بہت لوگ ہیں ۔۔۔ مثلاً سابق صدر کامریڈ پڈگورنی کی بیٹی بھی اسی سٹریٹ کے ایک دو منزلہ اپارٹمنٹ میں رہتی ہے اور اس کے قریب ہی آنجہانی وزیرِاعظم کامریڈ کوسیگن کی بیٹی کا اپارٹمنٹ ہے جو نچلی منزل میں ہے اور اس کے اندر آسائش اور آرام کی ہر شے موجود ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ کوسیگن کی بیٹی کے اپارٹمنٹ میں چار بیڈروم ہیں اور نہانے کے لیے ایک خوبصورت سوئمنگ پُول بھی بنا ہُوا ہے۔ آپ لوگ اس وقت جس آفس میں بیٹھے ہیں، ایک باتھ رُوم تو اس سے دُگنا بڑا ہے۔ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ کوسیگن کی بیٹی کے پاس قیمتی جواہرات اور سونے کے زیوروں کا بڑا ذخیرہ ہے جو وہ سفید رنگ کے ایک سیف میں بند رکھتی ہے۔ کوشش کے باوجود ہم سے یہ سیف نہیں کھل سکا۔ بہرحال، گزشتہ دو برس کے عرصے میں ہم نے ماسکو کے تقریباً ۳۱۷ گھرانوں میں نقب زنی کی ہے اور ہر جگہ سے بے اندازہ مال دستیاب ہُوا۔۔۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میرا خیال ہے، خاتون! تم جھوٹ بولنے کے فن میں بڑی مہارت رکھتی ہو۔" میجر آکپویان چلایا۔ "اگر تمہاری بات سچ مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان ۲۱۷ گھرانوں میں سے چند کے سوا کسی نے بھی چوری کی رپورٹ ملیٹیا یا سی آئی ڈی میں درج نہیں کرائی۔"

"جی ہاں — بالکل ایسا ہی ہوا" — ایلونورا نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے بیشتر گھرانوں میں جو قیمتی سامان چرایا گیا، وہ انہوں نے ناجائز اور غیر قانونی طریقے سے حاصل کر رکھا تھا۔ اسی کستانو سٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ سے نقب زنی کے دوران ہم نے دو لاکھ روبل کے کرنسی نوٹ چرائے۔ بتایئے کیا اس گھرانے نے چوری کی رپورٹ درج کرائی؟ رپورٹ درج کرا کے وہ لوگ خود مصیبت میں پھنس جاتے۔ ایک بار ہم نے نمریاز سکی ضلع میں تعینات ملیٹیا چیف کے گھر میں نقب لگائی اور وہاں سے بیش قیمت چیزوں کے علاوہ لاکھوں امریکی ڈالر اور برطانوی پونڈ بھی ملے۔ کیا ملیٹیا کے چیف نے اعلیٰ حکام کو اس چوری سے آگاہ کیا؟ کبھی نہیں ملیٹیا میں جن چند گھرانوں نے چوری کی رپورٹیں درج کرائیں، یہ وہی بدنصیب لوگ ہیں جو اپنی ملکیت کا جائز ثبوت فراہم کر سکتے تھے۔ ان میں زیادہ تر اداکار پروفیسر اور فوجی جنرل وغیرہ شامل ہیں۔"

میجر آکپویان شانے اچکا کر رہ گیا۔ ایلونورا نے جو کچھ کہا، وہ حرف بحرف صحیح تھا

"نمبر سولہ اے میں رہنے والوں کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے، تفصیل سے بیان کرو۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں — بتاتی ہوں — مجھے بعد میں پتا چلا کہ اس اپارٹمنٹ پر کے جی بی کے ایک جنرل کا قبضہ تھا — کیا نام تھا اس کا؟ زیوی گن — ہاں... یہ شخص ابھی چند روز پہلے ہی مرا ہے... میں نے اس کی تصویر اخبار میں بھی دیکھی تھی... کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس شخص کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دوں جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہی ہوں؟"

"ہاں — سب کچھ بتا دو... اسی کے بارے میں ہم جاننا چاہتے ہیں۔"

"پہلے پہل میری توجہ اس کی طرف نہیں ہوئی۔" ایلونورا نے سوچ سوچ کر کہا۔ "دراصل میں خود اُس سے خوف زدہ تھی۔ مجھے میرے دوست انجینئر نے بتایا کہ وہ کے جی بی کا بہت بڑا افسر ہے... اور آپ لوگ جانتے ہیں ہم اس قسم کے لوگوں سے ذرا بچ بچا کر ہی رہتے ہیں، تاہم جب میں انجینئر کے کام پر جانے کے بعد، دُوربین لیکر کھڑکی میں بیٹھتی اور ارد گرد کے اپارٹمنٹس کے اندر جھانکتی تو بار ہا میری دوربین کی زد میں جنرل زیوی گن کا اپارٹمنٹ بھی آیا۔ میں نے اخبار میں پڑھا کہ یہ شخص ۶۵ برس کا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ اطلاع درست ہو مگر میں نے جب بھی اُسے دیکھا ہمیشہ اپنے اپارٹمنٹ میں حسین اور نوجوان عورتوں میں گھرا ہوا دیکھا۔ وہ بلا نوش تھا اور رات کو دیر تک اُس کے اپارٹمنٹ میں جوئے کی محفلیں برپا رہتیں۔ صبح کے تین بجے تک میں نے اُسے مختلف افراد کے ساتھ جوا کھیلتے دیکھا ہے۔ اس دوران وہ مسلسل شراب پیا کرتا تھا۔ میں یہ سوچ سوچ کر حیران ہوا کرتی کیا یہ شخص دنیا میں اکیلا ہے؟ اس کے بیوی بچے نہیں؟ پھر معلوم ہوا کہ اس کی بیوی بھی ہے اور بچے بھی، اور یہ اپارٹمنٹ اس نے محض اپنی عیاشیوں کے لیے حاصل کر رکھا ہے۔ وہ گاہے بگاہے اس اپارٹمنٹ میں اپنے مشاغل کے بعد سویا کرتا تھا اور ایک بات میں نے خاص طور پر یہ دیکھی کہ وہ اپارٹمنٹ کے ہر کمرے کی روشنی کبھی گل نہیں کرتا تھا۔ شاید اُسے اندھیرے سے ڈر لگتا تھا یا کوئی اور نفسیاتی وجہ ہوگی۔ وہ جوں ہی باہر سے اپنے اپارٹمنٹ میں آتا، فوراً سب کمروں کی بتیاں روشن کر دیتا اور جب تک وہ کھڑکیوں کے پردے نہ کھینچ دیتا، میں اپنی دوربین سے اس کی حرکتوں کا بہت دلچسپی سے جائزہ لیا کرتی تھی۔

"جونہی صبح کے تین یا چار بجتے، اس کی جوا پارٹی برخاست ہو جاتی اور جب اس کے ساتھی جواری، شرابی اور عیاش طبع عورتیں رخصت ہو جاتیں، تب وہ بھی اپارٹمنٹ سے باہر نکلتا اور کہیں چلا جاتا۔ غالباً وہ اپنے گھر جاتا ہوگا۔ صبح ساڑھے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سات بجے کے قریب اپارٹمنٹ میں صفائی کرنے والی عورت آتی۔ وہ جلد جلد شراب کی خالی بوتلیں اور سگریٹوں کے پیکٹ جمع کر کے ایک طرف رکھتی۔ جھاڑن سے میزیں اور کرسیاں پونچھتی، پھر فرج میں کھانے پینے کی چیزیں رکھتی اور چلی جاتی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد سارا دن کوئی اور فرد اس اپارٹمنٹ میں نظر نہ آتا۔ نقب زنی کے لیے یہ بہترین وقت تھا لیکن ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اس اپارٹمنٹ کا رخ بھی نہ کریں گے۔"

میجر اکیموبان نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا: "اب مہربانی کر کے یہ بتاؤ کہ جنرل زیلوی گن کے اپارٹمنٹ میں جو لوگ آتے تھے، وہ کیسے تھے؟ یعنی کس طبقے سے ان کا تعلق تھا؟"

"مَیں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی مجھے ان کے ناموں کا بھی علم نہیں، البتہ شکلیں پہچان سکتی ہوں اور آپ چاہیں تو اُن کے حلیے سُن سکتے ہیں۔ یہ دراصل سب کے سب مرد اور عورتیں ایسے ہی تھے جیسے ہوٹل نیشنل اور میٹروپول میں آپ کو نظر آتے ہیں۔ زیلوی گن کے ہاں باقاعدہ آنے والوں میں ایک موٹا آدمی نمایاں تھا۔ اُس کی صورت سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ جارجیا کا رہنے والا ہے۔ اس کی مونچھیں خاصی گھنی تھیں۔ ایسی مونچھیں جارجیا کے لوگ ہی رکھا کرتے ہیں۔ وہ کسی قدر گنجا بھی تھا عمر پچاس پچپن کے لگ بھگ ہو گی۔ وہ آتے ہی شراب پر ندیدوں کی طرح گرتا، اور رات گئے تک پیتے ہی جاتا۔ اس کے ایک ہاتھ میں جام ہوتا اور دوسرے میں سگار۔ زیلوی گن سے اُس کی بڑی بے تکلفی تھی۔ دونوں کسی بات پر قہقہے لگاتے اور ایک دوسرے کی ہتھیلی پر زور زور سے ہاتھ مارتے۔

اس شخص کے بعد ایک بھاری بدن والا شخص وہاں آتا۔ کبھی خوبصورت ہو گا تاہم اب بھی وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کے بال سیاہ تھے۔ شاید وہ انہیں رنگتا تھا۔ اُس کا قد بھی لمبا تھا میرے اندازے کے مطابق وہ کوئی چیچنی تھا کیونکہ چیچنی مرد ہی ایسے لحیم شحیم اور لمبے قد کے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی شاندار وولگا کار میں آتا۔ اعلیٰ

درجے کا اوورکوٹ اُس کے جسم پر خوب سجتا تھا۔ اُس کی گردن میں پڑا ہوا سنہری نیکلس تیز روشنی میں خوب چمکتا اور میری نظر ہمیشہ اُس نیکلس میں جڑی ہوئی اُس ننھی سی صلیب پر پڑتی جو ہیرے کی طرح جگمگاتی تھی۔ میرا خیال ہے یہ صلیب ہیرے کی تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں میں ہیرے کی بیش قیمت انگوٹھیاں ہوتی تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ وہ گردن میں صلیب کیوں ڈالے رہتا ہے؟ کیا وہ کرسچین ہے؟ اور کے جی بی کے جنرل سے آخر اُس کا کیا واسطہ؟ پہلے میں نے سوچا شاید وہ کوئی پادری ہے، مگر پادری تو ایسے نہیں ہوتے.... اوورکوٹ کے نیچے جیکٹ اور جینز والے، اپنی چال ڈھال اور لباس سے وہ روسی کے بجائے کوئی امریکی اداکار دکھائی دیتا تھا اور پھر میں نے دیکھا کہ اس نے وولگا کار میں آنا چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کے پاس ایک شاندار جرمن مرسیڈیز کار تھی۔"

"جرمن مرسیڈیز کار اور وہ بھی سنہرے رنگ کی؟" مَیں نے پوچھا۔

عورت نے اثبات میں گردن ہلائی: "جی ہاں، مَیں سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے خوب یاد ہے ۱۴ جنوری کے دن ہم نے کشنالو سٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ میں نقب لگانے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس تاریخ سے ایک دن پہلے یعنی ۱۳ جنوری کو میں نے اس امریکی اداکار کو جنرل زیلوی گن کے اپارٹمنٹ میں آتے دیکھا۔ وہ اُس دن وولگا کے بجائے مرسیڈیز میں سوار ہو کر آیا تھا اور مَیں اس شخص کا شان و شکوہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔ بے اختیار میں نے سوچا کہ اس ہیچ پیچر سے انجینئر کی داشتہ بننے کے بجائے اگر میں اس شخص سے تعلقات پیدا کروں تو زندگی کس قدر خوشگوار ہو سکتی ہے؟ مگر پھر اس احساس سے میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا کہ اُسے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل عورتوں کی رفاقت حاصل ہے، وہ میری طرف کیوں آنے لگا۔ مَیں یہ بھی دیکھ چکی تھی کہ جب بھی وہ جنرل کے اپارٹمنٹ میں آتا، اس کے ساتھ گاڑی میں دو تین نئی عورتیں ہوتیں اور پھر رات گئے تک یہ لوگ خوب دھما چوکڑی مچاتے...

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" اور پھر میں نے انتہائی حیرت سے دیکھا کہ اُس امریکی اداکار کے تعلقات اس بلڈنگ کے ایک اور اپارٹمنٹ میں رہنے والی معروف روسی اداکارہ ایزولڈا انیز کو سے بھی قائم ہیں۔ ایزولڈا اپنے اپارٹمنٹ میں تن تنہا رہتی تھی۔ اگرچہ اس کا حسن وجمال ڈھل چکا تھا، تاہم پرانی شہرت کے سہارے مسلسل فلموں میں آ رہی تھی اور بے حد کامیاب تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس بھی بے انتہا دولت ہے۔ مگر اس کے ہاں نقب لگانے میں ایک رکاوٹ حائل تھی اور وہ اس اداکارہ کا پالتو کتا تھا۔ سیاہ رنگ کا نہایت خوفناک کتا جس کا قد گدھے سے ذرا چھوٹا ہوگا جب وہ جبڑا کھول کر دانت دکھاتا تو میرے بدن میں تھرتھری سی چھوٹ جاتی۔ اپارٹمنٹ سے باہر جاتے وقت وہ اس خونخوار کتے کو وہیں بند کر جاتی تھی۔

زلوی گن کے ہاں جب صبح تین چار بجے جوئے اور شراب کی محفل اختتام کو پہنچتی تب یہ امریکی اداکار کہیں اور جانے کے بجائے اسی بلڈنگ کے گیارہویں فلور پر اداکارہ ایزولڈا کے اپارٹمنٹ کا رخ کرتا اور وہاں دوپہر ایک بجے تک سوتا۔

اور پھر ایک دن، رات کو جب جنرل کے اپارٹمنٹ میں خوب رونق تھی، مہمان جوئے اور شراب میں غرق تھے اور یہ امریکی اداکار بھی قہقہے لگا رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک عورت آ گئی۔ اُس نے آتے ہی شراب کی بوتلیں اُٹھا اُٹھا کر اس اداکار کی طرف پھینکنی شروع کر دیں اور اس قدر غل غپاڑہ کیا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اُس روز اتفاقیہ رات کی ڈیوٹی پر تھا اور میں اس کے اپارٹمنٹ میں اکیلی تھی۔ میں نے فوراً دوربین آنکھوں سے لگائی اور یہ تماشا دیکھا۔ اندازہ ہوا کہ ہنگامہ کرنے والی عورت اس اداکار کی بیوی ہے۔ جنرل اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اچانک اُس عورت نے ایک بوتل اُٹھائی اور جنرل پر کھینچ ماری۔ اگر وہ فوراً پرے نہ ہٹ جاتا تو لازماً اس کا سر پھٹ جاتا۔ مجھے اس عورت کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا کہ اس نے کے جی بی کے جنرل تک کی پروا نہیں کی۔ اس عورت کا چہرہ میری دوربین کی زد میں نہیں آ رہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھنے کے لیے بے چین تھی اور پھر جب

میں نے اس کا چہرہ اچھی طرح دیکھا، تب میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے.... کیا آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ عورت کون تھی؟"

ہم تینوں احمقوں کی طرح ایک بار پھر اس ذہین اور چالاک عورت کا منہ تکنے لگے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس عورت کو اچھی طرح جانتی پہچانتی ہو؟"

"ہاں.... میں بھی اُسے جانتی ہوں اور شاید آپ لوگ اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔" ایلونورا نے کہا، پھر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"وہ سوویت یونین کے پریذیڈنٹ لیونڈ برزنیف کی بیٹی گالیا برزنیف تھی۔"

میں اپنے بارے میں تو اس موقع پر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ایلونورا کے اس انکشاف پر میرے اعصاب نے کیا اثر قبول کیا، البتّہ میجر آکپویان اور اس کے نائب، میجر لوگوریوف کی حالت قابلِ دید ضرور تھی۔ شاید انہیں اس انکشاف پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ آکپویان نے، حسبِ عادت، میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا: "بالکل بکواس.... قطعی غلط... وہ کوئی اور فاحشہ عورت ہوگی... گالیا برزنیف کی صورت سے ملتی جلتی کوئی اور عورت .... تمھیں دھوکہ ہوا ہے... گالیا برزنیف کو میں خوب جانتا ہوں۔ ایسی سوسائٹی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔"

ایلونورا جواب میں صرف مسکراتی رہی۔ پھر اس نے ہماری اجازت سے سگریٹ سُلگایا اور لمبے لمبے کش لگانے لگی۔

"پھر سوچ لو کیا تم گالیا برزنیف کو اچھی طرح پہچانتی ہو؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"شاید تمھیں احساس نہیں کہ برزنیف کی بیٹی کا ایسے نازک معاملات میں ذکر آنا کس قدر مصائب کا باعث بن سکتا ہے۔"

ایلونورا نے گہرا سانس لے کر سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑی اور تیکھی نظروں سے میجر آکپویان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی: "گویا آپ کا خیال ہے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہ کامریڈ برزنیف کی بیٹی جوئے اور شراب کی محفلوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی اور یہ نہ اس کے مراسم ناپسندیدہ لوگوں سے ہیں ... یہ تو ہم جیسی عورتیں ہیں جو اس قسم کے دھندوں میں الجھی رہتی ہیں ... اونچے طبقے کے افراد کی بیویاں یا بیٹیاں ایسی حرکتیں نہیں کیا کرتیں۔ کامریڈ! اگر آپ کا یہ خیال ہے تو معاف کیجیے وہ انتہائی احمقانہ ہے ... ان کے بارے میں کچھ جاننے کا شوق ہے تو مجھ سے پوچھیے ..... میں سب کو جانتی ہوں اور ہر کرتوت سے اچھی طرح واقف ہوں، اگر آپ یقین کرتے ہوئے ڈرتے ہیں تو مت کیجیے، لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ وہ عورت جسے میں نے بروز بدھ بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء نصف شب کے بعد نمبر سولہ اے کشالو سٹریٹ میں جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں ہنگامہ کرتے اور شراب کی بوتلیں توڑتے دیکھا، وہ گالیا برزنیف کے سوا اور کوئی نہ تھی۔"

"ہوسکتا ہے تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے کہا۔ "وہ شاید گالیا برزنیف ہی ہوگی ... اچھا ایک بات بتاؤ ... وہ شخص جسے تم بار بار امریکی اداکار کہہ رہی ہو، کیا زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں گانے بجانے کا شغل بھی کرتا تھا؟"

ایلونورا کی آنکھوں میں اس بات سے ایک دم چمک آگئی جیسے اُسے کوئی بھولی ہوئی شے اچانک یاد آگئی ہو۔

"ہاں ... ہاں ... میں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ جب وہ اپنی شاندار کار سے نکلتا تو گٹار ضرور اُس کے ہاتھ میں ہوتی ... تاہم میں نے اُسے گاتے ہوئے نہیں دیکھا"

"اس سے پہلے تم تو ایک ایسی عورت کا ذکر بھی کر چکی ہو جو زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں فاحشہ عورتوں کو لایا کرتی تھی ... کیا ہمیں اُس عورت کے حلیے سے آگاہ کر سکتی ہو؟"

ایلونورا نے آخری کش لے کر سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں بجھایا اور سنجیدہ لہجے میں کہا: "وہ عورت اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے .... لمبی، دبلی پتلی، سرخ بال — ڈائی کیے ہوئے — عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان — وہ

ہمیشہ نیلے رنگ کی چھوٹی سی لاڈا کار میں آیا کرتی۔ کبھی کبھار اس کے ہاتھ میں بریف کیس بھی ہوتا جس سے دیکھنے والے پر یہ تاثر قائم ہوتا کہ وہ کہیں ملازمت کرتی ہے اور اب کام ختم کر کے واپس آئی ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ سب سے پہلے وہاں آنے والوں میں سے تھی — آتے ہی کچن میں گھس جاتی اور ایک بڑی سی کیتلی میں قہوہ یا چائے بنا کر لاتی۔ یہ مشروب وہ خود پیتی اور اپنے ساتھ آنے والی عورتوں کو بھی پلاتی۔ میں نے اُسے شراب سے شغل کرتے نہیں دیکھا جب کہ دوسری عورتیں شراب خوب پیتی تھیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا کہ وہ اداکار اور یہ عورت ساتھ ساتھ جنرل کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے — ان دونوں کے پاس اپارٹمنٹ کے بڑے دروازے کی کنجیاں موجود تھیں۔ یہ کنجیاں اُنہیں جنرل نے خود فراہم کی ہونگی۔ یہ دونوں، مزید مہمانوں یا جنرل کے آنے سے قبل تاش کی ایک دو بازیاں لگا لیا کرتے تھے۔ یہاں ایک بات بتانا میں بھول گئی کہ سرخ بالوں والی یہ عورت جنرل کے اپارٹمنٹ میں آتی تو اکیلی، مگر جب سارے مہمان آجاتے، تب وہ اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر اپنی کار میں سوار ہوتی اور جانے کہاں جاتی — اور ٹھیک آدھ یا پون گھنٹے بعد جب واپس آتی تو اس کی کار میں تین یا چار عورتیں بھی نکلتیں جو آپس میں ہنستی بولتی، جنرل کے اپارٹمنٹ کا رخ کرتیں، اور یوں ایک نئی ہنگامہ خیز رات کا آغاز ہو جاتا۔ کبھی کبھی جب وہ لوگ کھڑکیوں کے پردے کھینچنا بھول جاتے، تب میں اپنی دوربین کے ذریعے سب کچھ گھنٹوں دیکھا کرتی۔ بعض اوقات اُن کی حرکتیں اس قدر عجیب ہوتیں کہ خود مجھے شرم آنے لگتی تھی۔"

میجر آکیوریان: تم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ۱۴ جنوری بروز جمعرات تمہارے گروہ نے یہودی پروفیسر زری پُرسکائی کے اپارٹمنٹ میں نقب لگائی تھی لیکن پروفیسر نے چوری کی رپورٹ ملیٹیا کے دفتر میں ۱۸ جنوری کو درج کرائی ... اگر ہم تمہارا بیان درست مان لیں تو سوال یہ ہے کہ پروفیسر اور اس کی بیوی نے رپورٹ میں اتنی تاخیر کس لیے کی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ چوری سترہ تاریخ کو ہوئی!

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایلونورا مسکرائی: "مجھے خوب یاد ہے کہ ہم ۴ ارجنوری کی شب ہی کو اُن کے فلیٹ میں داخل ہوئے تھے۔ قصّہ یہ تھا کہ جب ہم اس فلیٹ میں گئے تو وہاں پروفیسر کی بیوی کے کئی بیش قیمت فرکوٹ نظر آئے۔ بورس نے حسبِ عادت اُن کوٹوں پر للچائی نگاہ ڈالی اور تمام کوٹ سمیٹ کر گٹھڑی میں باندھ لیے۔ مَیں نے اُسے منع کیا کہ ایک آدھ کوٹ اُٹھا لو، سب نہ لو کہ وہ عورت ہنگامہ کر ڈالے گی۔ لیکن بورس نے میری بات نہ سُنی؛ حالانکہ اُن کوٹوں کے علاوہ بھی وہاں بہت سی قیمتی چیزیں موجود تھیں جو ذرا سی تلاش سے ہمارے ہاتھ لگ جاتیں، مگر بورس کا خیال تھا کہ یہ فرکوٹ بہت اچھی قیمت پر نکل جائیں گے... نتیجہ وہی نکلا جس کا مجھے ڈر تھا۔ عورت نے غل مچا دیا اور اپنے شوہر کے روکنے کے باوجود ملیشیا میں چوری کی رپورٹ درج کرا دی اور یہ جھوٹ لکھوایا کہ چوری ۱۷ جنوری کو ہوئی ہے... اب بھی میری رائے یہ ہے کہ ہم وہاں سے صرف ایک کوٹ چراتے تو وہ کبھی ملیشیا کو اطلاع نہ کرتی۔"

میجر لوگوروف: یہودی پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں نقب زنی کے علاوہ تم لوگوں نے اس بلڈنگ کے کس کس اپارٹمنٹس میں چوری کی؟

ایلونورا: جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ہم اس بلڈنگ کے صرف چار اپارٹمنٹس میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں جنرل زیوی گن اور کوسیگن کی بیٹی کا اپارٹمنٹ بھی شامل ہیں۔ لیکن ان دونوں جگہوں پر محض میرا تجسّس لے گیا تھا۔ وہاں سے کچھ اُٹھانے یا چرانے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ یہ بات مَیں آپ لوگوں کو سچ سچ بتا رہی ہوں۔ آنجہانی کوسیگن ہمارے ملک کے قابلِ احترام وزیرِاعظم رہے تھے اور میں اُن کی بیٹی کے گھر میں چوری کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اپارٹمنٹ اندر سے بہت وسیع اور خوبصورت تھا اور مَیں اُسے محض قریب سے دیکھنا چاہتی تھی۔

میجر آکپویان: جنرل کے اپارٹمنٹ میں تم نے کیا دیکھا اور وہاں کیا کرتے رہے؟

ایلونورا: کرنا کیا تھا! ہم تو وہاں سجا ہُوا اعلیٰ درجے کا فرنیچر دیکھ کر ہی حیران رہ گئے... ڈائننگ ٹیبل کی کرسیوں پر بیٹھ کر ہم نے ایک ایک سگریٹ پیا اور

ی احتیاط برتی کہ سگرٹوں کی راکھ میز پر پڑی ہوئی خوبصورت ایش ٹرے میں
یں جھاڑی، بلکہ ماچس کے بکس میں جھاڑتے رہے۔

یہ بتاؤ کیا تم نے زیوی گن والے اپارٹمنٹ کے ہال وے میں کوئی غالیچہ بھی
ی بچھا ہُوا دیکھا؟" میں نے پُوچھا۔

ایلونورا نے اثبات میں گردن ہلائی: "آپ ایک غالیچے کی بات کرتے ہیں،
ہاں تو اپارٹمنٹ کے ہر کمرے میں اتنے قیمتی قالین بچھے تھے جو کم از کم میں نے کہیں
ر نہیں دیکھے... اُن پر پاؤں رکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا جیسے ہم مخمل کے فرش پر
ل رہے ہیں۔ ٹخنوں ٹخنوں جوتے ان قالینوں میں دھنس جاتے تھے۔"

"ہال وے میں بچھا ہُوا غالیچہ تم نے دیکھا؟ کیا بتا سکتی ہو وہ کیسا تھا؟"

ایلونورا چند ثانیے گردن اٹھا کر چھت کی دیکھتی رہی جیسے غالیچے کی شباہت
ہن میں تازہ کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے
ہوئے، آہستہ آہستہ کہنے لگی: "ہاں... اب مجھے یاد آتا ہے... ہال وے میں
ڑا ہُوا ایرانی غالیچہ بہت اچھا تھا... بیچ میں اُس کا رنگ گہرا زرد تھا اور حاشیے
سبز پٹی تھی... اگر آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جنرل کے اپارٹمنٹ سے وہ ایرانی
غالیچہ ہم لوگوں نے اُٹھا لیا تو یہ الزام قطعی غلط ہے... ہم نے اُسے چھیڑا بھی
نہیں، اُٹھانا تو دور کی بات ہے۔"

میجر آکپویان: اچھا اچھا ٹھیک ہے... بہت بااصول اور ایماندار
لوگ ہو تم... یہ بتاؤ اور کس کس اپارٹمنٹ میں گئے۔

ایلونورا: گیارہویں منزل کے اپارٹمنٹ میں ایک اداکارہ رہتی ہے... اس کا نام
آپ نے شاید سُنا ہوگا... ایزولڈا نیز۔ غالباً پہلے بھی اس کا ذکر کر چکی ہوں۔ یہ
عورت اپنے اپارٹمنٹ میں اکیلی رہتی تھی۔ نہیں... اکیلی نہیں، سیاہ رنگ کا انتہائی
خوفناک شکل والا ایک خونخوار کتّا بھی وہاں رہتا تھا۔ جب بھی وہ اپارٹمنٹ سے
باہر جاتی، کتّے کو حفاظت کے لیے چھوڑ جاتی... میرا احساس تھا کہ اس کے اپارٹمنٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہیں بھی بہت سی قیمتی چیزیں ہوں گی۔ لیکن کتّے کے خوف سے وہاں داخل ہونے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ۷ جنوری کو میں نے اداکارہ ایزولڈا ایبنز کو اپنے اپارٹمنٹ سے باہر آتے دیکھا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کا پالتو خونخوار کتّا بھی اُس کے ہمراہ تھا، نیچے سڑک پر ایک بڑی سی وین کھڑی تھی جس پر سفید جلی حروف میں لکھا تھا: "فلم سٹوڈیوز . . ." اداکارہ نے اپنے دونوں سوٹ کیس اس وین میں رکھے اور کتّے کو بھی سوار کرا لیا . . ہم نے ایک دو روز اُس کی واپسی کا انتظار کیا، وہ جب واپس نہ آئی تب سمجھ لیا گیا کہ وہ فلمی شوٹنگ پر جا چکی ہے اور ہو سکتا ہے ہفتہ دس دن تک واپس نہ آئے، اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو جانا چاہیئے . . . وہ ۱۳ اور ۱۴ جنوری کی درمیانی شب تھی جب ہم اس اداکارہ کے اپارٹمنٹ میں گئے۔ یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ وہاں معمولی اشیاء کے سوا کوئی کام کی چیز نہیں تھی . . . بورس نے اداکارہ کو سڑی سڑی گالیاں دیں اور مجھے بھی بُرا بھلا کہا کہ خواہ مخواہ وقت برباد کیا . . . اپارٹمنٹ کی تلاشی لیتے ہوئے، ہم لوگ باتھ روم میں بھی گئے اور وہاں شیلف پر رکھی ہوئی سونے کی ایک انگوٹھی نظر آئی۔

"سونے کی انگوٹھی، اور وہ بھی باتھ روم کے شیلف پر!" میں نے کہا۔

"جی ہاں — وہ بڑی سی انگوٹھی تھی . . . . اداکارہ اپنے زیور اور جواہر وغیرہ سب ساتھ لے گئی تھی۔"

"بہت خوب . . . اور صرف ایک انگوٹھی تمہارے لیے چھوڑ گئی؟"

"وہ انگوٹھی اداکارہ کی نہیں تھی"۔ ایلونورا نے کہا۔ "یہ اُس امریکی مرد کی ملکیت تھی جو جنرل زیوی گن کے فلیٹ میں آیا جاتا تھا . . . میں نے بارہا اپنی طاقتور دوربین کے ذریعے یہ اور ایسی کئی انگوٹھیاں اس کی انگلیوں میں دیکھی تھیں۔ یہ بات میں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ رات تین چار بجے کے لگ بھگ جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں دھما چوکڑی ختم ہوتی اور جنرل وہاں سے چلا جاتا۔ تب یہ امریکی، اداکارہ ایزولڈا

کے اپارٹمنٹ کا رخ کرتا اور رات کا بقیہ حصّہ وہیں آرام کرتا۔ اداکارہ جب شوٹنگ کے لیے گئی، اس کے بعد بھی یہ شخص ایک دو راتیں اُس کے اپارٹمنٹ میں سوتا رہا، اور یقیناً غسل کرتے ہوئے اُس نے اپنی یہ انگوٹھی اتار کر شیلف پر رکھی اور پھر بھول گیا۔"

"وہ انگوٹھی اس وقت کہاں ہے؟"

میرے گھر میں ہے۔ مَیں نے اُسے بورس کی نگاہ بچا کر اُٹھایا تھا اور اس کے بارے میں اُسے کچھ بتایا بھی نہیں . . . یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے چوری کی کوئی چیز اُس سے چھپا کر اپنے پاس ہی رکھی ورنہ ہمارے مابین یہ طے تھا کہ جو کچھ کہیں سے سرقہ کیا جائے گا، وہ سب کا مشترک ہو گا۔"

میجر آکیپو یان: تم نے یہ انگوٹھی خاص طور پر اپنے پاس کیوں رکھی؟ کوئی خاص وجہ تھی؟

ایلونورا مسکرائی اور اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا: "سچ تو یہ ہے کہ میں اس شخص کو پسند کرنے لگی تھی . . . وہ تھا بھی ایسا وجیہہ اور مردانہ حسن کا نمونہ کہ جتنی عورتیں اس پر مریں، اُتنا ہی کم تھا . . . مَیں نے سوچا تھا کسی وقت اس سے راہ و رسم پیدا کروں گی۔"

"اچھا خیر، چھوڑو اس معاملے کو۔ یہ بتاؤ کہ ۱۴ جنوری کی شب تم لوگ اس بلڈنگ کے اور کس اپارٹمنٹ میں گئے؟"

"نویں فلور پہ اپارٹمنٹ نمبر چالیس پر بھی ہماری کئی دنوں سے نگاہ تھی . . . اس میں منسٹری آف فارن ٹریڈ سے تعلق رکھنے والا ایک اعلیٰ عہدیدار رہتا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ اس نے بے اندازہ غیر ملکی دولت جمع کر رکھی ہے عجیب اتفاق تھا کہ اس شب وہ اپنے اپارٹمنٹ میں موجود نہ تھا۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ وہ بھی جنرل زیوی گن کی طرح اس جگہ تنہا ہی رہتا اور اکثر و بیشتر اس اپارٹمنٹ میں بڑے بڑے لوگ خرمستیوں کے لیے جمع ہوتے تھے۔ عورتیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جن افراد کے ساتھ وہاں آتیں، وہ بھی غیر معمولی افراد تھے۔ بعض اوقات سرکاری گاڑیوں میں بھی چلے آتے اور رات رات بھر اُن کی گاڑیاں، اپنے، ڈرائیوروں سمیت فٹ پاتھ پر قطاروں میں کھڑی رہتیں۔ کشا لو سٹریٹ میں رہنے والے سینکڑوں لوگ دن رات اس قسم کے تماشے دیکھتے مگر ان میں ان غیر اخلاقی مشاغل کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت نہ تھی۔ سرکاری افسروں اور اعلیٰ عہدیداروں کی اتنی دہشت لوگوں پر بیٹھی ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ۔۔۔ اُس شب جب ہم اس عہدے دار کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے تو حیرت سے ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہاں توقع سے کہیں زیادہ مال و متاع نظر آیا اور ایک سے ایک قیمتی چیز کھلی پڑی تھی۔

میجر آکپویان: یہ بتاؤ تم نے وہاں سے کیا کیا چیزیں اُٹھائیں؟

ایلونورا: سچ سچ بتاؤں؟ تیس ہزار امریکن اور بیس ہزار کینیڈین ڈالر ... اس کے علاوہ سونے کے بہت سے زیور اور ہیرے وغیرہ جن کی مالیت کا ہمیں کوئی اندازہ نہ تھا۔ بس لاکھوں میں سمجھئے ... جتنا کچھ ہم نے اپنے کوٹوں کی جیبوں اور تھیلوں میں بھر لیا تھا، وہی خاصا وزنی تھا۔ طے پایا کہ دوبارہ پھر کبھی ادھر آئیں گے اور پہلے پھیرے میں جو چیزیں نہیں لے جا سکے وہ دوسرے پھیرے میں سمیٹ لی جائیں گی۔ ہمیں یہ بھی یقین تھا کہ اس چوری کی رپورٹ کہیں درج نہیں کرائی جائے گی۔

"سرخ ٹیلی فون کی گھنٹی دفعتہً چلّا اُٹھی"۔ مَیں نے ریسیور کان سے لگا لیا۔ "ہیلو ... کیا آپ کامریڈ شمرالیوف ہیں؟" ایک مردانہ مگر نامانوس آواز میرے کان میں آئی۔ مَیں نے بتایا کہ وہ صحیح آدمی سے مخاطب ہے۔

"کامریڈ! میرا نام کرنل وی گلیزونوف ہے اور میں ماسکو ریجن ملیشیا ہیڈ کوارٹر میں ڈیوٹی آفیسر ہوں۔ براہِ کرم ایک اہم رپورٹ وصول کر لیجئے۔ ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ ایک شخص ۔۔۔ ورونکوف عرف کورچاگن جو کیمپ جیل سے مفرور ہے، اس کے باپ کو ۱۹۴۳ء میں جنرل زیوی گن نے گولی مار کر ختم کر دیا اور یہ شخص کورچاگن اس ارادے کے ساتھ کیمپ جیل سے فرار ہُوا تھا کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو جب تک ٹھکانے لگا نہیں دے گا، چین سے نہیں بیٹھے گا۔ کیمپ جیل کے کئی آدمیوں نے خود اپنے کانوں سے کورچاگن کو اس قسم کا ذکر کرتے سنا تھا۔ ایم وی ڈی انٹیلی جنس کے کرنل اولنیک اس مفرور مجرم کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں۔"

"اس وقت کرنل اولنیک کہاں ہیں؟" مَیں نے پُوچھا۔

"دوسنزاکوف کے علاقے میں ... کورچاگن کو اس طرف جاتے دیکھا گیا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد مَیں خود بھی اپنی ٹیم کے ساتھ کرنل اولنیک کی مدد کے لیے وہیں جا رہا ہوں ... اس دوران آپ بلینسکی سٹریٹ میں واقع ماسکو ملیشیا ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر لیجئے۔ جنرل وولکوف بھی وہاں موجود ہیں اور خود اس آپریشن کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیں گے۔"

"شکریہ، کرنل گلیزونوف ... مَیں نے پیغام وصول کر لیا ہے، اور اگر آپ چند منٹ میرا انتظار کر لیں تو اچھا رہے گا۔"

ایلونورا کی باتیں بلاشبہ اہم بھی تھیں اور بے حد دلچسپ بھی لیکن کورچاگن کو پکڑنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔ اس کی گرفتاری سے جنرل زیوی گن کے قتل یا خودکشی کا معمّا حل کرنے میں بڑی مدد ملتی، اور اگر کورچاگن ہی جنرل کا اصل قاتل تھا تب تو یہ معاملہ ختم ہی ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے میجر آکپویان اور میجر لوگورلوف سے کہا کہ فی الحال مادام ایلونورا کو نہایت آرام اور حفاظت سے قریبی ملیشیا اسٹیشن میں رکھا جائے۔ پھر کسی دوسرے وقت اس خاتون سے گپ شپ کریں گے۔

مَیں نے رِسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ ایک بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ ایک ایک لمحہ بے حد قیمتی تھا۔ مجھے احساس ہُوا کہ اگر کرنل اولنیک نے کورچاگن کو پکڑ لیا اور ایک بار وہ لوگ ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن میں لے گئے تو پھر کورچاگن میرے کسی کام کا نہ رہے گا۔ وہ اس سے بہرحال اقبالِ جرم کرا لیں گے اور وہ کہہ دے گا کہ جنرل زیوی گن کو اس نے موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جب مَیں ٹھیک دس منٹ بعد ماسکو ملیشیا ہیڈکوارٹر کے کنٹرول روم میں داخل ہُوا تو یوں لگا جیسے ٹی وی اسٹیشن کے کسی بڑے سٹوڈیو میں آگیا ہوں اور کسی بھی لمحے ڈرامے کی عکس بندی شروع ہو سکتی ہے۔ مین کنٹرول ڈیسک پر ڈیوٹی آفیسر، کرنل ولاڈی میر گلیزونوف نہایت تمکنت سے بیٹھا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے مجھے فون کیا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک شاندار آرام کرسی میں سی آئی ڈی کا نسٹیبل چیف لیفٹیننٹ جنرل اناتولے وولکوف یوں دھنسا ہُوا تھا جیسے پلنگ پر آیا ہو۔ کرنل گلیزونوف عمر رسیدہ تھا جبکہ جنرل وولکوف کا سن زیادہ نہیں تھا۔ مشکل سے پینتالیس برس کا ہوگا ... جی ہاں ... پینتالیس برس کی عمر میں ماسکو سی آئی ڈی کا چیف بن جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ میرے قدموں کی آہٹ پاکر وولکوف نے اپنی دائیں آنکھ بدستور بند رکھی اور بائیں آنکھ نصف کھول کر میرا جائزہ لیا۔ اس نے کوشش کی کہ اس کے ہونٹوں پر جو خفیف سی طنزیہ مسکراہٹ اُبھر رہی ہے، وہ زیادہ نمایاں نہ ہونے پائے لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہا۔ یہ مسکراہٹ اتنی واضح تھی کہ غالباً میرے علاوہ کنٹرول روم میں موجود کئی دوسرے لوگوں نے بھی اُسے دیکھ لیا ہوگا۔ میں نے یوں ظاہر کیا جیسے جنرل وولکوف کا وہاں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اس طنزیہ اور زہر میں بجھی ہوئی مسکراہٹ کا اصل جواب یہی تھا کہ وولکوف کو قطعی نظر انداز کر دیا جائے۔ وولکوف کا خیال تھا کہ مَیں جونہی اُسے دیکھوں گا، ایڑیاں بجا کر زوردار سلیوٹ کروں گا اور ادب سے پوچھوں گا — جناب! میرے لیے کیا حکم ہے۔ لیکن وولکوف کے بجائے میں سیدھا کرنل گلیزونوف کی طرف گیا اور اتنی اونچی آواز میں جسے کنٹرول روم میں حاضر سارا عملہ سُن سکے، یہ کہا:

"کرنل ... مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ اس کارروائی کی نگرانی کے لیے آپ نے مجھے یہاں آنے کا مشورہ دیا ... یہ مہم آپ لوگوں کے تعاون ہی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔"

مَیں نے دیکھا کہ جنرل وولکوف کی دبی ہوئی دائیں آنکھ بھی اس ایک جملے سے پُوری طرح کھل گئی اور وہ آرام کرسی پر سیدھا ہو گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر نمایاں ہونے والی طنزیہ مسکراہٹ جیسے اپنی موت آپ مر گئی۔ آپریٹنگ کنٹرولز، ریکارڈرز، ٹیلی ویژن سکرینز اور اس نوع کے دوسرے آلات کے درمیان گھرا ہُوا جنرل وولکوف ایک ڈرامہ کیریکٹر سے زیادہ کچھ اور نظر نہیں آتا تھا۔ دیوار پر ماسکو ریجن کا ایک الیکٹرونک نقشہ بنا ہُوا تھا جس پر بے شمار رنگ برنگے، ننھے مُنّے بلب بار بار جل بجھ رہے تھے۔ ریڈیو انٹرکام بہت مصروفیت ظاہر کر رہا تھا۔ قسمت کا حال بتانے والی جپسی عورت ماریوسایا شنیونکو کے بارے میں ہر آن اور ہر لمحہ وہ لوگ رپورٹیں ارسال کر رہے تھے جنہیں اس عورت کی نگرانی کے فرائض سونپے گئے تھے۔ بتایا جا رہا تھا کہ کون کون افراد اس عورت سے ملنے آچکے ہیں۔ اتنے میں ریڈیو انٹرکام پر ایک ایسی آواز آئی جسے میں بخوبی جانتا پہچانتا تھا۔ یہ آواز ضلعی سی آئی ڈی چیف کرنل یاکی مایان کی تھی۔ وہ اپنے مخصوص کاکیشین لہجے میں زور زور سے بول رہا تھا:

"جناب! کرنل یاکی مایان حاضر ہے ... ابھی چند منٹ پہلے ماریوسایا کے مکان میں ایک مریض کو لایا گیا ہے۔ اس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ فالج زدہ ہے ... ماریوسایا اس مریض کا علاج کرے گی ... کیا ہم اس کی بھی نگرانی کریں؟"

جنرل وولکوف نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر مائکروفون میں کہا: "ہاں ہاں ... اُس کی ضرور نگرانی کرو ... خود دیکھو کہ واقعی وہ مریض ہے یا نہیں ... اور ہاں ... اُس عورت سے پوچھو کہ وہ پاگل پن کا علاج بھی کر سکتی ہے۔"

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کرنل یاکی مایان کی آواز دوبارہ ریڈیو انٹرکام کے سپیکر پر گونجی: "جنرل وولکوف! کیا میں آپ سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں ... میں وولکوف بول رہا ہوں ... کہو، کیا کہنا چاہتے ہو"؟

"کچھ نہیں جنرل ... مَیں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ پاگل کون ہے جس کا علاج آپ اس عورت سے کرانا چاہتے ہیں۔ کہیں آپ خود تو کوئی تکلیف محسوس نہیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کر رہے ؟"

کنٹرول روم قہقہوں سے گونجنے لگا۔ آپریٹر اور ٹیکنیشنز بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے۔ جنرل وولکوف کا چہرہ ایک ثانیے کے لیے سُرخ ہوا، پھر اس نے بھی قہقہہ لگایا اور مائکروفون میں کہا: "ہاں، کرنل یاکی مایان .... اکیلا میں ہی نہیں، ادھر سب لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔ ذرا اس عورت ماریو سایا سے پوچھو کہ ایک پاگل کا علاج کرنے کی فیس وہ کیا لیتی ہے۔"

"جناب، یہ تو خود پاگل پر منحصر ہے۔" کرنل یاکی مایان نے جواب دیا۔ "جیسا پاگل ویسی فیس .. کیا آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہے؟"

کنٹرول روم دیوارِ قہقہہ بنتا جا رہا تھا۔ کرنل یاکی مایان نے ایک حملہ اور کیا: "بڑے افسروں سے فیس میں پچاس فی صد کی رعایت کرائی جا سکتی ہے .... اس لیے کہ یہی لوگ آگے چل کر ماریو سایا جیسی عورتوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔"

دفعتاً انٹرکام ریڈیو پر کرنل یاکی مایان کی آواز دب گئی اور اس کی جگہ دوسری آواز اُبھری: "کایوف ہائی وے کی چیک پوسٹ سے تازہ رپورٹ حاضر ہے .... اٹھارویں کلومیٹر پر ابھی چند سیکنڈ پہلے سفید رنگ کی وولگا کار گزری ہے۔ اس کار کا رجسٹریشن نمبر نوٹ کیا گیا ... ایم کے آئی ۱۲-۵۲ کار میں دو افراد سوار ہیں ... اور یہ تیزی سے دوستراکوف کی جانب جا رہی ہے .... اوور۔"

کرنل گلیزونوف جو کنٹرول ڈیسک پر بیٹھا تقریباً اونگھ رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے بیدار ہو گیا۔ اس نے ڈیسک پر لگے ہوئے بے شمار بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا اور ماسکو کے الیکٹرانک نقشے پر کایوف ہائی وے سُرخ بلبوں کی شکل میں جگمگانے لگی۔

"روجر... ہم نے تمہاری رپورٹ وصول کر لی ۔" گلیزونوف نے مائکروفون میں کہا: "اوور اینڈ آل ۔"

میں نے نقشے پر نگاہ ڈالی اور ذہن میں حساب کیا ______ کہ اگر وولگا کی سپیڈ ستر یا اسی کلومیٹر فی گھنٹہ ہو تو اٹھارہویں کلومیٹر پوائنٹ سے اُسے

دوستراکوف تک پہنچنے میں بارہ سے پندرہ منٹ لگیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کورچاگن کی گرفتاری میں زیادہ دیر نہیں ... اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جنرل وولکوف کسی گہری سوچ میں گم ہے۔ شاید اس کے زرخیز ذہن میں کوئی اور منصوبہ سر اٹھا رہا تھا۔ کسی مفرور مجرم یا قاتل کو پکڑنے کے لیے جس جوش و خروش کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ جذبہ جنرل وولکوف میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ دیواری نقشے پہ دھیان دیے بغیر، مائکروفون کے قریب اپنا منہ لے گیا اور اسی مدھم آواز میں جو میرے کانوں تک نہ پہنچ سکتی تھی، کرنل یاکی مایان کو ہدایات دینے لگا۔ یاکی مایان اس وقت دوستراکوف میں تھا اور غالباً اس تمام آپریشن کا ذیلی انچارج اُسی کو بنایا گیا تھا۔ جنرل وولکوف کی ہدایات کے جواب میں یاکی مایان نے حسبِ عادت بلند آواز سے جو کچھ کہا اس نے مجھے بے حد مضطرب کر دیا۔

"بہت بہتر جنرل .... جیسا آپ نے کہا، وہی ہو گا۔ مگر یہ بھی تو بتائیے کہ شکار کو اپنے تھیلے میں بند رکھوں یا کسی کے حوالے کر دوں۔"

شکار سے اُس کی مراد کورچاگن کے سوا اور کیا تھی: یہ بات آسانی سے میری کھوپڑی میں آ گئی۔

"فی الحال تم اسے اپنے تھیلے ہی میں رکھو اور خود مزے اڑاؤ ..." وولکوف نے کہا۔ "اپنا شکار، کوئی احمق ہی کسی کے حوالے کرتا ہے!"

یعنی یاکی مایان کو یہ حکم دیا جا رہا تھا کہ اگر وہ کورچاگن کو پکڑے تو اُسے کسی کے حوالے نہ کرے۔ میں اپنی جگہ دم بخود یہ صورتِ حال دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ جنرل وولکوف کو خوب علم تھا کہ کورچاگن اس کا شکار نہیں، میری ضرورت ہے، مگر اُسے میری کوئی پروا نہ تھی۔ وہ اپنا کھیل الگ کھیل رہا تھا اور کن لوگوں کے اشارے پر کھیل رہا تھا، یہ حقیقت بھی مجھ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ کورچاگن کا میرے ہتھے چڑھ جانا کے جی بی کے موجودہ کرتا دھرتا افراد کو پسند نہ تھا اور یہ عین ممکن تھا کہ وہ میرا ہاتھ اس کی گردن تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی طریق پر عمل کر کے کورچاگن کو دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹا دیتے۔

ابھی میں اس مخمصے سے نکلنے کی کوئی تدبیر سوچ بھی نہ پایا تھا کہ انٹرکام ریڈیو پر ایک اور آواز میرے کانوں کے لیے بالکل نئی اور نامانوس تھی، تاہم اس کے تحکمانہ لب و لہجے سے اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ کسی اونچی شخصیت کی آواز ہے۔

"کیا فضول باتیں کرتے ہو تم لوگ... ریڈیو انٹرکام اس قسم کی گپ شپ کے لیے نہیں بنایا گیا۔ کرنل گلیزونوف! میں تم سے مخاطب ہوں... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

میں نے دیکھا کہ گلیزونوف سخت بدحواس ہو چکا ہے۔ وہ کنٹرول ڈیسک پر یوں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا جیسے حکم دینے والا اس کی نظروں کے سامنے موجود ہو۔ "جی۔ جی! میں حاضر جناب... میں... گلیزونوف... آپ کی آواز بخوبی سن رہا ہوں جناب"

"کیا وولکوف تمہارے قریب ہی موجود ہے؟"

"جی ہاں... جناب... جنرل وولکوف موجود ہیں، اور آپ کی آواز سن رہے ہیں...."

"بہت خوب... میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا ٹریفک کنٹرول ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے تیار ہے؟"

"بالکل تیار ہے جناب!... بہت دیر سے تیار ہے۔" گلیزونوف کی آواز میں ہلکی سی لرزش نمایاں تھی، اور یہ جواب دیتے وقت میں نے دیکھا کہ کرنل گلیزونوف اور جنرل وولکوف کی نگاہیں آپس میں ٹکرائیں۔ وولکوف نے نگاہوں کے ذریعے گلیزونوف کو کوئی پیغام دیا۔ شاید یہ پیغام میرے بارے میں تھا۔ وہ اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ شمرالوف بھی کنٹرول روم میں موجود ہے اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالی جائے جس سے شمرالوف فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں ہو۔ اس کے علاوہ وہ گلیزونوف کو یہ حکم بھی دے رہا تھا کہ جس اونچی شخصیت سے اس وقت ریڈیو کے ذریعے گفتگو کی جا رہی ہے اس شخصیت کو بھی اپنے خفیہ الفاظ میں آگاہ کر دیا جائے کہ شمرالوف کنٹرول روم میں حاضر ہے اور یہ تمام باتیں سن رہا ہے... لیکن گلیزونوف کے لیے چند لمحوں کے اندر اندر کسی فیصلے پر پہنچ کر ان تمام اشاروں کی تعمیل کرنا محال ہی نہیں ناممکن تھا۔

جنرل وولکوف کی نگاہوں میں اپنے لیے یہ احکام دیکھ کر مزید بدحواس ہو گیا۔

"گلیزونوف..." سپیکر پر اس شخصیت کی آواز گونجی۔ "ہیلی کاپٹر کتنی دیر تک پرواز کے لیے روانہ ہو سکے گا؟"

"میں نے عرض کیا نا، جناب! ہیلی کاپٹر بالکل تیار ہے... صرف آپ کے حکم کی دیر ہے... لیکن... جناب... جنرل وولکوف کا خیال ہے کہ فی الوقت ہیلی کاپٹر کی پرواز ملتوی کر دی جائے تو مناسب ہے۔ اس سے کئی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ آپ نے اگر موسم کی رپورٹ ملاحظہ نہیں فرمائی تو مہربانی کر کے اسے دیکھ لیجیے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے اور برف باری زیادہ تیز ہو جائے گی ایسے عالم میں ہم لوگ اوپر سے کیا دیکھ پائیں گے! اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر کا شور سن کر وہ لوگ محتاط ہو جائیں۔"

دوسری طرف سے چند لمحوں تک کوئی جواب نہ آیا۔ کنٹرول روم کے پورے عملے کی نظریں کرنل گلیزونوف کے ڈیسک پر نصب ریڈیو انٹرکام پر جمی ہوئی تھیں۔ آخر ان میں دوبارہ جان پڑی اور وہی آواز ابھری۔

"میں نے موسم کی رپورٹ دیکھ لی ہے، گلیزونوف! موسم تو ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہے اور جنرل... یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہیلی کاپٹر بارہا اس سے زیادہ ابتر اور خطرناک موسم میں پرواز پر جاتا رہا ہے... میرا حکم یہ ہے کہ پائلٹ کو ابھی روانہ ہو جانا چاہیے۔"

گلیزونوف اور وولکوف کی نظریں پھر ملیں اور دونوں نے بے بسی سے شانے ہلا دیے۔

"بہت بہتر جناب... پائلٹ کو فوری طور پر آرڈر دیا جا رہا ہے۔"

ایک منٹ بعد دوسرا ریڈیو سگنل موصول ہوا: "سفید وولگا کار اس وقت ...ویں کلومیٹر پوسٹ گزر رہی ہے اور چند لمحوں کے اندر اندر یہ اس موڑ پر جا ملے گی جہاں سے سیدھی سڑک دوستاکوف جانے کے لیے کھلی ہے۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ پر ایک بار پھر نگاہ دوڑائی۔ اگر میجر آکپویان نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میری ہدایت پر بروقت عمل شروع کر دیا ہے تو وہ اب سے دس منٹ پہلے ہی دوسنراکوف پہنچ گیا ہوگا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں بھی اس دلچسپ کھیل میں شریک ہو جاؤں۔ ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن کے یہ ذہین و فطین افراد اگر کورچاگن کو مجھ سے دور رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں تو پھر مجھے ان کی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ کورچاگن پر پہلے میرا حق ہے۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہی جنرل زلوی گن کا مبینہ قاتل ہے۔

میں نے اپنی جگہ سے کنٹرول ڈیسک کی طرف قدم بڑھایا۔ کرنل گلیزونوف اور جنرل وولکوف کو سر کے اشارے سے بتایا کہ میرا کیا ارادہ ہے۔ پھر میں مائکروفون پر جھکا اور بلند آواز میں اعلان کیا: "مجھے علم نہیں کہ میں کس سے مخاطب ہوں تاہم اس سے زیادہ غرض بھی نہیں کہ میرا مخاطب کون ہے۔ وہ خواہ کوئی ہو۔ اس کا فرض ہے کہ میری بات بغور سنے اور جو کچھ میں کہوں، اس کی بے چون و چرا تعمیل کرے۔"

دوسرے ہی لمحے سپیکر پر وہی نامانوس آواز گونجی: "تم کون ہو؟ براہِ کرم اپنی شناخت کراؤ اور یہ بھی بیان کرو کہ تمہیں اس لب و لہجے میں حکم جاری کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔"

"میرا نام شمرایوف ہے ... اور میں چیف پراسیکیوٹر آفس میں سپیشل انویسٹی گیٹر کی حیثیت سے اپنے سرکاری فرائض انجام دیتا ہوں اور صرف اتنا بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے حکومت کے ایک انتہائی ذمّے دار اور اہم مرتبے پر فائز شخص نے جنرل زلوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین پر مقرّر کیا ہے۔ اس بات کی تصدیق آپ چاہیں تو کرنل گلیزونوف اور جنرل وولکوف سے کر سکتے ہیں۔"

دوسری طرف اچانک خاموشی چھا گئی۔ چند ثانیے انتظار کے بعد میں نے پھر اپنا پیغام دُہرایا۔ جواب آیا:

"کامریڈ شمرایوف ... میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ بولو، تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایم وی ڈی انٹیلی جنس میرے فرائض میں غیر زدری مداخلت نہ کرے۔ مجھے جس مجرم کی تلاش ہے اُسے گرفتاری کے بعد میرے زالے کر دیا جائے۔ کرنل اولنیک کو ہدایات جاری کی جائیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل تعاون کریں۔ میجر آکپویان کو میں نے اس مہم کا انچارج مقرر کیا ہے۔ کرنل اولنیک ند کریں تو میجر آکپویان سے احکام وصول کر سکتے ہیں۔ یہ آخری انتباہ ہے اور یہ نح کر دینا ضروری ہے کہ میرے احکام اس سلسلے میں آخری ہیں۔ جو شخص ان کی لاف ورزی کا ارتکاب کرے گا اور ان معاملات میں روڑے اٹکائے گا، اس بہر حال احتساب ہوگا۔"

"کامریڈ شمرایوف ... کیا تم اپنے حواس میں ہو؟" جنرل وولکوف بھنّا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ جنرل ..." میں نے اُسے ڈانٹ دیا۔ "میں پوری طرح اپنے حواس یں ہوں اور تمہارے ہوش و حواس بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ تمہارے حق میں یہی تر ہے کہ فوری طور پر کرنل اولنیک سے میرا رابطہ قائم کراؤ۔"

جنرل وولکوف کا چہرہ انگارہ ہو گیا، لیکن وہ شعلہ بار نظروں سے مجھے گھورنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ اچھّی طرح جانتا تھا کہ جو اختیارات برزنیف نے مجھے دیے یں، اُن کی قوت کس قدر ہے اور ان کے سامنے جنرل وولکوف کی حیثیت صفر سے بھی کئی درجے کم ہے۔

"کامریڈ شمرایوف ... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں"۔ اس مرتبہ کرنل گلیزونوف نے زبان کھولی۔ "شاید آپ بھول رہے ہیں کہ جن اختیارات پر آپ کو اتنا ناز ہے وہ محض عارضی نوعیت کے ہیں اور جونہی یہ کیس اپنے اختتام کو پہنچا، آپ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔"

"شٹ اپ!" میں غصّے سے بے قابو ہو کر چلّایا۔ "میں تمہیں سرکاری فرائض میں بے جا مداخلت کے الزام میں گرفتار کر سکتا ہوں۔ یہ آخری وارننگ ہے، گلیزونوف!"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس کے بعد میں کچھ نہیں سنوں گا... ایک منٹ کے اندر اندر کرنل اولنیک سے میری بات کرا دو۔"

نگلیز دنوف نے وولکوف کی طرف دیکھا۔ اس نے آہستہ آہستہ سے اثبات میں گردن ہلا دی۔ کرنل نے منہ بنا کر کہا: "یہ توہین ناقابلِ برداشت ہے جناب! پراسیکیوٹر آفس کا ایک معمولی شخص کرنل اولنیک کو ایک میجر کے احکام کی تعمیل کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

کرنل اولنیک کی بھرائی ہوئی آواز انٹرکام کے سپیکر پہ اُبھری۔

"کامریڈ شمرایوف! تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ کورچاگن کی گرفتاری کا آپریشن فوراً میجر آکپویان کے حوالے کر دو۔ وہ اس وقت دوستراکوف پہنچ چکا ہے... میرا یہ حکم فوری عمل کے لیے ہے اور اس میں کسی چون و چرا یا بحث و مباحثے کی گنجائش نہیں۔"

"میں پوچھتا ہوں تم مجھے کس حیثیت سے یہ حکم دے رہے ہو؟"

"کرنل اولنیک، فضول باتوں میں وقت ضائع مت کرو... سوال یہ ہے کہ تم خود کس حیثیت سے اس آپریشن کی نگرانی کر رہے ہو۔ کیا تم نے مجھ سے اس بارے میں اجازت حاصل کی ہے؟ حالانکہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کیس کی تفتیش میرے سپرد کی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے... مگر یہ مجرم کورچاگن مختلف مقدمات میں ہمیں بھی مطلوب ہے۔"

"ہو سکتا ہے تم درست کہتے ہو، لیکن کامریڈ برزنیف کی تحریری ہدایات اور غیر معمولی اختیارات میرے پاس ہیں اور میں زیوی گن کی موت کے اسباب کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہا ہوں، اس لیے کورچاگن پر میرا حق فائق ہے اور سب سے پہلے میں اس سے پوچھ گچھ کروں گا۔ اس کے بعد اگر میں نے محسوس کیا کہ تم لوگوں کو واقعی اس شخص کی ضرورت ہے تو پھر میں اُسے تمھارے حوالے کر سکتا ہوں لیکن ابھی نہیں... اس کے لیے تمھیں نہ صرف صبر سے کام لینا ہوگا، بلکہ میرے احکام کی تعمیل بھی کرنی پڑے گی۔"

"بہت خوب... کامریڈ شمرایوف! میں تمھارے حکم کی تعمیل کے لیے موجود ہوں۔" کرنل اولنیک کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "اب یہ دن بھی ہمیں دیکھنا تھا کہ پبلک پراسیکیوٹر کے لوگ ہم پہ حکم چلائیں... اپنے اپنے نصیبے کی بات ہے فرمائیے آپ کا پہلا حکم کیا ہے؟"

"یہی کہ اس آپریشن کا چارج فوراً میجر آکپویان کے حوالے کر دو۔"

"کر دیا... اب دوسرا حکم کیا ہے؟"

"شاباش..." میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسرا حکم یہ ہے کہ میجر آکپویان جو کچھ کہیں، اس پر عمل کرو۔"

"یہ بھی مجھے منظور ہے۔" کرنل نے جیسے دانت پیس کر کہا۔ "لیکن ایک بات یاد رکھنا شمرایوف... تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو اُس میں کبھی کامیابی نہ حاصل کر سکو گے۔ یہ بات میں تمھیں ابھی سے بتائے دیتا ہوں۔ ہم لوگ اگر کام بنانا جانتے ہیں تو اسے بگاڑنا بھی ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے... ہمارے تعاون کے بغیر تمھاری حیثیت کچھ بھی نہیں ——— شاید تم جانتے نہیں کہ کورچاگن جیسے خطرناک مجرموں اور قاتلوں سے نمٹنا ہمیں کو آتا ہے... تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ شخص کورچاگن اس وقت مسلّح ہے۔ ممکن ہے ایک آدھ دستی بم بھی اس کے پاس ہو۔ اس صورت میں کیا تم میجر آکپویان کی زندگی سے نہیں کھیل رہے ہو؟"

"کرنل تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے اپنا لہجہ پُرسکون بناتے ہوئے کہا۔ "شاید تمھیں علم نہیں کہ اس کیس میں اب تک کتنی جانیں ضائع ہو چکی ہیں... حد یہ کہ کرنل وٹیلوف تک مارا جا چکا ہے اور خود میں دو مرتبہ بال بال بچا ہوں... یوں خیال کرو کہ اس آپریشن کا چارج میجر آکپویان کے سپرد کر کے میں تمھاری جان کورچاگن سے بچا رہا ہوں۔"

"ہاں... یہ بات تو میری کھوپڑی میں آئی ہی نہیں۔ اچھا اب مہربانی کر کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مائکروفون سے اپنا منہ پرے ہٹا لو۔ میں جنرل وولکوف اور کرنل گلیزونوف سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" کرنل اولنیک نے کہا۔

جنرل وولکوف نے اپنے نائب، اولنیک سے صرف اتنا کہا: "کرنل تمہیں کامریڈ شمرایوف کے احکام پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ احکام دراصل ان کے نہیں ہونگے بلکہ تم انہیں کامریڈ برزنیف کے احکام سمجھوگے۔"

"بہت بہتر جناب ... آپ نے ایک ہی جملے میں ساری الجھن دُور کردی۔ کامریڈ شمرایوف! ۔ ابھی ابھی میجر آکیوبان یہاں پہنچے ہیں ... آپ چاہیں تو ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"آکیوبان، کیا تم نے میری اور کرنل اولنیک کی باتیں سنی ہیں؟"

"جی ہاں۔ سنی ہیں۔ اور انہوں نے مجھے اس آپریشن کا چارج دے دیا ہے۔"

"اٹن شن ... اٹن شن!" سپیکر پر آکیوبان کی آواز یک لخت غائب ہوگئی، اور اس کی جگہ دوسری آواز آنے لگی۔

"اٹن شن پلیز... دوستراکوف چیکنگ پوائنٹ سے ایک ضروری پیغام ہے، جناب ... سفید وولگا کار اب مین روڈ پر دوڑ رہی ہے ... اس کی رفتار ایک سو دس کلومیٹر فی گھنٹہ ریکارڈ کی گئی ہے ... میں اپنا پیغام دُہراتا ہوں جناب... سفید وولگا کار ..."

اور اس سے پہلے کہ میں جواب دوں میجر آکیوبان کی آواز آئی: "راجر... راجر... تمہارا پیغام وصول کر لیا گیا، شکریہ۔"

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ جنرل وولکوف اور کرنل گلیزونوف کی ناک کے عین سامنے شکار چھین لیا گیا تھا، تاہم وہ اپنے اندرونی جذبات چھپا کر مجھے ہر طرح اپنے تعاون کا یقین دلا رہے تھے اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان لوگوں سے جتنا کام لیا جائے اتنا ہی اچھا ہے، چنانچہ میرے اشارے پر وولکوف نے ریڈیو انٹرکام کے ذریعے ایک بار پھر میجر آکیوبان سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا: "آکیوبان! اس وقت کیا پوزیشن ہے؟"

"کامریڈ جنرل ... میرا خیال ہے ہم نے مجرم کو پکڑنے کے لیے صحیح انداز میں منصوبہ بندی نہیں کی اور خطرہ ہے کہ وہ ہمیں جل دے کر نکل نہ جائے۔"

"ایسا کرو کہ اپنے تمام آدمیوں کو دُور دُور تک پھیلا دو، پھر آہستہ آہستہ گھیرا تنگ کرتے رہو... آخر وہ بچ کر جائے گا کہاں؟"

"کامریڈ جنرل... اب ایسا موقع نہیں رہا... سفید وولگا مجھے خود نظر آرہی ہے... اس کا رخ اس جپسی عورت کے گھر پر ہے ...... اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک ٹیکسی کار بھی سفید وولگا کے پیچھے پیچھے ہے۔"

دو بج کر ایک منٹ پر میجر آکیوبان کی جانب سے یہ رپورٹ موصول ہوئی:

"قسمت کا حال بتانے والی جپسی عورت ماریوسایا کے مکان کے بیرونی صحن میں چند لمحے پہلے دو کاریں داخل ہوئی ہیں۔ ان میں ایک سفید وولگا اور دوسری ٹیکسی کار ہے ان کے رجسٹریشن نمبر علی الترتیب ایم کے آئی ۵۲-۱۲ اور ایم ٹی یو ۷۹-۴۳ ہیں۔ ٹیکسی کار میں سے چند آدمی اور عورتیں برآمد ہوئی ہیں۔ اور انہیں کی آڑ میں سفید وولگا میں سوار، کورچاگن بھی کار سے اُتر کر ماریوسایا کے مکان میں داخل ہوگیا۔ اگر اس وقت ہم اُس شخص کو پکڑنے یا اُسے شوٹ کرنے کی کوشش کرتے تو یقینی بات تھی کہ ٹیکسی کار میں آنے والے افراد کو نقصان پہنچتا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مجرم بھاگ نکلتا ہے، ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ مجرم مسلح ہے اور ممکن ہے اس کے قبضے میں ہینڈ گرینیڈز وغیرہ بھی ہوں، اگر وہ ان ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے تو ہمارے آدمیوں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں، لہٰذا ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ہم نے ماریوسایا کا مکان چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا ہے، لیکن اس انداز سے کہ مکان والوں کو اس کا احساس بھی ہونے نہیں پایا۔ ہمارے آدمی اس مکان سے تقریباً ایک دو فرلانگ دُور ہیں اور ہم دوربینوں کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ بن

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دو تین مسلح آدمیوں کو گاہک یا مریض کے بھیس میں ماریوسایا کے مکان کے اندر داخل کر دوں تاکہ وہ کورچاگن کو بھاگنے کا موقع دیے بغیر اچانک گرفتار کر سکیں۔ لیکن ابھی میں اس پروگرام پر عمل کرنے بھی نہ پایا تھا کہ کورچاگن مکان کے اندر سے نکلا اور سفید وولگا کار میں بیٹھ گیا۔۔۔ اس نے اپنے سر پر ایک بڑی سی امریکی کاؤبوائز جیسی فیلٹ پہن رکھی ہے اور اس فیلٹ کا چھجا پیشانی پر اس طرح جھکا لیا ہے کہ اس کا پورا چہرہ میری دوربین کے فوکس میں نہیں آرہا۔ اس لیے میں جاننے سے قاصر ہوں کہ وہ شخص واقعی کورچاگن ہی ہے یا کوئی اور، تاہم اب تک ہمیں جو رپورٹیں اس شخص کی نقل و حرکت کے بارے میں ملتی رہی ہیں۔ وہ اس امر کی تصدیق کے لیے بہت ہیں کہ یہ آدمی کورچاگن ہی ہے۔

"کورچاگن جب کار میں واپس آیا تو دو منٹ بعد ایک موٹا تازہ اور ادھیڑ عمر آدمی بھی جپسی عورت کے مکان سے نکلا اور ٹہلتا ہوا سفید وولگا کی طرف آیا۔ پھر اس نے بنظر احتیاط ادھر اُدھر دیکھا اور جلدی سے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ غالباً اُسے جپسی عورت نے کوئی پیغام دے کر کورچاگن کے پاس بھیجا ہوگا۔۔۔ ٹھیک تین منٹ بعد یہ موٹا شخص وولگا سے باہر نکلا اور دوبارہ مکان کے اندر چلا گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پھر واپس آیا۔ اس مرتبہ اس کے داہنے ہاتھ میں چمڑے کا ایک بڑا سا تھیلا تھا اور تھیلا جس انداز سے پھولا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ اس کے اندر بہت کچھ بھرا ہوا۔ موٹے آدمی نے کار کا دروازہ کھول کر پہلے یہ تھیلا پچھلی سیٹ پر پھینکا اور پھر خود بھی اگلی سیٹ پر کورچاگن کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار حرکت میں آئی اور ماریوسایا کے مکان سے باہر نکلی سڑک پر پہنچتے ہی اس کی رفتار بے حد تیز ہو گئی۔ میں نے وائرلیس پر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کار کا راستہ روک لیا جائے لیکن عین اسی لمحے برف باری میں اضافہ ہو گیا۔ اور گہری دھند چھا گئی۔ مجرم اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کار کو بھگا لے گئے۔۔۔ ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ سفید وولگا ادچاکوف ہائی وے پر ایک سو دس کلومیٹر کی

سپیڈ پر دوڑ رہی ہے۔۔۔ ہائی وے اگرچہ برف سے اٹ چکی ہے اور اس عالم میں کسی کار کا اتنی رفتار پر دوڑانا بظاہر ناممکن ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کار کا ڈرائیور کورچاگن ۔ ماہر فن شخص ہے۔۔۔ اندازہ ہے کہ کار، ودنوکوف ایئرپورٹ کی طرف جا رہی ہے۔"

میجر آکیوپان کی اس تازہ ترین رپورٹ میں بہت سے چونکا دینے والے انکشافات موجود تھے اور ان انکشافات کے ساتھ ساتھ وہ خدشے بھی اُبھر رہے تھے جو اس سے پیشتر میرے ذہن میں کلبلاتے رہے تھے۔ یعنی وہ یقین متزلزل ہو گیا تھا کہ سفید وولگا میں سوار کیا یہ شخص واقعی کورچاگن ہے۔ یا اس کی جگہ کوئی اور ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر دوسرا خدشہ درست ہے تب اس دھوکہ دہی سے مجرم کا اصل مقصد کیا ہے، اس کے لیے اب پہلے سے زیادہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اُسے ہر صورت میں پکڑا جائے۔ میجر آکیوپان کو حکم دیا گیا کہ ادچاکوف ہائی وے ہی پر وولگا کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ جواب آیا کہ ایسی کوشش کی جا چکی ہے۔ انٹیلی جنس کے مسلح افراد کو لے کر دو کاریں سفید وولگا کے تعاقب میں ہائی وے پر بھیجی گئی تھیں۔ لیکن اُن کے ڈرائیور برف کے باعث رفتار پر کنٹرول نہ کر سکے اور دونوں گاڑیاں برف میں دھنس گئیں۔ جبکہ سفید وولگا اپنے بڑے ٹائروں اور طاقتور انجن کے باعث پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی، نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے ہائی وے پر ٹریفک کا بہت زور تھا اور اگرچہ برف باری نے ٹریفک میں خاصی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ تاہم اُسے کنٹرول کیے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ اتوار کے روز ماسکو کے نواحی علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگ شہر میں سیر و تفریح کے لیے آیا کرتے ہیں اور ٹریفک پولیس کے لیے لاتعداد بسوں، منی بسوں، ٹرکوں اور کاروں کو ہائی وے پر روکنا یا انہیں کسی دوسری سڑک پر منتقل کرنا کسی زبردست امتحان سے کم نہیں ہوتا۔

ان تمام پریشانیوں کے باوجود بالآخر یہی فیصلہ کیا گیا ادچاکوف ہائی وے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پر تمام ٹریفک کنٹرول پوائنٹس کو خبردار کر کے سفید وولگا کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں۔ یہ کام میں نے کرنل گلیبز ونوت کے سپرد کیا۔ ہر ایک منٹ بعد وہ ٹریفک کنٹرول پوائنٹس کو حکم جاری کرتا: ہر قسم کی ٹریفک جہاں ہے، وہیں روک دی جائے تمام کاریں اپنی سپیڈ ہلکی کر دیں اور ہائی وے کے کنارے رکتی چلی جائیں۔۔۔ ہائی وے پر برف صاف کرنے والے عملے کو سختی سے حکم دیا جاتا ہے کہ وونوکوف ایئرپورٹ اور سولھویں کلومیٹر کے درمیان راستے سے فوراً برف ہٹا دی جائے۔ ایک خطرناک اور مفرور مجرم سفید وولگا کار میں اس علاقے سے گزر رہا ہے۔۔۔ اُسے ہر قیمت پر روکا جائے۔۔۔ لیکن یہ خیال رہے کہ وولگا کے اندر جو افراد موجود ہیں انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔۔۔ میں اپنا حکم دہراتا ہوں۔۔۔ ہر طرح کی ٹریفک۔۔۔"

بڑی پریشانی یہ تھی کہ سوویت یونین میں سفید رنگ کی وولگا کاروں کی اکثریت ہے۔ عام طور پر لوگ سفید کاریں پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ایسے ہائی ویز پر جہاں ہر آن ہزاروں سفید کاریں فراٹے بھرتی ہوئی گزرتی ہوں، کسی بھی سفید وولگا پر نگاہ رکھنا ٹریفک کنٹرولز اور ملیٹیا کے لیے محال ہی نہیں ناممکن بھی ہوتا ہے۔

کورچاگن کی جس سفید وولگا کا بار بار رپورٹ میں حوالہ دیا جا رہا تھا، لازمی نہیں تھا کہ اس کا سرکاری رجسٹریشن نمبر بھی وہی ہو جو اس پر لگایا گیا تھا۔ پچانوے فیصد حالتوں میں مجرم کبھی رجسٹریشن نمبر کی گاڑیوں میں سفر نہیں کرتے اور ہمیشہ اس مقصد کے لیے جعلی نمبر پلیٹیں کاروں پر لگا دی جاتی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر ان افراد نے ایسے انتظامات ہائی ویز پر، اپنے خصوصی اڈوں پر کر رکھے ہیں، جہاں زیادہ سے زیادہ بیس پچیس منٹ کے اندر اندر نہ صرف کار کا رنگ یکسر تبدیل کیا جا سکتا ہے بلکہ اُس میں بعض بیرونی تبدیلیاں بھی اس طرح عمل میں لائی جاتی ہیں کہ خود کار کے مالک کے لیے اس کی شناخت دشوار ہو جاتی ہے۔

پرائیویٹ کاروں کے مالکان عموماً ہائی ویز پر سو اور ایک سو دس کلومیٹر

فی گھنٹہ کی سپیڈ سے گاڑیاں دوڑانے کے عادی ہیں اور اس عالم میں اگر ٹریفک کنٹرولز پوائنٹس کی جانب سے انہیں روکا جائے تو اس کی پروا نہیں کرتے چونکہ ہائی ویز پر رکاوٹیں کھڑی کرنے میں جانی نقصان کا بھی سخت اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے ٹریفک کا زور ہلکا کرنا سہل نہیں رہتا اور اس کے لیے بہت وقت درکار ہے۔ یہی سبب ہے کہ اکثر خطرناک مجرم خود کو ہائی ویز پر سینکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے تک ہر طرح محفوظ خیال کرتے ہیں۔ بعض اوقات ملیٹیا اور انٹیلی جنس والوں کو ایسی مشتبہ کاروں کے تعاقب میں ہیلی کاپٹر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ ہیلی کاپٹر مشتبہ کار کی نشاندہی کر کے فضا میں اُن کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں اور اگر موسم خراب ہو جائے یا کُہر کے باعث راستہ نظر نہ آئے تو مجرم صاف بچ نکلتے ہیں۔ مجرم کو ان انتظامات کی شاید خبر نہ تھی، تاہم اس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی اور وہ فضا میں خطرے کی بو سونگھ رہا تھا۔ اس کے پیشِ نظر پہلی بات یہی تھی کہ شاہراہ کسی بھی لمحے بند مل سکتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔ کومونار کا سٹیٹ کے برفانی میدان ہر لحظہ قریب آ رہے تھے کہ دفعتہً سفید وولگا کے ڈرائیور کو سڑک پر کوئی دو سو گز دُور ایک بیریئر نظر آیا۔ بیریئر کے اردگرد ملیٹیا کے نوجوان، ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے ہوئے تھے۔ سفید وولگا کے ڈرائیور نے کار کی رفتار کم کرنے کے بجائے اور تیز کر دی۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ شاید وہ اپنی کار اس بیریئر سے ٹکرانے کا ارادہ کر رہا ہے اور یہ صریحاً خودکشی ہوگی۔ لیکن اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک سو بیس کلومیٹر کی سپیڈ پر دوڑتی ہوئی کار بیریئر سے ٹھیک پندرہ بیس گز کے فاصلے پر آتے ہی ایک دم سڑک سے اُتر کر برفانی میدان میں پھسلتی چلی گئی اور اس سے پیشتر کہ ملیٹیا کے مسلح نوجوان کوئی کارروائی کر سکیں وولگا کا مشاق اور ماہرِ فن ڈرائیور اُسی سپیڈ پر، بھاگتی ہوئی کار کو بائیں جانب موڑ کر دوبارہ ہائی وے پر لا چکا تھا اور پلک جھپکنے میں کار ان نوجوانوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر اُفق میں گم ہو گئی۔ آسمان پر کُہر دم بدم بڑھتی جا رہی تھی اور برف باری کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ گرد و پیش تاریکی پھیل رہی تھی۔ ایسے موسم میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سفید وولگا کے اندر مزے سے بیٹھے ہوئے خطرناک اور حرّافہ مجرم کو پکڑنا بے حد دشوار محسوس ہو رہا تھا۔ میجر آکیوبان، کیپٹن کوالا گانوف اور کیپٹن لاسکن نے بےبسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سفید وولگا، وونوکوف ایئرپورٹ کی جانب فل سپیڈ سے بھاگی جا رہی تھی۔ میجر نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا کہ وہ اپنی اپنی کاروں میں سوار ہو کر وولگا کا تعاقب کریں۔ مجرم اگر ایک مرتبہ ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہو گیا تو اُسے گرفتار کرنا قطعی ناممکن ہو جائے گا۔ وہ کسی بھی ہینگر یا ایئرپورٹ کے کسی بھی باتھ روم میں گھس گیا تو اسے تلاش کرنے میں گھنٹے نہیں کئی دن لگ جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خصوصی طیارہ ایئرپورٹ پر اس کی آمد کا منتظر ہو اور مجرم اس طیارے میں سوار ہو کر ملیٹیا والوں کا مذاق اڑاتا ہوا نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو جائے۔

وونوکوف ایئرپورٹ اس مقام سے جہاں سے سفید وولگا کے ڈرائیور نے بیریئر پھلانگا تھا، زیادہ سے زیادہ آٹھ کلو میٹر دور تھا اور وولگا کی زبردست رفتار کے آگے یہ فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جتنی دیر میں میجر آکیوبان نے مجرم کے تعاقب کا حکم اپنے ماتحتوں کو دیا، اتنی دیر میں تو مجرم ایئرپورٹ کے اندر داخل ہو چکا تھا، لیکن کرنل اولنیک نے اعلان کیا کہ گھبرانے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ ایئرپورٹ کی حدود میں گھسنے سے پہلے مجرم کو ایک اور رکاوٹ عبور کرنی پڑے گی۔ جنرل وولکوف نے، کنٹرول روم میں نمایاں، ماسکو ریجن کے نقشے پر ادچاکوف ہائی وے کا جائزہ لیا۔ ایئرپورٹ کے نواح میں نیلے رنگ کی بتیاں بار بار جل بجھ رہی تھیں۔ جنرل، مائکروفون پر چلّایا:

"میجر آکیوبان... کیا تم میری آواز سُن رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ کامریڈ میجر جنرل! آپ کی آواز آ رہی ہے۔" سپیکر پر آکیوبان کا جواب آیا۔

"سُنو... وہ ایئرپورٹ کی طرف بڑھ رہا ہے اور یہ کوئی اچھی بات نہیں... تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں کامریڈ میجر جنرل! میں آپ کی بات بخوبی سمجھ رہا ہوں۔ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں"

"ایئرپورٹ سے باہر بسوں، لاریوں اور ٹرکوں وغیرہ کو سڑک پر دو بلاک بنانے کا حکم دے دو... ہو سکتا ہے، کورچاگن نے وولگا کی رفتار کم کر دی ہو تم جانتے ہو ایسے مجرم بہت چالاک ہوتے ہیں۔ اُسے احساس ہو چکا ہے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے اور وہ آسانی سے ایئرپورٹ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لئے وولگا کی رفتار یا تو وہ سست کرنے پر مجبور ہے یا اس دوران ہائی وے سے اُتر کر کسی جگہ پناہ لے چکا ہوگا... بہرحال، اُسے کسی قیمت پر ایئرپورٹ کے اندر نہیں پہنچنا چاہیئے۔ پانچ چھ کلو میٹر تک وہ پیدل بھی دوڑ سکتا ہے۔ ایئرپورٹ ٹرمینل کے چاروں طرف ملیٹیا کے آدمیوں کو پھیلا دو۔"

"بہت بہتر، کامریڈ جنرل..." آکیوبان نے کہا: "کیا کامریڈ شمرایوف آپ کے قریب ہی ہیں؟"

"ہاں۔ آکیوبان، میں بھی جنرل کی رائے پسند کرتا ہوں۔ کورچاگن کو ایئرپورٹ کے اندر مت جانے دینا... اور سُنو، دوسری اہم بات یہ ہے کہ اُسے بہرحال زندہ پکڑنا ہے... مُردہ کورچاگن میرے کسی کام کا نہیں۔"

"میں اُسے زندہ پکڑنے کی کوشش کروں گا... مجھے ابھی ابھی لیفٹیننٹ سٹیپ ساکن نے بتایا ہے کہ ملیٹیا کے کئی ہیوی ٹرک اور بل ڈوزر وغیرہ ایئرپورٹ کو جانے والی مین روڈ پر پچھلے کئی دن سے کھڑے ہیں۔ شاید وہاں سڑک کی مرمت کا کام ہو رہا ہے... ان ہیوی ٹرکوں اور بل ڈوزروں کو حکم دیا جا چکا ہے کہ وہ کسی سفید وولگا کو ایئرپورٹ کی جانب نہ جانے دیں۔ ان میں ایک دو ٹریلر بھی شامل ہیں۔ ہم نے ایئرپورٹ کو جانے والی تمام ٹریفک کی چیکنگ شروع کر دی ہے۔"

"بہت خوب... میں تمہاری کامیابی کا منتظر ہوں، میجر آکیوبان... اوور اینڈ آل۔"

کنٹرول روم میں ٹی وی سکرینیں تمام ہائی ویز کا منظر دکھا رہی تھیں۔ ایک آپریٹر نے مجھے بتایا کہ دو ہیلی کاپٹر ادچاکوف ہائی وے پر پرواز کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں طاقتور ٹی وی کیمرے نصب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے نواح میں محوِ پرواز ہے اور اس کا ٹی وی بھی کام کر رہا ہے۔ کنٹرول ڈیسک کے تمام سپیکر کھلے ہوئے تھے اور آوازوں کے ساتھ ساتھ پچاس میل کے دائرے کے اندر اندر اُبھرنے اور ڈوبنے والے تمام مناظر ٹی وی سکرینوں پر ہماری نگاہ کے سامنے موجود تھے۔

مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر لگی ہوئی چالیس مربع انچ سکرین ایک دم روشن ہو گئی اور اس پر ایک عجیب تماشا نظر آنے لگا۔ میں نے پہچان لیا۔ یہ ایئرپورٹ کو جانے والی سڑک تھی، دور کچھ فاصلے پر ہوائی اڈے کی لال، پیلی اور نیلی روشنیاں جھلملا رہی تھیں کے عقب میں ٹرمینل کی وسیع و عریض عمارت آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ ٹرمینل کے دائیں بائیں حدِ نظر تک رن وے کے دونوں جانب لگے ہوئے سینکڑوں نیلے بلب روشن تھے۔ ایئرپورٹ پر حسبِ معمول بڑی گہما گہمی تھی اور شدید برفباری کے باوجود ہزاروں افراد طیاروں کے ذریعے ہیرآن ایئرپورٹ پر اُتر رہے تھے اور اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

ٹی وی کی دوسری سکرین پر مجھے کئی ہیوی ٹرک، ٹریلر اور بُل ڈوزر دکھائی دیئے ان کے آس پاس ملیٹیا کے نوجوان بے حس و حرکت کھڑے، سفید وولگا کا انتظار کر رہے تھے۔ انہی میں یکایک مجھے میجر آگیوبان کا چہرہ بھی نظر آیا۔ میجر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں نے مائکروفون میں کہا: "میجر! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا نئی رپورٹ ہے؟"

"میرے آدمی تمام نواحی علاقوں میں گشت کر رہے ہیں، کامریڈ!"

دفعتہً وہ چلّا: "سفید وولگا آ رہی ہے ... اُف ... یہ شخص تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

"میں پلک جھپکائے بغیر ٹی وی سکرین کو تک رہا تھا۔ اندھیری سڑک پر دور سے کسی کار کی ہیڈ لائٹس چمکتی ہوئی دکھائی دیں جو برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی، ہیرآن اُن بُل ڈوزروں اور ہیوی ٹرکوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ڈرائیور یقیناً خودکشی پر تلا ہوا تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وولگا کو کسی بُل ڈوزر سے ٹکرا کر پاش پاش کر ڈالے۔ مگر اس

حرکت میں اس کی جان کو بھی تو خطرہ لاحق تھا ... میں نے ریڈیو انٹرکام کے ذریعے آگیوبان سے کہا کہ وہ وولگا کو بچائے ... اگر کار کسی بھی ٹرک یا بُل ڈوزر سے ٹکرا گئی تو مجرم کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا، کامریڈ ..." آگیوبان کی بھرّائی ہوئی آواز سپیکر پر گونجی۔

یکایک تمام بُل ڈوزروں اور ہیوی ٹرکوں کی ہیڈ لائٹس روشن ہو گئیں اور ان کی ناقابلِ برداشت روشنی میں وولگا کی ونڈ سکرین نہا گئی ... دوسرے ہی لمحے ایک دھماکہ سا ہوا جو اس قدر ہولناک تھا کہ ہم نے ملیٹیا ہیڈ کوارٹر کے کنٹرول میں سپیکروں پر اس کی آواز سُنی ... دیکھتے دیکھتے سفید وولگا نے قلا بازیاں سی کھائیں۔ پھر اس کے اندر سے ایک آدمی اچھل کر سڑک پر آن گرا۔ وولگا نے آخری لڑھکنی کھائی اور ٹریلر سے ٹکرا گئی۔ پھر وہاں آگ کے اونچے اونچے شعلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے سکرین پر دیکھا کہ میجر آگیوبان اور اُس کے ساتھی سڑک پر گرے ہوئے آدمی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

میجر آگیوبان کی کار بتیارکا جیل کی اونچی اونچی دیواروں سے ایک فرلانگ اِدھر ہی رُک گئی، کار ڈرائیو کرنے والے سارجنٹ نے پلٹ کر اپنے افسر کی طرف دیکھا۔ میجر نے اس کا مطلب سمجھ کر نفی میں گردن ہلائی۔ ایک گہرا سانس کھینچ کر میجر نے بائیں ہاتھ سے کار کا اگلا دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔ بتیارکا جیل کے قدیم قلعہ نما عمارت کی دیواریں آسمان سے باتیں کرتی دکھائی دیتی تھیں۔ کسی زمانے میں یہاں روس کے شہنشاہ رہتے تھے اور انہوں نے اپنی جانوں اور زر و جواہر کی حفاظت کے لیے یہ موٹی موٹی اور اونچی اونچی دیواریں تعمیر کروائی تھیں۔ بتیارکا جیل کی اپنی ایک تاریخ تھی، ظلم و ستم اور وحشت و بربریّت کی تاریخ ... اس کی دیواروں اور تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں سینکڑوں، ہزاروں بے گناہ افراد موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے۔ مشہور تھا کہ بتیارکا جیل میں داخلے کے بہت سے راستے ہیں، لیکن واپس آنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کسی زمانے میں اس کی دیواروں کا رنگ گہرا سرخ تھا جو امتدادِ زمانہ سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اب بھورے، سُرمئی اور سیاہ رنگوں میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ غیر ملکی سیاح جب ادھر سے گزرتے تو ان کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے پھیل جاتیں۔ انہیں شک گزرتا کہ وہ کریملن کی عمارت کے نزدیک آن پہنچے ہیں۔ مگر فوراً ہی ان کی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی۔ بتیار کا جیل کی عمارت اور کریملن کی عمارتوں میں خاصی مشابہت تھی، تاہم بتیار کا جیل اپنی تمام تر وسعتوں کے مقابلے میں کریملن کی ہیبت اور دہشت بلکہ شان و شکوہ سے بہت پیچھے تھی۔

پیٹر دی گریٹ کے دور میں یہ عمارت بنی تھی اور پھر اس میں عہد بہ عہد تعمیراتی اضافے ہوتے رہے۔ کبھی کبھی اتنے قیدی یہاں آجاتے کہ انہیں رکھنے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ زار کی طرف سے حکم دیا جاتا کہ جن قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں جگہ نہیں مل سکی، انہیں قتل کر دیا جائے۔ ایک ایک دن میں بیسیوں لاشیں بتیار کا جیل کے عقبی میدان میں پھینکی جاتی تھیں۔ جہاں انہیں برف ڈھانپ لیتی اور بعد ازاں جنگلی جانور اور مُردار خور پرندے مہینوں، برسوں ان کے گوشت سے اپنا پیٹ بھرا کرتے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا۔

میجر اکپوریان اگرچہ پہلے بھی کئی بار مختلف کاموں کے سلسلے میں جیل کے اندر جا چکا تھا۔ مگر اس مرتبہ نہ جانے کیوں اُس کے ذہن میں ایک انجانا سا خوف طاری ہو رہا تھا۔ اپنی کار کے قریب کھڑے کھڑے اُس نے اینٹوں سے بنی ہوئی اُن چوڑی چوڑی سیڑھیوں کا جائزہ لیا جن پر چڑھ کر جیل کے بڑے پھاٹک میں لوگ داخل ہوتے تھے اور اس پھاٹک پر لوہے کے دو دروازے بنائے تھے۔ بڑا دروازہ عموماً بند ہی رہتا ——— جب کہ چھوٹا دروازہ آمد و رفت کے لیے چوبیس گھنٹے کھلا رکھا جاتا۔ بڑے پھاٹک کے ساتھ ہی مسلح گارڈز کا کمرہ تھا۔ اس وقت بھی وہاں آٹھ باوردی گارڈز ہاتھوں میں خودکار سٹین گنیں تھامے پہرہ دے رہے تھے دوسری جانب جیل خانے کا استقبالیہ روم بنایا گیا تھا۔ جونہی کوئی بدنصیب مجرم یا قیدی استقبالیہ میں لایا جاتا، وہاں موجود کرخت

چہروں اور مکروہ آوازوں والے افسروں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگتیں، وہ بھوکے اور خونخوار بھیڑیوں کی طرح اُس قیدی کا جائزہ لیتے اور اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے کے لیے فوراً مستعد ہو جاتے۔

میجر اکپوریان نے اپنا دل مضبوط کیا اور بڑے پھاٹک کی طرف چل پڑا۔ خلافِ معمول اُسے استقبالیہ میں خاصی رونق دکھائی دی۔ بہت سے افراد اُترے ہوئے چہروں اور مایوس نگاہوں کے ایک ہجوم کی صورت میں استقبالیہ کے اندر موجود تھے۔ یہ سب اُن گرفتار شدگان کے رشتے دار تھے جنھیں چند روز پہلے آپریشن کاسکیڈ کے دوران ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، چور بازاری وغیرہ کے الزامات کے تحت پکڑ کر بتیار کا جیل کی نذر کر دیا گیا تھا اور اب اُن کے رشتے دار ملاقات کے لیے آئے تھے۔ ہر فرد کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی چھوٹا بڑا پارسل تھا۔ اس پارسل میں قیدی کے لیے ضرورت کی چیزیں پیک کی گئی تھیں۔ مگر جیل کے حکام کسی شخص کو قیدیوں سے ملاقات کی اجازت دینے پر تیار نہ تھے، البتہ انھوں نے اتنا کرم ضرور کیا کہ قیدیوں سے ملاقات کے خواہشمندوں کو پارسلوں کے بوجھ سے نجات دلا دی۔ حکم جاری ہوا کہ تمام پارسل ایک کونے میں ڈھیر کر دیے جائیں اور ان پر متعلقہ ملزم کا نام وغیرہ درج کر دیا جائے۔ یہ پارسل بحفاظت ہر ملزم تک پہنچا دیے جائیں گے؟ چنانچہ چند لمحوں کے اندر اندر وہاں پارسلوں کا انبار لگ گیا۔ قیمتی گرم کوٹوں، پتلونوں، بسکٹوں، کمبلوں، ٹوپیوں کا ایک بڑا انبار ان پارسلوں کے علاوہ تھا۔ یہ بے چارے لوگ اس وہم میں مبتلا تھے کہ وہ قیدیوں کے لیے جو اشیاء لائے ہیں، اُن تک پہنچ جائیں گی، حالانکہ یہ چیزیں کبھی اصل حقداروں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ وہ استقبالیہ سے براہِ راست مارکیٹ میں بھیجی جاتیں اور ان کے جو دام وصول ہوتے۔ وہ بتیار کا جیل کے ہر چھوٹے بڑے افسر کی جیب میں پوری ایمانداری سے بطور حصہ رسد پہنچا دیے جاتے تھے۔

استقبالیہ کے برابر ایک اور چھوٹا سا آفس تھا۔ اس کے دروازے پر دو مسلح

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گارڈ ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔ میجر آکپوبان نے آفس کی طرف قدم بڑھایا اور پردہ اُٹھا کر اندر چلا گیا۔ ایک لمبی میز کے دوسری طرف پانچ آدمی برابر برابر بیٹھے تھے۔ یہ سب کے سب بُنیار کا جیل کے آفیسر تھے اور ان سب کو میجر آکپوبان اچھی طرح پہچانتا تھا۔ ان میں پہلا افسر شوبالوکوف تھا۔ دوسرا تربانی، تیسرا گروزیلوف، چوتھا چرناٹکی اور پانچواں کیپٹن زوشنکو۔ ان پانچوں میں عہدے اور منصب کے اعتبار سے کوئی فرق نہ تھا۔ کبھی ایک افسر اعلیٰ ہوتا، اور کبھی دوسرا۔

اُنہوں نے بیک وقت گردنیں اُٹھا کر میجر آکپوبان کو دیکھا اور بیک وقت اُن پانچوں کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آکپوبان سمجھ گیا کہ درمیان میں بیٹھا ہُوا آدمی افسرِ اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہا ہے چنانچہ اس نے مصافحے کے لیے گروزیلوف کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ گروزیلوف مسلسل مسکرا رہا تھا۔ میجر آکپوبان نے دیکھا کہ اُس کے سونے کے بنے ہوئے دو دانتوں میں تیسرا دانت بھی شامل ہو گیا ہے۔

"تشریف رکھیے میجر آکپوبان..." گروزیلوف نے کہا اور آکپوبان تلملا گیا، کیونکہ اس نے گروزیلوف کے لہجے میں چھپا ہُوا طنز بھانپ لیا تھا۔ "فرمایئے، ہم لوگ آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔؟"

"مَیں تم لوگوں کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" آکپوبان نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے بتاؤ وہ شخص بریاتسکی کہاں ہے؟"

"آہا... بریاتسکی... غالباً تم اس کوتّے کا پوچھ رہے ہو جس پر امریکی ہونے کا دھوکا ہوتا ہے۔"

آکپوبان نے اثبات میں گردن ہلائی: "مجھے معلوم نہیں وہ امریکی ہے یا جاپانی... میں نے آج تک اُسے دیکھا نہیں..."

"بہت خوب..." گروزیلوف نے کہا۔ "پھر تم کس سلسلے میں یہ سب کچھ پوچھ رہے ہو میجر!"

"وہ ایک خصوصی کیس ہے۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر کی اسپیشل برانچ کو مطلوب ہے۔"

اس فقرے پر گروزیلوف سمیت چاروں نے قہقہہ لگایا: "میجر آکپوبان! کیا تم نے اپنی خدمات ماسکو سی آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن سے پبلک پراسیکیوٹر آفس میں تبدیل کرا لی ہیں...؟"

"نہیں... مَیں فی الحال وہیں کام کر رہا ہوں... دراصل جنرل زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین صدر برزنیف کے خصوصی حکم کے تحت اسپیشل انوسٹی گیٹر کامریڈ شمرالیوف کر رہے ہیں اور انہیں خصوصی اختیارات صدر کی جانب سے دیے جا چکے ہیں... میجر وٹیلوف آنجہانی شمرالیوف کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اُن کے گزر جانے کے بعد کامریڈ شمرالیوف کے ساتھ مجھے منسلک کر دیا گیا ہے..."

اُن پانچوں کی مسکراہٹیں یک لخت فنا ہو گئیں... اور انہوں نے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے کچھ کہا۔ میجر آکپوبان نے کسی قدر بلند آواز میں کہا: مناسب یہ ہے کہ آپ لوگ فوراً بریاتسکی کو میرے سامنے پیش کر دیں۔ یہ صدر برزنیف کا حکم ہے... اور غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو اس کے اثرات کتنے ناخوشگوار ہوں گے۔"

"گویا آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں؟" کیپٹن زوشنکو نے پہلی بار زبان کھولی۔

"یہی سمجھ لیجیے۔" آکپوبان بپھر گیا۔ "بعض اوقات لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔"

"آپ ہماری توہین کر رہے ہیں، میجر..." شوبالوکوف اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہُوا... "کیا آپ کے پاس بریاتسکی سے ملاقات کا اجازت نامہ موجود ہے؟"

"ہاں ــ موجود ہے..." آکپوبان نے کہا اور جیب سے کاغذ نکال کر میز پر پھینک دیا۔ پانچوں نے باری باری یہ کاغذ دیکھا اور اُن کے پھولے ہوئے چہروں کا رنگ بدلتا گیا۔ آخر گروزیلوف نے کہا:

"معاف کرنا میجر، مَیں اس کاغذ کے اصلی ہونے کے بارے میں تصدیق کرنا چاہتا ہُوں۔ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں انتظار کروں گا... آپ اس اجازت نامے کے بارے میں جس طرح جی چاہے، اپنی تسلی کر لیں۔"

میز کے ایک کنارے پر رکھے ہوئے تین ٹیلی فونوں میں سے گروزیلوف نے سیاہ رنگ کا فون اُٹھایا اور کہا: "مہربانی کر کے کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر میں جنرل پروزروکوف سے بات کراؤ... فوراً..."

جنرل پروزروکوف کا نام سن کر آکپوبان کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتا پہچانتا تھا۔ کے جی بی میں وہ ڈپٹی چیئرمین کے عہدے پر فائز اور آندروپوف کے لیے حد نزدیک تھا۔ آندروپوف اور پروزروکوف کی خواہش تھی کہ برزنیف کے ہم زلف جنرل زیوی گن کو کے جی بی سے جس طرح بھی ممکن ہو نکالا جائے۔ اس لیے کہ زیوی گن ان دونوں کی راہ کا سب سے بڑا روڑہ تھا اور پھر زیوی گن راستے سے ہٹ گیا۔ اُسے ہٹانے والے ابھی تک آزاد پھر رہے تھے، اور کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اُن سے کوئی بات بھی اس کیس کے سلسلے میں براہِ راست پوچھ سکے۔ آندروپوف تو خیر کے جی بی کا چیئرمین ہونے کے ساتھ ساتھ پولٹ بیورو کا مضبوط رکن بھی تھا اور شاید برزنیف کا سب سے بڑا حریف، تاہم جنرل پروزروکوف کے کاٹے کا منتر بھی نہ تھا۔ اور اس ذاتِ شریف کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر گھناؤنے کام کا منصوبہ اس کے زرخیز ذہن میں پرورش پاتا، لیکن وہ خود پسِ پردہ رہتا۔

میجر آکپوبان کی نظریں گروزیلوف کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ کچھ بے چین سا ہے۔ شاید جنرل پروزروکوف لائن پر آ رہا تھا۔ "ہیلو... میں گروزیلوف ہوں جناب... ستینیار کا جیل سے... یہاں ایک شخص آیا ہے... وہ اپنا نام آکپوبان بتاتا ہے جناب والا... میرا خیال ہے تھرڈ سیکشن میں کام کرتا ہے... میجر آکپوبان... اس کا کہنا ہے کہ وہ جنرل زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین کرنے پر متعین کیا گیا ہے... جی ہاں... جی ہاں...

آپ خود اس سے بات کر لیجیے... وہ ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے جناب۔"

گروزیلوف نے ریسیور آکپوبان کی طرف بڑھا دیا۔ آکپوبان کا بلڈ پریشر پہلے ہی خاصا بڑھ چکا تھا۔ اُس کے کانوں سے ایک بھاری اور غصیلی آواز ٹکرائی۔

"کون ہو تم؟ کیوں ان لوگوں کو پریشان کر رہے ہو؟ تمہارا ان سے کیا واسطہ ہے؟"

"میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" آکپوبان نے جواب دیا۔ "ابھی ابھی گروزیلوف میرے بارے میں آپ کو بتا چکا ہے۔ اگر آپ بھول چکے ہیں تو میں یاد دلائے دیتا ہوں... میرا نام آکپوبان ہے... ماسکو سی آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن سے متعلق ہوں... میجر کا رینک رکھتا ہوں... پبلک پراسیکیوٹر آفس کے اسپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف کے ساتھ ان دنوں آنجہانی جنرل زیوی گن کی پُراسرار موت کے بارے میں تفتیش کر رہا ہوں... امید ہے اتنا تعارف بہت ہو گا... اب براہ کرم آپ اپنے بارے میں بتائیے کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟"

"کیا کہا تم نے؟" پروزروکوف دہاڑا۔ "تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟"

"بتایا ہے... لیکن مجھے کیونکر یقین ہو کہ جس سے میں مخاطب ہوں، وہ وہی آدمی ہے جس کا نام مجھے بتایا گیا ہے؟"

دوسری جانب ایک لمحے خاموشی رہی، پروزروکوف نے بھنّا کر کہا: "تم نہایت بیہودہ شخص ہو... مجھے تمہارے اس رویّے کے بارے میں بات کرنا پڑے گی... سنو... میرا نام پروزروکوف ہے... جنرل پروزروکوف... اور میں کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین ہوں... میری شناخت کا تم یوں یقین کر سکتے ہو کہ فون بند کر دو اور ستینیار کا جیل سے دفان ہو کر باہر کسی بھی جگہ سے کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر فون کرو اور آپریٹر سے کہو کہ تم پروزروکوف سے بات کرنا چاہتے ہو۔ میں ابھی یہاں موجود ہوں... اگر یہ کام بھی مشکل ہے تو سیدھے ادھر آ جاؤ..."

"بہت خوب... گویا آپ کا خیال ہے کہ میں بیکار آدمی ہوں جو خواہ مخواہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اِدھر اُدھر بھاگتا پھروں؟" میجر آکپویان نے کہا۔ "آپ جنرل پروزروکوف ہیں یا نہیں ہیں، مجھے اس سے کیا سروکار؟ مجھے آپ سے بات کرنے کی ضرورت ہے نہ فرصت ..."

اور اس سے پہلے کہ پروزروکوف طیش میں آن کر لام کاف شروع کرے، آکپویان نے رسیور گروزیلوف کے آگے دھر دیا۔ گروزیلوف نے رسیور کان سے لگایا اور جلدی سے کہا: "جناب، میں گروزیلوف ہوں... دیکھا آپ نے یہ شخص جس کا نام میجر آکپویان ہے، کس قدر گستاخ اور بدتمیز واقع ہوا ہے.. بہرحال میں آپ کے احکام کا منتظر ہوں۔ اسے کیا جواب دوں؟"

جنرل پروزروکوف نے جو کچھ کہا، وہ گروزیلوف نے چپ چاپ سُنا اور پھر فون بند کر دیا۔

"بورس بریانسکی کہاں ہے... اُسے فوراً پیش کرو..." آکپویان نے اُن لوگوں کو سوچنے کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا۔

"اس وقت وہ ناشتہ کر رہا ہوگا... انویسٹی گیشن بلاک میں اُسے رکھا گیا ہے ... آفس نمبر چھ... لیکن وہاں جانے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاتی" کیپٹن زرونسکی نے منہ بنا کر کہا۔ "بہتر ہے آپ کسی اور وقت تشریف لائیں۔"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ میں خود وہاں جانا چاہتا ہوں۔" آکپویان آہستہ سے بولا۔ "میں نے اُسے یہاں لانے کے لیے کہا ہے۔"

"کامریڈ آکپویان... شاید آپ یہ بات فراموش کر رہے ہیں کہ اس وقت آپ کہاں بیٹھے ہیں! معاف کیجیے یہ آپ کا دفتر یا پبلک پراسیکیوٹر آفس نہیں جہاں ناکارہ، آوارہ اور بدقماش قسم کے لوگ آپ کی آواز سُن کر دہل جاتے ہیں ... یہ بتیارکا جیل ہے ... ملک کی سب سے بڑی اور سب سے پرانی جیل ... اور آپ جن لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کی کوششوں میں پچھلے آدھ گھنٹے سے مصروف ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن کا محض نام سُن کر ہی بڑے بڑوں کا پیشاب خطا ہوتا

ہے ... آپ کس کھیت کی مولی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کسی بھی قیدی کو آپ کی خدمت میں حاضر نہ کریں، تب آپ کیا کریں گے؟"

آکپویان ابھی اس بکواس کا جواب دینے نہ پایا تھا کہ ایک شخص دفعتہً کمرے میں داخل ہوا اور وہ پانچوں ہڑبڑا کر اپنی اپنی کرسیوں سے آنے والے کے احترام میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آکپویان نے گردن گھما کر اُسے دیکھا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ اُس کے سامنے لیفٹیننٹ جنرل نیگرایوف پورے شان و شکوہ سے، فوجی وردی پہنے مسکرا رہا تھا۔ آکپویان نے اُسے سیلوٹ کیا۔ نیگرایوف نے سیلوٹ کا جواب دیا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہو کہا: "ارے آکپویان تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ خیر تو ہے؟ بیٹھو بیٹھو..."

"کچھ نہیں جناب... ایک کام سے ادھر آیا تھا... کیا آپ اِن دنوں یہیں ہیں؟"

"ہاں... مجھے اس جیل کا چارج سنبھالے ہوئے دو ہفتے ہوئے ہیں" جنرل نیگرایوف نے کہا۔ پھر اس نے اپنے پانچوں ماتحتوں پر یکے بعد دیگرے گہری نظر ڈالی۔ وہ سب کے سب بے حد نروس دکھائی دے رہے تھے۔ جنرل نے اپنی ذہانت سے یہ صورتِ حال بھانپ لی اور آکپویان سے کہا: "آؤ میرے آفس میں چلو... وہیں بات چیت کریں گے... تمہارا یہاں آنا خالی از علت نہیں ہو سکتا... ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

جنرل نیگرایوف کا وسیع دفتر استقبالیہ سے ایک فرلانگ دور بتیارکا جیل کے ایک کشادہ حصے میں بنا ہوا تھا۔ میجر آکپویان نے وقت ضائع کیے بغیر اپنی آمد کا مقصد بیان کر دیا اور ان پانچوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بھی بتا دیا۔ جنرل پروزروکوف کا ذکر اس نے مصلحتاً گول کر دیا۔ نیگرایوف کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ خوفناک حد تک سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ آکپویان خاموش ہوا تو جنرل نے میز پر پڑا ہوا خوبصورت گولڈن سگریٹ کیس اٹھایا، اس میں سے دو سگریٹ نکالے دونوں کو اپنے ہونٹوں میں دبا کر بیک وقت سلگایا، پھر ایک سگریٹ آکپویان کی طرف بڑھا کر آہستہ سے بولا: "کیا تم جانتے ہو یہ شخص بریانسکی اصل میں کون ہے؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میجر نے دانستہ نفی میں گردن ہلائی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جنرل نیگرایوف خود بریاتسکی کے بارے میں کیا جانتا ہے ...

دو تین کش زور زور سے لے کر جنرل نے گاڑھا سیاہ دُھواں نتھنوں سے خارج کرتے ہوئے کہا: "یہ شخص بورس بریاتسکی لمبے ہاتھ پاؤں رکھنے والا انتہائی پُراسرار آدمی ہے ... بظاہر وہ ایک تھیئٹر میں گانے کا دھندا کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک امریکی جاسوس ہے .. کے جی بی اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ہر فرد اُسے اچھی طرح جانتا ہے ..."

آکیوپیان نے حیرت زدہ رہ جانے کی اداکاری پیش کی اور اپنا منہ کھول کر آنکھیں پھاڑ دیں: "اوہ ... یہ بات میرے علم میں نہ تھی ... حالانکہ میں بھی سی آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن میں کام کرتا ہوں ..."

نیگرایوف ہلکے سے مسکرایا: "ہمارے پاس بریاتسکی کے بارے میں اچھے خاصے ثبوت موجود ہیں کہ وہ امریکی سی آئی اے کے لیے کام کرتا رہا ہے ... اس کے باوجود ہم نے اُسے ڈھیل دے رکھی ہے؟"

"تعجب ہے!" آکیوپیان نے کہا۔ "جانے اب تک وہ کتنے اہم راز امریکہ پہنچا چکا ہوگا ... کیا میں دریافت کر سکتا ہوں جناب کہ بریاتسکی کو اس قدر ڈھیل کس لیے دی جا رہی ہے؟"

نیگرایوف نے سگریٹ کا آخری ٹکڑا ایک لمبا کش لے کر ایش ٹرے میں پھینک دیا۔

"یہ سب کامریڈ برزنیف اور اُن کے ہم زلف آنجہانی زیوی گن کی مہربانی تھی ... بریاتسکی اور زیوی گن میں شراب، جوئے اور فاحشہ عورتوں کے واسطے سے گہرا یارانہ تھا اور دوسری طرف اس بدمعاش نے برزنیف کے گھر میں بھی نقب لگا رکھی تھی۔"

"برزنیف کے گھر میں نقب؟" آکیوپیان سب کچھ جاننے کے باوجود قطعی

اَن جان بن چکا تھا۔ "مَیں کچھ سمجھا نہیں۔"

"ہاں ... یہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آنے والی چیز ہے، میجر آکیوپیان ... یہ امریکی جاسوس برزنیف کی بیٹی گالیا کو اپنی مصنوعی محبت کے جال میں پھانس کر برزنیف تک پہنچ چکا ہے۔"

آکیوپیان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر یوں تھام لیا جیسے اُسے اس انکشاف پر سخت صدمہ پہنچا ہو ...

"بہرحال ... اب وہ بدمعاش ہمارے ہتھے چڑھ چکا ہے ... اس نے گزشتہ روز سرکس میں کام کرنے والی ایک عورت کے مکان میں گھس کر قیمتی چیزیں چُرانے کی کوشش کی اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

"کامریڈ شمرایوف کا خیال ہے کہ زیوی گن کی پُراسرار موت میں بھی یہ شخص کسی نہ کسی طور ملوث ہے۔" آکیوپیان نے کہا۔ "اور اگر ہم کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے بریاتسکی نے قتل کیا تھا تو اِسے بڑی آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے ..."

"تم ٹھیک کہتے ہو میجر آکیوپیان ..." جنرل نے کچھ غور کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کام اتنا آسان بھی نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو ... گالیا برزنیف اس بدمعاش کے عشق میں دیوانی ہو رہی ہے ... تم جانتے ہو اس کا باپ اس کی کوئی فرمائش نہیں ٹالتا۔"

"یہ جاننے کے باوجود کہ بریاتسکی، جنرل زیوی گن کا قاتل ہے۔ برزنیف اُسے بچانے کی کوشش کرے گا؟"

"میں نہیں جانتا کہ برزنیف کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا۔" نیگرایوف نے جواب دیا۔ "البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ زیوی گن کی موت کے پیچھے کوئی گہری سازش کام کر رہی تھی۔ بہرکیف یہ امر میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ محض دو آدمیوں کو بچانے اور چھپانے کے لیے حکومت کے اتنے بڑے بڑے ادارے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔"

"دو آدمی؟" آکیوپیان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "دوسرا آدمی کون ہے؟ ایک تو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بریانسکی ہوا، یہ دوسرا کہاں سے آگیا؟"

نیگرایوف مسکرایا۔ "آہا... اس کا مطلب یہ ہے کہ میک بھولے بھالے میجر اکپویان کو اس کیس کی ابجد کا بھی علم نہیں... وہ دوسرا آدمی چھوٹے قد کا ساندرو کاتوری ہے اور اس وقت کوٹھڑی نمبر پانچ سو تین میں بیٹھا کچھ کھا پی رہا ہوگا ...اور شاید تم یہ سن کر مزید حیران پریشان ہوگے کہ جس وقت جنرل زریوی گن اپنے اپارٹمنٹ میں موت کے گھاٹ اُتر رہا تھا اس وقت ساندورو کاتوری وہاں موجود تھا۔"

اکپویان کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ پہلی بار ایک اور پُراسرار نام سامنے آیا تھا۔ یکایک اُس کے ذہن میں ایک اور نام چمکا "زریوی گن کے اپارٹمنٹ میں سرخ بالوں والی ایک چالیس سالہ عورت بھی باقاعدگی سے آیا کرتی تھی۔ اس کا نام سونیا بتایا گیا ہے... کیا وہ بھی اسی جیل میں ہے؟"

"سونیا؟" جنرل نے بھویں سکیڑ کر پوچھا "میں نے پہلے اس نام کی کسی عورت کا ذکر نہیں سُنا... جیل میں اس وقت جتنی عورتیں موجود ہیں اُن میں بہت سی سرخ بالوں والی بھی ہیں، تاہم ان میں سے کوئی چالیس برس کی نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسا۔ "اس لیے کہ آج تک کوئی عورت چالیس برس کی نہیں ہوئی!"

جب میں تارس کارپووچ وینڈیلوفسکی کے کمرے میں داخل ہوا، وہ گرم گرم قہوے کی چُسکیاں لے رہا تھا۔ معمول کے مطابق اُس کے کمرے میں مختلف نوعیت کا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا۔ گندی پیالیاں اور پلیٹیں، گرد آلود فائلیں، پھلوں کے چھلکے اور باسی گوشت کے ٹکڑے سب اس طرح گڈمڈ تھے کہ اس انبار میں سے کوئی ایک چیز تلاش کرنا بہت دشوار تھا۔ تارس کارپووچ پبلک پراسیکیوٹر آفس کا سب سے پُرانا اور انتہائی "گرگِ باراں دیدہ" قسم کا ایجنٹ تھا۔ اس وقت وہ عمر کے بہتر مرحلے طے کر چکا تھا اور کسی طرح ریٹائر ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ دراصل اُسے ریٹائر کرنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ وہ ہر طرح حاضر دماغ، ہوشیار اور مستعد تھا اور ہمیشہ اپنے شکار کی تلاش میں سرگرداں رہتا۔ اُسے چہرے شناخت کرنے یادوں میں چھپے ہوئے

راز جاننے میں اتنی مہارت حاصل ہو چکی تھی کہ محض سرسری نظر ڈال کر کسی بھی اجنبی کے بارے میں بتا دیتا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اُس کے اندازے عموماً درست نکلتے تھے۔ رائج الوقت قوانین اور تعزیرات اس کی چھوٹی سی کھوپڑی میں یوں محفوظ تھیں جیسے کوئی جدید ترین کمپیوٹر اپنے اندر ہزارہا معلومات محفوظ رکھتا ہے۔ پُرانے سے پُرانے واقعات اور حادثات اُسے تفصیلات اور جزئیات کی حد تک یاد تھے۔ نوجوان اور ناتجربہ کار سپیشل ایجنٹوں کے لیے تارس کا وجود بڑا غنیمت تھا۔ اُس کی حیثیت محکمے میں ایک گاگ استاد کی سی تھی اور خود چیف پبلک پراسیکیوٹر ریکنکوف اس کا بڑا احترام کرتا تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا: "دیکھو، اس کیتلی میں قہوہ ابھی گرم ہوگا... پینا چاہو تو پیالی میں اُنڈیل لو..."

میں نے تھوڑا سا سیاہ قہوہ پیالی میں اُنڈیل لیا۔ لیکن اسے پینے کی ہمت یوں نہ تھی کہ یہ گاڑھا کالا سیال پی کر اپنے ہوش و حواس برقرار رکھنا دشوار تھا۔ تارس نے غور سے میرا جائزہ لیا جیسے وہ میرے باطنی حالات جاننے کی کوشش کر رہا ہو...

میں بھی خواہ مخواہ مسکرایا۔

"یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کون عورت زور زور سے چلّا رہی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"یہ کامریڈ برزنیف کی چہیتی بیٹی گالیا تھی۔"

تارس کے بوڑھے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ جیسے اپنی موت مر گئی۔ وہ سخت خوف زدہ نظر آنے لگا۔

"گالیا برزنیف"؟ وہ بڑبڑایا... "کیا اس نے اب اس عمارت کا راستہ بھی دیکھ لیا ہے؟"

میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ "کامریڈ تارس کارپووچ! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ گالیا برزنیف بپھری ہوئی شیرنی بن کر آئی تھی اور تمہارے بارے میں بھی پوچھ رہی تھی۔"

تارس نے بدحواس ہو کر قہوہ کی پیالی میز پر رکھ دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ "گالیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

برزنیف میرے بارے میں پوچھ رہی تھی؟"

"ہاں... لیکن عین اُسی لمحے باکلانوف وہاں آگیا اور گالیا اس پر پل پڑی۔ وہ ابھی تک باکلانوف کے کمرے میں ہے۔"

تارس دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے قہوے کی پیالی اُٹھا لی: "میرا خیال ہے اب باکلانوف کی خیر نہیں، وہ ضرور اُسے مارے گی۔"

"باکلانوف نے حرکت ہی ایسی کی ہے۔" میں نے کہا۔ "اُس نے گالیا کے ایک چاہنے والے گوئیے کو چوری کے الزام میں پکڑ کر تبیاد کا جیل بھجوا دیا ہے.... گالیا اُس پر برافروختہ ہو رہی ہے، ہو سکتا ہے، اب اس نے اُس کی بوٹیاں نوچ ڈالی ہوں۔"

"کچھ بعید نہیں... کچھ بعید نہیں..." تارس نے آہستہ سے کہا۔ "اچھا چھوڑو اس قصے کو، یہ بتاؤ تمہارا معاملہ کہاں تک پہنچا؟"

"وہیں ہے جہاں پہلے تھا۔" میں نے منہ لٹکا کر کہا۔ "زیوی گن کی موت کا معمّہ حل کرنے میں اب تک کئی افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں اور ممکن ہے۔ آئندہ میری باری ہو... وقت خاصا گزر چکا ہے اور میں حیران ہوں کہ برزنیف کو کیا منہ دکھاؤں گا۔"

تارس کی خوش طبعی دفعتہً لوٹ آئی: "منہ تب دکھاؤ گے جب زندہ بچو گے۔ میری مانو، اس جھنجھٹ سے جتنی جلد خود کو الگ کر لو، اُتنا ہی تم سب کے حق میں بہتر ہے۔ یہ دراصل برزنیف، آندروپوف، سسلوف اور شولوخوف کے مابین شطرنج ہو رہی ہے۔ آندروپوف اور اس کے ساتھیوں کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے... برزنیف اپنا ہم زلف کھو چکا ہے... کہیں ایسا نہ ہو..."

اُس نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ خالی پیالی ایک طرف کھسکا کر اس نے سگار سلگایا اور مفکّرانہ انداز سے کہنے لگا: "کامریڈ شمرالوف، تمہیں ۱۹۷۵ء کی وہ خوفناک آگ یاد ہے جو رُوسیا ہوٹل کی دسویں منزل میں لگی تھی۔ اس حادثے میں ستائیس غیر ملکی افراد جل کر کوئلہ ہو گئے تھے اور اکہتّر افراد شدید زخمی ہوئے تھے۔ اس آگ میں ہوٹل کے ویسٹ وِنگ کی نویں، دسویں اور گیارہویں منزلیں تباہ ہو گئی تھیں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے... غالباً یہ آگ بجلی کی اندرونی تاروں میں نقص کے باعث لگی اور چونکہ فائر بریگیڈ کے تمام اسٹیشن اُس رات ماسکو سے چالیس میل دُور بھیجے جا چکے تھے، اس لیے آگ پر فوری قابو نہیں پایا جا سکا تھا..."

تارس نے اثبات میں کئی بار گردن ہلائی: "بے شک سرکاری رپورٹ میں کہا گیا تھا مگر اصل حقیقت کچھ اور تھی، اور اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ ۱۹۷۵ء کی اس آتشزدگی اور جنرل زیوی گن کی پُراسرار موت میں گہرا تعلق ہے..."

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جب تم سارے حالات سنو گے، تب تمہیں حقیقت کا اندازہ ہو گا۔ بیوقوف لوگوں کا خیال ہے کہ روسیا ہوٹل میں اُس شب وہ آگ اتفاقیہ طور پر لگی تھی، حالانکہ مَیں آج بھی پورے ثبوت فراہم کر سکتا ہوں کہ وہ آگ جان بوجھ کر لگائی گئی تھی... اس ہولناک ڈرامے کے دو بڑے کردار دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ایک جنرل پیپٹن اور دوسرا جنرل زیوی گن۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں حریفوں اور ایک دوسرے کے جانی دشمنوں کی موت نہایت اندوہناک حالات میں واقع ہوئی۔ پیپٹن کو کابل سے ماسکو واپسی پر طیّارے کے اندر شوٹ کر دیا گیا۔ جبکہ زیوی گن کو اس کے اپارٹمنٹ میں قتل کیا گیا۔"

"ذرا ایک منٹ رکو..." میں نے کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ جنرل زیوی گن نے خودکشی نہیں کی؟"

"یہ بات اگر تم پہلے ہی دن پوچھ لیتے تو بہت سی مشکلیں حل ہو جاتیں۔" تارس نے کہا۔ "زیوی گن کو قتل ہونا ہی تھا۔ وہ خود اپنی جان کا دشمن بن چکا تھا اور اس نے چاروں طرف سے بچنے کے راستے مسدود کر دیے تھے۔ خود کامریڈ برزنیف بھی اس حادثے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھے اور انہیں بالکل اندازہ نہ تھا کہ ان کے حریف یوں ایک مضبوط ستون گرا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے...

"آندروپوف، سسلوف اور پردزدکوف اینڈ کمپنی نے زیوی گن کو ابتدا میں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنے ساتھ شامل کرنے کی بڑی کوشش کی اور ایک موقع ایسا آیا بھی کہ زیوی گن برزنیف سے برگشتہ خاطر ہو چکا تھا۔ مگر پھر معاملہ سنبھل گیا۔ شاید اس لیے کہ آندروپوف اور اس کے ساتھیوں کی ٹولی میں شامل ہونے کے بعد زیوی گن جو کچھ کما رہا تھا، اس میں ان سب لوگوں کو بھی حصے دار بنانا پڑتا تھا اور یہ بات کسی طور اُسے منظور نہ تھی۔ وہ نام نہاد امریکی گویا بورس بریانسکی ہر کام میں زیوی کا آلۂ کار تھا۔

"زیوی گن پر جال ڈالنے اور اُسے پھانسنے کی جب تمام تدبیریں اُلٹی ہو گئیں، تب آندروپوف اور اس کے مشیرانِ خاص نے سوچ بچار کیا۔ اُن کے سامنے کئی واضح مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ برزنیف کی قوت کمزور کی جائے۔ اُسے یہ احساس دلایا جائے کہ وہ تن تنہا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیوی گن کو ختم کر دیا جائے اور اس انداز میں یہ کام دکھایا جائے کہ برزنیف زبان نہ کھول سکے۔ دونوں ہی مقاصد میں یہ لوگ کامیاب ہوئے۔ زیوی گن کی موت سے برزنیف کو شدید ذہنی دھچکا لگا ہے اور اس وقت وہ ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ زیوی گن کا قتل خودکشی میں بڑی نفاست سے بدلا گیا اور سرکاری طور پر اعلان بھی کر دیا گیا کہ طویل علالت کے بعد کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن دماغی توازن سے محروم ہو چکے تھے، اس لیے انہوں نے اپنے ہی ریوالور سے کنپٹی میں سوراخ کر لیا، تاہم برزنیف کو یقین نہیں آیا کہ زیوی گن خودکشی کا ارتکاب کر سکتا ہے ....."

"بسیار غور و فکر کے بعد آندروپوف اینڈ کمپنی نے ایک نئے مہرے کو شطرنج کی بساط پر بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھا دیا اور جب یہ مہرہ سامنے آیا تو زیوی گن کی واقعی سٹی گم ہو گئی۔ یہ مہرہ جنرل پیپٹن تھا۔ زیوی گن کا پرانا دشمن۔ دونوں ایک دوسرے کی صورت تک دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ سرکاری اور نجی تقریبات میں جب بھی ان کا آمنا سامنا ہوتا تو بدمزگی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ آندروپوف اور جنرل پروزوروف نے اس میدان میں پیپٹن کو لانے کی جو سکیم تیار کی، وہ بلا شبہ لاجواب تھی۔ کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے آندروپوف نے جنرل پیپٹن کو اجازت

عطا کی کہ وہ ایم وی ڈی کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایک نیا انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن قائم کرے۔ اس مقصد کے لیے ۱۹۷۵ء کے آخر میں روسیا ہوٹل کے ویسٹ ونگ کی پوری دسویں منزل کرائے پر حاصل کر لی گئی اور اس منزل میں نیا انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن لیفٹیننٹ جنرل پیپٹن کی نگرانی میں قائم کر دیا گیا۔ پرانے سیکشن کے برعکس نئے سیکشن میں جدید ترین آلاتِ جاسوسی جاپان امریکہ اور اسرائیل سے بھی خرید کر نصب کیے گئے اور باقاعدہ ایک عدد ہیڈ کوارٹر کھول دیا گیا۔ اس زمانے میں یہ بات بھی سننے میں آئی تھی کہ اس ساری سکیم کے عقب میں کامریڈ سسلوف کا دماغ کام کر رہا ہے۔ میں نے جدید ترین جاسوسی آلات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں اُن دنوں ازبک کے ڈرگ ٹریڈرز کے تعاقب میں تھا جو پورے ملک میں نشہ آور دوائیں پھیلانے کا دھندا کر رہے تھے اور انٹیلی جنس کے نوجوان اس گروہ کے سرغنہ کی گرفتاری کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ ایک دن یہ نوجوان مجھے ہوٹل روسیا کی دسویں منزل پر اپنے نئے انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن میں لے گئے اور پھر ان سے باتوں باتوں میں اندازہ ہوا کہ ایم وی ڈی کے اندر ایک نئی گسٹاپو، قائم کر دی گئی ہے۔ اس تنظیم کے نئے آفس میں جو کھیل کھیلا جا رہا تھا، وہ بے حد لرزہ خیز تھا۔ یہاں کمیونسٹ پارٹی کے ہر لیڈر اور ہر کارکن کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھنے کا مکمل اہتمام کیا گیا تھا۔ یہاں ہر اُس فرد کا تفصیلی ریکارڈ تیار کیا جا چکا تھا جو کسی بھی ذریعے سے کامریڈ برزنیف کے نزدیک ہو یا ان کا حامی ہو۔ بعض فائلوں پر نوٹس بھی لکھے گئے تھے اور اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا کہ یہ شخص بے ضرر ہے یا بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

"یہ سارا ناٹک جنرل زیوی گن کو بدحواس کر دینے کے لیے رچایا گیا تھا۔ زیرِ زمین کام کرنے والے افراد سے جنرل زیوی گن اسی ہوٹل میں رابطہ قائم کرتا اور لین دین کے معاملات بھی وہیں طے پاتے تھے۔ جونہی ہوٹل کے ویسٹ ونگ کی دسویں منزل پر نئے انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن کا قیام عمل میں آیا، زیوی گن کے مفادات پر زد پڑنے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لگی۔ نئی انٹیلی جنس نے اُن سب بدقماش افراد اور ان کی سرگرمیوں کا ریکارڈ تیار کرنا شروع کر دیا اور اس سبب سے ان لوگوں کی آمدورفت ہوٹل میں کم ہو گئی۔ اس نئے سیکشن کی نگرانی کے فرائض جنرل پیپٹن کے سپرد کیے گئے جو بڑا چلتا پرزہ شخص تھا۔ اُس نے زیوی گن کا ناطقہ بند کر دیا اور زیوی گن نے مجبور ہو کر کامریڈ برزنیف کو ان حالات سے آگاہ کیا۔

جنرل زیوی گن ان تمام محاذوں پر اکیلا لڑ رہا تھا اور بظاہر کامریڈ برزنیف سے اُسے کوئی مدد نہیں مل رہی تھی۔ جنرل پیپٹن کے علاوہ زیوی گن کا ایک دشمن اور بھی تھا اور نہایت طاقتور دشمن۔ یہ شخص ہوٹل 'روسیا' کا ڈائریکٹر نکی فورڈوف تھا جو کسی زمانے میں کے جی بی کا جنرل بھی رہ چکا تھا۔ آندروپوف سے اُس کے گہرے مراسم تھے اور غالباً دور پرے کی کوئی رشتے داری بھی تھی۔ یہی سبب تھا کہ ہوٹل روسیا میں اگر کسی خاکروب کا تقرر بھی کرنا ہوتا تو نکی فوردف اس تقرر کی منظوری آندروپوف یا پروزوکوف سے حاصل کرتا۔

"ہوٹل روسیا کی رونقیں بڑھانے کا کام غیر ملکی بھی کرتے اور سوویت یونین کے سینکڑوں شہری بھی کمیونسٹ پارٹی کے اہم کارکن، عہدے دار، اداکار، ادیب، شاعر، مصور، سائنسدان اور انجینئر وغیرہ، ان میں سے اکثر کے جی بی اور انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن کے لیے جاسوسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہوٹل سماج دشمن عناصر سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔ ذخیرہ اندوز، سمگلر اور اُجرتی قاتل اس عالی شان ہوٹل میں قیام کرتے اور مستقبل کے منصوبہ پر غور و خوص کرتے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے آپریشن کاسکیڈ عمل میں لایا گیا ہے۔ اس آپریشن میں گرفتار کیے جانے والوں میں مختلف ریاستوں کے کروڑپتی افراد شامل ہیں۔ ان کی معاشرہ دشمن سرگرمیاں اب ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ گئی تھیں۔ اس لیے برزنیف کے حکم پر ان کا سفایا کرنا پڑا۔ زیوی گن نے بہت کوشش کی کہ اس آپریشن کی نوبت نہ آئے۔ مگر کے جی بی کے گرگوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی، تاہم اس کا ایک بھیانک نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارا جگری دوست کرنل وِٹیلوف

ہلاک کر دیا گیا۔"

"وِٹیلوف کو کس نے مارا؟ کیا تم کچھ بتا سکتے ہو؟" میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

تارس نے نفی میں گردن ہلائی: "میں قاتل کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ البتہ میرا اندازہ ہے کہ وِٹیلوف کسی اہم راز سے آگاہ ہو گیا تھا اور اس سے پیشتر کہ وہ برزنیف کو آگاہ کرتا۔ برزنیف کے دشمنوں نے وِٹیلوف کو بعجلت راستے سے ہٹا دیا۔"

میں خاموشی سے بوڑھے تارس کی صورت تکتا رہا۔ تارس نے مجھے چپ دیکھا تو کہنے لگا "میں جانتا ہوں تمہیں کرنل وِٹیلوف کی موت کا بڑا رنج ہے۔ لیکن یہ سوچو کہ تم بھی ہر آن اُن قاتلوں کی زد میں تھے اور انہوں نے اب تک تمہاری جاں بخشی اس لیے کی کہ تمہیں براہِ راست کامریڈ برزنیف نے اس کیس کی چھان بین پر متعین کیا ہے۔ تمہیں راہ سے ہٹا دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ برزنیف کو ہٹا دینے کے درپے ہیں اور یوں وہ جوابی حملہ کر کے اُن کے آدمیوں کو مروا سکتا ہے۔ انھوں نے اب تک جتنے افراد مارے ہیں۔ وہ صرف اس لیے کہ تم اس کیس کی تفتیش سے باز آ جاؤ اور خود ہی انکار کر دو۔"

"میرا خیال ہے مجھے اب انکار کرنا ہی پڑے گا، کیونکہ میں ابھی کچھ عرصہ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"فکر مت کرو ... تم زندہ رہو گے۔" تارس نے کہا "جنرل زیوی گن کے گروہ میں برزنیف کی بیٹی گالیا اور برزنیف کا حقیقی چھوٹا بھائی یاکوف بھی شامل تھا اور یہ لوگ زیوی گن کے سہارے خوب وارے نیارے کر رہے تھے۔ چند برس پہلے سنٹرل ایشیا سے ٹمبر کا ایک بڑا تاجر ماسکو آیا ....

"اُس کا نام تھا رالی موف۔ اس نے آتے ہی ہوٹل روسیا میں آٹھ ڈیلکس کمرے بک کرائے اور ہر روز اعلیٰ افسروں کے اعزاز میں دعوتیں شروع کیں۔ ایک دعوت میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ اس میں سٹیٹ پلاننگ کمیشن کے تمام بڑے افسر، وزارتِ جنگلات کے کرتا دھرتا لوگ ٹرانسپورٹ منسٹری کے بڑے بڑے مگر مچھ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سب موجود تھے اور پھر یہ سب مہمان، وہ مسلسل شراب پی رہے تھے اور بُھنا ہُوا گوشت اُڑا رہے تھے اور ان کے قہقہوں سے کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ یک لخت سب یوں سہم گئے جیسے انہوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ خود جنرل زیوی گن بھی ہوش میں آگیا کیونکہ وہ اس تقریب کا مہمان خصوصی تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کامریڈ برزنیف کی چہیتی بیٹی اپنے چچا کے ساتھ خراماں خراماں چلی آرہی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ دونوں اس تقریب میں مدعو نہیں کئے گئے تھے، اس کے باوجود وہاں پہنچ گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ ٹمبر کے ایک کروڑ پتی تاجر کو سنٹرل ایشیا کے تمام جنگلوں کا ٹھیکہ دے دیا گیا اور اس بدمعاش نے جنگل کے جنگل ناجائز طور پر کٹوا کر ساری لکڑی عالمی منڈی میں گراں قیمت پر بیچ دی۔ اس سودے میں سوویت کے وہ تمام محکمے اور وزارتیں شریک تھیں جن کا تعلق جنگل کے معاملات و مسائل سے تھا۔ میرے پاس اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ راکی موف نے بڑے بڑے کھوؤں کو بیش قیمت تحفے تحائف پیش کرنے کے علاوہ ہر ایک کو دس لاکھ روبل کی نقد رقم بھی ادا کی۔ گالیا برزنیف اور اس کے چچا یاکوف کو بھی پورا پورا حصّہ ادا کیا گیا۔ گالیا چونکہ ہیرے جواہر جمع کرنے کی شوقین ہے، اس لیے راکی موف نے اُسے ہیرے بھی تحفے میں دیئے جن کی مالیت یقیناً لاکھوں میں ہوگی۔"

تارس ایک لمحے کے لیے رُکا، پھر کہنے لگا: "اور یہ سب کچھ برزنیف کی ناک کے عین نیچے ہو رہا تھا۔ اس تمام تجارت میں سارا منافع جنرل زیوی گن، گالیا برزنیف، یاکوف برزنیف اور ان کے چند حواریوں میں تقسیم ہوتا تھا جبکہ کے جی بی کے چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین اور نئے انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن کے سربراہ جنرل پیپٹین محض ایک دوسرے کا منہ دیکھنے پر اکتفا کر رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے طے کر لیا کہ زیوی گن کو ہر صورت میں صاف کر دیا جائے۔ مئی ۱۹۷۵ کی آخری تاریخوں میں جارجیا سنٹرل کمیٹی کا سابق فرسٹ سیکرٹری ہاوندازا اپنی حسین اور طرح دار بیوی کو لے کر ماسکو آیا اور حسبِ معمول ہوٹل روسیا میں ٹھہرا۔ اس شخص کو برزنیف نے مسلسل بدعنوانیوں کے باعث جارجیا

سنٹرل کمیٹی کے فرسٹ سیکرٹری شپ سے برطرف کر دیا تھا اور اب یہ اس کوشش میں تھا کہ اُسے بحال کر دیا جائے۔ جنرل زیوی گن سے پرانی یاری کے باعث اس شخص نے طے کیا کہ گالیا برزنیف کو اگر خوش کر دیا جائے اور وہ اپنے باپ سے اس کی سفارش کر دے تو کام بن سکتا ہے۔ یہ شخص جواہرات اور سونے کی اسمگلنگ میں ملوث تھا۔ ۲۵ مئی کی شب ہوٹل روسیا کی نویں منزل پر ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں گالیا برزنیف اور اس کے چچا یاکوف کو بطور مہمانانِ خصوصی بلایا گیا۔ تقریب زور شور سے جاری تھی کہ دفعتاً آگ بھڑک اٹھی۔ ویسٹ ونگ فائر فائٹنگ سسٹم کے ذریعے آگ پر قابو پانے کی کوشش کی گئی مگر معلوم ہُوا کہ فائٹنگ سسٹم کام نہیں کر رہا۔ اُسے دانستہ خراب کر دیا گیا تھا۔ ماسکو فائر ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دی گئی۔ وہاں سے جواب آیا کہ اس وقت ڈپو میں کوئی فائر انجن موجود نہیں خاص طور پر ایسی گاڑیاں جن میں اونچائی پر پہنچنے کے لیے سیڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ آگ ہوٹل کی نویں منزل میں بھڑک رہی تھی اور جو فائر گاڑیاں اس وقت موجود تھیں اُن کی سیڑھیاں ساتویں منزل تک ہی جا سکتی تھیں۔ جب پُوچھا گیا کہ بڑی گاڑیاں کہاں ہیں تو بتایا گیا کہ موسم گرما کی سالانہ مشقوں کے لیے ماسکو سے چالیس میل دور سرلوکوف کے علاقے میں جا چکی ہیں اور انہیں ماسکو واپس بلانے میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے۔ بہرکیف آگ بجھانے کا کام شروع ہُوا۔ لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہُوئیں۔ چالیس منٹ کے اندر اندر ہوٹل رُوسیا کی نویں، دسویں اور گیارھویں منزلیں مکمل طور پر جل چکی تھیں۔ نئے انٹرنل انٹیلی جنس سیکشن میں کچھ بھی نہ بچا مگر اسے جنرل پیپٹین اور اس کے سرپرستوں کی بدقسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا یہ منصوبہ ناکام رہا کیونکہ زیوی گن بھی بچ گیا اور گالیا برزنیف بھی اپنے چچا کو لے کر بخیر و آفیت وہاں سے نکل آئی۔ تقریب میں شریک جارجین وزارت داخلہ اور ماسکو انٹیلی جنس کے چودہ افراد اس خوفناک آگ کی نذر ہو گئے۔ ان کے علاوہ گیارہویں منزل پر قیام پذیر بہت سے غیر ملکی مسافر بھی لقمۂ اجل بنے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اس کے بعد کیا ہُوا"؟ میں نے پُوچھا۔

تارس نے گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور شانے اچکاتے ہوئے بولا "کیا ہوتا؟ کچھ بھی نہ ہُوا؟ پولٹ بیورو کا ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا جس میں غیر ملکی مہمانوں کی المناک موت پہ اظہارِ افسوس کے ساتھ ساتھ ہوٹل روسیا کے ڈائریکٹر نکی نوروف کو فرائض میں غفلت اور کوتاہی کا مجرم قرار دے کر برطرف کر دیا گیا"

یکایک تارس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور میکرا چیوا اندر آ گئی۔ اس کے ساتھ نو سال کی ایک موٹی تازی لڑکی بھی تھی۔ جس کے پھولے ہوئے سرخ چہرے پر خوف و ہراس کی پرچھائیاں نمایاں تھیں۔ اس کے دائیں ہاتھ میں چھوٹا سا وائلن تھا۔

"کامریڈ شمرایوف .... اس بچی سے ملیے ... اس کا نام کاٹیا ہے اور یہ نمبر ۱۶ الے کشالوسٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ میں رہتی ہے۔ ۱۹ جنوری کی شام اس بچی نے ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ بہتر ہے یہ واقعہ آپ اسی کی زبانی سن لیں۔ کاٹیا! وہی بات جو تم نے پہلے مجھے سُنائی تھی، اب انہیں سنا دو۔"

"کتنی مرتبہ تو سُنا چکی ہوں"! بچی نے بیزار ہو کر کہا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے پیسٹریاں لے کر دو گی۔"

"ہاں ہاں ... وعدہ مجھے یاد ہے یہاں سے واپس جا کر جتنی پیسٹریاں تم کہو گی، میں تمہیں بیکری سے خرید دوں گی۔ شاباش ... اب وہ سارا واقعہ جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، انہیں سنا دو۔"

کاٹیا کہنے لگی "میں شام کے وقت میوزک اسکول کی طرف واپس آ رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ دو آدمی ایک شخص کو گھسیٹتے ہوئے بلڈنگ سے باہر لا رہے تھے۔ وہ آدمی لنگڑاتا ہُوا چل رہا تھا اور اس کے کپڑے خون سے تر تھے ... وہ دونوں اُسے گھسیٹ کر ایک کار تک لے گئے، زخمی آدمی کو اس میں ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کار کالے رنگ کی وولگا تھی ... "

"بہت خوب" میں نے کہا "اگر وہ تینوں آدمی دوبارہ تمہارے سامنے آئیں

تو کیا تم انہیں پہچان لو گی؟"

کاٹیا نے اثبات میں گردن ہلا دی "ہاں ... میں انہیں ضرور پہچان لوں گی۔"

میں نے میکرا چیوا سے پوچھا یہ گواہ کہاں سے اُن کے ہاتھ لگا۔ اس نے بتایا کہ کشالوسٹریٹ میں رہنے والے ایک ایک فرد سے بار بار پوچھ گچھ کے دوران نو سالہ کاٹیا سے بھی بات ہوئی اور اس نے انکشاف کیا کہ ۱۹ جنوری کی شام کو جنرل زیروی گن کے اپارٹمنٹ میں سے دو آدمی ایک زخمی کو لے کر باہر نکلے تھے ہم نے کاٹیا کا بیان لے کر اس پر اُس کے دستخط کرا لیے ہیں، یہ دیکھیے۔"

اُس نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھ دیا جس پر یہ سطریں ٹائپ کی گئی تھیں۔

"میرا نام کاٹیا ہے اور میں کشالوسٹریٹ کے اپارٹمنٹ نمبر سات میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہوں۔ ۱۹ جنوری کا ذکر ہے ... شاید شام کے پانچ بجے ہوں گے۔ میں میوزک اسکول میں وائلن سیکھنے جاتی ہوں۔ وہاں سے واپس اپنے گھر آ رہی تھی۔ نمبر ۱۶ الے کے باہر یکایک میں نے دیکھا کہ دو آدمی ایک شخص کو سہارا دیے اور تقریباً گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہیں ان دونوں کے قد درمیانہ تھے اور وہ جیکٹیں پہنے ہوئے تھے۔ جس آدمی کو وہ گھسیٹ کر لا رہے تھے۔ اس کے بدن پر بھی ایک جیکٹ تھی۔ اُس کا قد اُن دونوں کے مقابلے میں لمبا تھا اور اس کے چہرے پر سخت تکلیف کے آثار تھے۔ وہ بائیں پاؤں سے لنگڑا رہا تھا اور اس کی پتلون خون سے رنگین تھی ... اس وقت سڑک پر کوئی نہ تھا ... میں وہاں رک کر ان تینوں کو دیکھنے لگی۔ مگر انہوں نے مجھے نہ دیکھا۔ زخمی شخص کی عمر میرے اندازے کے مطابق تیس برس ہو گی۔ میں دوسرے دو آدمیوں کے چہرے غور سے نہ دیکھ سکی، کیونکہ میری ساری توجہ اُس زخمی شخص کی طرف تھی۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی جھنجھنائی۔ تارس نے فون سنا اور میری طرف ریسیور بڑھا دیا۔ "پبلک پراسیکیوٹر آفس کا ٹیلی فون آپریٹر لائن پر تھا: کامریڈ شمرایوف! ذرا ہولڈ کیجیے۔ آپ کے لیے ایک ارجنٹ کال ہے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چند سیکنڈ بعد میرے کان میں ایک مانوس آواز آئی: "ہیلو، کامریڈ شمرالیوف! میں ڈاکٹر شازدوف ہوں۔ اُمید ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا... میں تمہیں گزشتہ ایک گھنٹے سے مختلف جگہوں پر تلاش کر رہا ہوں۔"

"جی، ڈاکٹر شازدوف! میں بھلا آپ کو بھول سکتا ہوں؟ فرمائیے، کس لیے یاد کیا؟"

"کہنا یہ تھا کہ کامریڈ مسلوف چار بج کر پانچ منٹ پر وفات پا گئے۔"

"مجھے ان کے مرنے کا سخت افسوس ہے۔ اس کیس میں وہ مجھے بہت کچھ بتا سکتے تھے..."

"ہاں ـــــ اسی لیے میں نے تمہیں آگاہ کرنا مناسب سمجھا... اب دوسرا حکم تمہارے لیے یہ ہے کہ آج شام ٹھیک چھ بجے کامریڈ برزنیف سے ملو گے... ٹھیک چھ بجے... اُس وقت تک کے لیے اپنی ساری مصروفیات منسوخ کر دو اور اپنے آفس ہی میں رہو... پانچ بجے ایک گاڑی تمہیں لینے آئے گی۔ کیا تم نے میرا پیغام سُن لیا؟"

"جی ہاں... میں پانچ بجے اپنے آفس میں موجود رہوں گا۔"

اور جب میں نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو نہ جانے کیوں میری انگلیاں لرز رہی تھیں اور دل کی دھڑکنوں میں ایک دم اضافہ ہوگیا تھا۔

جب میں ریگنکوف کے آفس میں داخل ہوا تو وہاں ہرمن کاراکوز بھی موجود تھا۔ ریگنکوف مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کاراکوز کی بتیسی بھی نکل آئی۔ وہ دونوں غیر معمولی طور خوش نظر آتے تھے۔ ریگنکوف مجھ سے مخاطب ہوا: "کامریڈ شمرالیوف! ابھی ابھی وزیرِ امورِ داخلہ جنرل این اے شولوخوف کی طرف سے ایک ضروری اور انتہائی خفیہ خط مجھے بھیجا گیا ہے۔ میری خواہش ہے تم بھی اسے پڑھ لو۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ زیوی گن کا کیس تقریباً حل ہوچکا اور اب ہماری ساری پریشانیاں ختم ہوگئی ہیں۔ اسے بلاشبہ قتل کیا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ خط اپنی رپورٹ کے ساتھ کامریڈ برزنیف

کی خدمت میں پیش کر سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک بڑا سا لفافہ میز کی دراز سے نکال کر میرے آگے رکھ دیا۔ لفافے کے اندر دو کاغذوں پر عبارت ٹائپ کی گئی تھی:

"ڈپٹی الیگزینڈر میکالووچ ریگنکوف! پچھلے دنوں ملک دشمن عناصر کے خلاف آپریشن کاسکیڈ کے نام سے ایک زوردار مہم شروع کی گئی تھی۔ ۲۴ جنوری کو ایک شخص مسمّی بورس بریاتسکی گرفتار ہوا۔ بالسوئی تھیٹر کی ایک سرکس کی اداکارہ کے گھر میں یہ شخص چوری کرتے ہوئے موقع پر پکڑا گیا۔ گزشتہ چھ سال سے وہ زیرِ زمین افراد کے ساتھ رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا اور کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین آنجہانی جنرل زیوی گن سے اس کے گہرے مراسم استوار تھے۔ وزارت داخلہ کے پاس اس امر کا مکمل ثبوت ہے کہ ۱۹۷۶ء سے لے کر ۱۹۸۲ء تک بورس بریاتسکی کے ذریعے جنرل زیوی گن نے ملک دشمن عناصر سے کوئی چالیس لاکھ روبل قیمتی اشیا وصول کیں۔

"گرفتاری کے بعد بورس بریاتسکی نے اپنے حلفیہ بیان میں نہایت انکشافات کیے ہیں۔ ان میں سے وہ حصّہ آپ کی توجّہ کے لیے پیش کیا جاتا ہے جو جنرل زیوی گن کی موت سے متعلق ہے۔ بریاتسکی کا بیان ہے کہ ۱۹ جنوری کی شام ۱۶/اے کتنالوسٹریٹ اپارٹمنٹ نمبر نو میں اُس کا جنرل زیوی گن سے جھگڑا ہوا۔ بریاتسکی نے زیوی گن پر الزام لگایا کہ آپریشن کاسکیڈ خود اس کی مرضی سے شروع کیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جن بڑے بڑے مگرمچھوں کو پکڑا گیا، انہوں نے دھمکیاں دی ہیں کہ زیوی گن اور بریاتسکی دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس الزام کے جواب میں زیوی گن نے کہا کہ آپریشن کاسکیڈ ایم وی ڈی کے انٹی فراڈ سکواڈ اور انٹیلی جنس سیکشن کی ملی بھگت سے شروع ہوا اور اس ضمن میں مجھ سے مشورہ ہوا نہ میرے علم میں کوئی بات لائی گئی۔ اور یہ کہ میں اتنا احمق ہوں کہ جن افراد سے اتنا زبردست مالی مفاد حاصل کرتا رہا، اُنہی کے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر قانونی کارروائی کی اجازت دوں گا۔

"بریاتسکی نے زیوی گن کے یہ دلائل تسلیم نہ کیے۔ چونکہ دونوں مشتعل ہوچکے تھے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زیوی گن نے اپنا ریوالور نکال کر بریاتسکی پر گولی چلادی۔ نشانہ خطا گیا اور گولی کھڑکی کے فریم میں لگی۔ ممکن ہے زیوی گن کا ارادہ حریف کو ہلاک کرنے کا نہ ہو اور وہ محض اُسے ڈرانا چاہتا ہو۔ لیکن بریاتسکی اس فائر سے خوف زدہ ہونے کے بجائے مزید مشتعل ہو گیا۔ اس نے زیوی گن پر چھلانگ لگا دی۔ چند لمحے دونوں میں ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ بریاتسکی نے اس دوران زیوی گن کے ہاتھ سے ریوالور چھیننے کی کوشش کی اور اس کشمکش میں ریوالور دوبارہ چل گیا اور دوسری گولی زیوی گن کی کنپٹی میں لگی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ بریاتسکی کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ اچانک اور خلافِ توقع پیش آیا۔ وہ زیوی گن کو مار ڈالنا نہیں چاہتا تھا بلکہ صرف اپنے بچاؤ کیلئے اُس سے ریوالور چھین رہا تھا۔

"زیوی گن مر گیا تو بریاتسکی نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے یہ کارروائی کی کہ اس خونیں تماشے کو خودکشی کی واردات میں بدل دیا۔ اس نے زیوی گن کو ڈرائنگ روم میں گھسیٹ کر میز پر بٹھایا۔ چونکہ وہ پہلے بھی بعض مواقع پر زیوی گن کے طرزِ تحریر کی کامیاب نقل کر چکا تھا۔ اس لیے اُس نے اُس کے قلم سے ایک جعلی رقعہ تیار کیا جس میں خودکشی کا اقرار کیا گیا تھا۔ اتفاق سے برابر والے اپارٹمنٹ میں شادی کی تقریب جاری تھی اور موسیقی کا بے پناہ شور بلند ہو رہا تھا۔ اس لیے زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں گولیاں چلنے کی آواز کسی کے کانوں تک نہ پہنچ سکی۔ زیوی گن سے اُس کی ہاتھا پائی ہال وے میں ہوئی تھی اور وہاں بچھا ہوا غالیچہ مقتول کے خون سے بھر گیا تھا۔ اس لیے بریاتسکی نے غالیچہ لپیٹا اور اُسے اٹھا کر چپ چاپ اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ غالیچہ اُٹھاتے وقت اس کے کپڑے بھی خون آلود ہو چکے ہیں اور اس حالت میں بلڈنگ سے باہر جانا مناسب نہیں۔ اس لیے وہ غالیچے سمیت گیارہویں منزل پر ایک اپارٹمنٹ میں چلا گیا۔

"یہ اپارٹمنٹ ایک فلمی اداکارہ کے قبضے میں تھا جس سے بریاتسکی کے ناجائز تعلقات کچھ عرصے سے قائم ہو چکے تھے۔ اپارٹمنٹ کی ایک چابی ہر وقت بریاتسکی کے پاس رہتی تھی۔ اداکارہ اس وقت اپارٹمنٹ میں موجود نہ تھی۔ وہ کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں ماسکو سے باہر گئی ہوئی تھی۔ چنانچہ بریاتسکی کو اس اپارٹمنٹ میں آسانی سے پناہ مل گئی۔ اس کا بیان ہے کہ وہ رات ساڑھے گیارہ بجے تک وہاں چھپا رہا اور جب اس نے محسوس کیا کہ سڑک پر سناٹا ہے، تب وہ غالیچہ لے کر نیچے اُترا۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔ اس نے غالیچہ کار کی ڈگی میں ڈالا اور سیدھا دریائے ماسکو پر گیا۔ دریا یخ بستہ تھا، تاہم اس نے معمولی جدوجہد سے برف میں سوراخ کیا اور غالیچہ اس کے اندر پھینک دیا۔ یہ غالیچہ برآمد کیا جا چکا ہے اور اس کے معائنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر جو سُرخ دھبے ہیں وہ جنرل زیوی گن کے خون کے ہیں۔

"ڈیئر ریکنکوف! ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیوی گن کا قاتل بورس بریاتسکی ہے اور وہ اپنے جرم کا اقرار بھی کر چکا ہے۔ اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اسپیشل انوسٹی گیٹر کامریڈ شمرالیوف اس کیس کی جو چھان بین کر رہے ہیں اُسے اختتام پذیر سمجھا جائے؟ اور کسی تاخیر کے بغیر کامریڈ شمرالیوف کو حکم دیا جائے کہ وہ زیوی گن کیس سے متعلق تمام کاغذات فوری طور پر وزارتِ داخلہ کے سپرد کر دیں۔ کامریڈ برزنیف کی تازہ ترین ہدایات بھی یہی ہیں کہ اس کیس کی تحقیقات روک دی جائے اور جب اصل قاتل پکڑا جا چکا ہے تو اس سلسلے میں مزید بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں۔

این شولوخوف

وزیرِ امورِ داخلہ، ماسکو۔ ۲۶ جنوری ۱۹۸۲ء

میں آخری سطریں پڑھ کر اپنی ہنسی روک نہ سکا۔ ریکنکوف اور ہرمن کارا کوزا ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ رہے تھے۔

"آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" ریکنکوف نے سوال کیا۔

میں نے ایک پُرزہ کاغذ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ یہ نو سالہ بچی کاٹیا کا بیان تھا۔

"کیا اس بیان سے ظاہر نہیں ہوتا کہ زیوی گن کا قاتل ایک شخص نہیں، تین افراد تھے؟" میں نے کہا۔

ریکنکوف بُرا سا منہ بناتے ہوئے بولا "کامریڈ شمرالیوف! تم چاہو تو برزنیف

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے ملاقات کے دوران یہ کاغذ اُن کی خدمت میں پیش کر سکتے ہو، کامریڈ شولوخوف کے خط کی روشنی میں اُن کے احکام کی تعمیل کرنا میرا قانونی اور سرکاری فرض ہے۔ مہربانی کر کے زیوی گن کیس کے تمام کاغذات ابھی اور اسی وقت میرے حوالے کر دو، ویسے بھی یہ کامریڈ برزنیف کا حکم ہے جس نے اُن کے پہلے احکام اور وہ اختیارات جو تمہیں عارضی طور پر سونپے گئے تھے، منسوخ کر دیے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" مَیں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "آج شام چھ بجے کامریڈ برزنیف سے میری ملاقات طے ہے اور اس وقت چھ بجنے میں صرف دس منٹ باقی ہیں۔ مَیں زیوی گن کیس کے تمام کاغذات براہِ راست برزنیف کے حوالے کر دوں گا۔"

اور اس سے پہلے کہ ریکنکوف یا ہرمن کارا کوز زبان کھولتے، مَیں وہاں سے نکل آیا۔

کریملن کی پُرشکوہ اور وسیع و عریض عمارت کے باہر اور اندرونی صحن میں فوجی دستے، ٹینک، آرمرڈ کاریں اور انٹیلی جنس کے بے شمار آدمی موجود تھے لیکن سب کے سب خاموش۔ اتنے افراد کی موجودگی کے باوجود یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی ذی روح نہیں۔ کامریڈ برزنیف کے تین خصوصی منشیوں نے یکے بعد دیگرے میرا استقبال کیا، پھر ایک شخص نے معذرت خواہانہ انداز میں سرسری طور پر میرے کپڑوں کی تلاشی لی اور ٹھیک اسی لمحے جب دیوار پر لگے سنہری کلاک کی دونوں سوئیاں شام کے چھ بجے کا اعلان کر رہی تھیں۔ برزنیف کے آفس کا چھوٹا سا دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔ مجھے پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ صدر سے ملاقات کا وقت صرف تین منٹ مقرر ہے اور جونہی صدر کی پشت پر کھڑا ہوا اُن کا محافظِ خاص اشارہ کرے، مجھے فوراً ملاقات ختم کر دینی چاہیئے۔"

کامریڈ برزنیف ایک لمبی چوڑی بیش قیمت میز کے عقب میں آرام کرسی پر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

تقریباً لیٹے ہوئے تھے۔ اُن کے پرسنل سیکرٹری نے میری آمد کا اعلان کیا۔ مَیں نے اندر داخل ہو کر فوجی انداز میں سیلیوٹ کیا۔ برزنیف نے گردن اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُن کا چہرہ بیماری کے باعث مرجھایا ہُوا تھا اور آنکھوں میں چمک دمک مفقود تھی۔ اُن کی بھویں پہلے سے زیادہ گھنی اور کسی قدر سفید ہو گئی تھیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ اُن کے لبوں پر نمودار ہوئی۔ مجھے ہدایت یہ تھی کہ جب تک صدر خود مخاطب نہ کریں خاموش رہنا ضروری ہے۔ چند سیکنڈ بعد ان کی آواز کمرے کی خاموش فضا میں گونجی۔

"مَیں تمہارا ذاتی شکرگزار ہوں، کامریڈ شمرایوف! تم نے اپنے فرائض محنت اور لگن سے ادا کیے۔"

مَیں نے گردن کو ہلکا سا خم دیا: "مَیں آپ کا ممنونِ احسان ہوں کامریڈ برزنیف کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ جنرل زیوی گن کیس کی فائل حاضر ہے۔" یہ کہہ کر مَیں نے فائل میز پر رکھ دی۔"

برزنیف نے ایک نگاہ فائل پر ڈالی اور کہا: "مَیں تمہارے کام سے خوش ہُوں، کامریڈ شمرایوف! اور توقع رکھتا ہوں کہ تم آئندہ بھی اسی طرح مملکت کی خدمات سرانجام دو گے۔"

"مَیں کامریڈ کا ازحد شکرگزار ہُوں۔۔۔ مَیں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا۔"

تین منٹ گزر گئے۔ مَیں کمرے سے باہر آ گیا۔ برزنیف کے چیف ایڈوائزر زدلوکوف نے ایک چھوٹا سا لفافہ مجھے پکڑا دیا۔

"اسے یہاں مت کھولنا، کامریڈ شمرایوف! اپنے آفس جا کر کھولنا۔"

لیکن مَیں زیادہ صبر نہ کر سکا۔ سفید شاندار وولگا میں کریملن سے پبلک پراسیکیوٹر کی طرف جاتے ہوئے مَیں نے راستے ہی میں لفافہ کھول لیا۔ کامریڈ برزنیف نے مجھے چیف پبلک پراسیکیوٹر بنا دیا تھا۔ مَیں نے مایوس ہو کر لفافہ جیب میں رکھ لیا۔